COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عمران سیریز کا مقبول ترین سلسلہ

ترکش

PDFBOOKSFREE.PK

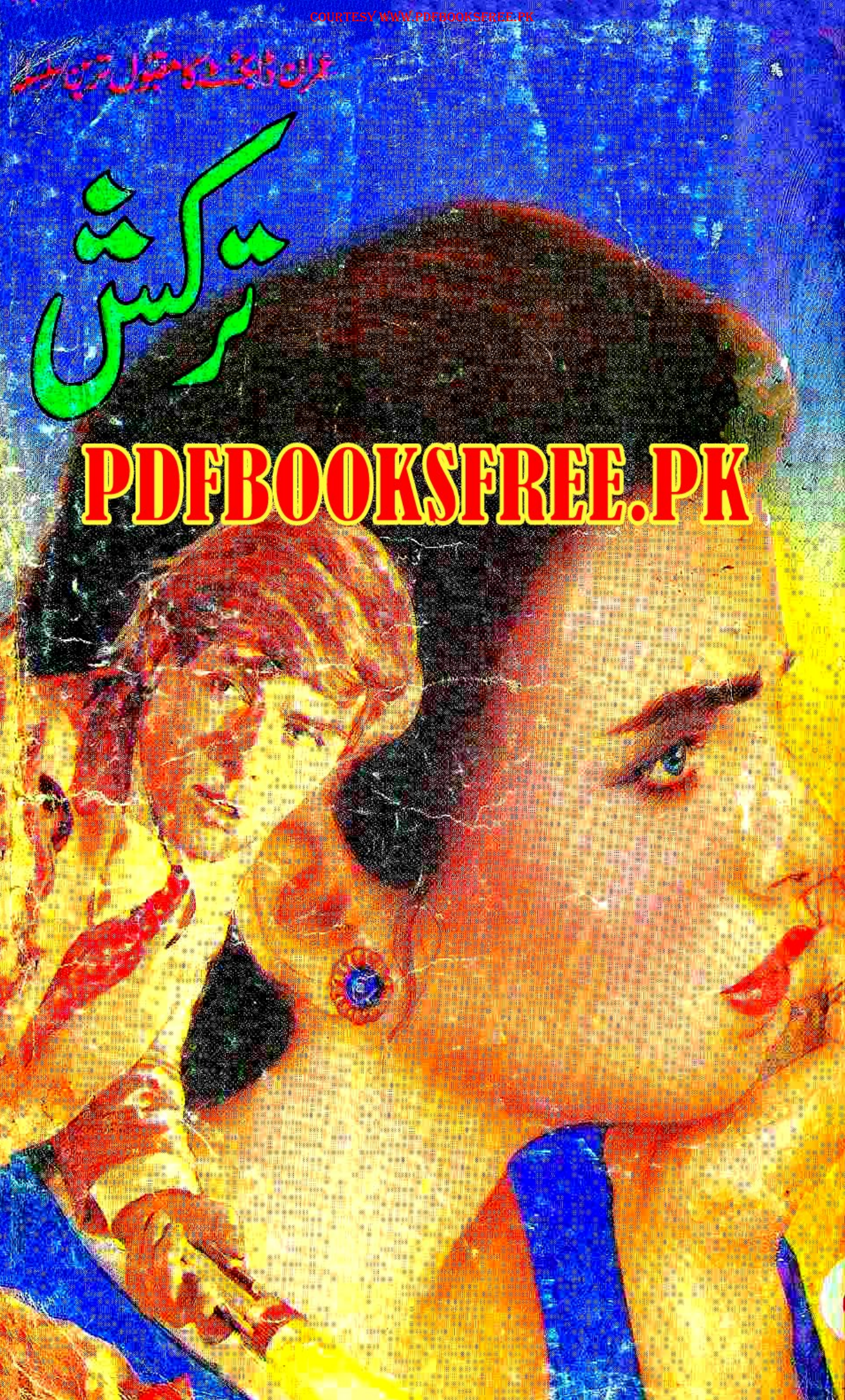

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عمران ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

ترکش

مظہر کلیم ایم اے

حصہ سوم

مکتبہ عمران ڈائجسٹ
۳۷ - اردو بازار کراچی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

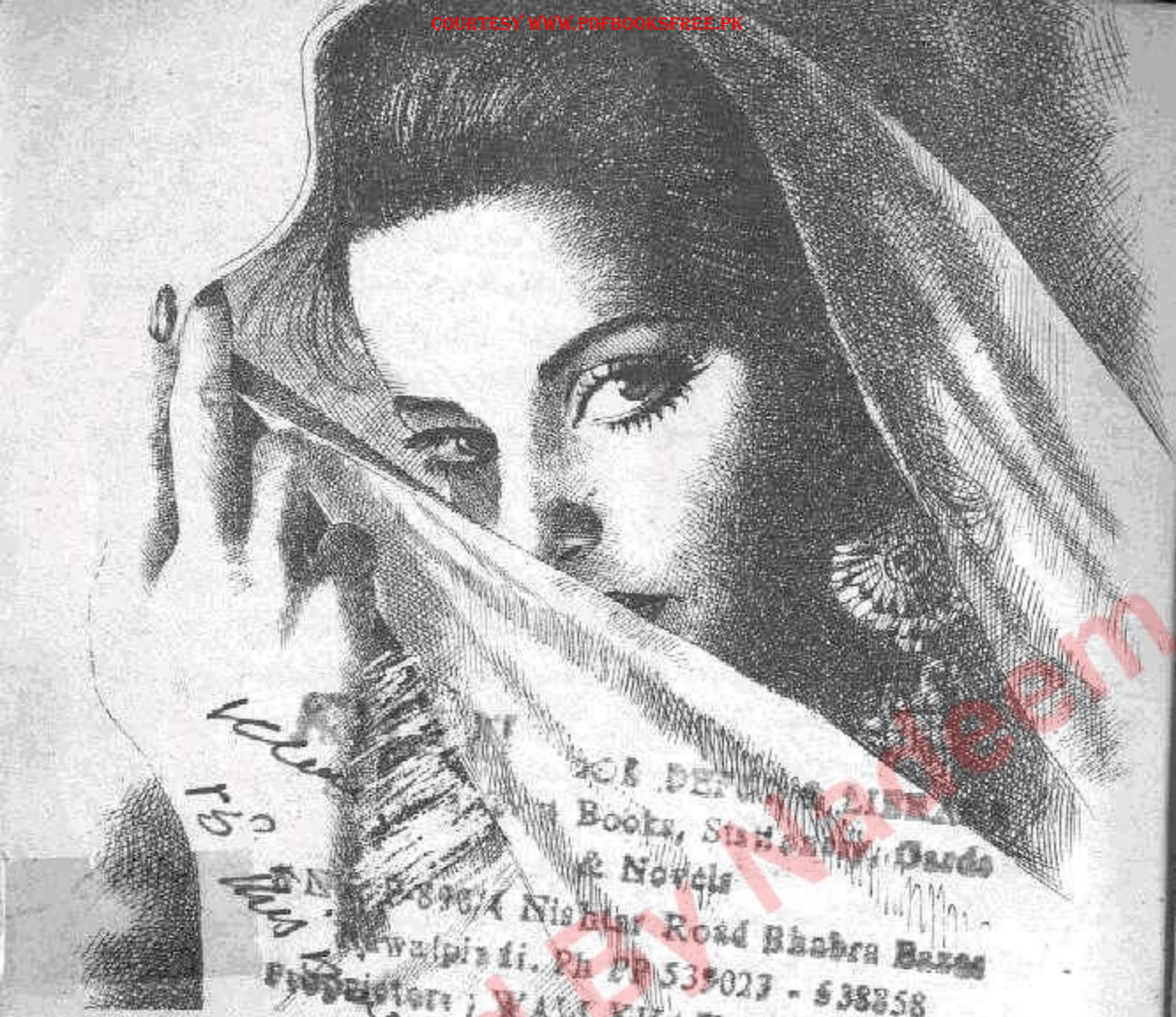

Books, Stationery, Pads
& Novels
Nishtar Road Bhabra Bazar
Rawalpindi. Ph 539027 - 538858
Proprietors ; WALI KHAN & ILYAS KHAN

ایک انسان کی شخصیت پر کیا اثر ڈالتے ہیں اور
وہ ان رنگوں کے زیرِ اثر کیا کیا نہ رنگ دکھاتا ہے۔
ناقابلِ فراموش واقعات سے سجی سنوری ایک
ایک بہت بُرے آدمی کی سرگزشت مجبوراً بہت اچھا
انسان بھی تھا۔

عمران ٹرائی جیسٹ کا ایک نیا تہلکہ خیز سلسلہ

جب رابی ڈیل کو پانی میں اترنا تھا۔ وہ بھلا پانی سے کیسے دور رہ سکتا تھا۔ آج کے دن بھی اس نے اپنی مصروفیت کو ترک نہیں کیا تھا۔ بہت سی لڑکیاں اس کے ساتھ پانی میں اتریں۔ اس سے پہلے بھی سوئمنگ پول میں چند افراد موجود تھے اور غالباً آج ہر قسم کی ترتیب غلط کر دی گئی تھی اور اسی غلط ترتیب میں میری شمولیت بھی ہو گئی تھی۔ چنانچہ میں بھی پانی میں تیرنے لگا۔ کسی نے میری جانب کوئی توجہ نہ دی۔ ویسے بے شمار لوگ پانی کی تفریحات میں حصہ لے رہے تھے۔ رابی ڈیل پانی کی مچھلی کی مانند سوئمنگ پول کی تہہ میں جاتا، اوپر آتا، لڑکیوں کے ساتھ چہلیں کرتا رہا۔ پھر بہت دیر اسی طرح گزر گئی۔ میں بھی اسی کے ساتھ ساتھ رہا۔ اور موقع کا منتظر۔

پھر ایک بار مجھے موقع مل گیا۔ رابی ڈیل نے ایک گہرا غوطہ لگایا اور پانی کی تہہ تک پہنچ گیا۔ بس یہی موقع تھا کہ میں اپنا کام کر ڈالوں چنانچہ میں فوری طور پر اس کے قریب پہنچا اور اس کے بالکل سامنے آ گیا۔ رابی ڈیل نے اوپر اٹھنے کی کوشش کی لیکن میرے ایک زوردار گھونسے نے اس کی کنپٹی سہلائی اور وہ چکرا سا گیا۔ اس کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہاتھ پاؤں پھیل گئے اور تیرنے کا سا انداز ختم ہو گیا۔
میں نے دوسرا گھونسا اس کی ناک کے نیچے جڑ دیا تھا۔ رابی ڈیل یقینی طور پر ایک فٹ آدمی تھا لیکن اتنا بھی نہیں کہ میرے اس طاقتور گھونسے کو بآسانی برداشت کر لیتا۔ میرے لیے اس وقت یہی لازم تھا کہ میں اسے مار مار کر ادھ موا کر دوں تاکہ وہ سطح تک پہنچنے کی کوشش نہ کرے۔ کوئی بھی لمحہ اتنا خطرناک ہو سکتا تھا، کہ میرا سارا کام گڑبڑ ہو جاتا۔ چنانچہ میں نے اس کا سر اپنی بغل میں دبا کر ایک اور مکا اس کی پیشانی پر رسید کیا اور اتفاق کی بات یہ کہ وہ اس وقت سنگ مرمر کی اس دیوار کے بالکل قریب تھا جو سوئمنگ پول کے کنارے کی دیوار تھی۔ اس بار میں نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور اسے پوری قوت سے آگے بڑھاتا ہوا دیوار تک لے گیا۔ اور اس کے بعد میں نے اس کے سر کا عقبی حصہ دیوار پر دے مارا۔ اندر کیا کیفیت ہوئی اس کا تو کوئی اندازہ نہیں ہوا تھا کہ سر کے پچھلے حصے پر لگنے والی اس چوٹ نے اسے ناکارہ کر دیا ہو گا۔ پھر میں نے اپنا دوسرا کام شروع کیا۔ اسے گردن سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا نیچے اس جگہ لے گیا جہاں لوہے کے وہ وزن پڑے ہوئے تھے۔ زنجیروں میں لگے ہوئے آنکڑے اٹھائے اور اس کے بعد دونوں آنکڑے اس کے پیروں میں فٹ کر دیا۔ اب دو دو وزن اس کے پیروں میں بندھے ہوئے تھے۔ میں نے آہستہ سے اسے چھوڑ کر دیکھا اور پھر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ وہ اوپر تو نہیں اٹھ سکتا۔ لیکن یہ ایک ناممکن عمل تھا۔ تیرے بغیر اوپر نہیں جایا جا سکتا تھا۔ اور غالباً اب وہ تیرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔
میرے آس پاس سے بہت سے لوگ گزر رہے تھے۔ اور پانی میں ان کی ہلچل صاف محسوس ہو رہی تھی کوئی بھی ذرا سا نیچے آ کر میری اس کارروائی کا جائزہ لے سکتا تھا۔ چنانچہ میں اس سے زیادہ خطرہ نہیں مول لے سکتا تھا۔ میں فوراً کسی تیز رفتار مچھلی کی مانند تیرتا ہوا رابی ڈیل سے دور نکل آیا۔ اور اس کے بعد سوئمنگ پول میں رکنا مناسب نہیں تھا چنانچہ میں اوپر نکل کر کنارے پر پہنچا۔ چند لمحات وہاں رکا اور اس کے بعد آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا کلاتھ روم میں آ گیا۔ جہاں میرا لباس موجود تھا۔ میں نے کلاتھ روم میں آ کر فوراً ہی اپنا لباس تبدیل کیا۔ ماسک صاف کر کے دوبارہ چہرے پر لگایا۔ اور اس کے بعد آوارہ گردی کرنے لگا۔ لیکن ظاہر ہے میرا رخ سوئمنگ پول ہی کی جانب ہو سکتا تھا۔ ابھی تک غالباً رابی ڈیل کی گمشدگی یا اس کی موت کی اطلاع کسی کو نہیں ملی تھی ویسے مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ جتنا وقت میں نے کلاتھ روم میں لباس تبدیل کرنے میں صرف کیا ہے اتنا وقت رابی ڈیل کو پانی میں ہلاک کرنے کے لیے کافی ثابت ہو سکتا ہے۔ میں وہاں ایک جگہ رک کر صورتحال کا جائزہ لینے لگا۔ لوگ اپنے اپنے ہنگاموں میں مصروف تھے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد عمل شروع ہو گیا۔ غالباً رابی ڈیل کی ساتھی لڑکیوں کو بہت دیر کے بعد یہ احساس ہوا تھا کہ رابی ڈیل ان کے قریب موجود نہیں ہے۔ چنانچہ وہ پانی کی گہرائیوں میں اسے تلاش کرنے لگی تھیں۔ اور اس کے بعد سوئمنگ پول کے کنارے مختلف قسم کی سرگوشیاں اور کمروہ چیخوں سے گونج اٹھے۔ غالباً رابی ڈیل کے بارے میں لوگوں کو علم ہو چکا تھا۔ اب میں دھڑکتے دل کے ساتھ اس بات کا منتظر تھا کہ نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ رابی ڈیل کی موت یا کچھ اور۔ اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے صورتحال کا اندازہ ہو گیا۔ بہت سے لوگ۔ سوئمنگ پول کے گرد پہنچ گئے تھے اور وہاں موجود لوگوں کو پیچھے ہٹا رہے تھے۔ میں بھی ان ہی لوگوں کے ہجوم میں شامل ہو گیا اور اس طرح متجسس نظر آنے لگا جیسے میں بھی معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا حادثہ پیش آ گیا ہے۔ لیکن حادثہ واقعی بڑا دلدوز تھا۔ رابی ڈیل کو ان وزن بندھے ہوئے پیروں کے ساتھ ہی باہر نکالا گیا۔ اور یہ بات منظر عام پر آئی تھی کہ رابی ڈیل کو قتل کر دیا گیا۔ اس کا جسم چند لمحات کے لیے سوئمنگ پول کے کنارے ٹکایا گیا۔ پیروں سے وزن کھولا گیا اور اس کے بعد بہت سے لوگ اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ایک سمت چلنے لگے۔ چاروں طرف ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ لوگ یہ جاننا چاہتے تھے کہ جس بے جان جسم کو اندرونی حصے کی جانب لے جایا جا رہا ہے، وہ زندہ ہے یا ختم ہو گیا۔ لیکن پھر لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا کہ مسٹر رابی ڈیل قتل کر دیے گئے ہیں اور اس کے بعد درحقیقت ڈونیزل میں میرا کوئی کام نہیں تھا۔ ویسے بھی فطرہ مول لینا نہیں چاہیے تھا۔ لیکن فوراً ہی باہر نکل جانا بھی تو دوسروں کے لیے شک کا باعث ہو سکتا تھا کیونکہ اس وقت جبکہ ڈونیزل میں موجود تمام ہی افراد یہ جاننے کے لیے بے چین تھے کہ یہ حادثہ کیسے ہوا؟ اور اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اگر ایک شخص فوراً ہی باہر نکل جائے تو لوگ اس کے بارے میں تشویش کا شکار ہو سکتے ہیں تاہم

میں زیادہ دیر یہاں رکنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ لوگوں کے ہجوم میں کچھ دیر شامل رہا اور اس کے بعد وہاں سے کھسکتا ہوا باہر نکل آیا۔ اب مجھے میری گراہم کی بھی فکر نہیں تھی۔ ظاہر ہے وہ ان ہی لوگوں کے درمیان موجود تھی۔ اور صورتحال معلوم کرنے کے بعد خود بھی پیچھے ہٹنے کی کوشش کرے گی۔
میں نے جونہی موقع پایا، وہاں سے نکل کھڑا ہوا، اور پھر ایک ٹیکسی مجھے لے کر میرے ہوٹل چل پڑی۔ اس وقت وسیع و عریض پارکنگ لاٹ میں اس کار کے قریب جانا بھی مناسب نہیں تھا جسے میری گراہم ڈرائیو کرتی ہوئی یہاں تک آئی تھی۔ ٹیکسی نے البتہ مجھے ہوٹل پہنچا دیا۔ اور دل ہی دل میں، میں مسرور ہونے لگا۔ ہوٹل میں کمرے میں پہنچ کر میں نے سوچا کہ اب میری گراہم کا ساتھ بھی بہت دیر تک مناسب نہیں ہے۔ یقینی طور پر مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ میری گراہم کو یہ تو پتا چل ہی جائے گا کہ یہ کام ہو چکا ہے اور ویسے بھی اب اس کے ساتھ چند روز گزارے جا چکے ہیں اور میرے لیے صحیح طور پر عمل کا آغاز ہو گیا تھا۔ اگر وہ مجھ سے چپکی رہتی تو میرے لیے مشکل بن جائے گی۔ اس کے انداز سے یہی پتا چلتا تھا کہ وہ آسانی سے میرا پیچھا نہیں چھوڑے گی لیکن مجھے چونکہ کام کرنا تھا، اس لیے میری گراہم کو اس سے زیادہ برداشت کرنا ممکن نہیں تھا۔ تمام انتظامات کرنے کے بعد میرا مختصر سا سامان ایک ٹیکسی میں منتقل ہو گیا۔ اور یہاں سے کسی اور ہوٹل پہنچنا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ چنانچہ اس بار میں نے ایک خوبصورت اور عمدہ ہوٹل میں قیام کیا۔ لیکن اس کا انتخاب میں پہلے ہی کر چکا تھا۔ ہوٹل کی آٹھویں منزل کے کمرے میں میرا سامان منتقل ہو گیا تھا اور یہاں پہنچ کر میں نے سکون کی گہری سانس لی۔
یہاں سے اب نئے مرحلے کا آغاز ہونا تھا۔ شہباز احمد یاد آئے، جنرل حسن یاد آئے۔ جنرل حسن نے جو تفصیلات مجھے بتائی تھیں، وہ ہمیشہ کی مانند الجھی ہوئی تھیں لیکن بہرحال ان الجھنوں سے نمٹنا آ گیا تھا مجھے۔ میں نے پرسکون انداز میں پاؤں پھیلا دیے۔ اور اس کے بعد روم سروس کو ٹیلی فون کر کے کافی طلب کی۔ کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے میں سوچنے لگا کہ اب مجھے نئے ایجنٹ کا انتظار کرنا ہے۔ جو مجھے دوسرا پروگرام بتلائے گا۔ یعنی ایجنٹ نمبر ایک۔ اور ایجنٹ نمبر ایک کا تصور کر کے میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس سلسلے میں میں پہلے ہی یہ بات کہہ چکا ہوں کہ کم از کم ان لوگوں نے یہاں میرے ذوق طبع کا خیال رکھا تھا اور جن لوگوں سے میری ملاقات ہوتی تھی وہ میرے لیے درحقیقت بہترین ثابت ہوا کرتے تھے۔ اسے صرف اتفاق ہی کہا جا سکتا ہے۔ یا پھر یہ بھی نئے دور کا ایک مسئلہ ہے۔ خواتین ہر شعبے میں آگے بڑھ رہی ہیں۔ اور اب تو انہوں نے خطرناک ترین کاموں میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں خواتین نظر آتی ہیں۔ لیکن ــ لیکن بے چاریاں ــ میرے ذہن میں اس تصور سے ایک عجیب سی شرارت آمیز کیفیت پیدا ہو گئی۔ بہرطور انتظار کرنا تھا اس نئے ایجنٹ کا ــ دیکھیں کس طرح اس سے رابطہ قائم ہوتا ہے۔ رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تھے اور میں ہوٹل کی کھڑکی کے سامنے کھڑا باہر تک پھیلی ہوئی دنیا کو دیکھ رہا تھا۔ سیلی ٹو مجموعی طور پر ایک خوبصورت شہر قرار پایا تھا۔ اس کے نواحات کی میں نے سیر کی تھی اور اسے دلکش ترین پایا تھا خصوصی طور پر اس کے ساحل تو واقعی قابل دید تھے۔ انسان کو اگر تفریح کا کوئی اور ذریعہ مہیا نہ ہو تو صرف ساحلوں پر نکل جائے، تفریح ہی تفریح بکھری ہوئی ہوتی ہے۔ دنیا کے جدید ترین شہروں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔
"یک نہ شد ــ دو دو ــ" میں نے ہنستے ہوئے اردو میں کہا اور دونوں نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھنے لگیں۔ میں حیران تھا کہ ویلیسا میری گراہم کے ہاتھ کہاں لگ گئی۔ لیکن بہرطور اس حیرانی کا اظہار کر کے اپنے آپ کو احمقوں میں شمار کرانا نہیں چاہتا تھا۔
"آیئے خواتین، تشریف رکھیے۔"
"اور یہ پروگرام آپ نے ہمیں کبھی نہیں بتایا تھا مسٹر شاہ۔" میری گراہم نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کون سا پروگرام؟"
"میرا مطلب ہے فوری طور پر ہوٹل چھوڑ دینے کا پروگرام ــ"
"ہاں ــ مناسب نہیں سمجھا تھا میں نے۔" میں نے جواب دیا۔
"اور ہمیں یہاں دیکھ کر آپ کو حیرانی نہیں ہوئی؟"
"کیوں نہیں، کیا میں انسان نہیں ہوں؟"
"یہ نہیں سوچا آپ نے کہ مجھے آپ کا یہ دوسرا ہوٹل کیسے معلوم ہو گیا؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اگر کوئی کام کرنا چاہا جائے تو اسے کر لینا بہت زیادہ مشکل تو نہیں ہوتا۔ آپ لوگ کیا پئیں گی؟"

"آپ کے کمرے میں ٹیبل پر کافی کے برتن سجے ہوئے ہیں اور کافی اس وقت موزوں ترین رہے گی۔"

ایک بار پھر میں نے روم سروس کو ٹیلی فون کر کے اپنے مہمانوں کے لیے کافی طلب کر لی تھی۔ ویلیسا اس دوران بالکل خاموش رہی۔ البتہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پر مسکراہٹ پھیلتی رہی تھی۔ میں صرف اس لیے حیران تھا کہ میری گراہم کا معاملہ تو بالکل مختلف تھا لیکن ویلیسا میری گراہم کے ساتھ یہاں پہنچی۔

"اور آپ کو اب اپنی یہاں آمد کے سلسلے میں دوسرے مرحلے کا آغاز کرنا ہے۔"

یہ الفاظ بھی بڑی طرح چونکا دینے والے تھے۔ میری گراہم کو میرے بارے میں کیا معلوم تھا۔ لیکن میرے ذہن میں ہزاروں خیالات آ کر گزر گئے۔ زندگی میں ایسے انوکھے واقعات کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ اب کسی بھی انوکھے واقعہ پر بہت زیادہ حیرت نہیں ہوتی تھی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں سمجھا نہیں میری گراہم۔"

"آپ کو سمجھانے کے لیے سب سے پہلے میں جی ایچ کا حوالہ دینا پڑے گا اور اس کے بعد ہمارے یہ سبز ناخن آپ کے لیے باعث کشش ہو سکتے ہیں۔ جنہیں عارضی طور سبز کیا گیا ہے صرف آپ کے لیے۔ دیکھیے ہاتھ کے بقیہ ناخن سرخ ہیں لیکن یہ ایک ناخن سبز ہے اور اس کی بنیادی وجہ آپ جانتے ہوں گے۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ اس کا مقصد ہے کہ آپ دونوں مگر آپ کو ایجنٹ نمبر ایک کہوں یا نمبر ایک اور نمبر دو؟"

"نہیں، نہیں آپ ایجنٹوں کا ایجنٹ کہیں۔" میری گراہم ہی بول رہی تھی۔

"ذرا اس کی وضاحت ہو جائے۔"

"کافی آنے کے بعد۔" میری گراہم نے بے تکلفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ یہاں اس کے انداز میں خالص عورت پن جھلک رہا تھا۔ یعنی وہ مجھ سے بہت زیادہ بے تکلفی کا مظاہرہ کر کے ویلیسا پر اپنا رعب قائم کرنا چاہتی تھی۔ میں نے لاپروائی سے کاندھے ہلائے اور کافی آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اب میں نے اپنے چہرے کو ہر قسم کے تاثرات سے بے نیاز کر لیا تھا۔ البتہ یہ بات میں نے بارہا محسوس کی تھی کہ ویلیسا چور نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی ہے اور غالباً میرے چہرے پر اس اچانک ملاقات اور اس انداز میں ملاقات کا تاثر دیکھنا چاہتی تھی۔ سوچنے کے لیے تو میرے پاس بہت کچھ تھا۔ لیکن ان لڑکیوں کے سامنے سوچ کا مظاہرہ کر کے اپنے آپ کو احمق نہیں ثابت کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ لاپروائی کا مظاہرہ کرتا رہا۔ کافی آ گئی اور ویلیسا نے خود ہی اٹھ کر کافی بنائی۔ میری گراہم اس پر حاوی نظر آتی تھی۔ ویسے یہ بات بھی میرے لیے باعث دلچسپی تھی کہ یہاں ایجنٹوں کے ایجنٹ بھی ہوا کرتے ہیں یعنی اصل شخصیت سے مجھے بعد میں ملاقات کرنی تھی۔ اس دوران میں نے اپنے رویے کا تعین بھی کر لیا تھا۔ اب ان خواتین کے ساتھ نہایت لاپروائی سے پیش آنا تھا۔ ویلیسا نے مجھے کامیابی سے دھوکا دیا تھا۔ اور میری گراہم نے بھی۔ دونوں اپنے مقصد میں کامیاب رہی تھیں۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ لوگ صرف اس محکمے سے تعلق رکھتی تھیں جس کے تحت میں کام کر رہا تھا۔ اور دونوں ہی نے مجھ پر اچانک چھاپے مارے تھے اور مجھے اپنے قابو میں کر لیا تھا لیکن یہ بات میرے لیے باعث توہین بھی تھی۔ دو لڑکیاں کامیابی سے مجھے بیوقوف بناتی رہی تھیں اور میں بیوقوف بنتا رہا۔ لیکن اب صورتحال مختلف ہونی چاہیے۔ کم از کم ان دونوں کو یہ احساس ہو جائے کہ میں ان کے لیے اتنا نرم چارہ نہیں تھا۔

"ہمارے سلسلے میں کوئی اور سوال مسٹر شاہ؟"

"میرے خیال میں کسی سوال کی گنجائش نہیں ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ اور پھر خاموشی سے اپنے سامنے رکھی کافی کی پیالی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ میری گراہم نے کافی کی چسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"ویسے یہ تجربہ ہم دونوں کی زندگی میں بہت دلچسپ اور انوکھا ہے اور اس کے بارے میں سوچتی ہوں تو مجھے بہت ہنسی آتی ہے۔ معاف کیجیے مسٹر شاہ، آپ سچ بتانا پسند کریں گے کہ آپ کو مجھ پر کوئی شبہ ہوا؟"

"کس سلسلے میں مس گراہم؟"

"میں آپ کے سامنے جس روپ میں آئی تھی، کیا آپ نے اسے حقیقت سمجھا تھا؟"

"آپ کا کیا خیال ہے مس گراہم؟"

"نہیں پلیز۔ آپ خود بتائیے۔ وہ مصنوعی بم آپ نے جس انداز میں کھلوا کر پھینکوایا تھا، اس سے مجھے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو میری کہانی پر یقین آ گیا تھا۔"

"سو فیصدی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ۔ ویسے آپ نے بڑے خلوص سے میرے لیے کام کیا تھا۔"

"ہاں، نہایت خلوص سے۔"

"اب آپ کا کیا خیال ہے؟"

"آپ دونوں بے حد ذہین ہیں۔"

"اور آپ۔" میری گراہم نے کہا۔

"نہایت بیوقوف۔" میں ہنس پڑا۔

"اوہ۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ دراصل ویلیسا نے مجھے بتایا تھا کہ کس طرح وہ آپ کو اپنی کہانی سنا کر متاثر کر چکی ہے اور آپ نے کس ہمدردی سے اس کا ساتھ دیا ہے۔"

"ہاں۔ ذہانت میں مس ویلیسا بھی کسی طور کم نہیں ہیں۔" میں نے کہا۔

"ویلیسا آپ سے بے حد متاثر ہے۔" میری نے کہا۔

"اوہ کیوں؟"

"اس کا کہنا ہے کہ اس پروفیشن میں آ کر انسانی ہمدردی اور ایسی کہانیوں سے متاثر ہونے کا جذبہ تقریباً ختم ہو جاتا ہے۔ مگر آپ دوسرے لاتعداد لوگوں سے مختلف ہیں۔"

"آپ کا اپنا کیا خیال ہے؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میرا؟" میری گراہم نے کہا۔

"ہاں۔"

"میرا مطلب ہے کس سلسلے میں؟"

"بہت سے سلسلے ہیں، تفصیل نہ پوچھیں تو بہتر ہے۔" میں نے کہا اور میری گراہم کسی قدر نروس ہو گئی پھر کسی قدر سنبھل کر بولی۔

"میں تو پہلے ہی آپ سے متاثر ہو گئی تھی۔"

"اور اب۔؟"

"میری خواہش ہے کہ ہمیں ایک طویل عرصہ ساتھ گزارنے کا موقع ملے۔" میری گراہم نے کہا۔

"آپ لوگ بہت دلچسپ ہیں۔ آپ کا مقصد برا نہیں تھا، ورنہ آپ کے ہاتھوں میں کوئی نقصان بھی اٹھا سکتا تھا۔"

ہاں۔ اس کے امکانات تھے۔ ویسے ویلیسا بھی اپنے کام میں کامیاب رہی۔ یہ پرانے خیالات کی لڑکی ہے۔ خود کو لیے دیئے رکھنے کی عادی۔ آپ کو حیرت ہو گی کہ اس کا کوئی بوائے فرینڈ نہیں ہے۔"

"میں اس کا تجزیہ کر چکا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اسے کام کی باتیں کرو میری گراہم۔" ویلیسا نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"دراصل مجھے بہت لطف آ رہا ہے۔ رابی ڈیل کو قتل کرنے میں مسٹر شاہ نے جس ذہانت کا مظاہرہ کیا ہے، وہ انتہائی شاندار ہے اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کس قدر اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ اور ہم دونوں۔ ہم دونوں انہیں اپنے جال میں پھنسانے میں کامیاب ہو گئے۔ خیر چھوڑیئے مسٹر شاہ۔ اب آپ کو اصل بات بتاتی ہوں۔"

"جی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"اس قتل کے بعد آپ کے دوسرے کام کرنے ہیں۔ ہمیں ہدایت ملی تھی کہ جیسے ہی رابی ڈیل قتل ہو جائے، ہم آپ کو مسٹر مارٹن ہوپ کے پاس بھیج دیں جو فورٹ لائن میں آپ کے منتظر ہیں۔ مسٹر مارٹن ہوپ بنیادی طور پر پریشن ڈیل کر رہے ہیں۔"

"بنیادی طور پر؟"

"ہاں۔ باقی لوگ یہاں ان کے ماتحت ہیں۔"

"باقی لوگ کون ہیں؟"

"ایجنٹ نمبر دو، ایجنٹ نمبر تین۔" میری گراہم نے جواب دیا۔

"گڈ۔ بڑی دلچسپ سچویشن بتائی ہے آپ لوگوں نے۔ خیر یہ فورٹ لائن کیا چیز ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سیلی لوٹ سے کوئی تین سو میل دور ایک علاقہ ہے۔ یہاں ایک قدیم قلعہ کے کھنڈرات ہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران وہاں عارضی ہوائی اڈا بنایا گیا تھا اور بعد میں جرمن بمباروں نے اسے تباہ کر دیا۔ اب وہ جگہ بے کار ہے۔ اس کے اطراف جنگل اور پہاڑی ٹیلے ہیں اور ان کی کوئی اہمیت نہیں ہیں۔"

"فورٹ لائن کوئی آبادی نہیں ہے؟"

"بالکل نہیں بلکہ آبادی وہاں سے سو کلو میٹر دور الگ ہے۔ قدیم قلعے کے شمال میں ایک قصبہ میڈوسا کے نام سے آباد ہے۔ وہ قلعے کی قریب ترین آبادی ہے مگر اس کا فاصلہ بھی سو کلو میٹر کے قریب ہے۔"

"مسٹر ہوپ وہاں رہتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ نہیں۔ وہاں وہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

"اسی جگہ کا انتخاب کیوں کیا گیا ہے؟"

"یہ ہم نہیں جانتے۔"

"مسٹر ہوپ کی شناخت۔"

"ویلیسا فورٹ لائن تک آپ کے ساتھ جائے گی۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کل آپ کس وقت چلنا پسند کریں گے؟" ویلیسا نے پوچھا۔

"یہ تو آپ پر منحصر ہے۔"

"کل دو بجے۔"

"ذریعۂ سفر کیا ہوگا؟"

"لینڈ روور۔ میں ساتھ لاؤں گی۔" ویلیسا نے جواب دیا۔

"اوکے مس ویلیسا۔ ہاں کیا اس ملاقات سے پہلے آپ کی ملاقات مسٹر ہوپ سے ہوگی؟"

"نہیں سر۔ بالکل نہیں۔"

"میں ان کی کوئی تصویر چاہتا ہوں۔"

"وہ میرے پاس موجود ہے۔ میں آپ کو دے دوں گی۔" میری گراہم نے کہا اور پھر وہ ویلیسا سے بولی۔ "تمہیں مسٹر شاہ سے اور کوئی بات کرنی ہے؟"

"نہیں۔"

"اوکے۔ تم جاؤ، مجھے ان سے کام ہے۔" میری بولی اور ویلیسا اٹھ گئی۔ پھر وہ خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد میری نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ نے میرے ساتھ زیادتی کی تھی مسٹر شاہ۔"

"وہ کیسے مس میری؟"

"خاموشی سے ہوٹل چھوڑ دیا۔"

"اب تمہیں اس بات کا احساس ہو جانا چاہیے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟"

"ہاں مجھے اندازہ ہے۔ آپ نے ڈبل گیم کھیلا تھا لفظاً۔ یہ قتل آپ نے میرے لیے کیا تھا لیکن خود آپ کا یہی مقصد تھا اور اس مقصد کی تکمیل کے بعد ظاہر ہے آپ کو یہ ہوٹل وغیرہ تو چھوڑنا تھا۔ اس لیے آپ نے سوچا۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے اتنی جلد مجھے کیسے تلاش کر لیا؟"

"میں نے نہیں، ویلیسا نے۔"

"کیسے؟"

"آپ کی نگرانی اس کے سپرد تھی۔"

"وہ کیوں؟"

"آپ ہمارے لیے بے حد قیمتی ہیں۔ آپ کا تحفظ ابتدا سے کیا گیا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ آپ ویلیسا سے متاثر ہو کر ایئر پورٹ سے اس کے ساتھ چلے آئے تھے۔"

"میرے خیال میں وہ اتنی خوبصورت تو نہیں ہے۔"

"اس وقت آپ سے ملاقات کہاں ہوئی تھی؟"

"میں نے اس سے یہی کہا تھا کہ یہ صرف اتفاق ہے وہ کسی بھی ہوٹل میں قیام کر سکتے تھے۔ انہوں نے سوچا، وہی ہوٹل سہی ویسے آپ شوقین مزاج بھی ہیں حسین اور زندگی سے بھرپور۔ درحقیقت مسٹر شاہ اگر آپ صرف ایک خطرناک صورت والے شاطر اور عمر رسیدہ ایجنٹ ہوتے تو مجھے کوئی خوشی نہ ہوتی آپ کے ساتھ کام کر کے لیکن اب۔"

"مارٹن ہوپ کی تصویر کہاں ہے؟"

"میرے پاس موجود ہے۔ میں آپ کو دے دوں گی۔ میرا آنا ناگوار تو نہیں گزرا۔"

"بالکل نہیں۔"

"آج آخری رات تھی۔ اس کے بعد ظاہر ہے آپ معروف ہو جاتے پھر دوبارہ ملاقات کی کیا توقع ہو سکتی تھی؟"

"ہاں شاید۔"

"چنانچہ میں آ گئی ہوں۔ ویلیسا نے واقعی تنہا ہو کر دیا ہوگا۔"

"کیوں؟"

"بے حد بور لڑکی ہے۔ اس کے بارے میں اس کے شناساؤں کا کہنا ہے کہ اس کے اندر کوئی قدیم روح حلول کر گئی ہے۔"

"اس کے باوجود وہ اتنا خطرناک کام کرتی ہے۔"

"نہیں خطرناک کام اس کے سپرد نہیں کیے جاتے ویسے وہ ایک اچھی اداکارہ ہے۔"

"مسٹر مارٹن کو میرے بارے میں اطلاع دے دی گئی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں ابھی نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ انہیں کوئی تازہ اطلاع نہیں دی گئی۔"

"ہم غیر متوقع طور پر ان کے پاس پہنچیں گے؟"

"یہ مجھے نہیں معلوم۔" مجھے یوں لگا جیسے میری گراہم اب اس گفتگو سے بور ہو گئی ہو، اس لیے میں نے یہ موضوع ختم کر دیا اور اس کی پسند کا موضوع چھیڑ دیا۔

دوسری صبح وہ افسردہ تھی۔

"خیریت؟ کیا بات ہے؟"

"میرا خیال ہے میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔ تمہاری جدائی سے افسردہ ہوں۔" اس نے اداس لہجے میں کہا۔ "پھر ہیں۔" اس کام سے فارغ ہونے کے بعد تم مجھ سے دوبارہ

پسند کرو گے؟"

"ضرور۔"

"مجھے یقین نہیں۔ تم نے مجھے اس وقت چھوڑ دیا تھا بلکہ میری وجہ سے کمرہ تبدیل کر دیا تھا۔"

"اس کی وجہ تم جانتی ہو۔"

"اچھا اب میں چلتی ہوں۔"

"مارٹن ہوپ کی تصویر کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"میرے پاس نہیں ہے ویلیسا لائے گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں خاموش ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے دل میں سوچا کہ محترمہ آپ کے لیے میرے دل میں جب کوئی انتقام کا جذبہ نہیں ہے کیونکہ آپ اپنی تمام حماقتوں کا ازالہ کر چکی ہیں لیکن دوسری چالاک لڑکی۔ ابھی بہت سے نقصانات سے دوچار ہوگی۔ کیونکہ میرا نام جہانگیر جمال شاہ ہے۔

ٹھیک دو بجے میرے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اور میں نے اسے اندر آ جانے کے لیے کہا۔ ویلیسا ہی تھی۔ میں نے نارمل کیفیت میں اس کا استقبال کیا تھا۔

"یہ مسٹر مارٹن ہوپ کی تصویر ہے۔ آپ اسے دیکھ لیں۔ اس کے بعد ہم اسے ضائع کر دیں گے۔" اس نے کہا اور تصویر میرے حوالے کر دی۔ میں نے مارٹن ہوپ کو دیکھا۔ جوان اور خوبصورت آدمی تھا۔ چہرے سے ہی ذہین نظر آتا تھا۔ تصویر دیکھ کر میں نے وہ ویلیسا کے حوالے کر دی اور ویلیسا اسے لے کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ میں خاموشی سے اس کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ واپس آئی تو میں نے پوچھا۔

"مجھے اپنا سامان لے جانا ہے؟"

"میرے خیال میں نہیں۔"

"اور اگر مجھے وہاں رکنا پڑا تو؟"

"آپ اپنا کمرہ نہ چھوڑیں۔ چند جوڑے کپڑے ساتھ لے لیں۔ اگر ضرورت ہوئی تو بعد میں آپ کا سامان پہنچا جائے گا۔" ویلیسا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ تیاریاں ویلیسا نے ہی کی تھیں۔ یہ اس کا مخصوص انداز تھا۔ اور اس انداز میں وہ ایک خالص گھریلو عورت نظر آتی تھی۔ پہلے اس کے اس انداز نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔ اس میں اپنائیت کا احساس بھی تھا اور نیک فطرت کا اندازہ بھی ہوتا تھا۔ لیکن اس نیک فطرت بی بی نے جس طرح مجھے اپنی مانی سنا کر متاثر کر لیا تھا، وہ سارا بھید کھل چکی تھی اور اب

کے بعد یہ اندازہ بخوبی ہو گیا تھا کہ وہ کس حیثیت کی مالک ہیں۔

بہرطور میں خاموشی سے اس کا جائزہ لیتا رہا۔ وہ دو بجے پہنچی تھی۔ تیاریاں کر کے نکلتے ہوئے تقریباً پونے تین بج گئے۔ میں ایک منصوبے کے تحت عمل کر رہا تھا اور میرے ذہن میں باقاعدہ پروگرام تھا۔ یہ اندازہ مجھے اچھی طرح تھا کہ اگر لینڈ روور شفاف سڑکوں پر سفر کرے تب بھی تین سو کلو میٹر کا سفر کتنی دیر میں طے ہو سکتا ہے۔ وہاں سے کچھ دور نکلنے کے بعد میں نے اچانک ہی کہا۔

"مس ویلیسا۔ ہمیں راستے کے لیے بھی کچھ نہ کچھ درکار ہوگا۔"

"میں سمجھی نہیں سر۔" اس نے مؤدب لہجے میں کہا۔

"اگر کافی اور کچھ سینڈوچز لے لیے جاتے تو کیا حرج تھا؟"

"اوہ سوری۔ پہلے میرے ذہن میں یہ بات تھی، واقعی اس طویل ترین سفر میں ان چیزوں کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"تو کیا حرج ہے، کسی اچھے سے ریستوران کے سامنے لینڈ روور روک کر ہم یہ کام کر سکتے ہیں۔"

"جی یقیناً۔ اور اتفاق سے وہ اچھا سا ریستوران سامنے ہی موجود ہے۔" اس نے گاڑی ایک سائیڈ پر کرتے ہوئے کہا۔ میں نے بھی ایک ریستوران کا بورڈ دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ میں نے سر ہلا دیا۔

"میں جا رہی ہوں، ابھی یہ انتظام کر کے آتی ہوں۔"

"جی۔" میں نے آہستہ سے کہا اور وہ گاڑی سے اتر کر چل پڑی۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے جاتا ہوا دیکھتا رہا۔

واپسی میں اسے خاصا وقت لگ گیا۔ کافی کے لیے تھرماس کا بندوبست کرنا ذرا مشکل ثابت ہوا تھا۔ جس کی کہانی اس نے مجھے واپس آ کر سنائی۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے لینڈ روور دوبارہ اسٹارٹ کر کے چل پڑی۔ میری یہ خاموشی اسے نروس کر رہی تھی

اسے میرے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ وہ مجھے ایک عام ایجنٹ سمجھ رہی تھی، بیوقوف نہیں جانتی تھی کہ میں جہانگیر شاہ ہوں۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لینڈ روور سیلی ٹوکے بازاروں سے گزرتی ہوئی بالآخر اس پوائنٹ تک پہنچ گئی، جہاں سے ہمیں آگے کا سفر کرنا تھا۔ سیلی ٹوکے نواحات دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ میں نے شہری علاقہ دیکھا تھا، نواحات کی طرف نہیں آیا تھا۔ یہ شہری علاقے بھی میں نے ویلیسا کے ساتھ ہی دیکھے تھے، روہ گائیڈ کے طور پر میرے ساتھ تھی۔ اس وقت شاید یہی خیال اس کے ذہن میں آیا تھا، وہ بے اختیار مسکرا دی۔ پھر اس نے کہا۔

"سر! ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔"

"جی مس ویلیسا!" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"سر! آپ یقیناً مجھ سے ناراض ہوں گے۔"

"کیوں مس ویلیسا!"

"وجہ... وجہ ظاہر ہے۔"

"مجھ پر ظاہر نہیں ہے۔"

"میں نے آپ کو ایک جھوٹی کہانی سنائی تھی۔"

"اوہ! ہاں کہانی متاثر کن تھی۔"

"سر! آپ یقین کریں، اس میں کچھ سچائیاں بھی تھیں۔"

"یقیناً ہوں گی۔"

"آپ پوچھیں گے نہیں کہ وہ سچائیاں کیا ہیں؟"

"نہیں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ویلیسا نے نگاہیں سامنے سے ہٹا کر مجھے دیکھا اور بولی۔

"یہی آپ کی ناراضگی کا اظہار ہے۔"

"مس ویلیسا! آپ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ آپ کے لیے ایک اہم ضرورت تھی۔"

"جی سر! یہی بات تھی اور آپ یقین کیجیے کہ آپ سے جھوٹ بولتے ہوئے مجھے دکھ ہوا تھا۔ خاص طور سے بعد میں جب مجھے آپ کی فطرت کا اندازہ ہوا، آپ کتنی ہمدردی سے میری مدد کرنے پر تل گئے تھے۔"

"چھوڑیے مس ویلیسا! یہ کاروباتیں ہیں یہ، ہم لوگوں کو اپنے کام کی جانب توجہ دینی چاہیے۔"

"جی سر!" ویلیسا نے ایکدم سنبھل کر کہا پھر بولی۔

"سر! آپ ڈرائیونگ کر لیتے ہیں، معاف کیجیے گا میرا یہ سوال احمقانہ ہے لیکن... لیکن....."

"سوال کرنے کی وجہ بتائیے۔" میں نے کہا۔

"نہیں، کوئی وجہ نہیں، تین سو میل کا سفر ہے اور میں نے کبھی اتنی لمبی ڈرائیونگ نہیں کی۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ میں آپ کا ساتھ دوں گا۔"

میں نے کہا اور ویلیسا نے گردن ہلا دی۔ کئی بار اس نے مجھ سے گفتگو کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کی پذیرائی نہیں کی اور سرسری انداز میں اس سے باتیں کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اچھا خاصا سفر طے ہو گیا۔ اب اطراف بالکل سنسان تھے۔ پتلی سڑک پہاڑی راستوں پر بل کھاتی جا رہی تھی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سیلی ٹوکا یہ حسین منظر میرے لیے بڑی دلکشی کا حامل تھا۔ میں اس منظر میں کھویا ہوا تھا۔ بہت دور پہاڑوں پر برف چمک رہی تھی اور نیچے سبزہ زار بکھرے ہوئے تھے جن میں کہیں کہیں برف کے سفید دھبے نظر آ رہے تھے۔ میں ان خوبصورت مناظر سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ ویلیسا نے کہا۔

"ہمیں تقریباً ایک سو ساٹھ میل تک کا سفر اس سڑک پر کرنا ہوگا اور اس کے بعد تھوڑی سی پریشانیاں اٹھانا ہوں گی۔"

"وہ کیسے؟"

"تقریباً ایک سو چالیس میل کا یہ سفر ہمیں کچے راستے پر کرنا ہوگا۔ وہ راستہ پتھریلا ہے اور اس تک کوئی باقاعدہ سڑک نہیں ہے لیکن ایسی پگڈنڈیاں بنی ہوئی ہیں، جو فورٹ لائن تک جا سکتی ہیں۔"

"کیا حرج ہے، ہمارے پاس لینڈ روور ہے، ہمیں دقت نہیں ہوگی۔"

"جی سر! مجھے خدشہ ہے کہ ہم رات ہونے سے پہلے وہاں نہیں پہنچ پائیں گے۔"

"کوئی جلدی نہیں ہے، ہم رات ہونے تک وہاں پہنچ جائیں گے۔"

میں نے جواب دیا اور ویلیسا گردن ہلا کر خاموش ہو گئی۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ بہت زیادہ ماہر ڈرائیور نہیں ہے، اور لینڈ روور کی رفتار حد سے زیادہ تیز ہو جاتی ہے تو وہ خود ہی خوفزدہ ہو کر اس کی رفتار سست کر دیتی ہے۔ میں نے اس سے کہا۔

"آپ پکی سڑک پر لینڈ روور چلاتی رہیں اور اس کے بعد جب کچی سڑک کا معاملہ آئے گا تو پھر آپ مجھے گائیڈ کریں، ویسے بھی آپ میری گائیڈ ہیں۔" وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔ غالباً اسے احساس ہو گیا تھا کہ اب میں اسے بہت زیادہ اہمیت نہیں دے رہا اور یہاں آ کے اپنی تو یہی بھی محسوس ہو رہی ہوگی، اچھی دو دن کی سفر اس نے کہا۔

"آپ نے مس میری گراہم کو کیسا پایا؟"

"کس لحاظ سے؟"

"میرا مطلب ہے وہ.... وہ آپ سے بہت زیادہ محبت کا اظہار کرتی رہی ہیں، ویسے انہوں نے جو کہانی آپ کو سنائی تھی وہ میرے علم میں ہے۔ حقیقت یہ ہے سر کہ آپ سے تو یہاں

مسلسل جھوٹ بولا گیا ہے۔"

"یہ جھوٹ کیوں بولا گیا، اس کی وجہ آپ لوگ خود بھی اچھی طرح جانتی ہوں گی۔ میں نے اس پر توجہ ہی نہیں دی۔ مس میری گراہم نے بھی وہی کھیل کھیلا جو آپ نے، انہوں نے اپنی کہانی سنائی اور مجھے یہ سوچ کر ہنسی آنے لگی کہ رابی ڈیل کے کتنے دشمن ہیں۔ ویسے مس ویلیسا! کیا رابی ڈیل واقعی اتنا ہی برا انسان تھا؟"

"سر! وہ جو کچھ بھی تھا اس کے بارے میں وہ لوگ زیادہ جانتے ہیں جو اس کی موت کے خواہاں تھے۔"

"آپ کو اس چیز کا علم نہیں کہ اس کی موت سے آپ کی حکومت کو یا میری حکومت کو کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں؟"

"سو سچی بات یہی ہے میں کہانی کا جو دوسرا سرا نکلا آپ کو سنانا چاہتی تھی اور جسے آپ نے نظر انداز کر دیا وہ یہی تھا کہ میں بحالت مجبوری اس پروفیشن میں آئی سنہ جانے کیا کیا جتن کیے لیکن کوئی اچھی ملازمت نہ مل سکی، پھر ایک ہمدرد انسان نے اس طرف راغب کیا اور اس نے میرے لیے تمام انتظامات کر دیے جس کے نتیجے میں، میں نے یہ ملازمت حاصل کر لی۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اس نوکری کے قابل نہیں ہوں۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میں اتنی ذہین نہیں ہوں کہ ان ساری باتوں پر غور کر سکوں۔"

پھر ایک سو ساٹھ میل تک کا یہ سفر خاموشی ہی سے طے کیا گیا تھا۔ ابھی تک ہم نے نہ کافی پی تھی اور نہ ہی کچھ کھانے پینے کا خیال دل میں آیا تھا ویسے بھی میں نے لنچ کر لیا تھا اور ویلیسا سے یہ پوچھنا ضروری نہیں تھا کہ وہ لنچ کر چکی ہے یا نہیں۔ البتہ اس نے ایک دو بار ونڈ اسکرین سے نگاہیں ہٹا کر عقب میں دیکھا تھا اور اس طرف نگاہیں دوڑائی تھیں، جہاں کافی اور سینڈوچز رکھے ہوئے تھے، لیکن میری طرف سے کوئی توجہ نہ پا کر ٹھنڈی سانس لے کر پھر سامنے کی جانب متوجہ ہو گئی تھی۔

جس وقت ایک سو ساٹھ میل کا یہ سفر طے ہوا، شام جھک آئی تھی اور تقریباً ساڑھے چھ بجنے والے تھے۔ وہ کسی قدر بے چین نظر آنے لگی تھی، پھر اس نے کہا۔

"ہمیں غالباً بہت دیر ہو جائے گی فورٹ لائن پہنچتے پہنچتے۔ دراصل ہم نے وقت کا انتخاب کرنے میں غلطی کی۔"

"مجھے یہ بات نہیں معلوم تھی کہ ہمیں ایک کچا راستہ بھی طے کرنا پڑے گا۔ باقی اگر ایک سو چالیس میل کے سفر کا معاملہ ہے تو یہ سفر میں صرف ڈیڑھ گھنٹے میں طے کر سکتا ہوں بلکہ شاید اس سے بھی کچھ پہلے خاص طور سے اس شاندار لینڈ روور میں۔"

"جی غلطی میری ہی ہے، مجھے آپ کو پہلے ہی یہ بات بتا دینی چاہیے تھی۔"

"کیا مسٹر مارٹن ہوپ کو اس بات کی اطلاع دے دی گئی ہے کہ ہم ان کے پاس پہنچ رہے ہیں؟"

"جی نہیں سر، مسٹر مارٹن ہوپ وہیں فورٹ لائن میں مقیم ہیں اور کافی دن سے وہیں ان کا قیام ہے۔ انہیں کوئی تازہ اطلاع نہیں دی گئی، اس کے بارے میں آپ وہاں پہنچ جائیں گے تو بات ختم ہو جائے گی۔"

"تو پھر پریشانی کی کیا بات ہے، اگر ہمیں دیر بھی ہو گئی تو مسٹر مارٹن ہوپ ہمارے لیے بے چین نہیں ہوں گے۔"

"جی سر!" اس نے کہا اور اس کے بعد اس نے اس ذیلی سڑک پر گاڑی اتار دی جسے سڑک کے بجائے پگڈنڈی ہی کہنا مناسب ہوتا۔ اس کے دونوں جانب گہرائیاں تھیں لیکن یہ گہرائیاں اتنی زیادہ نہیں تھیں کہ انہیں خطرناک کہا جا سکتا۔ چار چار، پانچ پانچ فٹ ڈھلان چلے گئے تھے اور اس کے بعد سبزہ زار تھا۔ ہاں ان سبزہ زاروں میں پتھروں کے ٹکڑے جا بجا بکھرے تھے۔ ویسے بھی جگہ جگہ خاصی خطرناک معلوم ہوتی تھی۔ اطراف میں چھدرے چھدرے درخت بکھرے ہوئے تھے جن کا سلسلہ آگے جا کر کافی گھنا ہو گیا تھا لیکن یہ علاقہ بھی اپنے حسن میں بے مثال تھا۔ سبزہ زار آنکھوں کو ٹھنڈک بخش رہے تھے اور شام کی جھلاہٹوں میں ماحول دھندلاتا جا رہا تھا۔ میں نے اس پگڈنڈی پر گاڑی دوڑانا شروع کر دی۔ یہ ڈھلان تقریباً چھ کلو میٹر دور جانے کے بعد ختم ہو گئے تھے اور اب ایک پُرسطح میدان نظر آ رہا تھا۔ ہم پگڈنڈی کو چھوڑے بغیر آگے بڑھتے رہے۔ میں نے دور دور تک نگاہیں دوڑاتے ہوئے کہا۔

"بلاشبہ اس خطے کو حسین ترین کہا جا سکتا ہے۔"

"آگے ایک جھیل ہے، جو بہت خوبصورت ہے، قدرتی جھیل ہے، کبھی کبھی لوگ یہاں پکنک منانے آ جاتے ہیں، لیکن عموماً نہیں آتے کیونکہ اتنا طویل سفر طے کر کے پکنک منانے والے یا تو ایک دو ہفتے کے لیے یہاں آتے ہیں یا پھر کچھ ایسے ہی سر پھرے لوگ جنہیں قدرتی مناظر کا خبط ہوتا ہے اور ایسے لوگوں کی تعداد بھی نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ قدرتی مناظر کی سیلی ٹوکے اطراف میں کمی نہیں ہے اور بہت سے ایسے پکنک پوائنٹ بنے ہوئے ہیں، جہاں کیمپنگ بھی ہے اور ہر طرح کی آسائشیں فراہم ہو جاتی ہیں جبکہ اس جھیل کے کنارے انسانی وجود نہیں ہوتا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے وہ جھیل؟" میں نے آسمان سے اترتے ہوئے اندھیرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہت زیادہ دور نہیں ہے، ڈیڑھ پونے دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔"

"تو پھر کیا خیال ہے ہم یہاں کچھ دیر کیوں نہ قیام کریں۔"

"جیسا آپ مناسب خیال فرمائیں سر، رات کی تاریکی میں سفر کرتے ہوئے مجھے ذرا خوف محسوس ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں ہے میں جو آپ کے ساتھ ہوں۔"

"جی جی مہانی چاہتی ہوں۔" اس نے کہا اور پھر میں اس جھیل کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ ویسے بھی اس لڑکی کی حماقت تھی کہ وہ اب بھی سفر جاری رکھنا چاہتی تھی۔ بھلا ان خوفناک اندھیروں میں آگے کا سفر کیسے ممکن ہوگا پتا نہیں اطراف میں کیا کیا ہے اور راستہ کیسا کیسا، مجھے تو اس کے بارے میں پوری تفصیلات بھی نہیں معلوم تھیں، البتہ جب وہ جھیل آگئی تو میں نے گاڑی اس سمت لے جا کر روک دی۔ سڈول نیچے اتر گئی اور فضا میں گہرے گہرے سانس لینے لگی پھر اس نے کہا۔

"بار بار آپ سے تذکرہ کر کے مجھے خود بھی شرمندگی ہوتی ہے لیکن... لیکن کیا آپ آگے ڈرائیونگ جاری رکھ سکیں گے؟"

"کیوں، کیا مشکل پیش آئے گی اس میں؟"

"نہیں، میں اس لیے کہہ رہی تھی کہ یہ راستہ آپ کے لیے اجنبی ہے۔"

"یہ جنگلات میں درندے پائے جاتے ہیں؟"

"قطعی نہیں، بالکل نہیں، یہاں دور دور تک درندوں کا وجود نہیں۔" اس نے جواب دیا۔ میں گاڑی سے نیچے اتر کر گھاس پر ایک جگہ دراز ہو گیا۔ ایک چھوٹے سے پتھر پر اپنا سر رکھ کر میں نے آسمان پر نگاہیں جمادیں بے وقوف تھی وہ، اب بھلا آگے سفر کرنے کا کیا سوال پیدا ہوتا تھا، لیکن اس کے لیے اطمینان ضروری تھا میں نے اس سے کہا۔

"میرے خیال سے ہیٹر دور کا بونٹ کھول دو تاکہ انجن ٹھنڈا ہو جائے۔"

اس نے خاموشی سے میری ہدایت پر عمل کیا تھا اور اس کے بعد وہ کافی اور سینڈوچز وغیرہ نکالنے میں مصروف ہو گئی تھی۔ میں جھیل کے کنارے بیٹھ کر منہ ہاتھ دھونے لگا۔ حالانکہ راستے میں گرد کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اول تو وہاں کی فضا اور پھر پہاڑی ماحول، ہوا بھی بہت معتدل رفتار سے چل رہی تھی، منہ ہاتھ دھونے کے بعد میں خاموشی سے لینڈ روور کے پاس آ کھڑا ہوا اور پھر میرا ہاتھ لینڈ روور کے ایک مخصوص حصے کی جانب بڑھ گیا۔ میں نے بڑی احتیاط سے سوئچ لائٹر کے نیچے جو تار لگا ہوا تھا اس کا کلپ چٹکی میں دبایا اور اسے آہستہ سے اپنی جگہ سے سرکا دیا۔ اس طرح کہ بظاہر وہ تار سوئچ لائٹر میں لگا ہوا محسوس ہو اور کوئی یہ اندازہ نہ لگا پائے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے۔ اس کام کو میں نے چشم زدن میں سرانجام دے رہا تھا اور اس کے بعد میں اسی جگہ آ بیٹھا، جہاں ویلیسا بیٹھی ہوئی میرے لیے مگ میں کافی نکال رہی تھی۔ اس نے سینڈوچز کا پیکٹ بھی کھول کر میرے سامنے رکھ دیا اور میں بڑے اطمینان سے سینڈوچز کے ٹکڑے اپنے دانتوں سے کترنے لگا۔ ساتھ ساتھ کافی کے گھونٹ بھی لیتا جا رہا تھا۔ گرم کافی نے واقعی اس ماحول میں لطف دے دیا تھا۔ ویلیسا بھی خاموشی سے کھانے میں مصروف تھی اور کبھی کبھی وہ نگاہیں اٹھا کر ہول زدہ نظروں سے اطراف کے ماحول کا جائزہ لے لیتی تھی۔

جب ہم دونوں کافی اور سینڈوچز سے فارغ ہو گئے تو اس نے تمام سامان لپیٹ کر لینڈ روور میں رکھا اور پھر والہانہ نگاہوں سے میری جانب دیکھنے لگی۔

"تھوڑی دور تک میں چلتی ہوں، اس کے بعد آپ ڈرائیونگ سنبھال لیجیے گا۔"

"اوکے۔" میں نے گردن ہلا دی اور ویلیسا سیلف لگا کر گاڑی اسٹارٹ کرنے لگی، لیکن جو کارنامہ میں نے سرانجام دیا تھا، وہ معمولی نہیں تھا۔ بڑے بڑے مکینک بھی اسے نہیں پکڑ سکتے تھے۔ گاڑی کا سیلف گھوم رہا تھا، لیکن وہ اسٹارٹ نہیں ہو سکی۔ ویلیسا نے حیران لہجے میں کہا۔

"ارے یہ کیا ہوا؟"

"تعجب ہے، یہ تو نئی لینڈ روور ہے۔"

"ہاں ہے تو یہی، لیکن نہ جانے کیوں... نہ جانے کیوں؟" وہ پریشان لہجے میں بولی۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ ویلیسا کافی دیر تک کوشش کرتی رہی اور اس کے بعد بڑے پریشان لہجے میں بولی۔

"یہ تو واقعی بہت خوفزدہ کر دینے والی بات ہے۔ آہ! اب کیا ہوگا؟"

میں شرارت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا اور رات چونکہ گہری ہونے لگی تھی، اس لیے وہ میری ان نگاہوں کا جائزہ نہیں لے سکتی تھی، ورنہ یقینی طور پر ان کی جانب سے شکوک ہو جاتی۔ وہ سوال کر رہی تھی کہ اب کیا ہوگا اور اس سوال کا جواب میرے پاس موجود تھا۔ لیکن یہ جواب میں اسے نہیں دے سکتا تھا۔ مقام بہت پُرفضا تھا، صورت حال سے مجھے اندازہ ہوتا جا رہا تھا۔ رات کے گہرے ہونے کے ساتھ ساتھ خنکی بڑھتی چلی جائے

گی۔ ویلیسا نے بونٹ کھولا اور اس پر جھک گئی، لیکن رات کی تاریکی میں وہ کچھ دیکھ بھی نہیں سکتی تھی، بہت بے چین نظر آ رہی تھی وہ۔ اس نے بونٹ اسی طرح کھلا رہنے دیا اور میرے قریب پہنچ کر بولی۔

"مسٹر شاہ... مسٹر شاہ! کیا آپ... کیا آپ تھوڑی بہت گاڑی کی مشینری سے واقفیت رکھتے ہیں؟"

"افسوس نہیں۔ کبھی موٹر مکینک بننے کا موقع نہیں ملا۔" میں نے کسی قدر ترش لہجے میں کہا۔

ویلیسا میرے لہجے کی ترشی کو محسوس کرنے لگی، وہ بے چاری شرمندہ نظر آتی تھی۔ چند لمحات اسی طرح خاموش رہی پھر بولی۔

"میں بے حد شرمندہ ہوں جناب، بہت ہی شرمندہ ہوں، مگر آپ یقین کریں میرا قصور نہیں ہے، نئی گاڑی ہے، کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنے فاصلے طے کرنے کے بعد اس میں ایسی کوئی خرابی پیدا ہو جائے گی۔"

"صورت حال واقعی بڑی پریشان کن ہے مس ویلیسا۔ ہم واپس بھی نہیں جا سکتے اور یہاں رکنا بقول آپ کے خطرناک ہے۔"

"تو پھر کیا کیا جائے؟"

"بونٹ بند کر دیجیے، اب تو دن کی روشنی ہی میں کچھ ہو سکتا ہے۔"

"گویا... گویا رات ہمیں یہاں گزارنی پڑے گی؟"

"آپ جیسا بھی پسند کریں، اگر فورٹ لائن تک پیدل چلنا ممکن ہو تو مجھے اعتراض نہیں ہے۔"

"اوہو یہ... یہ تو کسی طور ممکن نہیں ہے۔" ویلیسا خوفزدہ ہو کر کہا۔

"تو پھر دن کی روشنی کا انتظار کیا جائے؟"

"مگر دن کی روشنی ہی میں کیا ہوگا؟"

"جو ہوگا سامنے آ جائے گا۔" میں نے بدستور ترش لہجے میں کہا اور ویلیسا گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

کچھ دیر اسی طرح خاموش رہی اور پھر غالباً اس نے بھی یہ فیصلہ کر لیا کہ اب ان حالات میں کچھ ہونا مشکل ہی ہے۔ چنانچہ وہ بھی خاموش ہو گئی اور ایک پتھر پر جا بیٹھی۔

میں لینڈ روور کے بونٹ کے پاس کھڑا رہا تھا۔ بونٹ کیونکہ بند ہو چکا تھا، اس لیے میں نے اس پر بازو ٹکا لیا تھا اور رات کی تاریکیاں دیکھ رہا تھا۔ ہم لوگ چونکہ تھوڑی بہت کھا پی چکے تھے، اس لیے اب مزید ضرورت نہیں تھی۔ تاہم ابھی برگر کافی مقدار میں موجود تھے اور کافی بھی۔ میں نے ویلیسا سے کہا۔

"کیا خیال ہے مس ویلیسا، ایک کافی کا کپ اور پیا جائے؟"

"آہ! آپ... آپ پریشان نہیں ہیں مسٹر شاہ؟"

"بالکل نہیں۔"

"مم... میرا مطلب ہے رات..."

"رات ہمیں کھا تو نہیں جائے گی مس ویلیسا؟"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر... خیر اب کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"آیئے جھیل کے کنارے، موسم کافی خوشگوار محسوس ہوتا ہے۔"

میں نے کہا اور وہ میرے قریب آ کھڑی ہوئی۔ کچھ سہمی ہوئی سی بھی تھی، ویسے بھی کہہ چکی تھی کہ وہ ایسے کاموں کے لیے موزوں نہیں ہے۔ اس کا خوفزدہ ہونا بجا ہی معلوم ہوتا تھا۔ بہرطور ہم جھیل کے کنارے چہل قدمی کرتے رہے۔ یہ بات وہ بتا چکی تھی کہ ان علاقوں میں درندوں کا وجود نہیں ہے یقینی طور پر یہ بات تصدیق شدہ ہوگی، تاہم میں محتاط تھا۔ کہیں کہیں پرندے بسیرا کرنے کے لیے آ رہے تھے تو سرسراہٹیں پیدا ہو رہی تھیں، ورنہ ماحول پر گہری خاموشی اور سکوت طاری تھا۔ اس نے کسی قدر سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا ہم گاڑی کی ہیڈ لائٹ جلا دیں؟"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"مجھے یہ تاریکی بہت دہشت زدہ کر رہی ہے۔"

"کیا رات بھر گاڑی کی لائٹیں جلائے رکھیں گے مس ویلیسا؟"

"نن... نہیں... نہیں، میرا مطلب ہے کچھ دیر..."

"میرا خیال ہے ایسا نہ کریں کیونکہ بیٹری ختم ہو جائے گی۔"

"ہاں یہ تو ہے۔"

"اور ہمیں ایک نئی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

ویلیسا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے چند لمحات سوچا اور اس کے بعد لینڈ روور کی جانب بڑھ گیا اور پھر لینڈ روور کی چوڑی سیٹوں پر میں پاؤں پھیلا کر جا بیٹھا۔ ویلیسا باہر ہی تھی۔ میں نے اسے آواز نہیں دی تھی، وہ اپنی ہمت کو آزما رہی تھی، لیکن باہر گہرے سناٹے نے اسے واقعی خوفزدہ کر دیا اور چند ہی لمحات کے بعد وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں اندر داخل ہو گئی۔

"کھڑکیاں دروازے بند کر لیں مسٹر شاہ!" اس نے سوال کیا۔

"کیوں؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"نہیں میں ایسے ہی کہہ رہی تھی۔"

"تم کہاں آرام کرو گی ویلیسا؟" میں نے سوال کیا۔

"میری سمجھ میں نہیں آرہا۔"

"میرا خیال ہے تم اگر پسند کرو تو باہر جھیل کے کنارے جاکر سو جاؤ، مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔"

"ارے نہیں، مم.... میں نہیں.... میں باہر تو نہیں سو سکوں گی اور پھر ویسے بھی کافی سردی ہو جائے گی۔ دیکھیے نا آہستہ آہستہ سردی بڑھ رہی ہے۔"

"تو پھر اندر ہی لیٹ جاؤ، کیا حرج ہے۔"

"مجھے نہیں نیند نہیں آئی ہوگی ڈیئر ویلیسا۔"

"ہاں بس کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا ہے آپ... آپ سو جائیے مسٹر شاہ۔"

"نہیں ویلیسا! مجھے تم سے کچھ باتیں بھی کرنی ہیں۔"

"جی۔" وہ آہستہ سے بولی۔ میں اگلی سیٹ سے اٹھ کر پچھلے حصے میں آگیا اور وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

"نہیں کوئی بات نہیں ہے۔"

"مس ویلیسا! میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"جی مسٹر شاہ!" اس نے اچانک میرے مؤدب لہجے پر غور کرتے ہوئے کہا۔

"زندگی میں آپ کبھی ایسے لمحات سے دوچار نہیں ہوئیں جو آپ کے لیے بالکل ذاتی نوعیت کے ہوں آپ کی پسند کے مطابق...."

"میں آپ کا سوال سمجھ رہی ہوں، آپ یقین کریں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"تو پھر میرا خیال ہے آج اس تجربے کو بھی کر کے دیکھ لیجیے گا۔"

"کک... کیا مطلب، کیا کہہ رہے ہیں آپ؟"

"درحقیقت میں بھی تھوڑا بہت جھوٹ بول لیتا ہوں مس ویلیسا! حقیقت یہ ہے کہ میں اتنا شریف آدمی نہیں ہوں جتنا میں نے کہا تھا۔"

"مسٹر شاہ... مسٹر شاہ!"

"اور چونکہ جھوٹ کا آغاز آپ کر چکی ہیں اس لیے ہم لوگ ایک دوسرے پر بالکل اعتماد نہیں کریں گے، نہ آپ مجھ پر، نہ میں آپ پر۔"

"مسٹر شاہ!"

"دو ہی صورتیں ہیں مس ویلیسا یا تو میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں اور یا آپ کو اپنے جھوٹ کا شکار ہونا پڑے گا۔"

وہ بے بسی سے مجھے دیکھنے لگی اور میری آنکھوں میں نیلاہٹیں اترنے لگیں پھر ان نیلاہٹوں نے پورا ماحول نیلا کر دیا اور وہ اپنے آپ کو بھول گیا۔ ویلیسا کو بھی بھول گیا۔ ماحول کو بھی بھول گیا، مجھے کچھ یاد نہیں رہا کہ یہ سب کچھ کیا تھا۔ نیلاہٹیں تھیں، ویلیسا کا جھوٹ تھا اور ویلیسا تھی، صبح کی روشنی کی کرنیں آہستہ آہستہ شیشوں سے اندر داخل ہونے لگیں اور ماحول نمایاں ہوتا چلا گیا۔ اگلی سمت کے شیشے چونکہ کھلے ہوئے تھے، اس لیے پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں بھی آرہی تھیں۔ جھیل کے کنارے دھما چوکڑی مچی ہوئی تھی اور پرندے اور چھوٹے چھوٹے جانور پوری طرح زندگی سے دلچسپی لے رہے تھے۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور پھر ویلیسا کو، وہ بے سدھ پڑی ہوئی تھی، آنکھیں بند تھیں اور سانسیں گہری گہری چل رہی تھیں۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں لینڈ روور سے نیچے اترا اور جھیل کے قریب پہنچ گیا۔ ویلیسا سوئی ہوئی تھی، منہ ہاتھ وغیرہ دھونے کے بعد میں واپس آیا اور ویلیسا کو اسی طرح گہری نیند میں ڈوبا پایا۔

تبھی میرے ذہن میں ایک دم اس سوئچ لائنر کا خیال آیا جسے میں نے ڈھیلا کر دیا تھا۔ اب یہاں رکنا مناسب نہیں تھا، اس لیے سوئچ لائنر کو بھی درست ہو جانا چاہیے تھا.... بالآخر میں نے بونٹ کھولا اور سوئچ لائنر کے پن کو اسی کی جگہ سیٹ کر دیا۔ بونٹ بند کر دینے کے بعد میں آہستہ آہستہ پیچھے آیا اور پھر میں نے ویلیسا کے رخسار تھپتھپاتے ہوئے اس کو آواز دی۔ اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ چند لمحات وہ ماحول کا جائزہ لیتی رہی اور پھر اس کے چہرے پر رات کی ساری کہانی تحریری شکل میں درج ہو گئی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"میرا خیال ہے منہ ہاتھ وغیرہ دھو لو۔ اس کے بعد ناشتا کرنا ہوگا یا پھر یہیں وقت گزارنے کا ارادہ ہے؟" میرے لہجے میں کوئی لچک، کوئی نرمی نہیں تھی، کوئی احساس نہیں تھا۔ یہ انداز بھی نہیں تھا۔ میرا کہ میں اسے تسلیم کر رہا ہوں۔ وہ نگاہیں گھما کر مجھے دیکھنے لگی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے بھرپور نگاہوں سے میرا جائزہ لیا تھا اور دیر تک میرے چہرے کو گھورتی رہی تھی۔ میں اس کی ایک ایک کیفیت کو نوٹ کر رہا تھا، لیکن میں نے اپنے انداز میں بھی کوئی نرمی نہیں پیدا کی تھی۔ تب وہ گہری سانس لے کر نیچے اتری اور اس کے بعد جھیل کی جانب بڑھ گئی۔ منہ ہاتھ وغیرہ دھویا۔ اس دوران میں ایک پتھر پر جا

بیٹھا تھا۔ وہ چند لمحات انتظار کرتی رہی کہ اس کے جھیل سے واپس آجانے کے بعد میں اس سے مخاطب ہو جاؤں لیکن جب میں اس سے مخاطب نہ ہوا تو اس نے وہ سامان اٹھایا، جس میں کھانے پینے کی اشیاء موجود تھیں۔ کافی البتہ ٹھنڈی ہو گئی تھی اور مقدار میں بھی کم تھی، تاہم کام چلایا جا سکتا تھا۔ اس نے چند چیزیں میرے سامنے رکھیں اور واپس مڑ گئی۔ میں نے اس سے یہ بھی نہ کہا کہ وہ ناشتا کرے گی یا نہیں۔ خود ناشتا کرنے کے بعد میں تیار ہو گیا اور پھر ویلیسا کی طرف دیکھنے لگا۔

"اب کیا کرنا ہے، گاڑی کے سلسلے میں؟" اس نے پوچھا۔

"ناشتا نہیں کرو گی؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔"

"اوکے پھر یہ سامان اٹھا کر پیچھے رکھ دو۔ چابی مجھے تمہارے پاس..." میں نے سوال کیا اور اس نے خاموشی سے گاڑی کی چابی میرے حوالے کر دی، لیکن اس کی آنکھوں میں سوالیہ انداز تھا، جیسے معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ اس ناکارہ لینڈ روور کا کیا کرنا ہے۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اگنیشن میں چابی لگائی اور سوئچ آن کر دیا۔ اس کے بعد پہلے ہی سیلف پر گاڑی اسٹارٹ ہو گئی تھی۔ ویلیسا کا منہ حیرت سے کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ وہ شدید حیرت کا شکار ہو گئی تھی۔ میں نے پراعتماد انداز میں گاڑی ریورس کی اور پھر اسے اس راستے کی جانب آگے بڑھا دیا۔ جدھر ہمیں سفر کرنا تھا۔ ویلیسا حیرتوں میں غوطے کھاتی رہی۔ بار بار چونک کر میری صورت دیکھنے لگتی تھی، لیکن میں سامنے نگاہیں جمائے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ پھر غالباً وہ اس خاموشی سے اکتا گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"مسٹر شاہ!"

"ہوں۔"

"گاڑی کیسے اسٹارٹ ہو گئی؟"

"آپ نے دیکھا نہیں مس ویلیسا۔" میں نے کہا۔

"کک... کیا مطلب؟" اس نے ہکلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے جو کچھ میں نے کہا ہے، اس کا مطلب بالکل واضح ہے۔"

"گویا... گویا آپ نے... آپ نے جان بوجھ کر مگر کیسے...؟" اس نے سوال کیا مگر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"مسٹر شاہ!" وہ بھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

"جی مس ویلیسا۔"

"مجھے جواب دیجیے، بات کیوں نہیں کر رہے آپ؟"

"آپ نے ناشتا کیوں نہیں کیا مس ویلیسا؟" میں نے سوال کیا۔

"بس نہیں کیا۔"

"تو پھر میں بھی نہیں بول رہا، کیا فرق پڑتا ہے۔" میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گئی پھر یک بہ یک ہنس پڑی۔

"عجیب ہیں آپ۔"

"جی۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"ناراض ہو گئے ہیں۔" وہ مصالحت پر آمادہ ہو گئی۔

"نہیں! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر آپ کا رویہ اتنا خشک کیوں ہو گیا ہے؟"

"ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ہے۔" اس نے کہا۔

"شاید آپ کا خیال درست ہے۔"

"میں آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہوں مسٹر شاہ!"

"میں آپ کی باتوں کا جواب دے رہا ہوں مس ویلیسا۔"

"آپ.... آپ بہت عجیب انسان ہیں، مسٹر شاہ! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ سے بے تکلفی سے باتیں کروں یا آپ کا احترام کروں؟"

"فیصلہ کر لیجیے، فیصلہ کر لیں تو مجھے بھی بتا دیجیے گا۔" میں نے کہا اور وہ ہنسنے لگی۔

پھر اس نے آہستہ آہستہ اپنا سر میرے شانے پر ٹکا دیا۔ غالباً اس نے مجھے تسلیم کر لیا تھا۔

میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور لینڈ روور ڈرائیو کرتا رہا۔ یہ اندازہ تو مجھے بہت پہلے سے تھا کہ اسے بالآخر میرے حق میں دستبردار ہو جانا ہے۔ لینڈ روور ناہموار راستوں پر سفر کرتی رہی۔ درمیان میں ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا، جو قابل ذکر تھا۔ البتہ کافی فاصلے تک سفر کرنے کے بعد اس نے اچانک چونک کر کہا۔

"یہ بات پوچھوں سچ بول دیں گے؟"

میں نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا اور بولا۔

"کوشش کروں گا۔"

"افسوس تو یہی ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان تعلقات کا آغاز ہوا تو جھوٹ کی بنیاد پر۔"

"ہاں واقعی اس کا مجھے بھی افسوس ہے۔"

"لیکن آپ تو گھاٹے میں نہ رہے۔"

"اور تم؟" میں نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا اور

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگی پھر اس نے آہستہ سے اپنا سر ڈیش بورڈ سے ٹکا دیا اور بولی۔

"پتا نہیں۔"

"کیا پوچھنا چاہتی تھیں؟" میں نے کہا اور وہ چونک کر پھر سیدھی ہونے لگی۔

"ہاں میں یہ پوچھ رہی تھی کہ کیا لینڈ روور کا انجن واقعی خراب ہو گیا تھا؟"

"سچ بولنے کی بات کی ہے تم نے مس ویلیسا۔"

"ہاں لیکن مجبور نہیں کر سکتی آپ کو۔"

"تو پھر یوں سمجھ لو کہ انجن بالکل خراب نہیں ہوا تھا۔"

"مجھے اس کا اندازہ تھا۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"خراب ہونا بھی نہیں چاہیے تھا، نئی گاڑی ہے۔" میں نے کہا اور وہ کچھ نہ بولی۔ بس بار بار مسکرانے لگتی تھی۔ عجیب سی لڑکی تھی۔ صحیح معنوں میں اس کے بارے میں کوئی بھی صحیح فیصلہ کرنا مشکل تھا۔

فورٹ لائن تک کا سفر انتہائی تکلیف دہ ثابت ہوا۔ اور اس میں خاصی دیر لگی تاہم ہم جس وقت وہاں پہنچے تو سورج پوری طرح آسمان کی بلندیوں پر چمکنے لگا تھا۔ دور ہی سے فورٹ لائن نظر آ رہا تھا۔ ایک قدیم قلعہ جس کے در و دیوار بیرونوں کی نمی سے کالے پڑ چکے تھے۔ جگہ جگہ ٹوٹے چھوٹے پتھروں کے انبار نظر آ رہے تھے۔ بڑا بھیانک علاقہ تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تنہا انسان یہاں بہت خوف محسوس کر سکتا تھا۔

"واقعی اندر ضرور مسٹر مارٹن ہوپ کو ہو جانی چاہیے لیکن ابھی تک ادھر سے کوئی تحریک نہیں ہوئی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ویلیسا مجھے لیے ہوئے سامنے کے حصے کی جانب آئی قلعے کا دروازہ بغیر کواڑوں کا تھا اور اوپری طرح کھلا ہوا تھا۔

ہم آہستہ آہستہ دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ بڑا پُراسرار اور سنسنی خیز ماحول تھا۔ اندر کافی خنکی تھی جس کا بظاہر اس موسم میں جواز نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ہو سکتا ہے یہ اس جگہ کی خاموشی اور تنہائی ہو، جس نے ماحول کو اس انداز میں پیش کر دیا تھا۔ ہم صاف ستھری زمین پر چلتے رہے اور پھر ایک بڑے سے ہال میں پہنچنے کے بعد میں نے ویلیسا سے پوچھا۔

"اب مسٹر مارٹن ہوپ سے ملاقات کے لیے ہمیں کیا کرنا ہوگا؟"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی خاموشی، اتنا سناٹا؟"

"شروع ہی سے کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی مس ویلیسا! بہرحال اب یہ ذمہ داری آپ کی ہے کہ میری ملاقات مسٹر مارٹن ہوپ سے کرائیں۔" ویلیسا چند لمحات انتظار کرتی رہی اور پھر اس نے زور سے آواز لگائی۔

"مسٹر ہوپ... مسٹر ہوپ!" دو یا تین آوازیں لگائی گئیں۔ آوازوں کی بازگشت کھنڈر کے ہر حصے میں اُبھر کر آئی لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ میری چھٹی حس کسی خطرے کا اعلان کر رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ یہ خطرہ کیا ہو سکتا ہے۔ ویلیسا نے مزید کئی آوازیں دیں لیکن اس کی کسی بھی آواز کا کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے آہستہ سے اس سے کہا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ مسٹر مارٹن ہوپ کا قیام یہیں تھا اور وہ ہمیں یہاں مل جائیں گے؟"

"سو فیصد۔ یہ پروگرام یہی تھا۔" ویلیسا نے جواب دیا اور اس کے چہرے پر عجیب سی تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں اور آواز میں خوف کی لرزشیں پائی جاتی تھیں۔

میں کسی قدر بور ہونے لگا اور اب بڑی سنجیدگی سے مجھے ایک خاص بات کا احساس ہونے لگا، جس کا اظہار میں نے کم از کم ویلیسا پر نہیں کیا۔ کئی آوازیں لگانے کے بعد ویلیسا نروس نظر آنے لگی تھی۔

"یوں لگتا ہے جیسے یا تو مسٹر مارٹن ہوپ یہاں موجود نہیں ہیں یا پھر..." یا پھر..." میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ویلیسا آہستہ سے بولی۔

"آیئے ہم انہیں تلاش کریں۔"

میں جانتا تھا کہ کسی ایسے شخص کو اس کھنڈر نما قلعے کے کون سے حصے میں تلاش کیا جا سکتا ہے، جس کا مستقل قیام اسی جگہ ہو۔ یقینی طور پر اندر پہنچنے کے بعد یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ قلعہ باہر سے جس قدر بوسیدہ نظر آتا ہے اندر سے اتنا بوسیدہ نہیں ہے۔ صرف بیرونی حصے تھے جو ٹوٹ پھوٹ گئے تھے اور اس عمارت کو کھنڈر بنا کر پیش کرتے تھے۔ جبکہ بعض اندرونی حصے اتنے مضبوط تھے کہ صدیوں تک ان کے زوال کا کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ اب پوری احتیاط کے ساتھ ایک ایک جگہ کا جائزہ لے رہے تھے۔ میں نے ایک سمت انگلی سے اشارہ کیا۔ میرے اندازے کے مطابق یہ جگہ ایسی تھی، جہاں قیام کیا جا سکتا تھا کیونکہ اس جگہ سے بیرونی نظارے بھی باآسانی کیے جا سکتے تھے اور میرا یہ اندازہ بالکل درست نکلا۔

جس بڑے سے کمرے میں ہم داخل ہوئے، وہاں کا ماحول بھی دوسری جگہ سے مختلف نہیں تھا۔ اندر ایک روشن دان سے آنے والی دھوپ پھیلی ہوئی تھی اور کمرے کا منظر نمایاں تھا۔ یہاں کچھ سامان کے انبار لگے ہوئے تھے۔ ایک بستر جو بہت ہی نفیس قسم کا تھا۔ کھانے پینے کی اشیاء، ایک مٹی کے تیل کا بڑا سا خشک دودھ کے ڈبے، بسکٹ، کافی وغیرہ یہاں سب کچھ موجود تھا، لیکن مسٹر مارٹن ہوپ یہاں بھی موجود نہیں تھے۔ میں نے مسکرا کر اس جگہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے صرف ایک بات کی خوشی ہے مس ویلیسا۔"

"کیا؟" اس نے چونک کر پوچھا

"ہم یہاں عمدہ کافی بنا سکتے ہیں۔" ویلیسا کے ہونٹ کھلے اور پھر ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔

"کیا خیال ہے، کیا تم اس وقت یہ کام کرنا پسند کرو گی؟"

"آپ نہایت مضبوط اعصاب کے مالک ہیں مسٹر شاہ! لیکن میں اتنی مضبوط نہیں ہوں۔ آخر مسٹر مارٹن ہوپ کہاں گئے اگر وہ کہیں گئے بھی ہوئے ہیں تو... تو یہ بڑی عجیب بات ہے۔ آخر وہ کس طرح یہاں سے گئے ہوں گے؟"

"کیا تمہارے خیال میں ان کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہوگا جس میں وہ یہاں سے کہیں جا سکتے ہوں؟"

"میں کچھ بھی نہیں جانتی۔ افسوس بعض اوقات ایسے معاملات میں بھی الجھنا پڑتا ہے، جن کا کوئی علم نہیں ہوتا۔"

"ہاں اور اس کا اب بہترین حل یہی ہے کہ کافی بنالی جائے۔" ویلیسا مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔" اور اس کے بعد وہ کافی کے سامان کو درست کرنے لگی۔

مٹی کے تیل کے چولہے میں تیل کافی مقدار میں موجود تھا اور ویسے بھی تیل ایک بڑے سے ڈبے میں رکھا ہوا تھا۔

یہاں مستقل قیام کے آثار نمایاں تھا اور صورتِ حال سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ مسٹر مارٹن ہوپ یہیں کہیں آس پاس ہی موجود ہوں گے۔ خیر اس میں بھی کوئی مشکل نہیں تھی۔ ان کا انتظار کیا جا سکتا تھا۔

ویلیسا نے بہت ہی عمدہ قسم کی کافی بنائی اور ہمیں کافی پیتے ہوئے خود ہی ہنسی آنے لگی کہ کتنے اطمینان سے ہم اس ویران اور عجیب و غریب قلعے میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ اپنے مقصد میں ناکام رہنے کے باوجود کافی کی دو دو پیالیاں پینے کے بعد ویلیسا نے پریشان سی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ جیسی شخصیت بھی کبھی کبھی نظر آتی ہے مسٹر شاہ۔"

مس ویلیسا۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں ایسے کاموں سے سخت بوریت محسوس کرتا ہوں، جن کی تفصیل مجھے نہ معلوم ہو۔ اب آپ خود دیکھیے آپ لوگوں نے کس طرح میرا وقت برباد کیا اور اس کے بعد مجھے ایجنٹ نمبر ون سے ملانے یہاں لے آئیں اور اب مسٹر ون کا کوئی پتا نہیں ہے، بتایئے مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ایسے احمقانہ کاموں کو میں اپنے لیے بہترین تصور کرتا ہوں۔"

"بدقسمتی یہ ہے کہ میرا بھی ان معاملات سے کوئی گہرا تعلق نہیں ہے۔ آپ کو اپنے بارے میں سب کچھ بتا چکی ہوں۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے؟"

"آپ کے اندر ابھی تک بے اعتمادی موجود ہے۔" اس نے کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ٹہلتا ہوا اس کمرے سے باہر نکل آیا۔ اب میری خواہش تھی کہ میں اس قلعے کا پوری طرح جائزہ لے لوں۔ ویلیسا نے بھی میرے خیال سے اتفاق کیا اور ہم قلعے کے پورے حصے کا جائزہ لینے لگے۔ پھر ایک جگہ جب ہم قلعے سے دوسری جانب مڑے تو ایک دم چونک پڑے۔ ویلیسا کی آنکھیں شدتِ حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ ہم کو ایک انسانی جسم پڑا ہوا نظر آ رہا تھا جو ایک چوڑی سل پر موجود تھا۔ یہ چوڑی سل کسی قبر کے تعویز کی طرح تھی اور اس کی یہاں موجودگی سمجھ میں نہیں آتی تھی لیکن ایک انسانی جسم کا اس پر موجود ہونا ہمارے لیے کسی قدر باعثِ حیران ہو سکتا تھا، تاہم تقریباً دوڑتے ہوئے ہی وہاں پہنچے تھے اور قریب پہنچتے ہی ویلیسا کے منہ سے ایک عجیب سی آواز نکلی تھی۔

"اوہ میرے خدا! مسٹر مارٹن ہوپ۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ ایک نگاہ دیکھتے ہی سے اندازہ ہو گیا تھا کہ جو شخص اس چوڑی سل پر پڑا ہوا ہے، زندگی سے اس کا کوئی رابطہ نہیں ہے لیکن لاش سے تعفن نہیں اٹھ رہا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ اسے قتل ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا ہے۔ ویلیسا اور میں وہاں پہنچ گئے۔ ویلیسا کے بدن پر ہلکی ہلکی کپکپی سی طاری تھی۔ میں نے جھک کر مسٹر مارٹن ہوپ کو دیکھا جسے ویلیسا... شناخت کر چکی تھی۔ ایک جوان آدمی تھا، انتہائی مضبوط جسم کا مالک تھا۔ چہرہ بہت بھیانک ہو رہا تھا، کیونکہ اس پر جگہ جگہ نشانات پڑے ہوئے تھے۔ دونوں آنکھیں پھوٹی ہوئی تھیں۔ غالباً انہیں ضرب لگا کر پھوڑ دیا گیا تھا۔ آنکھوں سے بہا ہوا خون کانوں میں داخل ہو گیا تھا۔ سینہ، بازو، پاؤں تمام

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہڈیاں اس طرح ٹوٹی ہوئی تھیں جیسے انہیں مضبوط پتھروں سے توڑا گیا ہو۔ پورا جسم اس طرح کچلا ہوا تھا کہ اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ویلیسا نے میرا بازو پکڑا اور آہستہ سے بولی۔

"میرے خدا... میرے خدا!"

"تو مسٹر مارٹن ہوپ کو قتل کر دیا گیا!"

"اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے؟"

"تو پھر اب یہاں سے واپسی کے بارے میں سوچنا پڑے گا۔" ویلیسا نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولی۔

"مگر... مگر یہ سب کچھ... آہ! یہ سب کچھ کیسے ہوا؟"

"یہ سوال آپ مجھ سے کر رہی ہیں مس ویلیسا۔" میں نے کہا۔

ویلیسا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرا موڈ بری طرح خراب ہو گیا تھا۔ عجیب بات تھی میرے لیے انتہائی ناپسندیدہ۔ شہباز احمد صاحب، جنرل حسن اور وہ دوسرے تمام لوگ جو مجھے ایسی مہمات میں جھونک دیتے تھے آخر مجھ سے کیا چاہتے تھے؟ میں جادوگر تو نہیں تھا کہ سارے معاملات کا پتا لگانے کے بعد ان پر عمل کر کے کامیاب ہو جاتا۔ یہ تو ایک طرح کی زیادتی تھی مجھے ایسی مشکلات میں ڈال دیا جاتا تھا جن سے مجھے شدید ذہنی کوفت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ویلیسا کو بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ میں خاصا اُلجھ گیا ہوں۔ اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ میں ایک بے حیثیت سی لڑکی ہوں اور اس سلسلے میں قصور میرا نہیں ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد بالآخر میں نے کہا۔

"مس ویلیسا اب آپ مجھے یہ بتائیے کہ ہمارا آئندہ قدم کیا ہونا چاہیے؟"

"میرا خیال ہے مسٹر مارٹن ہوپ کی لاش ہم لوگ دیکھ چکے ہیں۔ اس کے بعد ہمارا یہاں رکنا حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ ہمیں واپس چلنا چاہیے۔"

"جی۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا پھر میں نے کسی نئے خیال کے تحت مسٹر مارٹن ہوپ کے سامان کی تلاشی لینے کا فیصلہ کیا۔ ہو سکتا ہے ان کے سامان میں کوئی ایسی چیز دستیاب ہو جائے، جو میرے لیے کارآمد ہو اور آئندہ کے راستے منتخب کرنے میں مدد دے، ورنہ دوسری صورت میں یہ ہی مناسب تھا کہ میں سیل ٹوپ پہنچنے کے بعد واپسی کا فیصلہ کر لوں اور بغیر کسی اطلاع کے اپنے وطن واپس پہنچ جاؤں۔ شہباز احمد صاحب سے کھری کھری باتیں کروں اور ان سے کہوں کہ آئندہ میں کسی ایسے مشن پر کام کرنے کے لیے کبھی تیار نہیں ہوں گا، جس کے بارے میں مجھے مکمل تفصیلات نہ بتا دی گئی ہوں۔ بہرحال میں سامان کی تلاشی لیتا رہا۔ کاغذ نام کی کوئی چیز مجھے وہاں نہیں ملی تھی۔ کھانے پینے کی اشیاء تھیں، اور بس ضروریاتِ زندگی کا دوسرا سامان البتہ ایک انتہائی طاقت ور ٹرانسمیٹر ضرور ملا تھا مجھے لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ ٹرانسمیٹر ٹوٹا پھوٹا ہوا تھا۔ پتا نہیں جن لوگوں نے مسٹر مارٹن ہوپ کو قتل کیا تھا انہوں نے یہ کارروائی کی تھی یا یہ ٹرانسمیٹر پہلے ہی ٹوٹ گیا تھا۔ مسٹر مارٹن ہوپ یہاں کیا کر رہے تھے؟ اور اس ویرانے میں ان کے قیام کا مقصد کیا تھا؟ یہ بھی ایک قابلِ غور بات تھی۔ ابھی ہم انہی معاملات میں اُلجھے ہوئے تھے کہ دفعتاً میرے حساس کانوں نے کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنی اور میں بری طرح اُچھل پڑا۔ ویلیسا کے فرشتوں کو بھی اس کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ البتہ وہ مجھے چونکتے دیکھ چکی تھی۔ اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

"کیا تم کچھ آوازیں سن رہی ہو؟"

"کیا؟" اس نے سوال کیا اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے کان لگائے کھڑی رہی اور پھر اس نے کہا۔

"اوہ ہاں، غالباً کسی گاڑی کے انجن کی آواز ہے۔"

میں پھرتی سے باہر نکل آیا۔ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ گاڑی کہاں سے آ رہی ہے اور اس پر کون سوار ہے۔ مجھے یقوف محسوس ہونے لگا تھا کہ یقینی طور پر کوئی خطرہ یہاں بھی آ پہنچا ہے۔ بدقسمتی یہ تھی کہ ہم مسلح نہیں تھے اور ایسے حالات میں میرا خطرے میں گھر جانا لازمی بات تھی۔ ہم سامنے کے حصے میں آ گئے اور پھر ہمیں آڑ میں ہونا پڑا کیونکہ ہم سامنے ہی دو جیپوں کو رکتے دیکھ چکے تھے۔ وہ ڈھلان کے کنارے پر رکی تھیں۔ ان دونوں جیپوں میں تقریباً چھ چھ افراد سوار تھے۔ وہ سب کے سب بہترین ہتھیاروں سے مسلح نظر آ رہے تھے۔ ان کے جسموں پر چست لباس تھے اور وہ بے حد پھرتیلے محسوس ہو رہے تھے پھر انہوں نے ڈھلان کی سمت چڑھنا شروع کر دیا۔ ویلیسا نے پریشان لہجے میں کہا۔

"اب... اب کیا کرنا چاہیے؟"

"بھاگو۔" میں نے کہا۔

"لیکن ہم بھاگ کر کہاں جائیں گے؟"

"اوہ۔ اندر چلو، ہمیں چھپنا چاہیے۔" ویلیسا خود بھی میری

طرح بدحواس ہو گئی تھی۔ چنانچہ وہ بے تحاشا دوڑ پڑی لیکن اوپر آنے والوں نے بھی ہمارے قدموں کی چاپ سن لی تھی۔ کئی گولیاں چلیں۔ گو وہ ہم پر نہیں چلائی گئی تھیں، غالباً ہوائی فائر کیے گئے تھے۔ اور اس کے بعد میں نے ان کے قدموں کی چاپ سے اندازہ لگایا کہ وہ قلعے کے چاروں طرف بکھر رہے تھے۔ یقینی طور پر مجھے دیکھ لیا گیا تھا۔ خطرہ، شدید خطرہ۔ اور اس خطرے سے نمٹنا اب میرے لیے ایک مشکل مرحلہ تھا کیونکہ میرے پاس ہتھیار نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ ویلیسا بھی بہت زیادہ دہشت زدہ ہو گئی تھی۔ وہ دوڑ کر ایک ایسی جانب بڑھ گئی۔ جہاں ایک زینہ سا نظر آتا تھا۔ اور یہ زینہ غالباً اوپر برجی کے حصے کی سمت جاتا تھا لیکن مجھے وہاں تک پہنچنے کا موقع نہیں ملا۔ کیونکہ کئی گولیاں میرے آس پاس سے گزر گئی تھیں۔ میں نے دوسری سمت چھلانگ لگا دی اور ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں پتھروں کا ایک ڈھیر پڑا ہوا تھا۔ گولیاں پتھروں کے ڈھیر سے ٹکرائیں۔ مجھے ان لوگوں نے پوری طرح اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔

میں ایک لمحے تک سوچتا رہا۔ پھر میں نے اپنے عقب میں نگاہ دوڑائی۔ وہاں ایک ایسی جگہ نظر آ رہی تھی جس کا کوئی صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن چونکہ مجھے یہاں دیکھ لیا گیا تھا۔ وہ لوگ چند ہی لمحات میں یہ سمجھ جائیں گے کہ میرے پاس مقابلہ کرنے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ چنانچہ اس جگہ چھپے رہنا میرے لیے انتہائی خطرناک ہو سکتا تھا۔ میں اسی سمت دوڑا اور کوئی اندازہ کیے بغیر اس خلا میں اتر گیا۔ لیکن یہ بھی خوش بختی ہی تھی کہ میں نے فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔ وہ خلا دراصل پتھر کی ایک سل کے اپنی جگہ سے ہٹ جانے سے پیدا ہو گیا تھا اور وہاں نیچے اچھی خاصی گہرائی تھی لیکن اب اوپر اچھلنا بھی خطرناک ہو سکتا تھا۔ گہرائی کا اندازہ لگانے کے بعد میں نے دونوں ہاتھ پاؤں چھوڑ دیئے اور نیچے گرنے لگا۔ بڑی احتیاط سے میں نے نیچے قدم جمائے تھے حالانکہ بارہ تیرہ فٹ نیچے کودنا آسان کام نہیں تھا۔ میرے کودتے ہی اس خلا سے گولیاں برسنے لگیں۔ اور ایک بار پھر مجھے دوڑ لگانی پڑی۔ اب میں اس قلعے کی بھول بھلیوں میں گم ہو گیا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کہاں جاؤں۔ وہ لوگ میرے قدموں کی چاپ پر میرے پیچھے لگے ہوئے تھے اور غالباً چند آدمی اسی خلا میں سے نیچے کود گئے تھے۔ میں ایک عجیب سی راہداری میں دوڑتا رہا اور اس کے بعد قلعے کے عقبی حصے میں نکل آیا۔ یہاں بھی مجھے دو آدمی نظر آئے جو میرے بالکل قریب پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے بیک وقت مجھ پر چھلانگیں لگائی تھیں۔ غالباً مجھے ہلاک کرنے کے بجائے وہ زندہ گرفتار کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے لیکن یہاں وہ دھوکا کھا گئے۔ میں نے جھکائی دے کر انہیں اپنے اوپر سے گزار دیا۔ اور اب اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا کہ میں ان سے بہترین مقابلہ کروں چنانچہ میں نے فوراً ہی اپنی جگہ سے گھوم کر ایک لات چلائی اور یہ لات اتنی شاندار تھی کہ اس شخص کا پورا چہرہ میری زد میں آ گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اچھلا اور دیوار سے جا ٹکرایا لیکن دوسرے آدمی نے عقب سے مجھے پکڑ لیا۔ میں نے فوراً ہی زمین پر بیٹھ کر اسے ایک بار پھر اپنے شانے پر لاد کر نیچے دے مارا اور اس کے ساتھ ہی پوری قوت سے میں نے اپنا پاؤں اس کے سینے پر دے مارا۔ اس کے حلق سے دلخراش چیخ نکلی۔ میں نے دوسرا پاؤں اس کے منہ پر جمایا اور پوری قوت سے اپنا پاؤں دبایا۔ پتا نہیں اس کے چہرے پر کیا کیا ٹوٹ پھوٹ ہوئی تھی لیکن وہ ایڑیاں رگڑنے لگا تھا۔ جبکہ دیوار سے ٹکرانے والا سنبھل کر کھڑا ہو رہا تھا۔ اور اس نے اپنی سب مشین گن سیدھی کر لی تھی لیکن اس سے پہلے کہ گولیوں کی باڑھ مجھے چاٹ جاتی، میں نے زمین پر لوٹ لگائی اور دوسرے آدمی کی مشین سنبھال لی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے پھر اپنی جگہ چھوڑی اور فوراً ہی اس شخص کا نشانہ لے کر مشین گن سے فائرنگ شروع کر دی۔ وہ شخص میری گولیوں کا شکار ہو گیا تھا جبکہ نیچے گرا ہوا آدمی پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔

مجھے اندازہ تھا کہ باقی افراد نے اس جگہ ہونے والی کارروائی کی آواز سن لی ہو گی۔ چنانچہ میرے لیے یہ ضروری تھا کہ میں یہاں سے فرار ہو جاؤں۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر ایک ڈھلان کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ بھی ایک پتھریلی ڈھلان تھی جو آگے جا کر سیڑھیوں کی شکل میں تبدیل ہو گئی تھی۔ میں ان سیڑھیوں پر اوپر چڑھتا چلا گیا۔ اور ایک بار پھر اسی جگہ پہنچ گیا جہاں سے ابھی ابھی تھوڑی دیر پہلے نیچے گیا تھا۔ یہاں پھر مجھے ان لوگوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ وہ آدمی سامنے ہی نظر آئے تھے اور میں نے ان پر سب مشین گن سے فائر کھول دیا تھا۔ قلعے میں خوفناک آوازیں اُبھر رہی تھیں۔ گولیوں کی آوازیں اس طرح پورے قلعے میں گونج رہی تھیں، جیسے باقاعدہ دو فوجیں آپس میں اُلجھ پڑی ہوں۔ وہ لوگ بھی گولیاں چلا رہے تھے اور میرے اطراف میں پتھروں کی کرچیاں اڑ رہی تھیں۔ لیکن یہ جگہ مجھے محفوظ نہیں محسوس ہوئی اگر عقب سے وہ لوگ آ جاتے تو یقینی طور پر بآسانی مجھے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گھسیر لیا جاتا۔ اس لیے ایک بار پھر میں نے لوٹ لگائی اور زمین پر لوٹتا ہوا دور نکل گیا پھر کھڑے ہو کر سیدھا بھاگا۔ مجھے اندازہ ہی نہیں ہو پا رہا تھا کہ میں کس سمت جا رہا ہوں۔ کچھ دیر دوڑنے کے بعد میں ایک بار پھر سیدھا ہوا اور میں نے ان لوگوں کا نشانہ لینا شروع کیا جو سامنے نظر آ رہے تھے۔ دو آدمی اور میری گولیوں کا شکار ہو گئے اور اس کے بعد پھر وہی سلسلہ۔ اب وہ بڑے منظم طریقے سے اور احتیاط سے پوزیشن لے لے کر مجھ پر گولیاں چلا رہے تھے۔ بہت دیر تک میں ان کا مقابلہ کرتا رہا۔ اور اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ سب مشین گن خالی ہو گئی ہے۔ میرے پاس مزید ایمونیشن نہیں تھا اس لیے میں نے اسے پھینک دیا۔ اور اس انتظار میں رہا کہ مجھے موقع ملے تو اس جگہ پہنچ جاؤں جہاں وہ مردہ افراد پڑے ہیں۔ ان کے ہتھیار یقیناً میرے کام آ سکتے تھے۔ میں نے اس جگہ کا تعین کیا اور ایک بار پھر اپنی جگہ چھوڑ دی۔

وہ لوگ مسلسل گولیاں برسا رہے تھے اور میرے اندر ایک کھلاڑی کی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ میں بھول گیا تھا کہ صورتحال کیا ہے۔ میرے دشمنوں میں سے جن کی تعداد بارہ کے قریب تھی، چار میرا شکار ہو چکے تھے۔ باقی آٹھ افراد باقی تھے۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کب اور کس وقت ان کی کوئی گولی مجھ تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتی۔ میں نیچا اترا اور خوامخواہ کسی آوارہ روح کی طرح بھٹکتا رہا۔ مجھے ایک مردہ جسم کی تلاش تھی۔ میں نے ان لوگوں کو جہاں جہاں تلاش کیا تھا وہ جگہ بھی اب علم میں نہیں آ رہی تھی، لیکن اب کچھ خاموشی سی طاری ہو گئی تھی۔ وہ لوگ غالباً مجھے دبے قدموں آگے بڑھ کر تلاش کر رہے تھے، اس کا اندازہ انہیں ہو چکا تھا کہ میرے پاس گولیوں کا ذخیرہ ختم ہو چکا ہے اور اب میں ان پر فائر نہیں کر سکوں گا۔ چنانچہ وہ مجھے زندہ ہی پکڑنے کی کوشش میں مصروف تھے یا پھر کسی ایسی جگہ مجھ پر حملہ کرنا چاہتے تھے، جہاں سے انہیں اطمینان ہو کہ وہ مجھے مار لیں گے۔ دو منٹ تین منٹ، چار منٹ اور پانچ منٹ گزر گئے لیکن نہ مجھے اپنے اطراف میں کوئی آواز سنائی دی اور نہ کوئی گولی چلی یکایک یہ تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ لوگ یہاں سے روانہ ہو گئے ہیں۔ البتہ اچانک ہی مجھے اچھلنا پڑا۔ کیونکہ میں نے لینڈ روور کی مشین اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی کچھ انسانی آوازیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہوا ہے۔ لیکن پھر اچانک ہی مجھے حملے کا سا انداز نظر آیا جہاں ایک بڑا سا روشندان بنا ہوا تھا۔ میں دوڑتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا اور روشندان سے باہر جھانکنے لگا۔ لیکن اس طرف کچھ نظر نہیں آیا تھا۔ تب میں واپس پلٹا اور قلعے کے دوسرے حصے سے ہوتا ہوا، کسی قدر بلندی پر پہنچ گیا اور یہاں سے میں نے وہ عجیب و غریب منظر دیکھا جو میرے لیے پریشان کن بھی تھا اور ایک طرح سے اطمینان بخش بھی۔ لینڈ روور ڈھلان پر نیچے جا رہی تھی اور وہ لوگ اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ غالباً بدحواس ہو گئے تھے اور ڈھلان پر اپنا توازن نہیں سنبھال پائے تھے جس کی وجہ سے وہ دوڑتی ہوئی لینڈ روور پر فائر نہیں کر پا رہے تھے ورنہ اگر وہ کوشش کرتے تو اسے راستے ہی میں مار لیتے۔ لینڈ روور ——— یقینی طور پر ویلیسا نے نیچے اتاری تھی اور اسی جگہ سے وہ نیچے اتر رہی تھی جہاں ہم نے اسے کھڑا کیا تھا۔ گویا ویلیسا بھاگ نکلی تھی۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی تھیں۔ یا تو وہ میری طرف سے ان کی توجہ ہٹانا چاہتی تھی یا پھر خوفزدہ ہو کر یہاں سے نکل جانے ہی کے چکر میں تھی۔ اگر پہلی بات درست تھی تو میں اسے ایک پرایثار لڑکی کہہ سکتا تھا جس نے میری زندگی بچانے کے لیے اپنی زندگی خطرے میں ڈال دی تھی اور اگر دوسری بات تھی تو پھر میرے لیے انتہائی پریشان کن کیونکہ اگر لینڈ روور یہاں سے نکل جاتی تو میری واپسی کا کیا ذریعہ ہوتا؟۔ وہ لوگ کسی نہ کسی طرح ڈھلان تک پہنچ گئے۔ لینڈ روور اس دوران کافی دور نکل گئی تھی۔ ڈھلان کے اختتام تک پہنچ کر انہوں نے اپنی گاڑیاں سنبھالیں اور دونوں ہی گاڑیاں اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئیں۔ میں نے ان پر آٹھ افراد کو سوار ہوتے دیکھا تھا۔ چار آدمی تو ہلاک ہو چکے تھے۔ غالباً ان لوگوں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ میں ہی ہوں جو نکل بھاگا ہوں لیکن ویلیسا۔ ویلیسا۔

میں ادھر دیکھتا رہا۔ دونوں جیپیں اور لینڈ روور تھوڑی دیر کے بعد میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھیں۔ یہ یقین تو مجھے ہو چکا تھا کہ اب یہاں پانچ لاشوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ چار لاشیں آنے والوں کی اور ایک مسٹر مارٹن ہوپ کی جو مجھے یہاں بلا کر مجھ سے پہلے کہیں اور جا چکے تھے۔ چنانچہ اب اندر سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ صرف یہ احساس تھا کہ ویلیسا کس حد تک کامیاب ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ بھی مشکل ہی نظر آ رہا تھا۔ اب تو گاڑیوں کی آواز بھی کانوں سے اوجھل ہو چکی تھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے میں وہیں بیٹھا یہ انتظار کرتا رہا کہ یا تو جیپیں واپس آتی ہیں یا ویلیسا کی لینڈ روور۔ لیکن باقی وقت بھی گزرتا چلا گیا۔ اور کوئی بھی واپس نہیں آیا۔ میری پریشانیاں عروج کو پہنچ رہی تھیں اب شام جھکنے لگی تھی اور سورج ڈھل رہا تھا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ

ویلیسا یا تو ان کے ہاتھ لگ گئی یا پھر ——— یا پھر نکل جانے میں کامیاب ہو گئی۔ مگر اسے واپس آنا چاہیے۔ کم از کم وہ میرے بارے میں وہاں جا کر اطلاع تو دے سکتی ہے۔ چنانچہ اب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ یہیں انہی کھنڈرات میں انتظار کروں۔ پھر ان لوگوں کا خیال آیا جو میرے ہاتھوں ہلاک ہو چکے تھے اور میں ان کی تلاش میں نکل پڑا۔ وہ دو آدمی تو میرے علم میں تھے جنہیں میں نے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کیا تھا۔ باقی دو گولیوں کا شکار ہوئے تھے۔ ان دونوں کے قریب پہنچ کر میں نے ان کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ کوئی اندازہ نہیں ہو پایا تھا۔ نہ ہی ان کے لباس کی تلاشی میں کوئی ایسی چیز دستیاب ہوئی تھی جو میرے لیے کارآمد ہوتی البتہ فالتو گولیاں اور سب مشین گنیں اب کافی جمع ہو گئی تھیں۔ میں نے انہیں ——— احتیاط سے ایک جگہ جمع کر لیا۔ تاکہ اگر کوئی مشکل پیش آئے تو میں اسے استعمال کر سکوں اور پھر اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے کسی ایسی جگہ کی تلاش بھی شروع کر دی جو بلند ہو اور جہاں میں اپنی مورچہ بندی کر سکوں۔ قلعے میں ایسی کسی جگہ کی کمی نہ تھی۔ میں نے ایک ایسی جگہ منتخب کر لی۔ بہت عمدہ اور چھوٹی سی جگہ تھی جہاں میرے سر پر چھت بھی تھی اور دور دور تک نظارہ کرنے کے لیے انتظامات بھی۔ کافی وقت یہاں گزارا۔ رات ہونے لگی تھی۔ اب میرا غصہ عروج پر تھا۔ اب مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ ویلیسا اپنی جان بچانے کے لیے لینڈ روور لے کر بھاگ گئی تھی۔ راستے میں اس پر کیا بیتی، یہ مجھے نہیں معلوم تھا۔ جہنم میں جائے کسی کے بارے میں بہت زیادہ سوچنا بھی بے معنی ہی ہوتا ہے۔ رات کو نیچے اترا اور ٹٹولتا ہوا اس جگہ تک پہنچا جہاں مسٹر مارٹن ہوپ کا قیام تھا۔ بسکٹوں کا ایک ڈبہ اور دن کی بچی ہوئی کافی اس وقت کی خوراک ثابت ہوئی۔ اور میں کھانے پینے کے بعد واپس اسی جگہ پہنچ گیا جہاں میں نے قیام کیا تھا یہ جگہ میرے خیال میں ان کھنڈرات میں بہترین تھی کیونکہ یہاں محفوظ رہا جا سکتا تھا۔ اور اگر رات کی تاریکی میں کوئی کھنڈر میں داخل ہونے کی کوشش بھی کرے تو یقینی طور پر مجھے تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ وہیں سکڑ کر لیٹ گیا۔ سب کچھ جہنم میں جھونک دیا تھا۔ رات گئے تک اس بات کو سوچتا رہا کہ اب یہاں سے شہر تک پہنچنے کا کیا بندوبست ہو سکتا ہے۔ اگر اس کچے راستے کو عبور کر کے میں سڑک پر پہنچنے کی کوشش بھی کرتا تو یہ ایک مضحکہ خیز خیال محسوس ہوتا تھا کیوں جتنا فاصلہ مجھے کچے راستے پر طے کرنا پڑا تھا۔ اس کا اندازہ میرے سوا اور کس کو ہو سکتا تھا؟ لیکن آخر یہ فورٹ لائن ہے کیا چیز؟۔ اس کے آس پاس کیا ہے؟۔ مسٹر مارٹن ہوپ کو کس نے قتل کیا ہے؟۔ وہ لوگ کون تھے جو یہاں کھنڈرات میں آئے تھے اور پھر فرار ہو گئے تھے۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ نجانے کس وقت نیند آنکھوں میں آ بسی اور میں گہری نیند سو گیا۔ اس وقت غالباً صبح ہونے میں کچھ ہی دیر باقی تھی۔ جب آنکھ کھل گئی۔ اور یہ آنکھ گولیاں چلنے کی آوازوں سے کھلی تھی۔ زبردست فائرنگ ہو رہی تھی۔ لیکن آواز کہیں دور سے آ رہی تھی۔ ابتدا میں تو سویا ہوا ذہن صورتحال کو سمجھ ہی نہ پایا لیکن جب اندازہ ہوا تو میں نے فوراً اپنے قریب رکھی سب مشین گن اٹھائی اور دور دور تک نگاہیں دوڑانے لگا۔ میں نے کافی فاصلے پر مغربی حصے میں چنگاریاں اڑتی ہوئی دیکھیں چنگاریوں کا یہ سفر یقیناً گولیوں کا سفر تھا۔ اور دیکھتے ہوئے انگارے ایک دوسرے کی جانب لپک رہے تھے۔ غالباً کسی میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ اور اس وقت میں اس جھگڑے میں قطعی طور پر مداخلت نہیں کر سکتا تھا۔ ہو سکتا ہے ویلیسا انہی اطراف میں موجود ہو۔ میں نے اس جگہ کو البتہ نگاہوں میں رکھ لیا۔ روشنی آہستہ آہستہ پھوٹنے لگی۔ فائرنگ تھوڑی دیر کے بعد بند ہو گئی۔ اور پھر کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ میں اب اس کے بعد سونے کی تو کوشش کر ہی نہیں سکتا تھا چنانچہ خاموش بیٹھا ہوا دھوپ لگا ہیں جماتے رہا۔ بعد میں کوئی تحریک محسوس نہیں ہوئی تھی۔ پھر رفتہ رفتہ ماحول نمایاں ہونے لگا اور دن پوری طرح نکل آیا۔ میں ایک گہری سانس

ایک ایسے شخص کی آپ بیتی جسے بے پناہ قوتیں حاصل تھیں
عمران ڈائجسٹ کا چونکا دینے والا سلسلہ
پُراسرار علوم کا ماہر
اب کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے
کچھ لوگ دنیا میں ایسے آتے ہیں جن کے پاس بے پناہ قوتیں ہوتی ہیں۔ شاید وہ ہمارے درمیان ہی کہیں ہوتے ہیں
مکتبہ عمران ڈائجسٹ ۳۷ اردو بازار کراچی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لے کر اپنی جگہ سے اٹھا۔ سب مشین گن سنبھالی، فالتو گولیاں جیبوں میں ٹھونسیں اور پوری طرح مسلح ہو کر وہاں سے باہر نکل آیا۔ کھنڈرات میں اب تعفن پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ یہ تعفن پہلے مارٹن ہوپ کی لاش سے اٹھ رہا تھا اور تھوڑا سا وقت مزید گزر گیا تو پھر وہ چاروں لاشیں بھی سڑنے لگیں گی۔ لیکن اب مجھے کسی شے سے دلچسپی نہیں تھی۔ البتہ میں انہی مغربی ڈھلانوں کی جانب اترا تھا۔ جہاں میں نے صبح ہونے سے پہلے ہنگامہ ہوتا ہوا دیکھا تھا۔ اس جگہ پہنچ کر صورتحال کا جائزہ لینا چاہتا تھا چنانچہ میں خاموشی سے آگے بڑھتا رہا اور اس طرح کافی دور نکل آیا۔ اب کوئی صحیح فیصلہ کرنا تو مشکل کام تھا۔ ہاں اگر اس ہنگامہ خیزی میں کوئی گاڑی وغیرہ ہاتھ لگ جائے تو کچھ جان پڑ جائے۔ اس طرح یہاں سے نکلنے کی امید ہو سکتی ہے ورنہ اگر پیدل سفر کرنے کا ارادہ کیا تو احمق کے علاوہ اور کچھ نہ کہلاؤں گا۔

میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ تقریباً ڈھائی فرلانگ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں ایک جھیل سی نظر آ رہی تھی۔ پانی چمکتا ہوا صاف دکھائی دے رہا تھا۔ سورج بھی بلند ہو گیا تھا۔ اور میں جھیل کے کنارے آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا۔ پرندوں کا شور بہت زیادہ بلند ہو رہا تھا۔ لیکن اطراف میں کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ ہاں تھوڑے ہی فاصلے پر مجھے ایک گاڑی نظر آئی۔ یہ بھی ایک جیپ تھی۔ بہت عمدہ اور شاندار قسم کی جیپ۔ اور میری خوشی سے باچھیں کھل گئیں۔ اسی کے چکر میں تو یہاں آیا تھا۔ بے مشین گن میرے ہاتھ میں تھی اور کسی بھی لمحہ میں کسی بھی خطرے سے نمٹنے کے لیے تیار تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میں جیپ کے قریب پہنچ گیا۔ اور متجسس نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جیپ کی چابی کا مسئلہ تھا۔ یہ چابی پتا نہیں کہاں ہو گی؟۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں عجیب خیالات آنے لگے۔ اگر چابی نہ ملی تو کیا ہو گا میں اسے کہاں تلاش کرتا پھروں گا؟۔ ویسے رات کو جو فائرنگ ہوئی تھی، اس کے کچھ نتائج تو سامنے ہونے چاہیے تھے اور ان نتائج کو حاصل کرنے کے لیے مجھے تھوڑا سا فاصلہ طے کرنا ہو گا چنانچہ سمت کا تعین کر کے آگے بڑھنے لگا۔ ادھر کچھ نہیں ملا تھا۔ تقریباً دو سو گز کے دائرے میں، میں نے چکر لگانے شروع کر دیئے۔ اور مجھے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ کوئی انسانی لاش یہاں موجود نہیں تھی البتہ ایک جگہ کچے راستے پر ٹائروں کے نشانات نظر آ رہے تھے۔ اور یہ ٹائروں کے نشانات بغور دیکھنے سے اندازہ ہوا کہ ایک گاڑی نہیں بلکہ کئی گاڑیاں تھیں۔ یہ جیپ ان جیپوں میں سے بھی نہیں تھی جنہیں میں نے کھنڈرات کی سمت آتے ہوئے دیکھا تھا۔ کچھ اور ہی چکر تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ ولیسا اس طرف نہیں آئی۔ حالانکہ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں یہ خیال بھی گزرا تھا ہو سکتا ہے کہ ولیسا انہی اطراف میں انہیں چکر دیتی پھر رہی ہو۔ فرض کیا جائے اگر ولیسا ایلیٹ روور لے کر نکل بھی گئی ہے تو وہ جیپیں ہونی چاہئیں جو میں نے کھنڈرات کے آس پاس دیکھی ہیں۔ لیکن یہ بات میں دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ یہ جیپ ان جیپوں میں سے نہیں تھی۔ آخر جیپ والے کہاں جا مرے اور اسے چھوڑ کر کیوں بھاگ گئے۔ اگر دوسری گاڑیوں میں بھی وہ لوگ چلے گئے ہیں تو گاڑیاں کدھر گئی ہیں؟۔ ایک بار پھر بے بسی اور مایوسی کا حملہ ہو رہا تھا۔ درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ دفعتاً ہی مجھے درختوں کے جھنڈ میں سرسراہٹ محسوس ہوئی اور میں نے پلٹ کر دیکھا تو ایک پستول کی نال کو اپنی جانب اٹھے ہوئے پایا۔ وہ نال جس ہاتھ میں تھی وہ جھاڑیوں سے اوپر ابھرا ہوا تھا۔ اور ایک لمحے میں یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ نرم و نازک جسم سے منسلک ہے۔ تبھی ایک غراتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔

"خبردار! اگر تم مجھ پر فائرنگ کرو گے تو میں بھی تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔ دونوں ہی مارے جائیں گے اس لیے بہتر ہے کوئی سمجھوتہ کر لو۔" نسوانی آواز تھی اور اجنبی بھی۔ میں نے سب مشین گن نیچے جھکا دی اور پھر بولا۔

"باہر نکل آؤ۔ میں تمہیں ہلاک نہیں کرنا چاہتا۔" اس نسوانی آواز کو سن کر میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کم از کم ولیسا کی نہیں ہے۔ پھر یہ کون ہو سکتا ہے۔ اس نے پھر کہا۔

"سب مشین گن ایک طرف ڈال دو۔ ورنہ۔ ورنہ نقصان اٹھا جاؤ گے۔ میں انتظار نہیں کر سکتی۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر سب مشین گن ایک سمت ڈال دی۔ کم از کم وہ سامنے تو آئے۔ اس کے بعد جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ سب مشین گن ایک طرف پھینک دینے کے بعد اسے کچھ اطمینان سا ہوا پھر آہستہ آہستہ اس نے اپنے جسم کو جھاڑیوں کی آڑ سے ابھارا اور اس کے بعد جو کوئی میرے سامنے آیا، اسے دیکھ کر میرے ذہن میں ہزاروں

خیالات ابھر آئے تھے۔ وہ ایک نوجوان لڑکی تھی پتلون اور جیکٹ میں ملبوس اس کے بال کھلے ہوئے تھے اور لباس پر جگہ جگہ مٹی لگی ہوئی تھی۔ پیٹ کے پاس سے لباس خون سے تر ہو رہا تھا لیکن لڑکی کے انداز سے بے پروائی کا اظہار ہو رہا تھا جیسے وہ اپنے جسم پر لگے ہوئے زخموں کو بالکل محسوس نہ کرتی ہو یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خون اس کا اپنا نہ ہو بلکہ رات کے ہنگاموں کا نتیجہ ہو۔ پستول اس نے اب بھی سیدھا کیا ہوا تھا۔ میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"تم احمق بھی ہو اور بدتمیز بھی۔ کیا سب مشین گن اس قابل نہیں تھی کہ میں اس کی گولیاں تمہارے جسم پر خالی کر دیتا؟ میں نے تم سے تعاون کیا ہے اور تم مجھ پر مسلسل پستول تانے ہوئے ہو۔"

وہ کرخت نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ ویسے میں نے بھی اس کا بھرپور جائزہ لے لیا تھا اور دل ہی دل میں ہنس رہا تھا کہ ولیسا کا نعم البدل کس طرح مل گیا ہے۔ غالباً اس نے میرے الفاظ پر غور کیا۔ چند لمحات کشمکش کا شکار رہی اور اس کے بعد پستول نیچے کر لیا۔ پھر اٹھنے کی کوشش کرنے لگی اور کھڑی ہو گئی۔

"تمہارا کہنا درست ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم میرے دشمنوں میں سے نہیں ہو۔" میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے اس سے کہا۔

"کیا تم زیادہ زخمی ہو؟"

"نہیں کوئی ایسی۔ خاص بات نہیں البتہ بھوکی ہوں۔ سخت بھوکی ہوں۔" اس نے کہا اور میں اسے گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"وہ جیپ تمہاری ہے؟"

"ہاں۔"

"کچھ کھانا چاہتی ہو؟"

"کیا یہ ممکن ہے؟" اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"ہاں لیکن اس کے لیے تمہیں ان کھنڈرات تک کا سفر کرنا پڑے گا۔" میں نے انگلی سے فورٹ لائن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور وہ پھر مجھے دیکھنے لگی جیسے میرے ذہن کی گہرائیوں میں اترنا چاہتی ہو۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"لڑکی۔ میں فورٹ لائن ہی میں موجود تھا۔ وہاں سے میں نے صبح ہونے سے پہلے اس طرف گولیاں چلتے ہوئے دیکھیں۔ اس وقت تو میں اس جانب آنے کی ہمت نہیں کر سکا لیکن اب صورتحال معلوم کرنے آیا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو۔ ہاں اگر میں تمہاری کچھ مدد کر سکا تو مجھے خوشی ہو گی۔"

لڑکی نے دو قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اگر تم اس وقت مجھے صرف کھانے کے لیے کچھ مہیا کر سکو تو میں تمہاری احسان مند ہوں گی۔"

"آؤ پھر۔ کیا تمہاری جیپ میں پٹرول موجود ہے؟"

"ٹینک بھرا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ پٹرول کا پیرل پیچھے بندھا ہوا ہے جو منہ تک بھرا ہوا ہے جو تم دیکھ سکتے ہو۔"

میں نے اسے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ پستول اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ میں نے سب مشین گن کے قریب پہنچ کر اسے اٹھایا اور گردن گھما کر لڑکی کی جانب دیکھا۔ وہ بری طرح ذہنی کشمکش کا شکار نظر آ رہی تھی۔ تب میں نے سب مشین گن لیے ہوئے اس کے قریب پہنچا اور میں نے اسے اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اگر یہ تمہارے ہاتھ میں ہو گی تو تم انسان رہو گی۔ کیا سمجھیں؟ چلو آؤ۔"

میں نے سب مشین گن بھی اس کو دے دی اور سب مشین گن ہاتھ میں لینے کے بعد میں نے اس کے چہرے پر کافی حد تک اطمینان کے آثار دیکھے۔ غالباً وہ اب کسی حد تک مطمئن ہو گئی تھی۔ میں نے اس سے جیپ کی چابی طلب کی تو اس نے اپنے لباس سے چابی نکال کر مجھے دے دی اور میں نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ جیپ آہستہ آہستہ فورٹ لائن کی جانب بڑھنے لگی۔ اس نے کچھ دیر کے بعد کہا۔

"سنو۔ یہاں میرے دشمن کافی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کیا تم ان سے مقابلہ کر سکتے ہو؟" میں نے گردن گھما کر اسے دیکھا اور بولا۔

"عجیب احمقانہ بات ہے سب مشین گن اور پستول تمہارے پاس ہے، کیا تم اپنے دشمنوں کے سامنے مجھے نہتا لانا چاہتی ہو؟"

"نہیں نہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے۔ لو یہ سب مشین گن اپنے پاس رکھ لو۔ اب تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے وہی ہو گا۔"

"نہیں فی الحال اسے اپنے پاس ہی رہنے دو۔ ورنہ تمہارا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دماغ درست نہیں رہے گا۔ کوئی نظر آئے گا تو میں اسے دیکھ لوں گا۔"

اس نے ابھی تک مجھ سے میرے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔ نہ ہی میں نے اس سے اس کا نام پوچھا تھا۔ جیسے یہ سوچ رہا تھا کہ کیا یہ لڑکی ان لوگوں کی ساتھی ہو سکتی ہے۔ فی الحال یہی مناسب تھا کہ اسے کچھ کھلایا پلایا جائے اور اس کے بعد اس سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔ جان بوجھ کر میں نے جیپ کی رفتار بہت زیادہ تیز نہیں کی تھی تاکہ اسے جھٹکے نہ لگ سکیں۔ عجیب و غریب قسم کی لڑکی تھی۔ ویسے نڈر اور کافی صبر والی معلوم ہوتی تھی کیونکہ میں نے ابھی تک اس کے منہ سے ایک ہلکی سی کراہ بھی نہیں سنی تھی۔ جیپ کو میں فورٹ لائن کی ڈھلان پر چڑھا کر اوپر لے آیا۔ اور اسے صدر دروازے سے تھوڑا سا ہٹا کر کھڑا کیا۔ کیا کہا جا سکتا تھا کہ وہ لوگ جو لینڈ روور کے تعاقب میں ولیسا کے پیچھے نکل گئے تھے، دوبارہ ادھر واپس آنے کی کوشش کریں۔ لیکن اب جب یہ صورتحال پیش آ ہی گئی تھی تو سب کچھ سوچنا بے کار تھا۔ میں نیلا ہٹوں کے زیر اثر آ چکا تھا۔ اور میرے ذہن پر شدید جھلاہٹ سوار تھی۔ یہ سب کچھ میری معلومات کے بالکل برعکس تھا اور وہ نہیں ہو سکتا تھا، جو مجھ سے کہا گیا تھا، اس لیے میں نے بھی ہر پابندی ذہن سے جھٹک دی تھی۔ یہ سارے کے سارے لوگ خوامخواہ مجھ سے کھیلتے ہیں۔ شہباز احمد صاحب سے اس بار ذرا سخت انداز میں گفتگو ہوگی بشرطیکہ مجھے یہاں سے نکلنے کا موقع مل سکے۔ الماس میں صاف صاف کہہ دوں گا کہ اب میں کسی ایسے مسئلے پر کام کرنے کے لیے قطعی تیار نہیں ہوں جس کے بارے میں مجھے تفصیل نہیں بتائی جا سکتی۔ بھلا یہ بھی کوئی طریقہ کار ہے۔ انسان اپنے ذہن سے کچھ کر بھی نہیں سکتا۔ اور کسی بھی لمحے غفلتوں کا شکار ہو کر موت کی آغوش میں پہنچ جائے۔ اب میں انہیں اپنی زندگی سے کھیلنے کا موقع تو نہیں دے سکتا تھا۔ بالآخر میں اس جگہ پہنچ گیا، جہاں مارٹن ہوپ کا سامان رکھا ہوا تھا۔ لڑکی نے دلچسپ نگاہوں سے یہ سامان دیکھا اور پھر میری طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"اس کا مقصد ہے کہ تم کافی دن سے یہاں موجود ہو؟"

"کافی پیو گی؟" میں نے سوال کیا۔

"آہ کافی۔ مجھے تو یہاں بہت کچھ نظر آ رہا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں۔ کافی بنائی اور اس کی پیالی اسے دی۔

"میں اور بھی پیوں گی۔ میرے لیے بچا کر رکھنا۔" اس نے بسکٹوں کے ڈبے بے صبری سے کھولتے ہوئے کہا۔ اور میں اسے جانوروں کی طرح کھاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ لڑکی جو کچھ بھی تھی لیکن کم از کم ایک انوکھی فطرت کی مالک محسوس ہوتی تھی بہت ہی نڈر بے باک اور اعصابی طور پر مضبوط۔ بہرطور وہ کھاتی رہی۔ میں نے بھی کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھر لیے تھے۔ شکم سیر ہونے کے بعد اس نے کئی گہری گہری سانسیں لیں اور پھر میری طرف دیکھ کر مسکرائی میں نے اس کے چہرے کا پہلے بھی جائزہ لے لیا تھا۔ دلکش اور پرکشش تھی خصوصاً اس کی یہ مسکراہٹ مجھے بہت ہی اچھی لگی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"جب پیٹ بھر جاتا ہے تو انسان کا دل چاہتا ہے کہ وہ گہری نیند سو جائے۔ لیکن کیا تم اس بات پر یقین کرو گے۔ کہ مجھے پانچ راتیں گزر چکی ہیں اور میں سوئی نہیں۔"

"چاہو تو سو جاؤ۔"

"نہیں بالکل نہیں، مجھے عادت ہے۔ تم اطمینان رکھو۔ میں بے ہوش نہیں ہوں گی۔"

"اگر تم بے ہوش ہو بھی جاؤ تو میرے لیے بے اطمینانی کا کوئی جواز نہیں ہے۔" میں نے کہا اور وہ آہستہ سے ہنس پڑی پھر بولی۔

"چلو اب رسمیات ہو جائیں۔"

"مطلب؟"

"مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔ میں تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گی۔"

"کیا یہ ضروری ہے؟" میں نے سوال کیا اور وہ مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"تمہاری مرضی ہے اگر تعارف حاصل نہ کرنا چاہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

"تمہارے جسم پر زخم ہے، جیکٹ اتار دو۔ میں زخم دیکھ کر تمہاری بینڈیج وغیرہ کرنے کی کوشش کروں گا۔"

میں نے مارٹن ہوپ کے سامان کے ساتھ فرسٹ ایڈ باکس بھی دیکھا تھا اور اس وقت وہ لڑکی کے کام آ سکتا تھا۔ وہ آہستہ سے ہنس پڑی پھر اس نے کہا۔

"نہیں چھوٹے موٹے زخموں کی مجھے زیادہ پروا نہیں

ہوتی۔"

"بہت نڈر بننے کی کوشش کر رہی ہو۔ احمقانہ حرکت مت کرو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔"

میرے ان الفاظ پر اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا ہو گئے۔ اس نے کہا۔

"میں نے زندگی میں کسی کے احکامات پر عمل نہیں کیا۔"

"تو پھر جہنم میں جاؤ۔" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ سب مشین گن اس کے قریب ہی رکھی ہوئی تھی۔ اس کا پستول بھی اس کے پاس موجود تھا۔ میں نے ایک دیوار سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ چند لمحات خاموشی طاری رہی پھر اس نے کہا۔

"تم میری بات کا برا مان گئے؟"

"یہ بتاؤ میں تمہارے لیے اور کیا کر سکتا ہوں؟"

"اگر کر ہی سکتے ہو تو پھر یہاں سے چلو۔ مجھے ایک مخصوص جگہ پہنچنا ہے وہاں تک پہنچانے میں میری مدد کرو اور سنو برا مت مانو۔ میری بات کاٹیں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔ ویسے میرا نام ریٹا فریڈ مین ہے میرا ساتھی جم ہوسٹن ہے۔ ہم دونوں بچھڑ گئے ہیں۔ دراصل جم ہوسٹن ہیروں کا بیوپاری ہے۔ اور مال ادھر سے ادھر کرتا رہتا ہے۔ اب یہ بات تم سے چھپانا تو بالکل ہی بے مقصد ہو گا کہ ہم لوگ کیا ہیں؟ اصولی طور پر مجھے یہ نہیں بتانا چاہیے تھا لیکن میں اپنے اور تمہارے درمیان اعتماد قائم کرنا چاہتی ہوں۔ جم ہوسٹن ہی ہیرے لے کر یہاں آیا تھا۔ اور یہاں اسے ان ہیروں کا سودا کرنا تھا لیکن وہ ہیروں کے اسمگلر بددیانت نکلے اور انہوں نے مجھے اور جم ہوسٹن کو قتل کرنے کی کوششیں شروع کر دیں تاکہ ہیرے ہمارے قبضے میں نہ رہیں اور ان کے قبضے میں پہنچ جائیں۔" میں خاموشی سے برا سا منہ بنائے یہ کہانی سنتا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"اور اب تم اپنے بارے میں بھی بتا دو۔"

"تم مجھے صرف شاہ کہہ کر مخاطب کر سکتی ہو۔"

"شاہ۔" اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔ میرا چہرہ دیکھتی رہی اور اس کے بعد خاموشی اختیار کر لی۔ عجیب بدلتی ہوئی کیفیات کی مالک لڑکی تھی۔ اس نے مجھ سے میرے بارے میں مزید کچھ نہیں پوچھا۔ کچھ دیر سوچتی رہی پھر دفعتاً چونک کر بولی۔

"مگر تم یہاں اس کھنڈر میں کیا کر رہے تھے؟"

"بہت دیر کے بعد خیال آیا تمہیں؟"

"ہاں بہت دیر کے بعد خیال آیا۔ آؤ، اگر برا نہ محسوس کرو تو میری مدد کرو۔ تمہیں میرے ساتھ ایک لمبا سفر کرنا ہو گا۔"

"کس حساب میں؟"

"میں کہہ رہی ہوں اس لیے۔ ہو سکتا ہے وہ لوگ یہاں پہنچ جائیں۔"

"وہ لوگ تعداد میں کتنے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"اوہ۔ میں نہیں جانتی۔ تم اٹھو، جو کچھ میں کہہ رہی ہوں، وہ کرو۔ ورنہ۔ ورنہ مجھے خود ہی یہاں سے جانا پڑے گا۔"

میں خاموش رہا۔ دفعتاً میں نے اس کی جانب چونک کر دیکھا۔ اس نے پستول سیدھی کر لی تھی اور اس کے بعد غراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"اٹھو یہاں سے اٹھ جاؤ۔"

"کیا مطلب ہے؟" میں نے حیرت سے منہ کھول کر کہا۔

"میں تمہیں تین گولیاں ماروں گی اور اس کے بعد یہ سامان سمیٹ کر یہاں سے نکل جاؤں گی۔ سمجھ رہے ہو ناں؟"

"یہ بدتمیزی میں برداشت نہیں کر سکوں گا!"

"ایک سیکنڈ میں اٹھ جاؤ ورنہ مجھ سے برا اور کوئی نہیں ہو گا۔"

میرے لیے اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں پہلے اس کا دماغ درست کر دوں۔ میرے اٹھنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے میں بہت بددلی کے عالم میں اٹھا ہوں لیکن دوسرے لمحے میرے سامنے رکھا ہوا ایک ڈبا پوری قوت سے اچھلا اور اس کے پستول والے ہاتھ پر پڑا۔ پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور میں نے ایک دم سے چھلانگ لگا کر اسے نیچے گرنے سے پہلے سنبھال لیا۔ لیکن لڑکی بھی معمولی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اس کا اندازہ تو مجھے پہلے ہی تھا۔ وہ پھرتی سے تڑپی اور اس نے میری ٹانگ پر سوئپ مارنے کی کوشش کی۔ لیکن اب میں اتنا کمزور بھی نہیں تھا کہ ایک لڑکی کی ضرب سے زمین پر جا پڑتا۔ میں نے اس کی ٹانگ اپنی ٹانگ پر روکی اور پلٹ کر اسے ٹانگوں سے پکڑ لیا۔ اور اس کے بعد اسے الٹا کر دیا۔ لیکن لڑکی بھی پھرتیلی تھی۔ وہ بل کھا گئی۔ اس کی ٹانگ میری گرفت میں تھی لیکن اس نے فوراً ہی سنبھال کر اپنا دوسرا پاؤں میری گردن پر مارنے کی کوشش کی۔ اگر میں خود ہی اسے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گرنے سے نہ روکتا تو وہ پیٹ کے بل گرتی اور اس کے بعد اس کے زخم کا بچانے کیا ہوتا۔ میں نے اسے سنبھال لیا اور لڑکی کو یہ اندازہ ہوگیا کہ اس کا واسطہ ایک فولادی انسان سے پڑا ہے۔ میں اسے ہاتھ میں لٹکائے دو منٹ کھڑا رہا پھر میں نے اس کی گردن پر اپنا دوسرا ہاتھ جما دیا اور اسے ہلکے سے دباتے ہوئے بولا۔

"اس کے بعد اگر تم نے اس قسم کی کوئی حرکت کی تو میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔"

وہ زمین پر پڑی مجھے دیکھتی رہی اور اس کے بعد اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ اب یہ ضروری تھا کہ سب مشین گن اس کے پاس سے ہٹالی جائے۔ اس کے انداز سے یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے اپنی بے بسی کا اعتراف کرلیا ہے۔ چنانچہ سب مشین گن اور پستول اپنے قبضے میں کرلینے کے بعد میں نے مارٹن ہوپ کا فرسٹ ایڈ بکس اٹھایا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ پھر میں نے خود اس کی جیکٹ کے بٹن کھولے۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا، جن میں احتجاج تھا۔ اس کے بعد خاموشی اختیار کرلی۔ میں نے اس کی جیکٹ اتاری اور اس کے زخم کو دیکھنے لگا۔ گولی ہی کا زخم تھا جو اس کی کمر سے رگڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔ میں نے اس کے زخم پر بینڈیج کردی۔ وہ خاموش بیٹھی رہی پھر میں اپنے کام سے فارغ ہوگیا تو اس نے اپنا لباس درست کرلیا۔ اب اس کے انداز میں کافی ڈھیلا پن نظر آتا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"سوری مسٹر شاہ — سوری۔"

"تمہارا دماغ خراب معلوم ہوتا ہے — یا پھر تم پانچ راتوں کی نیند کی وجہ سے پاگل ہوگئی ہو۔"

"ہاں مجھے احساس ہے۔ لیکن سنو میرے خیال میں یہاں سے نکل — چلنا بہتر ہوگا۔ کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ لوگ کب یہاں پہنچ جائیں۔ اور کم بخت جم ہوسٹن۔ اس کا بھی کوئی پتا نہیں ہے۔ عجیب بیوقوف انسان ہے۔ اسے میری فکر تو کرنی چاہیے تھی۔ آہ! کہیں وہ ان کے قبضے میں نہ آگیا ہو۔"

میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحات کے بعد میں کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"اٹھو آؤ — میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتا ہوں۔"

"کیا؟"

"تم چلنے پھرنے میں تکلیف تو نہیں محسوس کرتیں؟"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے تن کر کہا لیکن پھر فوراً ہی ڈھیلی پڑ گئی۔ کیونکہ اسے یہ احساس ہو گیا تھا کہ اب اس کا تناؤ بے کار ہے۔ وہ مجھ پر اپنی قوت آزما چکی ہے اور ناکام رہ چکی ہے۔ میں نے سب مشین گن ہاتھ میں اٹھالی اور اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرکے وہاں سے چل پڑا۔ کچھ ہی فاصلے پر پہنچنے کے بعد اس نے ناک سکوڑتے ہوئے کہا۔

"یہاں کچھ بدبو سی آرہی ہے — یہ بدبو کیسی ہے؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پہلے میں اسے مارٹن ہوپ کی لاش کے قریب لے گیا تھا۔ مارٹن ہوپ کی لاش دیکھ کر وہ بری طرح چونک پڑی۔

"اوہ مائی گاڈ۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"اسے جانتی ہو تم — ؟"

"نہیں بالکل نہیں۔"

میں نے گہری سانس لی اور اس کے بعد وہاں سے آگے کا اشارہ کیا۔ بعد میں میں نے اسے وہ چاروں لاشیں بھی دکھائیں جو میرا شکار ہوئی تھیں۔ اس کی آنکھیں شدتِ حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔

"ان لوگوں کو پہچانتی ہو؟"

"بالکل نہیں — مگر — مگر انہیں کس نے ہلاک کیا ہے؟"

اس بات کا میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دفعتاً ہی میرے کان کھڑے ہوگئے۔ مجھے کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی تھی۔ یہ آواز اس نے بھی سن لی تھی اور ایک دم چونک پڑی تھی۔

"وہ آگئے۔" اس کے منہ سے نکلا اور اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"پلیز — کیا تم یہ پستول مجھے دے سکتے ہو؟"

"نہیں آؤ۔" میں نے اسے سہارا دے کر آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد میں برق رفتاری سے جیپ تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ یعنی اس جیپ تک جو لڑکی کی تھی۔

ہم جیپ کے قریب پہنچے ہی تھے کہ دفعتاً ایک فائر ہوا۔ اور گولی میرے کان کے قریب سے گزر گئی۔ میں پھرتی سے نیچے بیٹھ گیا تھا۔ لیکن شاید ہم دونوں کو دیر ہو چکی تھی۔ ہمارے دشمن ہمارے بہت قریب پہنچ چکے تھے۔ اچانک ہی پتھروں کے ایک ڈھیر کے پیچھے سے ایک غراہٹ ابھری

اور کسی نے مجھ پر چھلانگ لگادی۔ انتہائی طاقتور بدن کا مالک وہ پھرتیلا آدمی میرے اوپر آگیا تھا اور میں اس کی ایڈ میں آکر زمین پر لوٹ لگا گیا تھا۔ لیکن دفعتاً ہی میرے اندر کی قوت بیدار ہوگئی۔ وہ مجھے زمین پر رگید رہا تھا۔ میں نے دو پاؤں جوڑے اور اس کے جسم کے نچلے حصے سے ان پر وار کیا۔ میرا یہ وار انتہائی کارگر ہوا۔ اس کے حلق سے ایک غراہٹ سی نکلی اور اس کے بعد اس نے یکے بعد دیگرے کئی گھونسے میرے چہرے پر رسید کردیئے لیکن مجھے موقع مل گیا۔ اور میں نے پوری قوت سے اس کے جسم کو پکڑ کر اٹھنے کی کوشش شروع کردی۔ ہم لوگ زمین پر لوٹ لگا رہے تھے۔ میں اسے زیر کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ لیکن جو کچھ وہ کرچکا تھا، اس کا بدلا اسے دینا ضروری تھا۔ میں نے پوری قوت سے ایک گھونسا اس کی ناک پر رسید کیا اور اس کے حلق سے قے قے کی آوازیں نکلنے لگیں۔ اس کے بعد میں نے اسے گریبان سے پکڑ کر اٹھایا اور دوسرے لمحے سر سے بلند کرکے پتھروں پر دے مارا۔ لڑکی تھوڑے فاصلے پر دہشت زدہ سی کھڑی ہمارے درمیان ہونے والی لڑائی دیکھ رہی تھی۔ وہ پھرتی سے جیپ کی جانب بڑھی اور جیپ میں جا بیٹھی۔ میں بھی اچھل کر اس کے پیچھے بیٹھ گیا تھا۔ اس بار لڑکی ہی نے جیپ نیچے اتاری تھی۔ وہ پوری قوت سے ڈھلان سے جیپ اتارتی ہوئی نیچے آگئی۔ لیکن سامنے ہی ہمیں ایک اور گاڑی نظر آئی تھی۔ اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ گاڑی ان ہی دونوں گاڑیوں میں سے ایک تھی، جنہوں نے رات کو ہم پر حملہ کیا تھا۔ اس گاڑی میں اس وقت بھی کافی آدمی سوار تھے۔ انہوں نے فوراً ہی فائرنگ شروع کردی۔ لڑکی نے جیپ کی رفتار بڑھادی تھی۔ وہ سیدھی چلی جارہی تھی اور جیپ بری طرح اچھل رہی تھی۔ راستہ بہت خطرناک تھا۔ اور وہ زخمی تھی۔ اگر ذرا سی لغزش ہوتی تو جیپ الٹ سکتی تھی لیکن لڑکی اس وقت اپنی تمام تر اعصابی قوتوں کا مظاہرہ کررہی تھی۔ اور بہترین مہارت کے ساتھ گاڑی چلا رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم نے سب مشین گن وہیں چھوڑ دی، کاش وہ تمہارے ساتھ ہوتی تو اس وقت وہ ہمارے کام آسکتی تھی۔"

"موقع ہی نہیں مل سکا اسے ساتھ لینے کا۔ لیکن کوئی بات نہیں ہے۔ تم آہستگی سے جیپ ڈرائیو کرو۔ اب جو کچھ بھی ہوگا، دیکھا جائے گا۔"

"نہیں۔ وہ ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔"

"گاڑی آگے بڑھاتی رہو۔" میں نے کہا اور لڑکی نے ایک بار پھر رفتار تیز کردی۔ لیکن ہمارا پیچھا کرنے والے بھی دیوانے ہی معلوم ہوتے تھے۔ وہ فاصلہ زیادہ نہیں ہونے دے رہے تھے۔ ساتھ ساتھ ہی وہ گولیاں بھی چلاتے جارہے تھے۔ پھر دفعتاً ہی ایک گہری کھائی ہمارے سامنے آگئی۔ اور لڑکی نے جیپ کے بریکوں پر پاؤں رکھ دیا۔ اس سے آگے جیپ کو بڑھانا خطرناک تھا۔ چونکہ کھائی کی ڈھلان خاصی ناہموار تھی اس وقت مجھے اپنا کام سرانجام دینا تھا۔ پیچھے سے آنے والے تھوڑی گہرائیوں میں تھے۔ اس لیے وہ ہمیں نہیں دیکھ سکے تھے۔ لیکن چند ہی لمحوں بعد وہ یہ فاصلہ عبور کرلیں گے۔ میں نے پھرتی سے اسے ڈرائیونگ سیٹ سے ہٹایا۔ جیپ کا انجن اسٹارٹ تھا اور وہ نیوٹرل گیئر میں تھی۔ میں نے فوراً ہی جیپ کا اسٹیئرنگ سنبھالنے کے بعد گاڑی آگے بڑھادی۔ لڑکی کے حلق سے ایک چیخ نکلی تھی اور اس نے اپنے آپ کو سامنے کے حصے سے ٹکرانے سے بچانے کے لیے پوری قوت سے دونوں ہاتھ سامنے رکھ لیے تھے۔ میں نے جیپ کو کھائی میں اتار دیا۔ یہ آسان کام نہیں تھا۔ کھائی بہت زیادہ ناہموار تھی لیکن میں اس میں جیپ دوڑا رہا تھا اور اس کے بعد ہم جب دوسرے کنارے پر پہنچے تو میں نے لڑکی سے کہا۔

"اپنے آپ کو سنبھالو۔" میں نے — ایسے ڈھلان دیکھ لیے تھے جہاں سے جیپ کو اوپر چڑھایا جاسکتا تھا اور درحقیقت یہ ڈرائیونگ کا کارنامہ ہی تھا کہ میں جیپ کو ایسے ناہموار ڈھلانوں سے اوپر لے گیا تھا۔ اوپر پہنچنے کے بعد میں نے اسے سیدھے راستے پر دوڑا دیا اور بہت دور جانے کے بعد ہم نے جیپ کو روک لیا لیکن اب ہم ان کے تعاقب سے بچ گئے تھے۔ کیونکہ وہ کھائی کی دوسری جانب کھڑے ہوئے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کررہے تھے کہ میری طرح اس کھائی کو عبور کرنے کی کوشش کی جائے یا نہ کی جائے۔ لیکن شاید ان میں سے کوئی میرے جیسا دیوانہ نہیں تھا چنانچہ انہوں نے — اپنی گاڑی کھائی میں نہیں ڈالی تھی اور وہیں سے فائرنگ کرتے رہے۔ لیکن اب ہم ان کی رینج سے بہت دور تھے۔ میں نے ایک لمحے کے لیے ان کا جائزہ لیا اور اس کے بعد جیپ وہاں سے بھی آگے بڑھا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دی۔ لڑکی خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر کسی قدر تکلیف کے آثار نظر آ رہے تھے۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ زخمی ہے۔ اور جیپ کے لگنے والے جھٹکوں نے اس کے زخم کو نقصان پہنچایا ہوگا۔ چنانچہ اب یہ ضروری تھا کہ کوئی ایسی جگہ تلاش کی جائے۔ جہاں ان لوگوں کا کوئی خطرہ نہ رہے۔ میں جیپ کو تیز رفتاری سے دوڑاتا رہا۔ اس نے بھی مجھ سے اس دوران کچھ نہیں کہا تھا۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک ایسی جگہ نظر آئی جہاں پانی بھی موجود تھا۔ غالباً کسی آبشار کا پانی بہتا ہوا اس سمت آیا تھا۔ اور یہاں سے ایک پتلی سی نالی کی شکل میں کہیں دور نکل جاتا تھا۔ اس نے میرے جیپ روکنے پر اطمینان کا اظہار کیا تھا۔ اور پھر خاموشی سے جیپ سے نیچے اتر آئی۔ پانی کے قریب پہنچ کر اس نے دونوں ہاتھ پانی میں ڈالے اور اپنے منہ کو بھگونے لگی۔ گردن اور چہرے پر کافی پانی ڈالنے کے بعد اس نے اپنی جیکٹ اتار دی۔ میں نے اس کے زخم کا اندازہ لگایا۔ اس پٹی پر جو میں نے اس کے زخم پر باندھی تھی۔ خون کی سرخی ابھر آئی تھی۔ لڑکی درحقیقت بہت بے جگر تھی اور اگر وہ زخمی نہ ہوتی تو یقینی طور پر بہت زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ میں نے ابھی اس پر مکمل اعتماد نہیں کیا تھا۔ اب تک جو کچھ ہوا تھا۔ وہ صرف حالات کا تقاضا تھا۔ آگے یہ دیکھنا تھا کہ وہ کیا کر سکتی ہے۔ میں بھی اپنی جگہ سے اترا۔ اور اس پانی سے اپنا منہ ہاتھ وغیرہ دھونے لگا۔ لڑکی پانی کے قریب سیدھی ہو کر لیٹ گئی۔ میں چند لمحات کے بعد اپنے کام سے فارغ ہو گیا اور پھر میں نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔

"غالباً تمہیں زیادہ تکلیف محسوس ہو رہی ہے؟"

"یقین کرو یہ تکلیف میرے لیے ناقابلِ برداشت نہیں ہے۔ تم۔ تم بہت اچھے انسان ہو بلاشبہ اس وقت تم نے میری بھرپور مدد کی ہے۔ میں خلوص دل سے تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ لیکن اب تمہارا آئندہ پروگرام کیا ہے؟"

"میں بہت سی باتیں کروں گی آپ سے۔ ہم پورے وثوق سے یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ ہم ان کے تعاقب سے بچ گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ وہ کھائی کا کوئی ایسا حصہ تلاش کر لیں۔ جہاں سے وہ اسے عبور کر سکیں یا پھر کوئی لمبا چکر لگا کر ہم تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ پہلے اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ ہم ان سے بچ گئے ہیں۔ اس کے بعد ہی کچھ کیا جا سکتا ہے۔ ویسے اس سمت اگر ہم کچھ اور آگے بڑھیں تو آگے چل کر ہمیں ایک چھوٹی سی دیہاتی بستی مل سکتی ہے لیکن ہمیں اس بستی میں بھی داخل نہیں ہونا۔ البتہ اس کے اطراف میں بڑا شاندار جنگل پھیلا ہوا ہے اور اس جگہ ہم اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر کیا خیال ہے چلا جائے؟"

"ہاں پلیز چلتے ہیں۔ خطرہ مول لینے سے کوئی فائدہ نہیں۔ خصوصاً اس لیے کہ ہمارے پاس نہ تو کھانے پینے کے لیے کچھ ہے اور نہ ہی ہم ہتھیار اپنے ساتھ لا سکے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمیں بستی کے کنارے پہنچنے کے بعد اپنا تحفظ کرنا ہوگا۔"

میں نے اس سے اتفاق کر لیا۔ اور اس کے بعد دوبارہ جیپ میں جا بیٹھا۔ اس نے جیپ میں میرے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اب اگر تم چاہو تو میں گاڑی ڈرائیو کر سکتی ہوں۔"

"نہیں بیٹھی رہو۔" میں نے جواب دیا اور ہم یہ سفر طے کرتے رہے۔ کافی طویل سفر طے کیا تھا اور اس کے بعد ہمیں دور ہی سے ایک چھوٹی سی آبادی نظر آئی تھی۔ جو کچے پکے مکانات پر مشتمل تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"یہ سرحدی بستی ہے اور یہاں کے رہنے والے خاصے خطرناک ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے ہمیں ان کے پاس نہیں پہنچنا چاہیے بلکہ رات کو کوئی ایسا موقع تلاش کریں گے۔ جب ہمیں کھانے پینے کی کچھ اشیاء دستیاب ہو سکیں۔ ہم نے جیپ ایک ایسی جگہ کھڑی کر دی جہاں درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔ اس نے میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ مسٹر۔ کیا کہوں آپ کو؟"

"شاہ۔" میں نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر شاہ۔ ویسے میں یقین نہیں کر سکتی کہ آپ۔ آپ کوئی معمولی آدمی ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جیپ درختوں کے چھوٹے تنوں کے عقب میں اس طرح کھڑی کر دی گئی تھی کہ آسانی سے نظر نہ آ سکے۔ لڑکی نے درختوں کی بلندیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"رات گزارنے کے لیے یہ درخت ہمارے لیے بہترین ثابت ہو سکتے ہیں۔ زمین پر لیٹنا تو مناسب نہیں ہوگا۔"

میں نے اس سے کوئی اختلاف نہیں کیا۔ میں خاموشی سے درختوں کے ساتھ بیٹھا ہوا صورتحال کا جائزہ لیتا رہا۔ بالآخر رات ہو گئی۔ اس نے میرا سہارا لیا اور ایک درخت کو منتخب کر کے اس پر چڑھ گئی۔ اس درخت میں ایسی جگہ موجود تھی جہاں بسیرا کیا جا سکتا تھا۔ البتہ میں نے جیپ وہاں سے کافی دور لے جا کر کھڑی کر دی۔ تاکہ اگر کسی کو یہ نظر بھی آ جائے تو وہ اس کے آس پاس ہی ہمیں تلاش کرے۔ تاحدِ نگاہ تاریکی پھیل گئی تھی۔ صرف اس بستی میں مدھم مدھم روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ میں بھی درخت پر ریٹا فرینڈی کے قریب پہنچ گیا۔ وہ نڈھال سی لیٹی ہوئی تھی۔ میں اس کا جائزہ لینے لگا پھر میں نے اس سے کہا۔

"تم مجھے اپنی کیفیت بتا دو تو بہتر ہے۔"

"یقین کرو میں ٹھیک ہوں۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"بھوک لگ رہی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں لگ تو رہی ہے لیکن ہم اس وقت کوئی خطرہ مول نہیں لیں گے۔"

میں خاموش ہو گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور تھوڑی دیر کے بعد شاید وہ سو گئی تھی۔ میں نے اسے کئی آوازیں دیں۔ لیکن وہ نہیں جاگی۔ تب میں نے آہستہ سے اس کی پیشانی کو چھو کر دیکھا۔ اس کی پیشانی گرم ہو رہی تھی۔ غالباً اسے بخار چڑھ رہا تھا۔ میں کسی قدر تشویش کا شکار ہو گیا۔ حالانکہ اس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن بہرطور وہ لڑکی تھی ایک خوبصورت لڑکی اور میری پوری تاریخ گواہ ہے کہ لڑکیوں کے سلسلے میں میرے دل کے گوشے ہمیشہ نرم رہتے تھے اور اسی نرم گوشے میں یہ احساس بھی ابھرنے لگا کہ کہیں اس کی حالت زیادہ نہ بگڑ جائے۔ اس کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا لیکن کیا کیا جا سکتا ہے۔ پھر ایک ہی بات میری سمجھ میں آئی کہ اس بستی کا رخ کروں اور کچھ کھانے پینے کی اشیاء حاصل کروں۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ بستی کن لوگوں کی ہے اور وہاں میرے ساتھ کیا سلوک کیا جا سکتا ہے لیکن گہری رات میں اگر میں خاموشی سے اس بستی میں اپنے لیے کچھ انتظام کر لوں تو اس میں کوئی حرج نہیں تھا۔ ہمت کرنے کے بعد میں درخت سے نیچے اترا اور اس کے بعد پیدل ہی بستی کی جانب چل پڑا۔

فاصلہ کافی تھا لیکن اتنا بھی نہیں کہ میں وہاں تک پہنچ نہ سکتا۔ بستی خاموشی اور سناٹے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کچے پکے بوسیدہ مکانوں میں خاموشی طاری تھی۔ بستی کے مکین سو گئے تھے۔ میں اپنی پسند کی جگہ تلاش کرنے لگا۔ اور پھر ایک مکان میں داخل ہو گیا۔ مجھے اور کسی چیز سے کوئی غرض نہیں تھی۔ مجھے اپنے مطلب کی اشیاء درکار تھیں۔ مکان کے مختلف گوشوں کے چکر لگاتے ہوئے بالآخر میں نے کچن تلاش کر لیا اور یہ دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ کچن میں میری مطلوبہ اشیاء موجود تھیں۔ دودھ کی دو بوتلیں میں نے اپنے قبضے میں کیں۔ بسکٹوں کے دو ڈبے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک کمبل۔ یہ ساری چیزیں میں نے احتیاط سے سنبھالیں اور انہیں لے کر وہاں سے نکل آیا۔ جس خاموشی سے میں یہاں تک آیا تھا، اسی خاموشی سے واپس اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ مجھے کامیابی کی اس قدر امید نہیں تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد میں واپس درخت پر پہنچ گیا۔ میرا اندازہ بالکل درست تھا۔ لڑکی بخار سے پھنک رہی تھی۔ اور اس کے خشک ہونٹ بار بار زبان سے تر ہو رہے تھے۔ اس کی کیفیت کچھ عجیب سی ہو گئی تھی۔ میں چند لمحات اسے تشویش کی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ جگر کا کچھ کھلانا پلانا مناسب نہیں تھا۔ البتہ میں نے وہ کمبل اسے اوڑھا دیا اور اس طرح اس کی نگرانی کرتا رہا کہ وہ درخت سے نیچے نہ گرنے پائے۔ پھر نہ جانے کس وقت مجھے بھی نیند آ گئی۔ اور نیند آنے کے بعد سارا ماحول نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

صبح کی کرنیں پھوٹ آئی تھیں اور لڑکی جاگ گئی تھی۔ وہ حیران نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر مجھے جاگتے دیکھ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی اور میں بھی سنبھل کر اٹھ گیا۔ میں نے اس سے کہا۔

"تم لیٹی رہو۔ میرا خیال ہے جلد بازی نہ کرو۔"

"یہ کمبل۔ کمبل کہاں سے آیا؟ جیپ میں تو نہیں تھا۔"

"تمہاری طبیعت اب کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہوں۔ کیوں، کیا بات ہے، کیا ہو گیا؟"

میں نے ایک بار پھر اس کی پیشانی دیکھی۔ بخار اب بھی شدید اور تیز تھا، لیکن وہ باہمت تھی۔ اس لیے برداشت کر رہی تھی۔ اس نے پھر وہی سوال کیا۔

"یہ کمبل کہاں سے آیا؟"

"کچھ کھانا پینا پسند کرو گی؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"کیا ۔۔؟" اس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں اور میں نے دودھ کی بوتل اس کے سامنے کر دی۔

"ارے یہ ۔۔ یہ کہاں سے آئی؟ ۔۔ اور یہ کمبل؟ ۔۔ اوہو ۔۔ اوہو ۔۔" اس نے عجیب سے انداز میں مجھے دیکھا اس کی آنکھوں میں ایک خاص کیفیت ابھر آئی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم بستی گئے تھے؟"

"ہاں ۔۔"

"کیوں؟"

"تمہارے لیے۔"

"میرے لیے؟"

"ہاں ۔۔ تمہیں بخار ہو گیا ہے۔"

"مگر تم نے یہ خطرہ کیوں مول لیا؟ جانتے ہو وہ بستی کیسی ہے؟"

"کیسی ہے؟" میں نے سوال کیا اور وہ خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

"دودھ اور نہیں ہے؟"

"ہے۔"

"تم نے کچھ کھایا پیا؟"

"نہیں ۔۔ دودھ کی ایک بوتل اور ہے۔"

"ہوں ۔۔ اور کیا ہے؟"

"بسکٹ۔"

"کھلو انہیں۔" اس نے کہا پھر خاموشی سے بسکٹ کھاتی رہی۔ میں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے ٹیئر ۔۔؟ تم نے مجھے اپنے نام کے علاوہ اور کچھ نہیں بتایا۔"

"میں اگر تمہیں کچھ بتاؤں گا تو شاید تم یقین نہ کرو۔"

"کر لوں گی ۔۔ کون ہو تم؟"

"بس ایک آوارہ گرد۔"

"یہاں کیوں بھٹک رہے تھے؟"

"نکل آیا تھا یہاں کسی کے ساتھ ۔۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا اور میں بھٹکتا رہا۔"

"کیوں نکل آئے تھے یہاں؟"

"سیر و سیاحت کرتا ہوا۔"

"تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے؟"

"آوارہ گرد ۔۔ اور اس آوارہ گردی سے کچھ حاصل ہو جائے، میں خزانوں کی تلاش میں ہوں۔"

"اوہ ۔۔ دیوانے ہو۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہو سکتا ہے یہی دیوانگی ایک دن کام آ جائے۔"

"کوئی ڈھنگ کے آدمی کیوں نہ بن سکے؟"

"ڈھنگ کا آدمی بننے کی کوشش کی۔ کئی سال تک کرتا رہا ہوں۔ ناکام رہنے کے بعد بس بے ڈھنگا ہو گیا ہوں۔" میں نے کہا اور ہنس پڑا۔

"تم نے میرے ساتھ واقعی بہت اچھا سلوک کیا ہے۔ میں تمہیں اس کا کیا صلہ دے سکتی ہوں؟"

"کچھ نہیں ۔۔" میں نے مرد لہجے میں کہا۔

"کوئی خطرہ تو نہیں محسوس کیا رات میں؟"

"بالکل نہیں ۔۔ میرا خیال ہے وہ لوگ ہمیں کھو چکے ہیں۔"

"ہاں مجھے بھی یقین ہے کہ وہ اس سمت آنے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"کیوں؟"

"بس یونہی ۔۔ اب کیا پروگرام ہے؟"

"یہ بتاؤ میں تمہیں کہاں لے جا سکتا ہوں۔ میں تمہیں کسی ایسی جگہ پہنچا دینا چاہتا ہوں جہاں تم محفوظ رہو اور اس کے بعد چلا جاؤں گا۔ میں تمہیں آخری بار یہ یقین دلانے کی کوشش کرتا ہوں ریٹا فریڈی کہ نہ مجھے تم سے کوئی لالچ ہے اور نہ میں تمہارے ذریعے کوئی اپنا کام نکالنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے ظاہر ہے میں بھی پاگل نہیں ہوں حالات کا جائزہ لے سکتی ہوں۔ جم ہوسٹن اگر مل جاتا مگر ۔۔ مگر چھوڑو اچھا سنو، چلو نیچے اترتے ہیں۔ مجھے سہارا دو، بدن واقعی کمزوری محسوس کر رہا ہے۔ غالباً زخم کی وجہ سے بخار ہو گیا ہے۔ لیکن یہ کوئی تشویشناک بات نہیں ہے۔"

میں نے اسے سہارا دے کر درخت سے نیچے اتارا۔ وہ جیپ کی طرف چل پڑی تھی۔ میں نے اسے وہیں روکا اور کہا کہ میں جیپ لے کر آ رہا ہوں لیکن وہ ہنس پڑی۔ پھر کہنے لگی۔

"اس وقت بھی میں کمزور نہیں ہوں، تم بے فکر رہو۔" جیپ کے قریب پہنچ کر البتہ اس نے مجھ سے کہا۔

"جیپ تم ڈرائیو کرو گے۔"

"کہاں چلنا ہے ہمیں؟"

"جہاں میں بتاؤں ۔۔" اس نے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔

جیپ میں نے آگے بڑھا دی تھی۔ وہ کمبل اوڑھ کر لیٹ گئی۔ اس نے کہا۔

"محسوس نہ کرتا اگر میں لیٹ جاؤں تو۔"

"مجھے سمت تو بتا دو، کدھر چلنا ہے مجھے؟"

"اوہو ۔۔ ہاں واقعی ۔۔ میں تم سے باتیں کرتی رہوں گی۔ تم اطمینان رکھو۔ ویسے اس وقت ہم جس راستے پر جا رہے ہیں، وہ بالکل درست ہے۔"

"کیا وہاں سے کسی آبادی میں پہنچ جانے کے امکانات ہیں؟"

"ہاں ۔۔"

میں خاموش ہو گیا۔ لڑکی بھی خاموش ہو گئی تھی۔ غالباً اس پر غنودگی طاری ہونے لگی تھی۔ میں نے اسے ڈسٹرب نہیں کیا اور جیپ آگے بڑھاتا رہا۔ ویسے دل ہی دل میں ان واقعات پر ہنس رہا تھا۔ غصہ بھی تھا، لیکن اب غصہ ذہن سے نکال دیا تھا۔ ایک بات جو دل میں طے کر لی تھی اس پر عمل پیرا ہونا چاہتا تھا۔ بشرطیکہ یہاں سے نکل جانے کا موقع مل جائے۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اگر کسی مناسب آبادی تک پہنچ گیا تو خاموشی سے اپنے وطن واپس لوٹ جاؤں گا۔ اور اس کے بعد یہ معاملہ ان لوگوں کے سامنے رکھ دوں گا۔ بعد میں جو کچھ بھی طے ہو، ضروری تو نہیں تھا کہ میں شہباز احمد صاحب ہی کا محکوم رہتا۔ جیپ دوڑتی رہی۔ اس نے چند لمحات کے بعد گردن ہلا کر کہا۔

"وہ سامنے جو پہاڑیاں نظر آ رہی ہیں، ہمیں اس سمت چلنا ہے۔ راستہ حیرت انگیز طور پر ہموار تھا۔ اور پہاڑیوں تک پہنچنے میں کوئی ایسی رکاوٹ حائل نہیں تھی جو ہمارے لیے باعثِ دقت ہوتی۔ چنانچہ میں سفر کرتا رہا۔ البتہ یہ سفر آسانی سے طے نہ ہوا۔ کیونکہ پہاڑیوں کا فاصلہ کافی تھا۔ کچھ دیر کے بعد ہم ان پہاڑیوں کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ اور اس نے کمبل اتار دیا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"وہ جو رخنہ نظر آ رہا ہے، اسی سمت چلنا ہے۔" اس نے کہا اور میں اس رخنے کی جانب بڑھنے لگا۔ رخنہ کیا تھا پہاڑی درمیان سے کٹ گئی تھی اور اس کے درمیان اتنی جگہ موجود تھی کہ اس میں سے جیپ نکالی جا سکے۔ چنانچہ لمبا فاصلہ طے کرنا پڑا تھا۔ ہمارے دو ڈھائی فٹ کے فاصلے پر اتنی بلند دیواریں تھیں کہ ہم ان کی بلندیوں کو دیکھ بھی نہیں سکتے تھے لیکن یہ فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم دوسری جانب نکل آئے اور اس طرف پہنچتے ہی اچانک ہی کچھ افراد ہمارے اردگرد پھیل گئے۔ ان کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔ اور وہ پہاڑی لباس پہنے ہوئے تھے۔ سر پر بڑے بڑے بالوں والی ٹوپیاں تھیں۔ پھر لڑکی کو دیکھ کر انہوں نے رائفلیں جھکا لیں اور فوراً ہی اس کے قریب پہنچ گئے۔

"میڈم ریٹا آپ آ گئیں؟"

"ہاں ۔۔ کیوں؟ کیا تم لوگوں کو میرا انتظار تھا؟"

"مسٹر جم ہوسٹن آپ کے لیے بہت پریشان تھے۔"

"اوہ جم ہوسٹن یہاں واپس آ چکے ہیں؟" ریٹا نے سوال کیا۔

"جی ۔۔"

اور ریٹا خاموش ہو گئی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"یہ میرے دوست ہیں ۔۔ میرے مددگار اور میرے ساتھی۔ انہیں عزت و احترام کے ساتھ لے جاؤ۔ اور ان کے لیے معقول قیام کا بندوبست کرو۔ تمام آسانیاں انہیں فراہم کی جائیں۔"

"جی میڈم ۔۔" ان میں سے ایک نے کہا اور میں نے ریٹا سے کچھ کہنا چاہا۔

"ریٹا ۔۔"

"بعد میں میری تمہاری گفتگو ہو جائے گی ڈیئر شاہ، بالکل بے فکر رہو۔ یہاں تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہو گی۔ میں ذرا جا رہی ہوں۔"

میں نے ان پہاڑیوں میں بڑے بڑے غاروں کے دہانے دیکھے۔ ایسے ہی ایک دہانے سے مجھے اندر لے جایا گیا تھا۔ عقل ساتھ نہیں دے پا رہی تھی اور سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ قصہ کیا ہے لیکن بہرطور جو کچھ بھی تھا، اب برداشت تو کرنا ہی تھا۔ جس جگہ مجھے لے جایا گیا تھا ——

—— —— —— وہ ایک پہاڑی غار تھا لیکن کمال کا غار تھا۔ یہاں آسائش کی تمام چیزیں مہیا کی گئی تھیں۔ بہترین بستر لگا ہوا تھا۔ غاروں ہی میں سے ایک حصے کو باتھ روم کی شکل دے دی گئی تھی۔ اور وہاں بھی ضروریاتِ زندگی مصنوعی انداز میں ہی سہی لیکن موجود تھیں۔ میں نے منہ ہاتھ دھویا، لباس کیونکہ میرے پاس اور کوئی موجود نہیں تھا اس لیے لباس کا معاملہ بس یونہی سا رہا اور اس کے بعد بستر پر لیٹ گیا۔ بے پناہ تھکن ذہن پر سوار تھی۔ اب تک اعصابی طور پر اپنے آپ کو کنٹرول کر رہا تھا لیکن بستر پر لیٹنے کے بعد جو نیند آئی تو ایسی آئی کہ مجھے کچھ ہوش ہی نہ رہا۔ جاگا تو پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ ایک شخص غالباً میرے جاگنے ہی کا منتظر تھا، فوراً ہی اس نے کہا۔

"میں آپ کے لیے کھانا لاتا ہوں جناب، آپ اتنی دیر

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سوتے رہے۔ میں نے آپ کو جگانا مناسب نہیں سمجھا۔"

"سنو۔" میں نے اسے آواز دی۔ اور وہ میرے قریب آگیا۔

"جی سر!"

"مس ریٹا کہاں ہیں؟"

"وہ بیمار ہیں اور ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ہیں۔"

"تم کھانا لے آؤ۔ اس کے بعد میں ان سے ملاقات کروں گا۔" میں نے کہا اور وہ شخص باہر نکل گیا۔ کچھ دیر کے بعد بہترین قسم کا کھانا میرے سامنے آگیا۔ اور اس وقت یہ کھانا دیکھ کر میری بھوک بھی بے پناہ بڑھ گئی۔ چنانچہ جو کچھ تھا چٹ کر گیا۔ اس کے بعد کافی بھی مجھے پیش کی گئی بعد میں میں نے پھر وہی سوال دہرایا جو ریٹا سے متعلق تھا۔

"سر آپ کو انتظار کرنا پڑے گا۔ مس ریٹا کی حالت ابھی ایسی نہیں ہے کہ آپ ان سے ملاقات کر سکیں۔"

"میں انہیں دیکھ تو سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"نہیں سر۔ اس کی اجازت نہیں ہے۔ آپ کو اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دیجیے گا۔"

"یہ کون سی جگہ ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اس سلسلے میں ہمیں کچھ بتانے کی اجازت نہیں ہے۔ آپ براہِ کرم آرام کریں۔" اس نے کہا اور اس کے بعد وہ وہاں سے باہر نکل گیا۔

میں خاموشی سے صورتحال پر غور کرتا رہا تھا۔ ذہنی کیفیت عجیب سی ہو رہی تھی نجانے کیا چکر ہے۔ بہرطور یہ سب بہت برا سہی تھا لیکن کسی بھی قسم کی جلد بازی کر کے میں اپنے لیے مسائل نہیں پیدا کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ خاموشی سے صورتحال کا جائزہ لیتا رہا۔ رات ہوئی تو سو گیا۔

دوسری صبح مجھے بڑے اہتمام سے ناشتا پیش کیا گیا۔ اس کے بعد یہ دن بھی گزر گیا۔ شام تک انتہائی بوریت ہو گئی تھی چنانچہ غار کے دہانے سے باہر نکل آیا۔ ان دہانوں میں دروازے تو تھے نہیں۔ مجھے باہر جانے سے روکا نہیں گیا تھا۔ میں ان غاروں میں سفر کرتا رہا۔ بہت سے وسیع و عریض غار یہاں پھیلے ہوئے تھے۔ اور مجھے ان کے بارے میں صورتحال معلوم نہ تھی۔ بس جس غار میں میری رہائش تھی، وہی میں دیکھ سکا تھا اور میں نے وہاں بہت سے لوگوں کو دیکھا تھا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی مجھے گھومتے ہوئے کہ ایک دراز قامت آدمی جس کی آنکھیں بہت چھوٹی چھوٹی اور چمکدار تھیں۔ اور جسم نہایت تندرست تھا، میرے سامنے آگیا۔ اس نے جلتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"مسٹر شاہ۔"

"ہاں۔"

"میرے ساتھ آیئے۔" اس کے انداز میں تحکمانہ کیفیت تھی۔ بہرحال میں نے اس سے کوئی انحراف نہیں کیا اور اس کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا ایک دوسرے غار میں پہنچ گیا۔

"تشریف رکھیے۔" اس نے ایک صوفے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میں بیٹھ گیا۔

"آپ کون ہیں مسٹر شاہ؟"

"یہی سوال میں آپ کے بارے میں بھی کر سکتا ہوں!"

"میرا نام جم ہوسٹن ہے۔"

"اوہو۔ میں آپ کا تعارف مس ریٹا سے سن چکا ہوں۔"

"جی۔ مجھے علم ہے اس بات کا۔"

"مس ریٹا کی کیا حالت ہے؟ میں ان سے مل نہیں سکتا؟"

"مل لیجیے گا۔ جلدی کیا ہے؟"

"کیفیت کیا ہے ان کی؟"

"اب بالکل ٹھیک ہیں۔ بخار اتر گیا ہے۔ لیکن ان سے ملاقات سے پہلے آپ کو میرے سوالات کے جوابات دینا ضروری ہیں مسٹر شاہ۔"

"جی۔"

"آپ کون ہیں؟"

"میں ریٹا کو بتا چکا ہوں۔"

"لیکن اس وقت ریٹا نہیں، میں آپ سے یہ سوال کر رہا ہوں۔"

"آپ کو یہ سوال کرنے کا حق کس نے دیا ہے مسٹر ہوسٹن؟"

"میں اس جگہ کا انچارج ہوں۔"

"یہ جگہ کیا ہے؟"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ایک انتہائی چالاک آدمی ہیں۔ اور نہایت چالاکی سے آپ نے ریٹا پر ہاتھ ڈالا ہے۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ آپ بھی مجھے کافی چالاک معلوم ہوتے ہیں۔ کہانیاں گھڑنے کے ماہر۔ میں نے مس ریٹا پر ہاتھ نہیں ڈالا۔ کیا مس ریٹا نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ میری اور

ان کی ملاقات کیسے ہوئی تھی؟"

"ایسے مواقع پیدا کیے جا سکتے ہیں۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں مسٹر جم!" میں نے سوال کیا

"یہی کہ آپ مجھے اپنے بارے میں بتائیے۔ یہ اندازہ تو آپ نے لگا لیا ہوگا کہ یہ جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں اجنبی لوگ آسکیں۔ ریٹا نے یہ حماقت کر ڈالی ہے، مجھے اسے بھی سنبھالنا ہے اور آپ کا بھی اندازہ لگانا ہے۔ اس لیے آپ کے حق میں بہتر یہی ہے کہ مجھے تفصیل بتا دیجیے۔"

"مس ریٹا سے میری ملاقات کرائیے۔ اس کے بعد میں دوسری بات کروں گا۔" میں نے کہا۔

"نہیں مسٹر شاہ۔ اس سے پہلے کہ آپ کے ساتھ کوئی سختی یا زیادتی کی جائے، آپ کے لیے بہتر ہے کہ مجھ سے تعاون کریں۔"

"میں یہاں خود نہیں آیا مسٹر۔ مس ریٹا نے مجھے بیماری کے عالم میں اس جگہ کا پتا بتایا تھا۔ اگر آپ مجھے یہاں نہیں رکھ سکتے تو پھر خدا حافظ۔ مجھے واپسی کی اجازت دیجیے۔"

"یہ بھی اتنا آسان کام نہیں ہوگا مسٹر شاہ!" اس نے کہا۔

"گویا مجھے روکا جائے گا؟"

"روکا ہی نہیں جائے گا بلکہ یہاں آپ کی قبر بنا دی جائے گی۔ سمجھ رہے ہیں ناں آپ۔" اس نے کسی قدر سرد لہجے میں کہا۔ اور میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"آپ اپنے بارے میں تفصیلات بتا دیجیے۔"

"میں بتا چکا ہوں کہ میں ایک آوارہ گرد ہوں اور دنیا کے مختلف مقامات میں گھومتا پھرتا ہوں۔ میرا ذریعہ معاش بھی یہی ہے کہ جہاں سے مجھے جو کچھ حاصل ہو گیا، حاصل کر لیا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ آپ میرے کاغذات دیکھ سکتے ہیں۔"

"کہاں ہیں آپ کے کاغذات؟"

"سیلی ٹو کے ایک ہوٹل میں۔"

"خوب آپ ہمیں اس ہوٹل کا پتا دیجیے۔" اس نے کہا اور میں نے اطمینان سے اسے اپنے ہوٹل کا پتا بتا دیا۔

"آپ کے بارے میں تحقیقات کر لی جائے گی لیکن آپ پر فرض ہے کہ کسی قسم کی کوئی غلط حرکت نہ کریں۔ اس بیوقوف لڑکی کے قریب پہنچنے کی کوشش نہ کریں۔"

"تعجب ہے۔ اگر وہ اس قابل نہیں تھی کہ مجھے یہاں لا کر میری مہمان نوازی کر سکتی تو اسے مجھے یہاں لانا ہی نہیں چاہیے تھا۔ خیر اب جو حماقت مجھ سے ہو گئی ہے، وہ تو بھگتنا ہی پڑے گی۔ اوکے مسٹر جم ہوسٹن، مجھے بتائیے کہ مجھے کیا کرنا ہے؟"

"آپ یہاں قیام کریں اور ہم جس وقت مناسب سمجھیں گے آپ کو یہاں سے آزاد کر دیں گے۔ اور اگر آپ ہمارے لیے کوئی خطرناک شخصیت ثابت ہوئے تو پھر آپ کو یہیں رہنا ہوگا۔"

"میرا خیال ہے آپ مجھے فوراً یہاں سے نکل جانے کی اجازت دے دیں۔ میں یہاں رکنا نہیں چاہتا۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔" ابھی ہم یہی گفتگو کر رہے تھے کہ غار کے دروازے سے ریٹا اندر داخل ہو گئی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ ڈیئر شاہ۔ تم یہاں ہو۔ میں تمہیں دیکھنے تمہارے غار میں گئی تھی۔"

"آپ کیسی ہیں مس ریٹا؟"

"اب بالکل ٹھیک ہوں۔ بس اس زخم نے ذرا سا پریشان کیا تھا۔ لیکن ڈاکٹروں نے اس کی بہتر دیکھ بھال کر کے اس کی بینڈیج کر دی ہے۔ اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"یہ مسٹر جم ہوسٹن ہیں۔ انہوں نے مجھ سے خود اپنا تعارف کرایا ہے۔"

"اوہ۔ جم میں تمہیں بتا چکی ہوں شاہ کے بارے میں۔"

"لیکن جم ہوسٹن کا خیال ہے کہ میں کوئی غلط آدمی ہوں اور یہ مجھے قید کر دینا چاہتے ہیں؟"

"جم۔ کیا کہہ رہے ہو تم؟" ریٹا نے سخت لہجے میں کہا۔

"سنو ریٹا۔ ساری باتیں اپنی جگہ میرے اور تمہارے تعلقات اپنی جگہ لیکن جو میری ذمہ داری ہے اسے پورا کرنا میرا فرض ہے۔ میں یہاں تم سے تعاون نہیں کر سکتا۔ اس شخص کے بارے میں جب تک مجھے مکمل معلومات نہ حاصل ہو جائیں میں اسے قیدیوں کی حیثیت سے رکھنا چاہتا ہوں۔"

"اس کے باوجود کہ میں تمہیں ساری حقیقت بتا چکی ہوں؟"

"ہاں، اس کے باوجود۔ تم اگر اسے یہاں نہ لاتیں تو کوئی حرج نہیں تھا لیکن اب۔ اب اس کا یہاں سے چلے جانا خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میں یہ کام کبھی نہیں ہونے دوں گی۔ انہیں عزت واحترام کے ساتھ سیلی ٹو پہنچا دیا جائے۔ اور اگر تم یہ کام نہیں کر سکتے جم تو میں کروں گی۔"

"ریٹا۔ غلط باتیں کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں اس سلسلے میں کوئی رعایت نہیں کر سکتا۔"

"میں تم سے رعایت مانگتی بھی نہیں ہوں۔" اس نے کہا اور جم ہوسٹن نے۔ فوراً ہی منہ باہر کی طرف کر کے کسی کو آواز دی۔ ایک آدمی اندر آیا تو اس نے کہا۔

"دوسرے لوگوں کو بلاؤ اور اسے نمبر تین میں قید کر دو۔"

ریٹا غرا کر ہوسٹن کی جانب مڑی تھی۔

"اگر تم ایسا کرو گے ہوسٹن تو میرے اور تمہارے تعلقات ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔"

"تم سے تو مجھے بہت سی باتیں کرنی ہیں ریٹا، تمہاری فطرت کے بارے میں اب مجھے صحیح طور پر اندازہ ہو گیا ہے۔ تم دوست بدلنے کی عادی ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ۔ کہ تم اس شخص کے جال میں پوری طرح پھنس چکی ہو۔"

"یہ بدتمیزی کی انتہا ہے، میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔"

"تو پھر تم سے جو کچھ کیا جا سکتا ہے، وہ کر لو۔" جم نے کہا اور وہ لوگ اندر آ گئے جنہیں مجھے گرفتار کرنا تھا۔ میں نے خاموشی سے اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا تھا۔ اس بار جس جگہ مجھے قید کیا گیا تھا وہاں ایک بڑا سا غار تھا اور اس میں بڑی بڑی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ اس غار کو باقاعدہ قید خانے کی صورت دی گئی تھی۔ اندر کھردرا فرش تھا اور کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے آرام دہ کہا جا سکے۔ میں یہاں بیٹھ گیا۔ صورتحال میری نگاہوں میں واضح ہو گئی تھی۔ یقیناً ان غاروں میں کوئی ایسی کارروائی ہو رہی تھی جو غیر قانونی تھی اور یقیناً ان لوگوں کو کچھ لوگوں سے خطرہ بھی تھا۔ قصہ کیا ہے، کچھ سمجھ میں آنا چاہیے۔ ویسے اس صورتحال سے تھوڑی سی پریشانی بھی لاحق ہو گئی تھی کیونکہ یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے اور مجھے کن لوگوں کے خلاف کارروائی کرنی پڑے گی۔ ریٹا اور جم ہوسٹن کے تعلقات کا بھی کچھ اندازہ ہو رہا تھا۔ لیکن ایک اطمینان بھی تھا۔ وہ یہ کہ ریٹا میری ہمدرد ہے اور مجھ سے متاثر ہو گئی ہے جبکہ جم ہوسٹن اس کا محبوب معلوم ہوتا ہے۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ عجیب و غریب حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا مجھے لیکن دیکھنا یہ تھا کہ اس کے بعد کیا ہوتا ہے۔ ویسے اپنے لیے کوئی طریقہ کار منتخب بھی کرنا تھا۔ ہو سکتا ہے ریٹا، جم ہوسٹن کا مقابلہ نہ کر سکے۔ جہاں تک جم ہوسٹن کا تعلق ہے، وہ میرے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم کر پائے گا اور اس کے بعد جو کچھ ہو گا، وہ میرے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بات بھی زیادہ پرانی نہ ثابت ہوئی اور رات کے کسی حصے میں کچھ لوگ میرے پاس پہنچ گئے۔ میں غار کے فرش پر لیٹا ہوا تھا۔ روشنی دیکھ کر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ان میں سے دو نے پستول نکال کر ان کا رخ میری جانب کیا اور بولا۔

"چلو۔"

"کہاں لے جا رہے ہو تم مجھے؟"

"خاموشی سے چلو۔ ورنہ ان پستولوں پر سائیلنسر لگے ہوئے ہیں۔ تمہیں آسانی گولی مار کر یہیں کہیں غار میں پھینک دیا جائے گا۔"

وہ جو کچھ کہہ رہے تھے، وہ درست ہی معلوم ہو رہا تھا لیکن میری آنکھوں میں نیلاہٹیں تیرنے لگی تھیں۔ مجھے ان لوگوں کے وسیع قید نہیں رہنا چاہیے۔ کچھ نہ کچھ کرنا ہو گا کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہو گا۔ تاہم میں ان کے ساتھ چلتا ہوا بہت بڑے سے غار میں داخل ہو گیا۔ جہاں روشنی کا معقول بندوبست کیا گیا تھا۔ جم ہوسٹن غار میں موجود تھا اور خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے مجھے لانے والوں کو حکم دیا۔

"باندھ دو اسے۔"

اور مجھے بہت بری طرح باندھ دیا گیا۔ پتھر لیے غاروں میں لوہے کے کڑے لگے ہوئے تھے۔ جن میں زنجیریں۔ بندھی ہوئی تھیں۔ ان زنجیروں کو میری کلائیوں میں ڈال دیا گیا۔ اور میرے دونوں ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ میں زمانے قدیم کے ایک جلاد کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ جو جم ہوسٹن کی شکل میں میرے سامنے تھا۔ جم ہوسٹن نے جلادوں ہی کی مانند ایک لمبا چمڑے کا ہنٹر نکال لیا تھا۔ میں سرد نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ کچھ کرنا تھا، کچھ نہ کچھ کرنا تھا۔ بری صورتحال ہو گئی تھی اور اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے مجھے کچھ کرنا چاہیے۔ لیکن اس وقت میں بالکل بے بس تھا۔ نہایت بے بس۔ تب جم ہوسٹن آہستہ آہستہ میری جانب بڑھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں خون کی سرخی تیر رہی تھی۔

وہ بھوکی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ انسانوں کے بارے میں تھوڑا سا تجزیہ میں نے بھی کیا تھا اور اب اتنا وقت اس پیشے میں گزر گیا تھا تو کم از کم مجھے انسانوں کی شناخت ہو گئی تھی۔ جم بہت خطرناک آدمی نظر آتا تھا اور اس سے کسی قسم کے رحم یا ہمدردی کی توقع نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ اس کے ہاتھ میں پڑنے کا مقصد ہنٹر لہرا رہا تھا اور چہرے پر عجیب سا تاثر چھایا ہوا تھا میرے قریب پہنچ کر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ میں سرد نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا، پھر اس کی پھنکار ابھری۔

"تم ریٹا تک کیوں پہنچے ہو۔؟"

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا جم کہ میں خود ریٹا تک نہیں پہنچا فورٹ لائن پر کیا کر رہے تھے؟"

"سیاحت۔"

"فورٹ لائن میں کئی لاشیں سڑ رہی ہیں۔" اس نے کہا۔

"ہاں۔ میں نے بھی وہ لاشیں دیکھی تھیں۔"

"تمہارا ان لوگوں سے کیا تعلق تھا۔؟"

"تم مجھے ذہنی مریض معلوم ہوتے ہو جم۔ میں نے تم سے صاف لہجے میں کہہ دیا کہ میرا کسی سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ سیلی ٹو میں سیاحت کے لیے آیا تھا اور اردگرد کے مناظر دیکھنا میری ہابی ہے۔ ٹہلتا ہوا اس طرف بھی نکل آیا تھا اور اس طرح فورٹ لائن پہنچا۔"

سیلی ٹو سے تم ٹہلتے ہوئے فورٹ لائن نکل آئے تھے۔ پیدل؟" اس نے کسی قدر مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"نہیں میں جیپ سے آیا تھا۔"

"جیپ کہاں گئی۔؟"

"میرے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی جو پیشہ ور تھی۔"

"گڈ۔ نئی کہانی۔" جم ہوسٹن سفاکانہ انداز میں مسکرایا۔ پھر بولا۔

"وہ لڑکی کہاں گئی۔؟"

"جیپ لے کر بھاگ گئی۔"

"کیوں۔"

اس نے میرے پاس سے کافی بڑی رقم اڑا دی تھی۔" میں نے جواب دیا۔ جم ہوسٹن بے اختیار ہنس پڑا تھا۔ پھر وہ بولا۔

"تم کسی بھی حیثیت کے مالک ہو۔ کہانیاں سنانے میں مہارت رکھتے ہو۔ لیکن میرا نام جم ہوسٹن ہے۔ جیپ کس کی تھی۔؟"

اسی لڑکی کی۔"

"پیشہ ور لڑکیاں اول تو جیپ لے نہیں پھرتیں دوسری بات یہ کہ کیا تمہیں کسی پیشہ ور لڑکی کے ساتھ کوئی اور خوبصورت جگہ نہیں مل سکی تھی جو تم نے فورٹ لائن آنا منتخب کیا۔؟"

"دیکھو جم ہوسٹن میں جو کچھ تمہیں بتا رہا ہوں تمہیں اس پر یقین کر لینا چاہیے۔ جہاں تک ریٹا فرینڈی کا تعلق ہے تو اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں رہا ہے اور یہ بات تم اس معلوم کر سکتے ہو بلکہ معلوم کر بھی چکے ہو۔ اس کے بعد اگر تم مجھے کوئی نقصان ہی پہنچانا چاہتے ہو تو میرے خیال میں یہ تمہارے لیے مناسب نہیں ہو گا۔ بہتر ہے کہ تم مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"ایسے نہیں۔ تمہیں اپنے بارے میں ایک ایک لفظ بتانا پڑے گا۔"

"میرے یہ ہونٹ دیکھ رہے ہو۔ میں انہیں بند کر رہا ہوں۔ اور اس کے بعد اگر تم میرے منہ سے ایک آواز بھی نکال سکے تو میں تمہیں تسلیم کر لوں گا ورنہ میری نگاہ میں تم ایک کتے سے بدتر حیثیت اختیار کر جاؤ گے۔ سمجھ رہے ہو نا تم۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور جم ہوسٹن کی آنکھیں آگ برسانے لگیں۔ اس نے ہنٹر سیدھا کیا اور میں نے ہونٹ بند کر لیے۔ میری آنکھوں میں نیلے رنگ کی آمیزش تھی اور میرے اطراف میں نیلاہٹیں بکھرتی جا رہی تھیں۔ وہی جنون طاری ہو گیا تھا مجھ پر جو بعض اوقات طاری ہو جایا کرتا تھا۔ جم ہوسٹن نے سرد لہجے میں کہا۔

"جواب دو۔ کون ہو تم؟" اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہنٹر میرے جسم پر پڑا۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے احساس بھی نہیں ہوا کہ میرے جسم پر کوئی چیز پڑی ہے۔ میں سرد نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ جم ہوسٹن نے پھر وہی سوال کیا۔

"جواب دو۔ کون ہو تم۔؟" میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ اور اس کے بعد جم ہوسٹن پر بھی شاید جنون کا دورہ ہی پڑ گیا۔ اس نے اپنی طاقت سے بھرپور کوششیں شروع کر دیں اور میرے جسم پر ہنٹروں کی بارش ہونے لگی۔ میری آنکھیں اسے گھور رہی تھیں اور میرے ہونٹ بند تھے۔ اگر ایسے وقت میرے ہونٹوں سے سسکی کی آواز تک نکل جاتی تو مجھے خودکشی کر لینا پڑتی۔ میں نے اسے چیلنج کیا تھا اور میں اس کی قوتوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ حیران کن بات یہ تھی کہ میرے جسم نے ہنٹروں کا احساس تو ختم کر ہی دیا تھا لیکن میرے حواس بھی میرا ساتھ دے رہے تھے اور میں بس اس انداز میں اسے دیکھ رہا تھا جیسے کوئی شریر بچہ میرے سامنے کھیل رہا ہو۔ جم ہوسٹن کو میرے جسم کا جو بھی حصہ خالی ملا اس پر اس نے ہنٹروں کی بارش کی۔ میرا لباس تار تار ہو چکا تھا۔ ہنٹروں سے میرے لباس کے چیتھڑے اڑ گئے تھے اور جسم کا تو میں جائزہ ہی نہیں لے سکتا تھا۔ جگہ جگہ سے خون رس رہا تھا۔ لیکن میں ہونٹ بھینچے جم کو دیکھ رہا تھا۔ پھر

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اچانک ہی کچھ ہوا۔ کچھ لوگ اندر آئے اور انہیں دھکا دیتی ہوئی ریٹا فریڈی بھی اندر داخل ہوگئی۔ اندر داخل ہونے کے بعد اس نے مجھے دیکھا۔ جم کو دیکھا اور دوسرے لمحے اس کے حلق سے جنونی چیخیں نکلنے لگیں۔

"جم۔ جم۔ یہ کیا کر رہے ہو تم۔ جم یہ تم کیا کر رہے ہو۔ یہ تو نے کیا کیا ہے جم۔ یہ تو نے کیا کیا ہے۔" ریٹا میرے قریب پہنچ گئی اور پھر وہ زار و قطار رونے لگی۔ جم سرد نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ریٹا فریڈی نے خونخوار انداز میں اس کی جانب پلٹتے ہوئے کہا۔

"اسے کھول دے جم۔ میں کہتی ہوں اسے کھول دے۔ ورنہ۔ ورنہ تیری موت۔ تیری موت میرے ہاتھوں ہی ہوگی۔ سنا تو نے جم ہوسٹن۔ تیری موت میرے ہاتھوں ہی ہوگی۔ تو اسے کھول دے۔"

"تم جانتی ہو ریٹا کہ میرے سپرد کیا ذمہ داریاں ہیں۔ اگر ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں تم رکاوٹ نہیں تو مجھے اس کے اختیارات ہیں کہ تمہیں قید کر دوں۔"

"جم دیکھ لے تو۔ سن لے میرے ہاتھوں ہی مارا جائے گا۔ کتے ذلیل تو میرے ہاتھوں ہی مارا جائے گا۔ میں کہتی ہوں چھوڑ دے۔ چھوڑ دے اسے۔ تم لوگ کیا دیکھ رہے۔ کھولو۔ یہ میں کہہ رہی ہوں۔ ریٹا فریڈی تم سے کہہ رہی ہے اسے کھول دو۔" اس بار اس نے ان کو اشارہ کیا تھا جو وہاں موجود تھے۔ سب ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر رہ گئے۔ جم کے ہونٹوں پر حقارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"میڈم ریٹا کو احترام سے لے جاؤ اور انہیں تین نمبر میں بند کر دو۔"

"گویا تو۔ گویا تو۔ جم کتے نفرت کرتی ہوں میں تجھ سے نفرت کرتی ہوں۔ سمجھتا ہے تو۔ جتنی محبت کرتی تھی اتنا ہی نفرت کرتی ہوں میں تجھ سے۔"

"میڈم ریٹا کو لے جاؤ۔ تم نے سنا نہیں۔" وہ لوگ ریٹا کے اردگرد کھڑے ہوئے۔ ریٹا نے غراتے ہوئے پھر کہا۔

"کس کی مجال ہے جو مجھے ہاتھ لگائے۔ ایک ایک کو قتل کر دوں گی۔ قتل عام کر دوں گی یہاں۔"

"تم لوگوں نے سنا نہیں۔ اٹھا کر لے جاؤ اسے۔"

"میڈم پلیز چلیے۔ آگے بڑھیے میڈم ورنہ۔ ورنہ۔" جم نے دفعتاً ہنٹر پھینک کر پستول نکال لیا تھا۔ اس نے ان لوگوں کی طرف رخ کر کے کہا۔

"میں تم سب کو قتل کر دوں گا ورنہ ریٹا کو یہاں سے لے جاؤ۔" جم پر بھی جنون ہی طاری تھا۔ وہ لوگ ریٹا کو دھکیلتے ہوئے باہر لے گئے۔ ریٹا گالیاں بک رہی تھی۔ جم ہوسٹن اس کام سے فارغ ہونے کے بعد پھر میری جانب مڑا۔ میں اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ جم ہوسٹن کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو تم اب بھی یہ اعتراف نہیں کرو گے کہ ریٹا فریڈی تم سے محبت کرنے لگی ہے۔" میں نے سرد نگاہوں سے جم کو دیکھا لیکن ہونٹوں سے کچھ نہ کہا۔ جم نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تمہاری قسم پوری ہوگئی۔ تم نے آواز نہیں نکالی۔ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ بات ختم ہوگئی۔ اب جو سوال میں تم سے کر رہا ہوں وہ مختلف نوعیت کا ہے۔" جم کے انداز میں ایک انوکھی تبدیلی رونما ہوئی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"اگر تم تسلیم کرتے ہو کہ میرے کہے ہوئے الفاظ کے مطابق تم میرے لیے کتے سے بھی زیادہ حقیر اور بدتر ہو تو میں ہونٹ کھولنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتا۔" جم کا چہرہ ایک بار پھر آگ ہوا۔ وہ مجھے گھورتا رہا۔ لیکن اس کے بعد اس نے اور کوئی حرکت نہیں کی۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"تم انسان ہو ہی نہیں۔ جانور ہو۔ جانور سے بھی بدتر۔ میرے خدا۔ میرے خدا۔ تم نے کس آسانی سے ان زخموں کو برداشت کر لیا ہے۔" میں حقارت آمیز نگاہوں سے جم کو دیکھتا رہا۔ پھر میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ جم حیران ہو کر میری صورت دیکھنے لگا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

"مائی ڈیر مسٹر جم۔ کیا تم نے میرے کاغذات نہیں دیکھے؟"

"کاغذات۔ دیکھے جا چکے ہیں۔"

"کیا انہیں ان سے کوئی شبہ ہوتا ہے۔؟"

"بظاہر نہیں۔"

"تو پھر تم مجھ سے میرے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"صرف یہ کہ ریٹا فریڈی سے تمہارے تعلقات کہاں تک پہنچے ہیں؟"

"اور اب جو کچھ میں کہوں گا اس پر یقین کر لو گے؟ اپنی کوششوں میں تو تم ناکام ہو چکے ہو۔ چنانچہ بہتر طریقہ یہی ہے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر یقین کر لو۔" جم مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"کیا کہنے چاہتے ہو؟"

"میں فورٹ لاٹن میں تھا۔ وہ لڑکی بھاگ چکی تھی۔ میں نے فائرنگ کی آواز سنی۔ فائرنگ ہونے کے بعد جب میں اس جگہ پہنچا تو میں نے ریٹا فریڈی کو دیکھا۔ وہ زخمی تھی۔ میں نے صرف اس کی مدد کی ایک اجنبی انسان کی حیثیت سے۔ حالانکہ وہ میری مدد قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ پھر دوبارہ ہمارا واسطہ ان لوگوں سے پڑا جنہوں نے ہم لوگوں پر گولیاں برسائیں اور اس وقت ریٹا مجبور ہوگئی کہ میرا سہارا لے۔ پھر وہ مجھے لے کر یہاں آگئی۔ کیونکہ یہ ضروری تھا۔ وہ زخمی بھی تھی اور بیمار بھی تھی۔ تمہیں اس کے بارے میں علم ہو چکا ہوگا۔ اس سے زیادہ میرے اور ریٹا کے درمیان اور کچھ نہیں ہے۔" جم پر جیسے حیرت کا دورہ پڑا تھا۔ وہ سکتے کے سے عالم میں مجھے دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر پشیمانی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"تو ریٹا۔ ریٹا تم سے متاثر نہیں ہے؟"

"مائی ڈیر مسٹر جم میرے بارے میں تم سب کچھ جان چکے ہو اور اس کے بعد مجھے اپنے بارے میں کہنے دو۔ تم صرف اور صرف رقابت کا شکار ہو۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے تمہارے ذہن میں۔ اور میرے خیال میں جو کچھ تم نے کیا ہے وہ رقابت کے زیر اثر کیا ہے ورنہ شاید تمہیں میرے کاغذات دیکھ کر مجھ پر یقین آ گیا تھا۔" جم مجھے دیکھتا رہا۔ پھر دو قدم آگے بڑھ کر بولا۔

"عجیب انسان ہو۔ انتہائی عجیب۔" اور پھر وہ مجھے کھولنے لگا۔ اب اس کے انداز سے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اپنے کیے پر انتہائی نادم ہو۔ میں اپنی کیفیت کا کوئی اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ جم نے مجھے کھول دیا اور اس کے بعد میری کمر میں ہاتھ ڈال کر مجھے سہارا دیتا ہوا بولا۔

"میرے ساتھ چلو۔ میرے ساتھ چلو۔ آہ شاید۔ شاید میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ مجھے بہت افسوس ہے۔ آئی ایم سوری مائی ڈیئر۔ آئی ایم سوری۔ تم نے اپنا نام شاہ بتایا تھا نا۔ مسٹر شاہ میں تم سے معافی مانگنا اپنا حق سمجھتا ہوں۔ معاف کرنا یا نہ کرنا تمہارا اپنا حق ہے۔ تم چاہو تو مجھ سے اس کا بدلہ لے سکتے ہو۔ تمہیں اختیار حاصل ہے۔ پلیز میرا سہارا لے لو۔"

"نہیں مسٹر جم میں اپنے قدموں سے چل سکتا ہوں۔"

"تم فولادی انسان ہو۔ میں نے اتنا مضبوط انسان اس سے پہلے نہیں دیکھا۔ آؤ پلیز آؤ۔ میرے ساتھ آؤ۔" اور اس کے بعد جم مجھے اس جگہ سے نکال لایا۔ غاروں کی یہ دنیا عجیب و غریب تھی۔ یہاں سب کچھ ہی موجود تھا۔ جم مجھے جس جگہ لے کر آیا تھا وہاں بستر بچھا ہوا تھا۔ میرے جسم سے خون رس رہا تھا اور پھر پورے جسم پر داغ ہی داغ پڑے ہوئے تھے۔ جم نے مجھے بستر پر بیٹھنے کے لیے کہا اور اس کے بعد بھاگ دوڑ کرنے لگا۔ چار پانچ آدمی آ گئے ان میں شاید ایک ڈاکٹر بھی تھا۔ میرے زخموں کو دیکھا گیا۔ پورے ہی جسم پر بینڈیج کرنی پڑی تھی اور جم، وہ اس طرح میری تیمارداری کر رہا تھا جیسے میرا سب سے بڑا ہمدرد، سب سے بڑا ساتھی ہو۔ میں اس شخص کی ذہنی کیفیت کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ میرے دل میں اس کے لیے کوئی اور جذبہ تو نہیں ابھرا تھا لیکن میں نے سوچا یہ تھا کہ یہ ایک لحاظ سے قابل معافی ہے۔ کیونکہ دیوانگی کا شکار ہو گیا ہے۔ البتہ یہ فیصلہ بعد ہی میں کرنا تھا کہ اسے معاف بھی کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ میرے پورے جسم کی بینڈیج کر دی گئی۔ اور حیران بات یہ تھی کہ جم ساری رات میرے نزدیک بیٹھا رہا تھا۔ ڈاکٹر نے شاید مجھے بے ہوشی کا انجکشن لگا دیا تھا۔ کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد میں دنیا سے بے خبر ہو گیا۔ البتہ صبح کو جب مجھے ہوش آیا تو جم ایک آرام کرسی پر میرے پاس آنکھیں بند کیے بیٹھا ہوا تھا۔ میں اس کی اس کیفیت سے تھوڑا سا متاثر بھی ہوا۔ غالباً اسے اب احساس گناہ تھا۔ اگر اس وقت میں چاہتا تو خاموشی سے اس کی گردن دبا کر اسے ہلاک کر سکتا تھا۔ لیکن کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اس طرح سے تو یہ کہانی ہی ختم ہو جاتی اور اس کے بعد مجھے مزید مشکل حالات سے گزرنا پڑتا۔ کیونکہ اس کا اندازہ تو میں لگا چکا تھا کہ جم یہاں صاحب حیثیت ہے اور یہ تمام لوگ جو ان غاروں میں موجود ہیں اس کا حکم مانتے ہیں اور پھر میں زخمی حالت میں تھا۔ واقعی کافی زخمی ہو گیا تھا۔ جس کا احساس اب ہو رہا تھا۔ اس وقت تو مجھ پر بھی دیوانگی طاری تھی اور نیلے رنگ نے میرے تمام احساسات بھی چھین لیے تھے۔ لیکن اب ان زخموں میں تکلیف ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر اگر ایسی دوائیں نہ دے دیتا جن سے تکلیف میں کمی ہو جاتی تو شاید اس وقت میرے حلق سے کراہیں بھی نکل جاتیں۔ بہرطور تم کو زندہ رکھنا ضروری ہے۔ کم از کم اس صورت حال کا کچھ اندازہ تو ہو کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ پھر ایک عورت اندر آئی۔ درمیانی عمر کی۔ ہمدرد سے چہرے والی عورت تھی۔ اس نے مجھے دیکھا اور ایک دم سے واپس پلٹ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک گلاس میں دودھ لے آئی۔ گرم دودھ تھا۔ اس نے مجھے دودھ پلایا۔ اور میں نے شکریہ ادا کر کے دودھ پی لیا۔ اس وقت اس کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"اگر ایک کپ چائے یا کافی مل جائے تو۔"

"ابھی تھوڑی دیر کے بعد میں تمہیں ناشتا دوں گی۔"

ہم لوگوں کی گفتگو سے جم جاگ گیا اور ایک دم سنبھل کر

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بیٹھ گیا۔ اس نے عورت کو دیکھا اور بولا۔

"کیا یہ بہتر حالت میں ہے؟"

"جی مسٹر جم۔ اب یہ بالکل ٹھیک ہے۔ میں نے اسے دودھ پلایا ہے۔ اور یہ چائے یا کافی کی فرمائش کر رہا ہے۔"

"فوراً ناشتے کا بندوبست کرو۔" جم نے مستعدی سے کہا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

"مجھے دو منٹ کی اجازت دو۔ منہ ہاتھ دھو آؤں۔" میں نے گردن ہلا دی۔ جم چلا گیا۔ میں مسکرا رہا تھا۔ کیا ہی دلچسپ دشمن ہے۔ اس نے میرا یہ حال بنایا ہے کہ میرا جسم چور چور ہو چکا ہے اور غالباً کافی عرصے تک یہ زخم بہتر حالت میں نہیں آ سکیں گے۔ اور اس کے بعد بھی میرا سب سے بڑا تیماردار بن گیا ہے۔ لیکن اس وقت کسی قسم کی جذباتی کیفیت سے کام نہیں لیا جا سکتا تھا بلکہ جم کو بہت احتیاط کے ساتھ شیشے میں اتارنا تھا تاکہ آگے کے حالات بہتر ہوں۔ ریٹا فریڈی کے بارے میں بھی مجھے کچھ نہیں معلوم تھا کہ اس کی کیفیت کیا ہوئی۔

ویسے یہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ریٹا فریڈی اس وقت جم سے بری طرح باغی ہو چکی ہے۔ یہ اندازہ بھی تھا کہ جم ریٹا فریڈی کو بہت زیادہ چاہتا ہے۔ ممکن ہے وہ بھی اسے اتنا ہی چاہتی ہو۔ ویسے اس تمام ساتھ کے دوران ریٹا فریڈی نے مجھ سے اظہارِ عشق نہیں کیا تھا اور نہ ہی اس کے انداز سے کوئی ایسی بات معلوم ہوتی تھی جس سے میں یہ محسوس کروں کہ وہ میری جانب متوجہ ہو گئی ہے اور پھر یہ سب کچھ لمحاتی بات بھی نہیں ہوتی۔ اس میں خاصا وقت لگتا ہے۔ لیکن جم ہوشن اپنی محبت میں رقابت کا شکار ہو گیا۔ بڑی ہوشیاری سے یہ تمام معاملات ہینڈل کرنا پڑیں گے۔ مجھے نہ تو ان کی محبت سے کوئی دلچسپی تھی اور نہ ان لوگوں کی زندگی سے۔ البتہ یہ بات میرے لیے باعثِ غور تھی کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ مارٹن ہوپ کو کس نے قتل کیا۔ یہ سارا کیا چکر پھیلا ہوا ہے۔ ویسے واقعات کا اگر تجزیہ کرتا تو میرے ذہن میں بار بار جنون ابھرنے لگتا تھا۔

آخر ان لوگوں نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے کہ مصیبتوں میں دھکیل دیتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں اس بات کا کہ ان واقعات سے میں کوئی کہانی لے کر ان کے پاس پہنچوں اور وہ کامیابی کے ڈھول بجائیں۔ آئندہ۔ آئندہ میں کسی ایسے کیس کو اپنے ہاتھ میں نہیں لوں گا۔ یہ میرا اٹل فیصلہ تھا۔ بشرطیکہ یہاں سے زندگی کا کوئی راستہ نظر آ جائے۔ میں تو ہر بار ایسی ہی مصیبت میں پھنستا تھا کہ زندگی موت کا معاملہ آ پڑتا تھا۔ اس وقت بھی یہی کیفیت تھی۔ بڑے دلچسپ معاملات چل چکے تھے۔ جم تھوڑی دیر بعد واپس آیا۔ تو اس کے پیچھے پیچھے دو آدمی ناشتا اٹھائے ہوئے تھے۔ اس وقت وہ بڑا محبت کرنے والا آدمی نظر آ رہا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے میرے لیے کافی بنائی اور بہت سی چیزیں میرے سامنے رکھ دیں اور اصرار کر کے کھلاتا رہا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا میں تمہیں ذہنی طور پر درست انسان سمجھوں۔ مسٹر جم ہوشن۔؟"

"اس وقت تمہیں اس بات کا اختیار ہے کہ یہ پستول لو اور اس کی تمام گولیاں میرے سینے میں اتار دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے تمام ساتھیوں سے یہ بات کہہ دوں گا کہ یہ فرمائش میں نے ہی تم سے کی تھی۔"

"مگر کیوں مائی ڈیئر مسٹر جم؟"

"تم جانتے ہو دوست۔ تم جان چکے ہو اور مجھے نہ جانے کیوں اس بات کا یقین آتا جا رہا ہے کہ میں غلط فہمی کا شکار تھا لیکن ریٹا کی طرف سے نہیں تمہاری طرف سے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"ریٹا کی آنکھوں میں، میں نے تمہارے لیے محبت کے آثار دیکھے ہیں۔" میں ہنس پڑا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"جم۔ میں اب بھی تم سے دوستانہ گفتگو کرنے پر مجبور ہوں۔"

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ میرے نقطۂ نگاہ سے تم واقعی ایک احمق آدمی ہو۔ یہاں تم ان غاروں میں کیا کر رہے ہو۔ کیوں رہتے ہو۔ نہ مجھے یہ معلوم ہے اور نہ ہی اس بات سے مجھے کوئی دلچسپی ہے لیکن اگر تم کوئی غلط کام بھی کر رہے ہو تو تم اس غلط کام کے قابل نہیں ہو۔" جم سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ میں نے پھر کہا۔

"میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم ریٹا سے محبت کرتے ہو۔ لیکن ریٹا ایک دوسرے مزاج کی لڑکی ہے۔ یہ میرا تجزیہ ہے جو میں نے مختصر وقت میں کیا تھا۔ مائی ڈیئر مسٹر جم جب وہ غیر حالت میں جھاڑیوں میں چھپی ہوئی تھی تو اس نے کسی قیمت پر میرے ہاتھوں سے اپنے جسم پر بینڈیج کرانا پسند نہیں کی تھی سمجھ رہے ہو نا تم اور میری اس کوشش پر اس نے پستول تان لیا تھا اگر میں بچ نہ جاتا تو یقینی طور پر اس کی گولیوں کا شکار ہو جاتا۔"

"او میرے خدا۔ میرے خدا۔ کیا ایسا ہو چکا ہے؟"

"ہاں۔ اس سے تمہیں ریٹا کی شخصیت کا اندازہ ہو جانا چاہیے۔ یہ بات میں اچھی طرح نہیں جانتا کہ وہ بھی تم سے محبت

کرتی ہے یا نہیں۔ کیا تم مجھے یہ بات بتانا پسند کرو گے؟"

"ہاں۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ اور۔ اور میں ریٹا کے مزاج سے ہمیشہ ہی خوفزدہ رہتا ہوں وہ اس سے پہلے کسی کی جانب متوجہ نہیں ہوئی۔ لیکن تمہارے سلسلے میں اس کا رویہ بے حد نرم تھا۔"

"اس کی وجہ تھی۔ میں نے تین بار اس کی زندگی بچائی ہے ورنہ وہ اپنے دشمنوں کا شکار ہو جاتی۔"

"اس کے دشمن کون تھے۔؟"

"آہ کاش میں جان سکتا۔ مجھے تو کچھ بھی نہیں معلوم۔ بس میں وہی کرتا رہا جو اس نے کہا اور غالباً اسی بات سے وہ مجھ سے اس قدر متاثر ہو گئی تھی کہ مجھے یہاں تک لے آئی۔ بیمار بھی ہو گئی تھی وہ۔ اور میں نے اس کی تیمارداری بھی کی اور اس کا مکمل احترام کیا۔ دیکھو مائی ڈیئر جم ہوشن۔ عورت کی دو ہی قسمیں ہوتی ہیں۔ یا تو وہ انتہائی بگڑی ہوئی ہوتی ہے یا پھر انتہائی مضبوط کردار کی مالک۔ میرے خیال میں ریٹا مضبوط کردار کی مالک ہے۔ وہ صرف اس لیے متاثر ہوئی مجھ سے کہ میں نے اس کی عزت کی تھی۔ اور اس کی نسوانیت کا خیال رکھا تھا۔" جم کی گردن جھک گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"میں اپنی اس غلطی کا کوئی ازالہ نہیں کر سکتا میرے دوست غلطی تو ہو گئی ہے۔"

"ریٹا کہاں ہے؟"

"قید کر دیا ہے میں نے اسے۔"

"اس کے بعد سے تم اب تک اس سے نہیں ملے؟"

"ہمت نہیں پڑی۔ اور پھر تمہارے پاس موجود تھا میں یہاں سے ساری رات ہٹا نہیں۔ یہ سوچ کر کہ کہیں تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ تم بھی عجیب دیوانے ہو۔ ایک بار بھی تمہارے ہونٹ نہیں کھلے۔ تم اپنے ایک زخم پر بھی نہیں کراہے۔" میں نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولا۔

"میں نے تم سے عہد جو کیا تھا مسٹر جم۔"

"جو کچھ بھی ہو تم۔ جو کوئی ہو۔ میری نگاہوں میں ایک اونچے انسان ہو۔"

"خیر میری بات چھوڑو۔ اس وقت ہم ریٹا کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔"

"میرے خیال میں میں نے معاملہ بہت زیادہ الجھا لیا ہے۔"

"بہت زیادہ۔ بلکہ بہت زیادہ سے بھی بہت زیادہ۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ اس کے بعد بھی وہ تم سے محبت کرے گی۔ تمہاری رفاقت کا دم بھرے گی۔؟"

تب۔ تب۔ تم ہی میری مدد کرو۔ ہاں میرے دشمن۔ میرے بدترین دشمن تم ہی میری مدد کرو۔ میں جانتا ہوں کہ اس وقت تمہارے دل میں میرے لیے نفرتوں کا سمندر موجزن ہو گا مگر میں ساری زندگی بھی تمہاری تیمارداری میں صرف کر دوں تو وہ لمحات نہیں بھول سکو گے جن میں تمہیں یہ زخم ملے۔"

"خیر۔ یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔" میں نے کہا اور جم پھیکے سے انداز میں ہنسنے لگا پھر بولا۔

"خیر ٹھیک ہے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ تمہارا باقاعدہ علاج ہو گا اور جب تک تم تندرست نہیں ہو جاتے ہم کسی موضوع پر بات نہیں کریں گے۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے کیا میں ریٹا کو آزاد کر دوں؟"

"میرا خیال ہے اسے آزاد نہ کرو۔"

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"ریٹا سیدھی میرے پاس آئے گی۔ اس وقت اس پر بھی جنون طاری ہے۔ میں تمہیں اس کی فطرت کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ جتنا اندازہ میں نے اس کے بارے میں لگایا ہے وہ یہی ہے کہ اب وہ مجھ سے پوری پوری ہمدردی کا اظہار کرے گی اور تم اس اظہار کو برداشت نہیں کر سکو گے۔ میں مفت میں مارا جاؤں گا۔" جم بے اختیار ہنس پڑا۔ اس نے کہا۔

"نہیں۔ اب یہ غلطی مجھ سے بار بار نہیں ہو گی۔ لیکن اگر تم مناسب سمجھو تو کسی بھی قیمت پر۔ کسی بھی قیمت پر مجھے معاف کر دو۔ میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔"

"فرض کرو اگر میں نے تمہیں معاف کر بھی دیا تو اس سے تمہیں کیا حاصل ہو گا؟"

"یہ سب کچھ بعد میں سوچا جائے گا۔ تمہارا کہنا بالکل درست ہے۔ ریٹا کو ابھی آزاد نہیں کروں گا میں۔ اس وقت تک جب تک تم بہتر حالت میں نہ آ جاؤ۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔" میں خاموش ہو گیا۔ جم تھوڑی دیر کے بعد چلا گیا تھا۔ میں ناشتا کر چکا تھا۔ ملازمہ آئی اور برتن اٹھا کر لے گئی۔ میں بستر پر لیٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا تھا۔ اور سوچ رہا تھا کہ کیا ہی دلچسپ واقعات ہیں۔ اور اب واقعات کو کون سا نیا رنگ ملنا چاہیے۔ لیکن ابھی حالات میں تبدیلی پیدا کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ میرا جنون چونکہ ختم ہو چکا تھا اس لیے اب وہ قوت مدافعت بھی نہیں تھی جو جنون کا ساتھ دے سکتی۔ میں کافی نڈھال ہو گیا تھا اور میرے زخم مجھے تکلیف دینے لگے تھے وقت گزرتا رہا۔ دوپہر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کو کھانا آگیا۔ انتہائی نفیس کھانا تھا۔ بڑا خیال رکھا جا رہا تھا کھانے کے ساتھ ساتھ ہی ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی جسے پہلی ہی نگاہ میں دیکھ کر میں دیکھتا رہ گیا تھا آئی تھی۔ وہ نرسوں کا لباس پہنے ہوئے تھی لیکن اس قدر پرکشش شکل اور ایسے حسین جسم کی مالک کہ ایک نظر دیکھنے کے بعد اس پر سے نگاہ ہٹانے کو جی نہ چاہے اس کی مسکراہٹ بے حد دلکش تھی اور پورے چہرے پر یہ مسکراہٹ سب سے زیادہ جاندار تھی۔ اس نے میری نگاہوں میں دیکھا اور پھر سامنے بیٹھ گئی۔

"مجھے ہدایت کی گئی ہے ـــــ کہ میں اس وقت تک آپ کا ساتھ دوں مسٹر شاہ جب تک آپ بالکل تندرست نہ ہو جائیں۔"

"ہدایت دینے والے کا میری طرف سے شکریہ ضرور ادا کر دیجیے مس۔" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بولی۔

"میرا نام روبی ورک ہے۔ آپ مجھے صرف روبی کہہ سکتے ہیں۔"

"تو آپ میری طرف سے اس ہدایت دینے والے کا شکریہ ادا کر دیجیے مس روبی۔"

"کیوں۔؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اتنے دلکش چہرے اگر نگاہوں کے سامنے رہیں تو تندرستی خود بخود ہو جاتی ہے۔ لیکن میں تندرست نہیں ہونا چاہتا۔"

"کیوں۔؟" اس نے پھر اسی انداز میں آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے سوال کیا۔

"اس لیے کہ اگر میں تندرست ہو گیا تو آپ یہاں سے چلی جائیں گی۔"

"ہم آپ کو تندرست نہیں ہونے دیں گے۔" اس نے کہا۔

"کیا واقعی۔؟"

"ہاں۔ اگر کوئی اتنی چاہت کا اظہار کرے تو کیا دوسرا اس سے انکار کر سکتا ہے۔" میں نے دل ہی دل میں خوش ہو کر نعرہ لگایا تھا۔ "یورپ زندہ باد۔ درحقیقت یورپین لڑکیوں کی یہی فراخ دلی زندگی پیدا کرتی ہے۔ ورنہ دوسرہ صورت میں نہ جانے کیا کچھ سننے کو ملتا۔" میں نے کہا۔

"مس روبی! آپ یہاں نرس ہیں؟"

"نرس نہیں۔ آپ مجھے ڈاکٹر کہہ سکتے ہیں۔"

"سوری سوری۔ یقینی طور پر آپ ڈاکٹر ہی نہیں بلکہ مسیحا ہیں۔ آپ کے ہاتھوں سے کیا ہوا علاج شاید بہت ہی کارآمد ہوتا ہو لیکن یہاں تو وہی افسوسناک بات ہے کہ آپ کے علاج سے تندرست کون ہونا چاہتا ہے۔"

"کھانا کھائیے۔ ٹھنڈا ہو جائے گا۔"

"اب اگر میں آپ سے یہ عرض کروں ڈاکٹر روبی کہ آپ خود بھی میرے ساتھ شامل ہو جائیے۔"

"تو آپ کی جلد بازی ہوگی۔" اس نے برجستہ کہا۔

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ کچھ انتظار کیا جاتا ہے بے تکلف ہونے کا۔ وقت گزرنے کا اور اس کے بعد اپنے خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ آپ بہت جلد باز بھی معلوم ہوتے ہیں۔"

دل ہی دل میں، میں نے سوچا کہ اسے یہ بتا دیا جائے کہ ہاں لڑکیوں کے معاملے میں میں واقعی بہت جلد باز ہوں اور یہ سوچتا ہوں کہ اگلا قدم نہ جانے کیا ہو۔ اس لیے دل میں جو کچھ ہے فوراً ہی سامنے لے آیا جائے۔ بہرحال میں نے یہ ساری باتیں اس سے نہ کہیں۔ روبی ورک کے آنے سے واقعی مجھے بہت خوشی ہوئی تھی اور خصوصاً اس تصور کے ساتھ کہ وہ میرے ساتھ رہے گی اور اس کے علاوہ وہ ایک فراخ دل اور برجستہ گفتگو کرنے کی عادی لڑکی ہے۔ میں کھانے سے فارغ ہو گیا۔ روبی ورک نے ایک گھنٹی بجا کر ملازمہ کو بلایا اور ملازمہ کھانے کے برتن لے کر چلے گئے۔

"جناب۔ اب آپ یہ بتائیے کہ میں آپ کو کس نام سے پکاروں؟"

"بڑی دیر کے بعد آپ نے یہ سوال کیا۔ ویسے میرا خیال ہے آپ مجھے مسٹر شاہ کہہ چکی ہیں۔"

"خالی مسٹر شاہ کہنا پڑے گا آپ کو؟"

"ہاں کیونکہ اس سے آگے پیچھے جو کچھ بھی ہے اس سے آپ کو کوئی دلچسپی نہیں ہوگی۔ مخاطب کرنا ہی تو مسٹر شاہ کہہ دینا کافی ہے میں بھی آپ کو صرف روبی کہہ کر پکاروں گا۔ ویسے کیا آپ کی یہاں ذمہ داری مسٹر جم ہوسٹن نے لگائی ہے۔؟"

"جی۔ جم ہوسٹن ہمارے انچارج ہیں۔"

"آپ یہاں کیا کرتی ہیں؟"

"بس صرف مریضوں کو صحت یاب کرتی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ مجھ جیسے مریض یہاں آتے رہتے ہوں گے؟"

"نہیں۔ باقاعدہ تو نہیں۔ لیکن اگر یہاں کوئی کسی حادثے سے زخمی ہو جاتا ہے تو میں اس کا علاج کرتی ہوں۔ اور ابھی ڈاکٹر

ہیں میرا خیال ہے آپ ڈاکٹر فلیک کو جانتے ہوں گے۔ جنہوں نے ابتدا میں آپ کی دیکھ بھال کی تھی۔"

"غیر میں جانتا تو نہیں ہوں۔ آپ نے تعارف کرا دیا۔" میں ان کی ماتحتی میں کام کرتی ہوں لیکن ڈاکٹر فلیک مجھ پر مکمل اعتماد کرتے ہیں۔"

"ایک اور سوال مس روبی۔"

"جی۔ جی۔ ضرور کیجیے۔ آپ مجھ سے ایک ہزار سوال کرنے کے لیے آزاد ہیں۔"

"اور آپ جواب دینے کی پابند نہیں ہیں۔"

"ہاں۔ بالکل کیوں نہیں۔"

"یہ پابندی مسٹر جم ہوسٹن کی وجہ سے قبول کی ہے آپ نے۔؟"

"کیوں کیا میں انسان نہیں ہوں۔" اس نے شکایتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"سوال درمیان میں رہ گیا۔ بھول جاؤں گا۔"

"تو پھر آپ پہلے سوال کر ڈالیے۔"

"آپ اپنے تمام مریضوں سے اسی ہمدردی کے ساتھ پیش آتی ہیں مس روبی۔؟" میں نے سوال کیا اور وہ عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"کیوں آپ کے خیال میں کیا یہ ڈاکٹر کی ذمہ داری نہیں ہوتی؟"

"ہاں ہوتی ہے۔"

"لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ میرے سامنے آج تک آپ جیسا مریض نہیں آیا۔" غالباً اس نے میری بددلی کو محسوس کر لیا تھا۔ میں مسکرا اٹھا۔

"کیا مطلب ـــ؟"

"مطلب یہ کہ یہاں علاج وغیرہ ڈاکٹر فلیک ہی کیا کرتے ہیں۔ میں صرف ان کے ساتھ تعاون کرتی ہوں۔ یہ پہلا موقع ہے کہ کسی مریض کو براہ راست میرے حوالے کیا گیا ہے۔"

"کیا واقعی۔؟"

"میں آپ سے جھوٹ بالکل نہیں بولوں گی۔" اس نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"تب میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں مس روبی۔" وہ مسکراتی رہی۔ میں نے تھوڑی دیر کے بعد کہا۔

"میرا وہ سوال پھر باقی رہ گیا۔"

"ہاں ہاں ابھی تو آپ کے پاس نجانے کتنے سوالات ہیں۔"

"میرا دوسرا سوال۔ یہاں ان غاروں میں آپ لوگ کیا کرتے ہیں؟" میں نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ میرا خیال تھا کہ میرے سوال پر وہ پریشان ہو جائے گی۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ اس سوال کا جواب دینے کی اسے اجازت نہیں ہوگی۔ لیکن اس نے نہایت فراخدلی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے اوپر اس سوال کے جواب کے لیے پابندی ہے۔" اس کا جواب میری توقع کے برعکس نہیں تھا۔ چنانچہ میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"چنانچہ آپ کا یہ سوال نہیں تصور کیا جا سکتا اور آپ کے پاس بدستور نوسو ننانوے سوالات ہیں۔" یہ کہہ کر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ کم بخت کی ہنسی اتنی قیامت خیز تھی کہ آدمی سب کچھ بھول جائے، لیکن اس کی قربت بھی قیامت خیز ہی تھی اور چونکہ اسے ہدایت کی گئی تھی کہ مجھے مطمئن کر کے ہی دم لے۔ چنانچہ اس نے بھی ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ اور جب بات ایڑی سے چوٹی تک آجائے تو پھر باقی کیا رہ جاتا ہے۔ اور ہمارے درمیان باقی کچھ نہ رہا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ پہلی بار میں نے جم ہوسٹن کو دل سے معاف کر دیا تھا۔ وہ اپنی یادوں کا پورا پورا انتقال کر رہا تھا اور یہ انداز مجھے بہت دلکش لگا تھا دن اور رات تین دن اسی دلکش انداز میں گزر گئے اور کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو قابل ذکر ہوتی۔ مجھے بھی یہ سب کچھ خلوص دل سے قبول تھا۔ چونکہ روبی ایسی لڑکی نہیں تھی جسے دو تین دن کے بعد اپنے راستے سے ہٹا دیا جائے۔ اس دوران نہ تو مجھ سے جم ہوسٹن ملا تھا نہ ریٹا کے بارے میں کچھ معلوم ہوا تھا۔ دل چاہا تھا کہ ایک دو بار ریٹا کے بارے میں روبی سے سوال کروں لیکن یہ بھی ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ اگر میں ریٹا سے دلچسپی کا اظہار کرتا تو ہو سکتا ہے روبی اس بات کو پسند نہ کرتی اور بھلا مجھے کیا پڑی تھی کہ ایک ایسی چیز میں ہاتھ ڈالوں جس میں ہاتھ جل جانے کا خطرہ ہو۔ ریٹا کسی بھی کیفیت کا شکار ہو مجھے اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ میری دلچسپی کا تمام سامان تو روبی کی شکل میں موجود تھا۔ لیکن چوتھے دن میں نے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر تھوڑی سی حیرت بھی ہوئی تھی اور ذرا سا اطمینان بھی۔ جم ہوسٹن ریٹا کے ساتھ میرے پاس آیا تھا۔ ریٹا بہت ہی نارمل کیفیت میں نظر آ رہی تھی اور اس کے چہرے پر سنجیدگی کے تاثرات تھے۔ جم ہوسٹن نے مسکراتے ہوئے مجھ سے میری خیریت پوچھی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور میں نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"آپ نے واقعی میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے مسٹر جم ہوسٹن۔" ریٹا نے تشکر بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"اور اس کے بعد تم ہمیں یہ بتاؤ کہ تم یہاں کتنے عرصے رہنے کا ارادہ رکھتے ہو؟" ریٹا کے لہجے میں یہ تبدیلی میں نے خاص طور سے محسوس کی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے تو روز اول ہی یہاں سے چلا جانا تھا محترمہ ریٹا فرینڈی لیکن آپ لوگ مجھے مہمان رکھنے پر بضد بیٹھے تو مجبور ہو گیا۔ آپ ابھی میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے نکال دیں۔ مجھے کیا اعتراض ہوگا؟"

"میں چاہتی ہوں تم زیادہ عرصے یہاں نہ رہو۔"

"مسٹر جم اس کا فیصلہ کریں گے۔"

"خود تم کیا چاہتے ہو۔؟" جم ہوسٹن نے سوال کیا۔

"مسٹر جم ہوسٹن اگر آپ ایک بار پھر مجھے باندھ کر میرے جسم پر کوڑے لگائیں تو میں یہی جواب دوں گا کہ میری اپنی کوئی چاہت نہیں ہے۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ آوارہ گرد ہوں۔ دنیا کا ہر کام کرنا جانتا ہوں۔ اس کا ثبوت ریٹا فرینڈی دے سکتی ہیں۔ جب یہ اپنے دشمنوں میں گھری ہوئی تھیں تو میں نے ان کے دشمنوں سے جنگ کر کے انہیں ان کے چنگل سے چھڑایا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ میں ہر وہ کام کر لیتا ہوں جس سے بھی مالی فائدہ ہو۔"

"اس وقت میں اس بات کا شدت سے مخالف تھا کہ تم آسانی سے یہاں سے جاؤ۔ لیکن بعد میں مجھے بڑا سبق ملا ہے۔ بڑی مشکل سے میری دوست میری نیت پر یقین کرنے پر آمادہ ہوئی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اب میں تمہارے لیے کوئی مشکل بنوں۔ چنانچہ فیصلہ تم پر چھوڑا جاتا ہے۔ اگر یہاں سے جانا چاہتے ہو تو خوشی سے چلے جاؤ۔ مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔ اور اگر نہ جانا چاہو تو پھر میرے پاس تمہارے لیے ایک پیشکش موجود ہے۔"

"بڑی دلچسپ اور عجیب بات ہے۔ یہ پیشکش کس قسم کی ہوگی۔ مسٹر جم ہوسٹن۔؟"

"جم! تم بے کار باتیں کر رہے ہو۔" ریٹا نے کہا۔

"اوہ نہیں ڈیئر۔ میرے ان الفاظ کا تم پر کوئی احسان ہوگا۔"

"کیسا احسان۔ کہاں کا احسان۔ تم احمق ہو۔ غلط فہمیوں کا شکار ہو گئے تھے۔ میں اب ان غلط فہمیوں کو تمہارے ذہن سے ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہتی ہوں۔ مجھے اس شخص سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہاں بس اتنا میں جانتی ہوں کہ اس نے مجھ پر چھوٹا سا احسان کیا تھا اور مجھے یہاں تک لے آیا تھا تم ضد پر آمادہ ہوئے تو مجھے بھی ضد سوار ہو گئی۔ لیکن دنیا کا کوئی بھی شخص ہمارے تمہارے درمیان رخنہ نہیں ڈلوا سکتا۔"

"مجھے اس بات پر پورا یقین ہے اور میں اپنی اس حماقت کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیسے۔؟"

"اس کے بارے میں بعد میں تمہیں بتا دوں گا مائی ڈیئر ریٹا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ یہ تمہاری اپنی ذمے داری ہے کہ جو فیصلہ بھی تم کرنا چاہو کر لو۔" ریٹا نے لاپروائی سے کہا اور جم ہوسٹن خاموش ہو گیا پھر اس نے کہا۔

"تاہم مسٹر شاہ۔ اگر آپ جانا بھی چاہیں گے تو میرا خیال ہے میں اب آپ کو روکنا پسند نہیں کروں گا۔ حالانکہ یہ بات ریٹا جانتی ہے کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے کس قدر خطرناک ہوگا۔"

"میں ابھی اس سلسلے میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کر سکتی کہ اسے یہاں سے جانا چاہیے یا نہیں۔ اگر تم اس بار بھی اپنی ضد کو استعمال نہیں کرنا چاہتے تو پھر تھوڑا سا انتظار کرو۔ اور مجھے فیصلہ کرنے کا موقع دو۔" ریٹا نے کہا اور جم ہوسٹن نے گردن خم کر دی۔

"جیسا آپ پسند کریں مس ریٹا۔ اور اس کے بعد وہ دونوں وہاں سے چلے گئے تو وہ مسکراتی ہوئی میرے قریب آئی اور اس نے کہا۔

"اور میرا اس تمام گفتگو میں کوئی حصہ نہیں تھا۔ بعض لوگ کس قدر بے حیثیت ہوتے ہیں۔"

"مطلب مس روبی۔؟"

"کاش کوئی مجھ سے بھی یہ سوال کر لیتا کہ مسٹر شاہ کو یہاں سے جانا چاہیے یا نہیں۔؟"

"آپ کا جواب کیا ہوگا؟"

"صرف ایک۔" اس نے کہا۔

"کیا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"بھئی میں یہ درخواست کرتی کہ اگر مسٹر شاہ کو یہاں سے جانا ہی ہے تو مجھے بھی ان کے ساتھ جانے کی اجازت دی جائے۔" میں قہقہہ مار کر ہنس پڑا تھا۔ پھر اسی رات روبی کو کوئی بلانے کے

لیے آیا اور وہاں سے چلی گئی۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے گئی تھی کہ مسٹر جم ہوسٹن میرے پاس پہنچ گئے۔ مسکرا رہے تھے اور اس وقت بہت شاندار شخصیت کے مالک نظر آ رہے تھے۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے ان کا استقبال کیا تھا۔

"دلچسپ بات ہے نا دوست۔ کہ ہم انتہائی بدترین دشمن ہونے کے باوجود کتنے گہرے دوست بن گئے۔"

"ہاں بعض ذرائع ایسے ہی ہوتے ہیں۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔ اور جم ہوسٹن ہنس پڑا پھر بولا۔

"میری چالاکی کی داد نہیں دو گے۔"

"اگر واقعی وہ چالاکی ہے تو پھر قابل داد ہی ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور جم ہوسٹن بے تکلفی سے میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"یقین کرو۔ یہ میری سازش تھی۔"

"میں نے یقین کر لیا۔"

"دراصل میرے ذہن میں جو چور تھا اس کی تکمیل چاہتا تھا اور میں نے جرمی ذہانت سے یہ سب کچھ کیا۔ ایک ایسے وقت میں ریٹا کو تمہارے پاس آنے کا موقع دیا۔ جب تم ذہنی طور پر حاضر نہیں تھے اور تمہاری تمام تر توجہ روبی کی جانب تھی۔ ریٹا نے تمہیں دیکھا۔ واپس چلی گئی۔ ویسے یہ بات بالکل درست ہے کہ اس کے دل میں تمہاری نہیں میری محبت ہے۔"

"ہونی بھی چاہیے۔ محبت چند لمحوں میں تو نہیں ہو جاتی۔"

"میرا خیال ہے ہو جاتی ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں۔"

"خیر ہم محبت کے فلسفے پر بحث نہیں کریں گے۔"

"البتہ یہاں سے جانے کے بعد ریٹا کے انداز میں خاصی تبدیلی رونما ہوئی اور بالآخر رفتہ رفتہ وہ درست حالت میں آ گئی۔"

"یعنی تمہاری طرف متوجہ ہو گئی۔"

"ہاں۔ مجھ سے وہ کبھی منحرف نہیں ہوئی تھی۔ مگر وہ خود بھی بے پناہ ضدی ہے۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ اسی ضد میں اس نے اپنی زندگی تباہ کر لی ہے۔ اس کا ایک پورا پس منظر ہے جو میں تمہیں بتانا پسند نہیں کروں گا۔ البتہ روبی نے میرے ساتھ بہت تعاون کیا ہے اور ریٹا کو تمہاری طرف سے برگشتہ کرنے میں اس کا بھی ہاتھ ہے۔"

"اگر مس ریٹا میری طرف سے برگشتہ ہو گئی ہیں تو آپ یقین کریں کہ مجھے اس کا کوئی دکھ نہیں ہے مسٹر جم۔"

"میں جانتا ہوں۔ اب ان الفاظ کو دہرا کر مجھے شرمندہ نہ کرو۔ ویسے تمہارے لیے ایک مسئلہ میرے ذہن میں ہے۔ اور میرا خیال ہے تمہیں میری یہ پیشکش قبول کر لینی چاہیے۔ ہم لوگ یہاں ان غاروں میں کچھ کارروائی کر رہے ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ اس کی نوعیت مجرمانہ ہی ہے۔ لیکن ہمارے لیے نہایت ضروری۔ اور ہم اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس سے ہمیں بہت بڑا مالی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اور اگر تم مناسب سمجھو تو ایک مختصر وقت کے لیے ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔" میں چونک پڑا۔ میں نے کہا۔

"میں سمجھا نہیں مسٹر جم ہوسٹن۔"

"ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس میں ہمارے ساتھ شرکت کرو۔ اس کا تمہیں بہترین معاوضہ ملے گا۔"

"کمال ہے۔ میں نے اس بات سے کبھی انکار کیا؟ اور اب جب کہ میں بالکل قلاش ہوں اگر آپ مجھے یہاں سے جانے کا موقع دیں گے تو شاید اپنے ہوٹل کا بل بھی ادا نہیں کر سکوں۔ اگر میرے ہاتھ کوئی رقم آ جاتی ہے تو بھلا میں اس سے انکار کیسے کر سکتا ہوں۔"

"تو بس پھر یوں سمجھ لو کہ یہ رقم تمہاری جیب میں ہے۔ اور وہ بھی معمولی رقم نہیں۔ میرا خیال ہے کم از کم ایک لاکھ ڈالر یا اس سے بھی کچھ زیادہ۔"

"اوہ مائی گاڈ۔ مائی گاڈ۔" میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔ پھر میں نے کہا۔

"ایک لاکھ ڈالر کے لیے میں ایک ہزار افراد کو قتل کر سکتا ہوں مسٹر جم ہوسٹن۔"

"جب کہ تمہیں یہ نہیں کرنا پڑے گا۔"

"میں نوعیت بھی نہیں معلوم کرنا چاہتا۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ آپ کی یہ پیشکش مجھے شکریے کے ساتھ قبول ہے۔"

"اندرونی کیفیت کیسی ہے۔؟"

"بالکل درست۔"

"میرا مطلب ہے کسی قسم کی کمزوری تو نہیں محسوس کر رہے۔"

"بالکل نہیں بلکہ آپ کے ان الفاظ نے تو مجھے بہت زیادہ طاقت بخش دی ہے۔" جم ہنسنے لگا پھر بولا۔

"میرا خیال ہے میں نے زندگی میں کبھی کسی کے ساتھ اتنی زیادتیوں کا ازالہ نہیں کیا۔"

"اس کے لیے میں آپ کا ایک ہزار بار شکریہ ادا کر سکتا ہوں۔"

"تو پھر یہ سمجھ لو کہ میں تمہیں اپنے ساتھیوں میں شامل کرتا ہوں لیکن شرط یہی ہے کہ پوری دیانت داری کے ساتھ کام کرنا اور سنو! یہاں تمہیں مکمل آزادی ہے۔ ریٹا کے علاوہ جتنی لڑکیاں یہاں کام کرتی ہیں، ان میں جو بھی تمہاری دوست بننا چاہے، مجھے اعتراض نہیں ہوگا اور یقین کرو میرے دوست

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کہ یہاں بڑے رچھے بھیڑے تمہیں نظر آئیں گے۔ دراصل ریٹا میرے بچپن کا خواب ہے۔ ابتدا ہی سے ہم دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں اور یوں سمجھ لو کہ ریٹا میری ہی وجہ سے یہاں تک پہنچی ہے۔"

"خیر، میں غیر متعلق کہانیوں میں دلچسپی نہیں لیتا۔ البتہ اپنی اس پیش کش کو تم اپنے ذہن سے فراموش نہیں کرنا۔"

"یوں سمجھو تمہارا کام شروع ہو چکا ہے۔"

جم ہوسٹن نے بتایا اور میں نے مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کیا۔ جم ہوسٹن کافی دیر تک بیٹھا رہا اور اس کے بعد وہاں سے چلا گیا، لیکن میرے لیے بڑی سنسنی خیز خبر میں چھوڑ گیا تھا یعنی اب مجھے خود بخود یہ معلوم ہونے والا ہے کہ یہ لوگ ان غاروں میں کیا کر رہے ہیں۔ اصل کام سے تو بہت پیچھے ہٹ گیا تھا۔ نہ جانے اصل کام کیا تھا۔ وہ ایجنٹ ہی مجھے دستیاب نہیں ہوتے تھے، جو مجھے حقیقت بتاتے، لیکن بہر طور یہاں تھوڑی سی دلچسپیوں کے ساتھ اگر کچھ معلومات حاصل ہو جائیں تو کیا حرج ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے آپ کو تیار کرنے لگا کہ جم ہوسٹن جو کام بھی میرے سپرد کرے اسے کچھ عرصے خوش اسلوبی سے انجام دوں۔ اس دوران میری دلچسپی کے لیے روبی تو موجود ہی ہے۔ روبی کا نام ذہن میں آیا ہی تھا کہ وہ سامنے سے آتی ہوئی نظر آئی اور میں محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ جم ہوسٹن سے اس گفتگو کے بعد دو دن تک مجھ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ میں خود بھی بہت زیادہ متجسس نہیں تھا۔ اگر کوئی کام میرے سپرد کیا جائے گا تو دیکھوں گا کہ کیا کیفیت ہے۔ ویسے بھی ان تمام لوگوں سے ناراض تھا جنہوں نے مجھے اس مہم پر بھیجا تھا۔ عجب مصیبت میں ڈال دیتے ہیں۔ خیر آئندہ سہی۔ البتہ امکانات پیدا ہو گئے تھے زندگی کے بڑی مار کھائی تھی۔ گو زخم ابھی تک موجود تھے لیکن تکلیف ختم ہو چکی تھی اور اس میں روبی کا بہت زیادہ ہاتھ تھا۔ وہ مسلسل میرے ساتھ منسلک تھی اور میں یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ وہ صرف مجھ سے کاروباری دلچسپی رکھتی ہے یا اس کے الفاظ میں صداقت ہے۔ میرے بارے میں اس کا خیال تھا کہ میں شاید اس کی زندگی میں اتنی گہرائیوں تک اتر چکا ہوں کہ اب میرا جدا ہونا اسے پسند نہیں آئے گا۔ جم ہوسٹن کے اس فیصلے سے وہی سب سے زیادہ دکھی نظر آئی تھی کہ مجھے یہاں گروہ میں شامل کر کے میرے سپرد کوئی کام کیا جائے گا۔

غالباً تیسرا دن تھا جب مجھے طلب کر لیا گیا اور میں غاروں میں مختلف راستوں سے گزرتا ہوا ایک ایسے غار میں داخل ہو گیا جہاں جم ہوسٹن ایک میز کے گرد بیٹھا ہوا اپنے سامنے کاغذ پھیلائے کسی سوچ میں گم تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور بڑے اچھے انداز میں سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے میری خیریت پوچھی۔ میرے زخموں کے بارے میں سوالات کیے اور میں نے اسے بتایا کہ اب میں بالکل بہتر حالت میں ہوں۔

"مائی ڈیئر شاہ! میرے دوست، درحقیقت بعض اوقت انسان کو اپنے مزاج کے خلاف ایسی کارروائیاں کرنا پڑتی ہیں، جن پر بعد میں اسے ہمیشہ افسوس ہوتا ہے اور میرا خیال ہے تمہارے مسئلے میں بھی مجھ سے یہی غلطی ہوئی ہے لیکن گمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں آتا۔ اب اگر میں سوچتا ہوں کہ کوئی ایسی ترکیب کی جائے جس سے تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میرے ہاتھوں اٹھانے والی تکلیف کو نظر انداز کر دو تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا ذریعہ کیا ہو۔"

میں نے ہنستے ہوئے ہاتھ اٹھایا اور کہا۔ "نہیں مائی ڈیئر مسٹر جم ہوسٹن! حقیقت یہ ہے کہ میں نے بھی کبھی شریفانہ زندگی نہیں گزاری اور بے شمار مشکلات کا شکار رہا ہوں۔ دولت کا حصول آسان نہیں ہوتا اور یہ بات تم بھی اچھی طرح جانتے ہو، خصوصی طور پر ہم جیسے لوگوں کا معاملہ جن کے لیے شاید زندگی میں اچھائیوں کے راستے بند ہو چکے ہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جب بھی کبھی دولت کی ضرورت ہوئی زندگی کی بازی لگانی پڑی اور اس کے بعد یہ عیش کرنے کے مواقع ملتے ہیں۔"

ہوسٹن نے میری بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارا خیال بالکل درست ہے اور جو ان حقیقتوں کو سمجھ لے وہ ایک کامیاب ترین انسان کہلا سکتا ہے۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ میں تمہارے مسئلے میں اتنا سنجیدہ ہوں کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے اور میری خواہش ہے کہ جب تم ہماری اس دنیا سے جاؤ تو اتنی مضبوط مالی حالت میں ہو کہ عرصہ دراز تک تمہیں کسی الجھن کا سامنا نہ کرنا پڑے۔"

"آہ یہ تو میری سب سے بڑی خواہش ہے۔ زندگی بہت خوبصورت ہے اور اس خوبصورت زندگی کو اپنی پسند کے مطابق گزارنے کے لیے بہت بڑی رقم کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ اتفاق ہے کہ میرے ہاتھ کبھی کوئی اتنی بڑی رقم نہیں لگی کہ میں سال دو سال ہی پرسکون انداز میں بیٹھ کر زندگی گزار سکتا۔"

"اگر تم نے ہمارے ساتھ ایک سال بھی گزار لیا تو یوں سمجھو اس کے بعد تمہیں کئی سال تک دولت کی طلب کی ضرورت نہیں پیش آئے گی اور اگر فقط کفایت شعاری سے کام لو تو شاید یہ عرصہ بہت زیادہ ہو سکتا ہے۔ خیر یہ تو رہیں ثانوی باتیں۔ اب تم مجھے پورے اعتماد کے ساتھ یہ بتاؤ کہ کیا تم خلوص دل سے ہمارے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہو؟"

"اس کا اظہار تو میں نے پہلے ہی کر دیا تھا مسٹر جم ہوسٹن خلوص دل نہ کہو اس کو بلکہ ضرورت کہو۔ میں تمہارے ساتھ پوری دیانت داری کے ساتھ ہر وہ کام کرنے کے لیے تیار ہوں جس میں مجھے رقم حاصل ہو اور مستقبل کے لیے بہتر راستہ۔"

"تو عارضی طور پر ہم تم سے چھ مہینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ یہاں بہت سے لوگ کام کرتے ہیں، سب کا اپنا اپنا ایک عمل ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ہمیں ہمیشہ ایسے لوگوں کی ضرورت رہتی ہے جو بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوں اور تمہارے سلسلے میں ریٹا مجھے بتا چکی ہے کہ تم دشمنوں پر بجلی بن کر ٹوٹنا جانتے ہو۔ مطلب یہ کہ تم موقع پر فیصلہ کرنے کی صلاحیتیں رکھتے ہو اور ایسے لوگ ہمیشہ قابل اعتماد بھی ہوتے ہیں اور ان پر پورا پورا اعتماد کیا جا سکتا ہے تو اس چھ مہینے کے عرصے میں تمہیں ہمارے لیے جو کچھ کرنا ہوگا اس میں تمہارا ایک باقاعدہ کمیشن ہوگا، جو لاکھوں ڈالر کی شکل تک پہنچ سکتا ہے۔ تمہیں ہر کام کے بعد معاوضہ ادا کر دیا جائے گا اور تم اس پر پورا پورا اختیار رکھو گے کہ اسے جس شکل میں چاہے جمع کرو۔ اگر دنیا کے کسی بھی ملک کے بینک میں تم اپنی یہ رقم رکھنا چاہو تو ہم اس کا بندوبست بھی کر دیں گے۔ ہمارے پاس انتظامات ہیں، تمہیں تمہاری پسند کے مطابق کاغذات مل جایا کریں گے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر جم ہوسٹن، مجھے آپ پر مکمل اعتماد ہے۔"

"تم اس اعتماد میں کوئی رخنہ نہیں پاؤ گے لیکن کام کے سلسلے میں رازداری شرط ہے اور پوری پوری دیانت داری سے کام ہونا ہے۔"

"اس کی تم بالکل فکر مت کرو۔ تاہم تمہیں اس بات کا مکمل اطمینان ہے کہ پہلے میرے طریقہ کار کا جائزہ لو اور یہ اندازہ کر لو کہ میں قابل اعتماد ہوں یا نہیں۔" جم نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"ذاتی طور پر مجھے تم پر بالکل اعتماد ہے۔ میرے دوست اور میں مکمل اعتماد کے ساتھ ہی یہ ذمہ داری تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔ کل تقریباً گیارہ بجے تمہیں ایک خاص مہم پر روانہ ہونا ہوگا۔ ریٹا تمہارے ساتھ جائے گی اور تم سے مکمل تعاون کرے گی۔ میرے خیال میں اس کی ہدایت پر تو تمہیں کام کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"بالکل نہیں۔" میں نے جواب دیا اور جم ہوسٹن نے ایک بار پھر مجھ سے ہاتھ ملایا اور کہا کہ اب میں چاہوں تو آرام کر سکتا ہوں۔ باقی وقت میں نے پرسکون گزارا اور روبی میرے پاس موجود تھی۔ اسے تو مستقل طور پر میرے حوالے کر دیا گیا تھا۔ دوسرے دن صبح ناشتے پر ریٹا موجود تھی، بالکل سپاٹ چہرہ لیے ہوئے میری طرف سے بے تعلق! البتہ اس نے کہا۔

"تم نے تمام باتیں سوچنے کے بعد ہمارے ساتھ کام کرنے کا فیصلہ کیا ہے، مسٹر شاہ؟"

"ہاں بس ریٹا۔"

"ٹھیک ہے ساڑھے دس بجے مکمل طور پر تیار ہو جاؤ۔ کوئی خاص تیاریاں نہیں کرنی ہیں، بس ذہنی طور پر تمہیں آمادہ ہونا ہوگا۔ ایک طویل اور تکلیف دہ سفر کے لیے۔"

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

ٹھیک گیارہ بجے ریٹا تقریباً دس افراد کے ساتھ باہر نکلی۔ اس کے پاس ایک بڑی لینڈ روور تھی اور ایک چھوٹی جیپ۔ جیپ میں ریٹا میرے ساتھ سوار تھی اور لینڈ روور میں وہ باقی تمام افراد۔ ہم لوگ ناہموار راستوں پر سفر کرنے لگے۔ جم ہوسٹن کا اس دوران کہیں پتا نہیں تھا۔ میری اس سے ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی۔ ریٹا بالکل خاموش تھی۔ راستے میں، میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ وہ بے زاری کے سے انداز میں سفر کرتی رہی۔ میں اس کی اس کیفیت کو سمجھ نہیں پایا تھا، لیکن جب اس نے مجھ سے گفتگو نہیں کی تو میں نے بھی اسے پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ تقریباً شام کو ساڑھے چھ بجے تک ہم لوگ یہ سفر کرتے رہے۔ سفر چونکہ ناہموار پہاڑی راستوں پر ہو رہا تھا جہاں جگہ جگہ جنگل نظر آ جاتے تھے اور بعض جگہ جیپ ڈرائیو کرنے میں خاصی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا، اس لیے رفتار بے حد سست ہو جاتی تھی۔ یہ کئی گھنٹوں کا سفر ہم نے خاصی مشکلات میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

طے کیا۔ راستے میں کبھی کبھی رُک کر چائے اور کھانے پینے کے لوازمات سے لطف اندوز بھی ہوتے، لیکن ریٹا کی مسلسل خاموشی مجھے بور کر رہی تھی۔ میں نے بھی اس سے بے پروائی اختیار کر لی۔ ویسے بھی میرے اور اس کے درمیان کوئی ایسا ذہنی رابطہ نہیں رہا تھا، جس کی نوعیت جذباتی ہو۔ چنانچہ اگر وہ مجھ سے نہیں بول رہی تھی تو مجھے بھی اس میں کوئی پریشانی نہیں تھی۔ ساڑھے چھ بجے ہم جس جگہ پہنچے، وہاں پہنچ کر ریٹا نے جیپ چھوڑ دی اور اس کے بعد اس کے تمام ساتھی کھانے پینے کا سامان ایک مخصوص مقدار میں نکالنے لگے۔ ریٹا نے کہا۔

"اور اس سے آگے کا سفر ہمیں پیدل طے کرنا ہوگا، لیکن وہ بہت زیادہ نہیں ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ یہ پیدل سفر واقعی دشوار گزار تھا اور یقینی طور پر پیدل اس لیے طے کیا جا رہا تھا کہ یہاں جیپوں کا گزر نہیں تھا۔ سنگ اور ناہموار رقبے جن میں سے بعض جگہ بس اتنی جگہ تھی کہ تین تین چار چار آدمی ایک ساتھ قطار میں نکل سکیں۔ جیپ یا لینڈ روور یہاں بالکل نہیں آ سکتی تھی۔ اوپر پہاڑی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں اور دُور دُور تک ایسی جگہ نہیں تھی، جسے جیپوں کے ذریعے عبور کیا جا سکے۔ لیکن اس راستے کا اختتام ایک ایسی جگہ ہوا جہاں نیچے ایک بڑی کھائی نظر آ رہی تھی اور اونچی پہاڑی کٹاؤ کی دیوار۔ ڈھلان بہت زیادہ گہرے نہیں تھے، لیکن اترنے کے لیے بے حد دشوار گزار۔ یہاں درخت بھی بکھرے ہوئے تھے۔ لمبی لمبی گھاس بھی تھی۔ ماحول بُرا نہیں تھا۔ وہ ویسے بھی رات ہو چکی تھی اور اس وقت تقریباً ساڑھے آٹھ بج رہے تھے، جب ہم یہاں پہنچے تھے، لیکن ہمارے پاس روشنی وغیرہ نہیں تھی، البتہ تاروں کی چھاؤں اور آسمان پر ایک چمک دار سی کیفیت ماحول کو بالکل ہی دھندلاتے ہوئے نہیں تھی۔ گو چاند نہیں نکلا تھا، لیکن اس کے نکلنے کے آثار تھے۔ ریٹا فریڈی نے ایک جگہ اپنے قیام کے لیے منتخب کی یہ ایک درخت کے نیچے کی جگہ تھی۔ یہاں پہنچ کر کھانے پینے کا پھر باقاعدہ بندوبست کیا گیا اور ایک خوبصورت ڈنر کیا گیا جو خشک چیزوں پر مشتمل تھا۔ گرم کافی بھی موجود تھی لیکن آگ یا روشنی نہیں کی گئی تھی۔ نہ ہی کسی کو سگریٹ پینے کی اجازت تھی۔ حالانکہ ان میں سگریٹ پینے والے بھی تھے۔ میں خود باقاعدہ سگریٹ نہیں استعمال کرتا تھا لیکن ریٹا نے خصوصی طور پر مجھ سے کہا تھا۔

"آپ یہاں سگریٹ جلانے کی کوشش نہیں کریں گے مسٹر شاہ!"

"میں سگریٹ پیتا ہی نہیں ہوں مس ریٹا۔" میں نے کہا اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے خود ہی اپنے لیے ایک درخت کے پاس پناہ گاہ بنائی تھی۔ البتہ یہاں میں نے ریٹا سے یہ سوال ضرور کیا۔

"مس ریٹا کیا اس سے آگے کے حالات مجھے بتائے جائیں گے یا میری حیثیت ان لوگوں سے بھی بدتر ہے جو آپ کے ساتھ سفر کر رہے ہیں؟"

"بدتر کیوں؟"

"میرا مطلب ہے کہ یہ لوگ تو کم از کم یہ جانتے ہوں گے کہ یہاں کیا کرنا ہوتا ہے، لیکن میں بالکل ناواقف ہوں اور جاننا بھی صرف اس لیے چاہتا ہوں کہ اگر کوئی ناگہانی صورتِ حال پیش آ جائے تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"اوّل تو کسی ناگہانی صورتِ حال کے پیش آنے کا امکان نہیں ہے۔ دوئم یہ کہ کم از کم یہ رات ہمارے لیے مشکل نہیں ہے اور کل کے دن کا کچھ حصہ بھی ہمیں یہاں رُک کر انتظار کرنا ہوگا اور اس وادی پر نگاہ رکھنا ہوگی۔"

"کیا رات کو بھی؟"

"نہیں، رات کو سرحدی محافظ بہت ہوشیار رہتے ہیں چنانچہ ہم اپنا یہ کام رات میں نہیں کرتے، البتہ دن کی روشنی ان لوگوں کو سکون کی نیند سلا دیتی ہے اور صرف چند افراد ڈیوٹی پر رہ جاتے ہیں۔ اس وقت ہمارے کام میں آسانی ہو جاتی ہے۔"

"سرحدی محافظ؟"

"ہاں یہاں سے دوسری طرف ایک دوسرے ملک کی سرحدیں لگتی ہیں اور تھوڑے ہی فاصلے پر ہمارے اس ملک کی سرحدیں بھی جہاں فوجی تعینات رہتے ہیں۔" ریٹا نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اپنی جگہ آرام کرنے لیٹ گیا تھا۔ ریٹا میری نگاہوں کے زاویے سے زیادہ دُور نہیں تھی۔ میں اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے سکتا تھا۔ بہت دیر تک وہ درخت سے ٹیک لگائے بیٹھی رہی تھی پتا نہیں ناراضگی کا اظہار کر رہی ہے یا بیزار ہی کا۔ رات کا کافی حصہ گزر گیا۔ اس وقت تقریباً پانچ یا ساڑھے پانچ بجے

ہوں گے جب مجھے کچھ آہٹیں سنائی دیں، ویسے بھی نیند ذرا بے سکونی کی تھی۔ یہ جگہ سونے کے لیے نہیں تھی اور یہاں مجھے مکمل طور پر نیند نہیں آئی تھی۔ ان آہٹوں کو سن کر میں نے آنکھیں کھول دیں۔ ریٹا دُور رہی ہاتھوں میں لیے دُور دُور تک نگاہیں دوڑا رہی تھی۔ باقی تمام لوگ مزے کی نیند سو رہے تھے۔ چونکہ وہ میرے پاس سے گزری تھی اور اس کا پاؤں ایک ایسے پتھر سے لگا تھا جو گھاس میں چھپا ہوا پڑا تھا، چنانچہ پتھر کے لڑھکنے کی آواز سے میں جاگ گیا تھا۔ میں اپنی جگہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ریٹا نے چونک کر میری طرف دیکھا اور پھر دوربین گلے میں لٹکا کر واپس اسی طرف آ گئی۔ وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی تھی۔

"خیریت مس ریٹا، کیا دیکھ رہی ہیں آپ؟"

"کچھ نہیں، یہ سب کچھ بے حد ضروری ہے۔ ویسے تم پوچھ رہے تھے کہ ہمیں یہاں کیا کرنا ہوگا؟"

"ہاں جاننا تو چاہتا تھا۔"

"میرا خیال ہے ابھی اس کی کوئی اہم ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں میں بے سکون دیکھ چکی ہوں، کیا بات ہے روبی کے بغیر نیند نہیں آ رہی؟" مجھے ہنسی آ گئی۔ اس کے لہجے میں ایک طنز چھپا ہوا تھا۔

میں نے آہستہ سے کہا۔ "نہیں مس ریٹا، روبی درحقیقت میرے لیے مسٹر جم ہوسٹن کا ایک تحفہ ہے۔"

"تحفہ؟" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔"

"تحفہ نہیں خوف ــــ خوف کہو خوف۔" ریٹا بولی۔

"میں سمجھا نہیں مس ریٹا۔" میں نے کہا لیکن وہ دیر تک کچھ نہ بولی۔

پھر آہستہ سے کہنے لگی۔ "دراصل جم ہوسٹن میرا تجزیہ کرنا چاہتا تھا۔"

"مطلب؟"

"یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا میں ذہنی طور پر تم سے متاثر ہوں یا نہیں۔"

"نہیں سمجھا مس ریٹا۔"

"بہت کچھ سمجھ رہے ہو تم اتنے معصوم نہیں ہو۔"

"پلیز مس ریٹا! اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے کچھ تفصیلات بتائیں۔"

"جم ہوسٹن سمجھتا ہے کہ وہ دُنیا کا سب سے چالاک آدمی ہے حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔ میں نے اُسے بے لوث چاہا ہے سمجھے تم ... میں نے اُسے بے لوث چاہا ہے۔ اس وقت سے جب کہ میں اس گروہ میں شامل تھی اور نہ وہ۔ میں نے اُس کے لیے ہر مشکل حالات کا سامنا کیا ہے۔ لیکن ... لیکن یہ بھی کوئی بات ہے، یہ کوئی بات ہے کہ وہ آج تک مجھ سے بدظن ہے، مشکوک رہتا ہے میری طرف سے، تم خود بتاؤ کیا عورت اپنی یہ توہین برداشت کر سکتی ہے؟"

"مسٹر جم ہوسٹن شاید آپ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں مس ریٹا۔"

"ہوں، محبت! وہ ایک خود غرض انسان ہے۔ اتنا خود غرض کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔ میں ... میں اس کے بارے میں اب ذرا مختلف انداز میں سوچ رہی ہوں۔ اس نے مجھے قید کر دیا تھا اور یہ بات تم بھی اچھی طرح جانتے ہو۔ اگر کوئی کسی سے محبت کرتا ہے تو کیا اس کے ساتھ یہ سلوک بھی کر سکتا ہے؟ اور محبت بھی وہ جس میں جنون کا اظہار کیا جائے۔ وہ جنونی نہیں بلکہ ایک ذہین آدمی ہے۔ دُنیا ساز زمانے کو اچھی طرح جانتا ہے اور زمانے کے ہر رنگ کو اپنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔"

"آپ ابھی تک جم ہوسٹن سے ناراض ہیں؟"

"نہیں، شاید میں اس سے ناراض نہیں ہوں بلکہ ... بلکہ مجھے اُس سے شکایت ہے اس سے زیادہ مجھے اپنے آپ سے شکایت ہے کہ میں کسی اجنبی کے ہاتھوں اتنی بے بس کیوں ہو گئی۔ ہاں وہ اجنبی ہے میرے لیے مسٹر شاہ۔ وہ میرے لیے بالکل اجنبی ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ریٹا مذبذبانی انداز میں کہہ رہی تھی۔

"سب کچھ چھوڑ دیا میں نے اُس کے لیے، سب کچھ چھوڑ دیا۔ میں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوں۔ اتنی تعلیم یافتہ کہ اگر دُنیا کے کسی بھی ملک میں اپنی زندگی کا آغاز ایک اچھے انسان کی حیثیت سے کرنا چاہتی تو با آسانی کر سکتی تھی، لیکن ... لیکن اُس نے مجھے جرائم کے رستوں پر لا ڈالا اور اب میں ایک مجرم ہوں اور جم ... جم ایک مجرم ہونے کے ساتھ ساتھ ہی ایک ذہین انسان بھی، وہ ہر شخص کے ساتھ مارجن رکھتا ہے۔ وہ ... وہ ... کیا تم جاننا چاہتے ہو مائی ڈیئر کہ میں غلط نہیں کہہ رہی؟"

"سمجھا نہیں مس ریٹا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"تو پھر سمجھو آدمیں تمہیں دکھاؤں۔" اس نے کہا اور میں کھڑا ہوگیا۔ وہ میرا بازو پکڑ کر عجیب سے انداز میں مجھے گھسیٹتی ہوئی ایک جانب لے گئی اور پھر اس نے کہا۔

"وہ دیکھو... اُدھر دیکھو! یہ دوربین لو۔ تمہیں ایسے نظر نہیں آئے گا۔" میں نے حیران کن انداز میں دوربین اس کے ہاتھ سے لی۔ ریٹا کی کیفیت عجیب نظر آرہی تھی۔ دوربین آنکھوں پر لگا کر میں نے اس کے بتائے ہوئے اشارے کی سمت دیکھا کچھ احساس نہ ہوا تو ریٹا نے کہا۔

"وہ پہاڑی ٹیلا جو نظر آرہا ہے، وہ جو ٹیکری کی شکل میں ہے، اُدھر دیکھو، غور سے دیکھو، کیا ہے وہاں؟"

تب میں نے اس کے اشارے کی جانب دیکھا اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے دو سندلا ہتھوں میں لپٹا ہوا ایک گھوڑا نظر آیا، جو ایک درخت سے بندھا ہوا تھا۔

"وہ... وہ گھوڑا ہے مس ریٹا، وہ گھوڑا ہے۔"

"ہاں یہ گھوڑا اس وقت ہمارے پیچھے چلا تھا جب ہماری جیپیں تقریباً پانچ میل کا فاصلہ طے کر چکی تھیں اور اس گھوڑے پر کون ہے جانتے ہو؟"

"نہیں، میں نہیں جانتا۔" میں نے حیرانی سے کہا۔

"جم!" ریٹا بولی۔

"مسٹر جم ہوسٹن؟"

"ہاں مسٹر جم ہوسٹن۔ اس سے پہلے وہ کبھی اس انداز میں ایسی کسی مہم پر چھپ کر نہیں آئے۔ لیکن اس بار وہ آئے ہیں جانتے ہیں کس لیے مسٹر شاہ؟"

"نہیں، میں نہیں جانتا۔"

"صرف مجھ پر اور آپ پر نگاہ رکھنے کے لیے اور یقینی طور پر انہیں یہاں کے ماحول کا پورا پورا اندازہ ہوگا اور دس افراد جو ہمارے ساتھ آئے ہیں اور جو اس وقت گہری نیند سو رہے ہیں، ان میں یقینی طور پر ایک دو افراد ایسے ضرور ہوں گے جو مسٹر جم کے مکمل رازدار ہوں گے اور وہ انہیں یہ اطلاع دیں گے کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرتی رہی ہوں۔ تم خود سوچو مائی ڈیئر شاہ! تم خود سوچو ان حالات میں .... ان حالات میں جب ..... جب شبہ یہاں تک پہنچ جائے کہ ہر قسم کے اعتماد کو نظر انداز کر دیا جائے تو کیا زندگی کوئی اچھا انداز اختیار کر سکتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں ناممکن ہے، یہ قطعی طور پر ناممکن ہے اور جم .... جم یہ جرم کر رہا ہے، مسلسل یہ جرم کیے جا رہا ہے، اُسے یہ نہیں کرنا چاہیے تھا مسٹر شاہ، اُسے یہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"ہاں واقعی، محبت میں اعتماد بے حد ضروری ہوتا ہے۔"

"محبت! میں بہت پاگل قسم کی لڑکی ہوں مسٹر شاہ! بہت پاگل قسم کی لڑکی ہوں۔ میں محبت بھی ٹوٹ کر کرتی ہوں اور نفرت بھی۔ اور میں فیصلہ نہیں کر پا رہی کہ اب میرے دل میں اس کے لیے محبت ہے یا نفرت۔ پلیز آؤ واپس آجاؤ، وہ غنودہ ہوگیا ہوگا، سویا نہیں ہے۔" اُس نے دوربین میرے ہاتھ سے لی اپنے گلے میں لٹکائی اور پھر واپس اپنے اُسی ٹھکانے پر پہنچ گئی، جہاں اُس کا قیام تھا۔

میں البتہ اپنی جگہ بیٹھ گیا تھا، لیکن اس دلچسپ صورتحال پر مجھے ہنسی آرہی تھی۔ یہ جرائم پیشہ افراد بھی اس انداز میں محبت کرتے ہیں۔ انوکھی اور عجیب بات ہے۔ صبح ہونے میں زیادہ دیر نہیں تھی۔ اس کے بعد ریٹا فریڈی مجھ سے مخاطب نہیں ہوئی اور صبح کی روشنی پھوٹ گئی۔

وہ تمام لوگ ہوشیار ہوگئے تھے اور اس کے بعد ضروریاتِ زندگی کا آغاز ہوگیا تھا لیکن ہم سب پیچھے پیچھے سے تھے۔ سورج چڑھتا چلا گیا۔ ہم نے اپنی تمام کارروائیاں محدود کر دی تھیں۔ ویسے یہاں موسم سخت نہیں تھا۔ گو دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ ویسے یہاں گرمی کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔

دوپہر ڈھلی۔ شام کے تقریباً ساڑھے چار بجے، تب اچانک ریٹا کنارے پر آکھڑی ہوئی۔ اس نے سامنے دیکھا بہت دور کوئی چیز رینگتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ یہ خچروں کی ایک قطار تھی اور میں نے اسے بخوبی دیکھ لیا۔ وہ ایک درّے سے نکل کر آرہے تھے۔ ان کے ساتھ صرف چار آدمی تھے، جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور خچروں کو ہانکتے ہوئے آرہے تھے۔ خچروں کی تعداد تقریباً تیس کے قریب تھی اور وہ ایک پتلی قطار میں سفر کر رہے تھے۔ ایک کے پیچھے ایک خچر اور ان خچروں پر کوئی سامان لدا ہوا تھا۔ تمام لوگ مستعد ہوگئے۔ ریٹا انہیں دیکھتی رہی۔ خچر ایک مخصوص فاصلے سے آتے ہوئے اسی سمت آرہے تھے اور آہستہ آہستہ ان کا فاصلہ ہم سے کم ہوتا جا رہا تھا۔ تب ریٹا نے اپنے ایک آدمی کو چٹکی بجا کر اشارہ کیا اور وہ قریب آگیا۔ ریٹا نے اسے دیکھ کر گردن ہلائی اور اس شخص نے

بھی گردن ہلا کر ہی جواب دیا۔

پھر اس نے اپنی جیب سے ایک غبارہ نکالا۔ یہ سبز رنگ کا بڑا سا چمکدار غبارہ تھا۔ وہ اپنے منہ سے اس میں ہوا بھرنے لگا اور اس کے بعد اس نے غبارے کو ایک ہاتھ مار دیا۔ سبز رنگ کا غبارہ تھوڑا سا فضا میں بلند ہوا اور اس کے بعد اس ڈھلان سے نیچے اترنے لگا۔ ظاہر ہے اس میں گیس وغیرہ نہیں بھری ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ وادی میں ایک جگہ جا گرا اور خچر ذرا تیز رفتار ہوگئے۔ ریٹا نے مجھے اشارہ کیا اور ہم لوگ نیچے اترنے لگے۔

وہ باقی دس افراد بھی آہستہ آہستہ نیچے اتر رہے تھے۔ خچر اب بالکل قریب آچکے تھے۔ ریٹا نے انہیں دیکھا اور اس کے بعد ایک جگہ کھڑی ہوگئی۔ چاروں افراد جو پھٹے پرانے لباس پہنے ہوئے تھے، قریب پہنچ گئے۔ خچر آہستہ آہستہ قریب آکر کھڑے ہوگئے تھے اور میں نے ان کی کمر پر بڑا بوجھ لدا ہوا دیکھا تھا۔ بڑے بڑے کارٹن لکڑی کی بنی ہوئی پیٹیاں اور عجیب سے بانوں سے بندھے ہوئے ٹوکرے۔ البتہ بانوں سے بنے ہوئے ٹوکروں میں، میں نے جو چیز دیکھی، اُسے دیکھ کر میری آنکھیں شدتِ حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ دستی بموں کا ذخیرہ تھا۔

ریٹا فریڈی اس سامان کے قریب پہنچ گئی۔ ان لوگوں نے ریٹا کو ایک کاغذ پیش کر دیا تھا جس کا اس نے جائزہ لیا اور اس کے بعد سامان چیک کرنے لگی پھر اس نے گردن ہلائی اور اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ تین آدمی ہاتھ میں بڑے بڑے بریف کیس لیے ہوئے تھے، جو شاید بہت وزنی معلوم ہوتے تھے کیونکہ انہیں کاندھوں پر رکھ کر لایا گیا۔ ان لوگوں کے سامنے وہ بریف کیس کھولے گئے اور یہ دیکھ کر میری آنکھیں شدتِ حیرت سے پھیل گئیں کہ ان بریف کیسوں میں سونے کی اینٹیں بھری ہوئی تھیں۔ خاص قسم کا سونا جس میں سے ایک ٹکڑا اُٹھا کر ان میں سے ایک شخص نے آنکھوں کے قریب کر کے دیکھا اور پھر دوسروں کی جانب بڑھا دیا۔ ان سب نے سونے کا جائزہ لیا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔

خچروں کی اس قطار میں دو خچر ایسے بھی تھے جن کے جسم پر کوئی وزن نہیں تھا چنانچہ انہوں نے یہ بریف کیس ان خچروں کی پیٹھ پر رکھ دیے اور اس کے بعد گردن ہلا دی۔

ریٹا نے ان لوگوں کو واپس جانے کی اجازت دے دی تھی اور پھر اس کے یہ دس آدمی خچروں کی اس قطار کو ہانکتے ہوئے اس درّے کی جانب چل پڑے جو اس سے پہلے میری نگاہوں میں نہیں آیا تھا لیکن اب دیکھنے سے اندازہ ہوا تھا کہ ایک پتلا سا درّہ کسی اور راستے سے اس وادی میں اترتا ہے اور اس سے گزر کر اس جگہ تک پہنچا جا سکتا ہے، جہاں ہم نے اپنی گاڑیاں کھڑی کی تھیں۔ یہی ہوا تمام راستہ بآسانی طے ہوگیا اور ہم اپنی لینڈ روور تک پہنچ گئے اور اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میرے لیے باعثِ حیرت تھا۔

سارے کارٹن ان خچروں کی پشت سے اُتار کر لینڈ روور پر لاد دیے گئے۔ انہیں چھت پر بھی رکھا گیا تھا جیپ بھی آدھی سے زیادہ بھر چکی تھی اور وہ دس آدمی بڑی احتیاط سے لینڈ روور پر سوار ہوگئے تھے۔

جیپ بدستور ریٹا فریڈی ہی ڈرائیو کر رہی تھی۔ مجھے اس صورتِ حال کا کافی اندازہ ہو چکا تھا لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اب ان خچروں کا کیا ہوگا، جنہیں ریٹا نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کر کے ایک طرف ہنکا دیا تھا۔ تاہم راستے میں، میں نے اس سے یہ سوال کر ہی ڈالا۔

"اور ان خچروں کا کیا ہوگا؟"

"یہ جانتے ہیں کہ انہیں کہاں واپس جانا ہے۔" ریٹا نے مختصر جواب دیا۔

واپسی کا سفر بڑی احتیاط سے کیا گیا کیونکہ ہمارے پاس اسلحے کے انبار تھے لیکن بہرحال ہم کامیابی سے واپس اپنی منزل پر پہنچ گئے تھے، جہاں جم ہوسٹن نے ہمارا استقبال کیا۔ وہ بہت مطمئن اور مسرور نظر آتا تھا۔ اس نے خصوصی طور پر مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"آپ کا پہلا ٹرپ نہایت کامیاب گزرا ہے مسٹر شاہ۔ اور اس کا معاوضہ آپ کو تقریباً تیس ہزار ڈالر کی شکل میں ملے گا۔ اتنا معمولی سا کام اور ایک دن کے کام کا معاوضہ تیس ہزار ڈالر۔ کیا یہ کم ہے؟" میں نے ہنستے ہوئے گردن خم کر دی اور کہا۔

"میں آپ کی ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں مسٹر جم ہوسٹن۔"

اور اس کے بعد روبی تھی اور میں۔ تقریباً ایک ہفتے تک نہ ریٹا فریڈی مجھے نظر آئی اور نہ جم ہوسٹن۔ البتہ روبی میری ذات پر مسلط تھی۔ میں بہرطور اسی سے گزارا کر رہا تھا۔ اچھا وقت گزر رہا تھا اس کے ساتھ۔ کیا بُرا تھا۔ اور ساتھ ساتھ ہی یہ عجیب و غریب دنیا بھی میری نگاہوں کے سامنے تھی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ان لوگوں سے میں بالکل بے پروا ہو گیا تھا۔ جنہوں نے یہاں مجھے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے بھیجا تھا۔ میرے سلسلے میں کوئی تشویش نہیں ہے مجھے بہت زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ البتہ ان لوگوں کے کاروبار کے بارے میں میں اندازہ لگا چکا تھا۔ یہ اسلحوں کے تاجر تھے اور یقینی طور پر باہر سے اسلحہ برآمد کر کے یہاں ذخیرہ کر رہے تھے لیکن کیوں؟ کس لیے؟ ایک ہفتے کے بعد اچانک مجھے اس بارے میں بھی معلومات حاصل ہو گئیں۔ جم ہوسٹن ہی نے مجھے طلب کیا تھا۔ اور پھر اس نے کہا۔

"آپ اپنے دوسرے ٹرپ کے لیے تیار ہو جائیے۔ مسٹر شاہ۔"

"میں تیار ہوں مسٹر جم۔"

"اس دوران آپ نے بہت سے اندازے تو قائم کیے ہوں گے۔"

"ہاں صرف اس حد تک جتنا مجھے قائم کرنا چاہیے تھا۔"

"ٹھیک ہے اس بار آپ کو کچھ لوگوں سے گفتگو کرنی ہے۔ اور پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ اسلحہ اپنے ساتھ لے جانا ہے۔"

"لے جانا ہے؟"

"ہاں اس بار آپ اسلحہ لے جائیں گے۔ آپ کو پیدل سفر نہیں کرنا پڑے گا۔ بلکہ ایک نئی سمت اختیار کرنا ہوگی۔"

"ٹھیک ہے آپ مجھے تفصیلات بتا دیجیے۔"

"آپ اس مہم کے انچارج بنا کر بھیجے جا رہے ہیں اس لیے آپ پر بہت سی ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں۔"

"مطمئن رہیں مسٹر جم۔ میں یہ کوشش کروں گا کہ آپ کے معیار پر پورا اتروں۔"

"آپ ہمارے معیار پر پورا اتر چکے ہیں۔ کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔" جم نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس رات اس نے مجھ سے دوبارہ میٹنگ کی۔ اس بار وہ بہت سنجیدہ تھا۔ اور چند افراد اس کے ساتھ تھے جس میں ریٹا فریڈی بھی تھی۔ جم نے مجھے کاغذات پیش کرتے ہوئے کہا۔

"براہ کرم ان کا جائزہ لے لیجیے۔"

میں نے کاغذات کا جائزہ لیا۔ اس میں اسلحے کی اقسام اور اس کے بارے میں تمام تفصیلات موجود تھیں۔ کہ وہ کتنی تعداد میں ہے۔ جب میں نے کاغذات دیکھ لیے تو جم نے کہا۔

"آپ کو صبح کو یہ اسلحہ چیک کرنا ہوگا۔ شام کو چار بجے آپ یہاں سے روانہ ہوں گے۔ اس اسلحے کو چیک کرنے کے بعد آپ اسے اپنی تحویل میں لے لیجیے۔ آپ سے گفتگو کرنے کے لیے جو افراد آئیں گے ان پر پوری پوری نگاہ رکھنی ہے۔ اور سودے کے بارے میں آپ کو مزید تفصیلات بتائے دیتا ہوں۔ اس اسلحے کی قیمت جو بنتی ہے وہ ترتیب سے لکھی ہوئی ہے۔ ہمیں آخری قیمت پر یہ اسلحہ ان کے حوالے کر دینا ہے۔ اور آخری قیمت الگ رکھ دی گئی ہے۔ وہ سودے بازی کریں گے آپ سے اور اس کے بعد اگر سودا طے ہو جائے تو آپ اسلحہ ان کے حوالے کر دیجیے۔ لیکن پہلے سے یہ اظہار کرنا مناسب نہیں ہوگا کہ آپ اسلحہ اپنے ساتھ لائے ہیں۔ اس بار ذرا آپ کو زیادہ ذمہ داری سے کام کرنا ہوگا۔ بہر طور میں سمجھتا ہوں آپ یہ کام بخوبی سرانجام دے لیں گے۔ آپ کو مکمل اعتماد کے ساتھ یہ کام کرنا ہوگا۔ بعض اوقات اسلحے کے لین دین کے سلسلے میں کچھ ہنگامے بھی ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں آپ کو خود فیصلہ کرنا ہوگا کہ آپ کو کیا کرنا چاہیے۔ ہم لوگ اخلاقی حدود کا خیال نہیں رکھتے۔ اور اگر معاملہ ہمارے لیے مشکل حالات اختیار کر جائے تو پھر اسلحے کی زبان استعمال کرتے ہیں۔"

جم ہوسٹن مجھے کافی دیر تک اس نئی مہم کے بارے میں سمجھاتا رہا اور میں نے اس کی کہی ہوئی باتوں کو ذہن نشین کر لیا۔ ابھی تک میں نے یہ فیصلہ نہیں کیا تھا کہ میرا آئندہ قدم کیا ہو۔ پہلے ذرا صورت حال کا مکمل طور پر جائزہ لے لیا جائے اس کے بعد یہ سوچا جائے گا کہ مجھے اس میں اپنا کردار کس انداز میں استعمال کرنا چاہیے۔ جم ہوسٹن نے اس سلسلے میں مجھے تمام ہدایات دے دیں۔ اور سارے معاملات طے ہو گئے۔ ریٹا فریڈی کو اس مہم میں بھی میرے ساتھ جانا تھا جس کا فیصلہ بعد میں آخری طور پر کر لیا گیا تھا۔ اس کے بعد ایک مکمل ذمہ دار کی حیثیت سے میں نے وہ اسلحہ بار کر لیا جو مجھے فروخت کرنا تھا۔ صورت حال کافی حد تک علم میں آ گئی تھی۔ یہ لوگ نجانے کہاں کہاں سے اسلحہ خریدتے تھے اور انتہائی ناجائز اور خفیہ طریقے سے یہاں ان پہاڑوں میں ذخیرہ کرتے تھے اور پھر اس اسلحے کو فروخت کر دیا کرتے تھے۔ اسلحہ لانے والے اور خریدنے والے کون تھے اس کے بارے میں ابھی تک مجھے کوئی معلومات نہیں حاصل ہو سکی تھیں۔ تمام ذمہ داری پوری کرنے کے بعد بالآخر وہ وقت آ گیا جب مجھے

اسلحہ لے کر جانا تھا اور اسلحے کے تاجروں سے بات چیت کر کے ان سے اس اسلحے کا معاوضہ وصول کرنا تھا۔ عین وقت پر مجھے علم ہوا کہ فریڈی میرے ساتھ نہیں جا رہی۔ جم ہوسٹن ہی نے مجھے یہ اطلاع دی تھی۔ اس نے کہا۔

"اچانک اس کی طبیعت خراب ہو گئی ہے اور میرا خیال ہے وہ اس مہم پر جانے کے لیے موزوں نہیں ہے۔ تاہم میں اب اس کی ضرورت بھی نہیں محسوس کرتا۔ تم جاؤ تمہارے ساتھ آٹھ افراد ہیں جو تمام تر نگرانی کریں گے اور تمہارے احکامات کی تعمیل کریں گے۔" مجھے ریٹا فریڈی کے نہ جانے پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ویسے بھی میں نے تمام تر تفصیلات معلوم کر لی تھیں اور حقیقت بھی یہی تھی کہ ابھی میں اس سلسلے میں کوئی قدم اپنے طور پر اٹھانے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ دشوار گزار سفر، مشکل راستے تمام تر پریشانیاں اور الجھنیں مکمل ذمہ داری جس کی اطلاع مجھے دے دی گئی تھی یعنی سرحدوں محافظوں سے احتیاط رکھنا ان تمام ذمہ داریوں کے ساتھ میں نے یہ سفر طے کیا۔ علاقہ وہ نہیں تھا جہاں سے ہم نے اسلحہ حاصل کیا تھا۔ بلکہ یہ ایک نئی اور مختلف جگہ تھی۔ لیکن تھی یہ بھی سرحد کے اطراف میں ہی۔ مقررہ جگہ پہنچنے کے بعد اپنے ان آٹھ ساتھیوں کی مدد سے میں نے اسلحہ محفوظ کر دیا۔ اور انتظار کرنے لگا۔ وقت مقررہ پر سبز غباروں کے ذریعے میں نے اپنے مہمانوں کو دعوت دی۔ جن کے بارے میں مجھے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کہاں موجود ہیں۔ سبز غباروں کی اڑان کے فوراً بعد ہمیں ایک سرخ جھنڈا فضا میں لہرانا پڑا۔ تاکہ انہیں ہمارے بارے میں یہ علم ہو جائے کہ ہم کہاں موجود ہیں۔ اور اس کے بعد انتظار کرنے لگے۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ہم نے فضا میں ایک ہیلی کاپٹر کو دیکھا جو بہت زیادہ بلندی پر نہیں تھا اور عام پرواز سے کافی نیچی پرواز کرتا ہوا دشوار گزار پہاڑی ٹیلوں کے درمیان سے گزر کر ہماری طرف آ رہا تھا۔ جس جگہ ہم لوگ موجود تھے وہاں آسانی سے ہیلی کاپٹر اتر سکتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد یہ ہیلی کاپٹر اس صاف ستھری جگہ پر اتر گیا اور میں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ان لوگوں کے استقبال کے لیے آگے بڑھ گیا جو اسلحے کی خریداری کے سلسلے میں آنے والے تھے۔ ہیلی کاپٹر میں کل تین افراد تھے۔ ایک پائلٹ اور دو طویل القامت اور کسی قدر بدنما شکل و صورت کے مالک نوجوان۔ ان دونوں نے اپنا تعارف سین ڈاؤن اور ہرمائیس کے ناموں سے کرایا۔ مجھ سے ہاتھ ملائے اور اس کے بعد میں انہیں اس مناسب جگہ لے چلا جہاں ہم نے ان کے لیے کافی وغیرہ کا انتظام کیا تھا۔ اور یہیں اسلحے کی خریداری کے سلسلے میں گفتگو ہونا تھی۔ دونوں خوش اخلاق اور اچھی فطرت کے مالک معلوم ہوتے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کا کاروبار ناجائز تھا۔ مجھ سے انہوں نے بڑی خوش اخلاقی سے گفتگو کی کافی پینے کے بعد ہم نے اس موضوع پر بات شروع کر دی۔

"ہم نے جو اسلحہ حاصل کرنا چاہا ہے اس کی تفصیلات آپ کو فراہم کر دی گئی تھیں جناب۔ اور یقینی طور پر ہمیں وہی اسلحہ ملے گا۔ کیا ہم اس بات کی امید رکھ سکتے ہیں؟"

"سو فیصدی مسٹر ہرمائیس۔ آپ کو اس بات کا علم ہے کہ ہم جو بھی کاروبار کرتے ہیں۔ دیانت داری سے کرتے ہیں۔"

"بے شک اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ تاہم اب معاملے کی بات کر لی جائے۔ اسلحے کی یہ فہرست آپ اپنے سامنے رکھیے نگاہ دوڑائیے۔ اور اس کے مطابق ہم سودا کر لیتے ہیں۔" یہ سودا تقریباً پون گھنٹے تک طے ہوتا رہا۔ اسلحے کی قیمت لگائی جا رہی تھی اور چونکہ مجھے مکمل طور پر اختیارات دیے گئے تھے اور تفصیلات بتا دی گئی تھیں چنانچہ کم و بیش قیمت میں، میں چیزوں کا سودا کرتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

"یہ ادائیگی سونے کی شکل میں ہوگی۔ کیا آپ اس کے لیے تیار ہیں؟"

"بالکل۔ لیکن اسلحہ ہمیں کب تک مل جائے گا اور آخری معاملے کے لیے ہمیں کتنا وقت درکار ہوگا؟"

"یہ بات بھی آپ کے علم میں ہے مسٹر سین ڈاؤن کہ ہم سودا نقد کرتے ہیں اور ادھار نہیں کرتے۔"

"آہ کیا آپ کا مطلب ہے کہ اسلحے کا حصول ہمارے لیے ابھی ممکن ہوگا؟"

"کیوں نہیں۔ کیا آپ اسے یہاں سے لے جانے کا بندوبست کر چکے ہیں؟"

"ہماری حکومت نے ہمیں یہی حکم دیا تھا کہ تمام تر انتظامات کے ساتھ جایا جائے بے شک اس سے پہلے ہم نے کبھی آپ لوگوں سے کوئی سودا نہیں کیا بلکہ ہمارے دوسرے نمائندے اس سلسلے میں آپ سے رابطہ قائم رکھے ہوئے تھے۔ ہمارے لیے یہ پہلا موقع ہے۔ ہم سے یہ بھی کہا گیا تھا کہ اس بات کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

امکانات ہیں کہ اسلحہ بعد میں دیا جائے۔ ایسی صورت میں آپ کو ایڈوانس کی شکل میں اس سونے کا ایک بٹا چار حصہ دے دیا جائے لیکن اگر اسلحہ فوری سپلائی ہو سکے تو پھر یہ تمام قیمت آپ کو ادا کر دی جائے۔"

"ایڈوانس کا ایک بٹا چار حصہ آپ میرے حوالے کر دیجیے۔ اور اس کے بعد اسلحے کا معائنہ کر لیجیے۔ اگر اسلحہ آپ کے معیار کے مطابق نہ ہو تو یہ ایڈوانس واپس کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر وہ معیاری ہے اور آپ کی ضروریات کے عین مطابق تو باقی رقم ادا کرنے کے بعد آپ اس کا قبضہ لے لیجیے گا۔" میں نے کہا۔ سین ڈاؤن اور ہرمائیس تیار ہو گئے۔ اور اس کے بعد میں نے ان دونوں کو اس جگہ لے جا کر اسلحے کا معائنہ کرایا۔ جہاں اسلحہ موجود تھا اور جس کے ارد گرد میرے آٹھ مسلح ساتھی پہرہ دے رہے تھے۔ ہرمائیس اور سین ڈاؤن نے کافی دیر تک اسلحے کا جائزہ لیا اور اس کے بعد مکمل طور پر اطمینان کا اظہار کیا۔ ایک بٹا چار حصہ سونے کی مقدار کا مجھے دے دیا گیا تھا جو ایک بریف کیس میں بھرا ہوا تھا۔ اور میں نے بریف کیس میں لگی ہوئی ان سونے کی اینٹوں کا نیچے تک بھرپور جائزہ لے لیا تھا۔ کیونکہ میرے ساتھ ایک ایسے شخص کو بھی بھیجا گیا تھا جو سونے کی پہچان رکھتا تھا اور یہ انہی آٹھ افراد میں سے ایک تھا۔ چنانچہ میں نے اس سے بھی اس کی تصدیق کرا لی تھی۔ اسلحہ چونکہ ان کے معیار کے مطابق تھا لہٰذا طے یہ کیا گیا کہ یہ اسلحہ وہ ایک مخصوص جگہ تک لے جائیں گے اور وہاں سے اسے اپنے طور پر اپنی تحویل میں لے لیں گے۔ میرے آٹھ ساتھیوں کو وہاں تک ان کا ساتھ دینا ہوگا اور اس کے لیے انہوں نے الگ معاوضے کی پیشکش کر دی تھی۔ ہیلی کاپٹر سے سونا لایا گیا اور یہ سونا میرے حوالے کر دیا گیا۔ میں نے یہاں بھی اس کی بھرپور چیکنگ کرائی تھی اور پھر اچھے تعاون کے لیے ان لوگوں کی ہدایت کے مطابق کام کیا اور اس کا میں نے کوئی الگ معاوضہ نہیں لیا۔ میرے آٹھ ساتھی اسلحے کر چل پڑے۔ مجھے ہیلی کاپٹر میں بیٹھنے کی دعوت دی گئی تھی۔ اور اس سلسلے میں مجھے مکمل تعاون کا یقین دلایا گیا تھا۔ سونے کا ذخیرہ ہم نے ایک خاص جگہ منتقل کر دیا تھا اور یہ جگہ ان لوگوں کے علم میں نہیں لائی گئی تھی۔ میں ان سے بہتر تعاون کے لیے ان کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر چل پڑا۔ اور پھر ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو کر اسی انداز میں سفر کرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ نیچے میرے تمام ساتھی موجود تھے۔ ہم نے بہت زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا تھا۔ کہ اچانک ہی میرے قریب بیٹھے ہوئے ان دونوں آدمیوں یعنی سین ڈاؤن اور ہرمائیس نے پستول کی نال میری پسلیوں سے لگا دی۔ اور فوراً ہی میرے ہولسٹر سے پستول کھینچ لیا گیا۔ ایک لمحے میں مجھے احساس ہو گیا تھا کہ صورت حال بگڑ چکی ہے۔ میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"مطلب نہیں سمجھا مسٹر سین ڈاؤن۔"

"بعض اوقات کاروبار میں بہتر منافع بھی ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت ہمیں اس کا موقع ملا ہے تو ہم اس پر کیوں نہ کام کریں۔ دراصل ہمارے اس کاروبار میں دیانت داری چلتی ہے لیکن جب بے ایمانی ہوتی ہو تو بے پناہ حد تک۔"

"لیکن مجھے اب کیا کرنا ہے؟"

"کچھ نہیں مائی ڈیئر۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد یہ اسلحہ ہم لوگوں کی تحویل میں آ جائے گا۔ اور اس کے بعد تم تمام لوگ یہاں سے واپس چل پڑو گے۔ ہمارے ساتھی تمہارے ان آٹھ ساتھیوں کو باندھ کر ایک سمت ڈال دیں گے۔ اور اس کے بعد ہم واپس جائیں گے اور اس ذخیرہ گاہ سے سونا بھی حاصل کر لیں گے جو تمہاری اپنی ہے۔ اور اسلحہ ہماری ملکیت بن ہی جائے۔" میں نے خاموشی سے ان لوگوں کو دیکھا اور اس کے بعد گردن ہلا کر خاموش ہو گیا۔"

"لیکن کیا اس سے پہلے بھی ایسا کوئی واقعہ ہوا ہے؟"

"شاید ہوا ہو۔ لیکن اس وقت یہ ہونے جا رہا ہے۔"

"تو پھر بہتر یہ ہے کہ آپ لوگ مجھے زخمی کر کے نیچے ڈال دیں تاکہ میرے پاس بھی کوئی جواز ہو۔ یہ بات تو آپ کو معلوم ہے ہی کہ میں صرف اسلحے کے تاجروں کا ملازم ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری زندگی خطرے میں پڑ جانے میں آپ سے مکمل تعاون کے لیے تیار ہوں۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ اس سلسلے میں یقینی طور پر تمہیں اس تعاون کا صلہ دیا جائے گا۔" سین ڈاؤن نے کہا اور وہ میری طرف سے کسی حد تک مطمئن ہو گئے۔ انہیں یہ احساس ہو گیا تھا کہ میں مدافعت کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ لیکن میں نے ہیلی کاپٹر کے عقبی حصے میں مشین گن رکھی دیکھ لی تھی اور اس تک پہنچنے کے لیے مجھے انتظامات کرنے تھے۔ ایک مخصوص جگہ پہنچنے کے بعد وہ لوگ رک گئے اور ہیلی کاپٹر نیچے اترنے لگا۔ مجھے بدستور پستول سے کور کیا ہوا تھا۔ اور طے یہ کیا گیا تھا کہ نیچے اترنے کے بعد جب ان کے آدمی اسلحہ تحویل

میں لے رہے ہوں گے تو پائلٹ اور ہرمائیس دونوں جا کر اسلحہ اپنے قبضے میں لے لیں گے اور ان آٹھوں آدمیوں پر قابو پا لیں گے۔ جو لوگ ان پہاڑی علاقوں سے برآمد ہوئے ان کی تعداد بھی پندرہ کے قریب تھی اور میرے ساتھی آٹھ تھے۔ صورت حال خاصی الجھی ہوئی تھی۔ وہ پندرہ افراد ماہر نکلے اور انہوں نے فوری طور پر عمل شروع کر دیا۔ بظاہر وہ دوستانہ انداز میں ان آٹھ آدمیوں تک پہنچے تھے۔ جو میرے ساتھی تھے لیکن قریب پہنچتے ہی ان میں سے ہر شخص نے ان لوگوں پر سب مشین گنیں تان لیں۔ جنہیں وہ اپنے ساتھ لائے تھے۔ اور سب مشین گنوں کے بل پر اسلحہ میرے ساتھیوں سے چھین لیا گیا۔ اس کے بعد وہ لوگ عمل کرتے رہے۔ ہرمائیس اور پائلٹ وہاں پہنچ چکے تھے۔ اور ان لوگوں کی مدد کر رہے تھے۔ میرے آٹھوں ساتھیوں کو رسیوں سے بری طرح جکڑ دیا گیا اور ساتھ ہی ساتھ وہ لوگ انہیں وہاں سے دور لے جانے لگے۔ پھر دو آدمی دوڑتے ٹرک لے کر قریب پہنچ گئے۔ میں ان تمام آدمیوں کو ہیلی کاپٹر کے قریب سے دیکھ رہا تھا۔ اور سین ڈاؤن میرے پاس بیٹھا ہوا اس تمام کارروائی کو دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن وہ یہ اندازہ نہیں لگا سکا کہ میرے ہاتھ عقب میں رکھی ہوئی سب مشین گن تک پہنچ رہا ہے۔ سین ڈاؤن کی دلچسپ نگاہیں ادھر کا جائزہ لے رہی تھیں۔ پھر اچانک ہی میرا سر اس کے سر کے عقبی حصے میں لگا اور یہ ضرب اتنی زوردار تھی کہ اس کی آنکھوں کے سامنے چنگاریاں سی اڑ گئی ہوں گی۔ ساتھ ہی میں نے اس کے پستول والے ہاتھ پر ہاتھ ڈال دیا اور اسے فائر کرنے کا موقع نہیں دیا۔ ساری سچویشن میں نے بنالی تھی۔ چنانچہ اس کا ہاتھ ایک ایسی چیز پر مارا گیا جو ٹھوس و سخت اور ہیلی کاپٹر ہی کا ایک حصہ تھی۔ چنانچہ پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ میں نے سین ڈاؤن کے بال پکڑے اور اس کا سر پوری قوت سے ہیلی کاپٹر کے ایک مخصوص حصے سے ٹکرا دیا۔ پوری قوت کا لفظ استعمال کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اب نہ صرف سین ڈاؤن کو سلامت رہنا چاہیے تھا نہ اس کے سر کو۔ وہ تھوڑی دیر تڑپا اور اس کے بعد ساکت ہو گیا۔ سب مشین گن میرے ہاتھ میں آ گئی۔ ہرمائیس اور پائلٹ اطمینان سے اپنی ساری کارروائیاں کر رہے تھے۔ اور میں اس موقعے کا منتظر تھا کہ وہ سب ایک ایسی جگہ جمع ہو جائیں جہاں میں انہیں ایک ہی بار اپنی زد پر لے سکوں۔ البتہ ہیلی کاپٹر سے اترنے کے بعد ہی یہ کام کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں خاموشی سے ہیلی کاپٹر سے رینگ گیا۔ سب مشین گن میرے پاس موجود تھی اور اس وقت اس طرح سے استعمال کرنا تھا کہ پہلی ہی کوشش میں بہت سے کام بن جائیں اور میری تقدیر نے میرا ساتھ دیا۔ ان لوگوں نے اسلحے کو منتقل کرنے کے لیے ایک جگہ جمع ہو کر ہلا گلا کرنا شروع کر دی۔ اور اس وقت سب ہی ایک جگہ پہنچ گئے تھے۔ یعنی سترہ افراد اور ان سترہ افراد کو قتل کرنا میرے لیے ایک دردناک تجربہ تھا۔ کیونکہ ان لوگوں سے میرا براہ راست جھگڑا نہیں تھا لیکن میری سب مشین گن کی گولیاں اس انداز میں اگلیں کہ ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچ سکا۔ بہت مختصر وقت لگا۔ پہاڑوں میں آوازیں گونجنے لگیں۔ اور سب مشین گن کی گولیاں ان سب کو بیک وقت چاٹ گئیں۔ سترہ زخمی زمین پر تڑپ رہے تھے اور ایک ایک کر کے لاشوں میں تبدیل ہوتے جا رہے تھے۔ ایک ایک کے جسم میں اتنی گولیاں پیوست تھیں کہ زندگی کا کوئی تصور باقی نہیں رہ جاتا تھا۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ وہ سب ہی ناکارہ ہو چکے ہیں تو میں اپنی جگہ سے برآمد ہوا اور سب مشین گن سنبھالے ہوئے ان کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے ان کا بھرپور جائزہ لیا اور اس کے بعد اپنے ساتھیوں کی جانب متوجہ ہو گیا۔ جو حیرت سے آنکھیں پھاڑے یہ تمام کارروائی دیکھ رہے تھے۔ اور پھر انہیں کھولنے کے علاوہ میرا اور کیا کام ہو سکتا تھا۔ البتہ یہ خطرہ موجود تھا کہ گولیوں کی آوازیں کہیں سرحدی علاقوں میں نہ سن لی گئی ہوں اور سرحدی محافظ یہاں پہنچنے والے نہ ہوں۔ چنانچہ کام نہایت تیز رفتاری سے کیا گیا۔ ہم نے ان لوگوں کا اسلحہ بھی سمیٹ لیا۔ جو بہترین اور نہایت کافی مقدار میں تھا۔ لاشوں کو البتہ ہم نے ضروری نہیں سمجھا تھا کیونکہ ان سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ اسلحہ واپس چل پڑا۔ اور ساتھ ساتھ ہی ان کے ہتھیار بھی۔ ہم باقی تمام سامان یہیں چھوڑ چلے تھے کیونکہ اور کوئی ایسا عمل نہیں کیا جا سکتا تھا جس سے ہمیں آسانی حاصل ہو سکے۔ یہاں تک کہ ہیلی کاپٹر کا استعمال بھی۔ واپسی کا سفر اتنی برق رفتاری سے طے کیا گیا تھا کہ ہمیں خود بھی اس کی اتنی امید نہیں تھی۔ سونے کا ذخیرہ حاصل کر لیا گیا اور ہتھیار تو واپس لے جانا ہی تھے لیکن سفر اس طرح سے طے کیا گیا کہ سر شخص کے حواس جواب دینے لگے۔ بہت طویل سفر تھا اور ہم خوف کے عالم میں یہ سفر کر رہے تھے۔ چنانچہ مختصر وقت میں ہم اپنی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

منزل پر پہنچ گئے۔ یہاں تک کہ ہمارا استقبال مسٹر جم ہوسٹن نے کیا اور آنکھیں بھاڑ کر رہ گئے۔ میں نے جم ہوسٹن کو مکمل کہانی سنائی تو اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ اس نے مجھے سینے سے لپٹاتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ میرا فیصلہ بالکل درست تھا۔ اتفاقی طور پر بالکل اتفاقی طور پر ہمیں ایک ایسا آدمی مل گیا جو ہماری تمام ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔"

"آپ نے بالکل درست کہا۔"

"مسٹر شاہ یہی ہونا چاہیئے تھا۔ اور یہ جو سونا اس سلسلے کی قیمت کے طور پر آیا ہے اس میں سے فٹی پرسنٹ آپ کا حصہ بنتا ہے۔ ایک بہت بڑی مالیت کا سونا جو آپ کو دوسرے ہی تڑپ میں حاصل ہو گیا ہے۔ میں آپ کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں مسٹر شاہ۔"

میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی تھی۔ درحقیقت ان لوگوں کی نظروں میں میں باعزت انسان بن گیا تھا۔ ویسے بھی اس سونے کا ذخیرہ اتنا تھا کہ آدھا بھی بڑی قیمت کا ہو سکتا تھا اور جم ہوسٹن نے فراخدلی سے میرا آدھا حصہ نکال دیا تھا۔ کام ختم ہو گیا اور اس کے بعد روبی کی قربت میرا حصہ تھی۔ روبی بھی بہت زیادہ خوش نظر آتی تھی۔ اس نے اسی رات کہا۔

"تم تو یہاں بہت بڑی حیثیت کے مالک بن گئے ہو مسٹر شاہ۔ میں یہ سوچتی ہوں کہ کہیں تمہیں کوئی زوال نہ ہو جائے۔"

"اور اس کے امکانات میں روبی؟"

"کیا کہوں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ریٹا کا کہنا ہے کہ اس کے ذہن میں تمہارے لیے کوئی ایسا تصور نہیں ہے جس سے ہوسٹن کی محبت زخمی ہوتی ہو لیکن ہوسٹن ریٹا پر بھروسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اب اس نئی مہم پر روانگی کے سلسلے میں پہلے شاید یہ طے کیا گیا تھا کہ ریٹا تمہارے ساتھ جائے گی لیکن عین وقت پر جم ہوسٹن نے یہ پروگرام ملتوی کر دیا جس سے ریٹا کو شدید شکایت پیدا ہوئی۔ اور اس کے بعد ان دونوں کے درمیان بڑی زوردار جنگ ہوئی۔"

"جنگ؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں۔ بہت شدید۔ ہوسٹن کا رویہ بھی بہت سرد ہو گیا تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ ریٹا کے سلسلے میں کبھی تیز انداز اختیار نہیں کرتا تھا۔ پتا نہیں اس کے ذہن میں کیا ہے لیکن ریٹا کہتی ہے کہ وہ صرف غلط فہمیوں کا شکار ہے۔"

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور آہستہ سے بولا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جم ہوسٹن واقعی غلط فہمیوں کا شکار ہے۔ اور نہ ہی ریٹا میرے لیے کوئی ایسا مسئلہ ہے جس پر میں اپنے مفادات کو قربان کر دوں۔" روبی مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔

"یہ بات تم ہوسٹن سے کہہ سکتے ہو۔ اور سارا اگر تم چاہو تو اس سے یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ تم مجھ سے شادی کرنے پر آمادہ ہو۔"

میں نے بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے روبی کو دیکھا یہ محترمہ کیا فرما رہی ہیں، اپنے طور پر انہوں نے سارے فیصلے کر لیے لیکن میں نے کہا کچھ نہیں۔ کیونکہ جانتا تھا کہ انہی غلط فہمیوں میں میری زندگی چھپی ہوئی ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہارے ذہن میں ایسا کوئی تصور موجود ہے روبی؟"

"میں کوشش ہوں ڈینر شاہ کہ تمہارے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکوں گی۔"

"لیکن روبی کیا ان پہاڑوں میں کوئی زندگی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سارا کھیل کیا ہے۔ میں اس کھیل میں شریک تو ہو گیا ہوں لیکن اس سے بالکل ہی ناواقف ہوں۔" روبی پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"کیا تم خود نہیں سمجھ پائے ڈینر شاہ؟"

"کسی حد تک لیکن مکمل تفصیل نہیں جانتا۔"

"دنیا میں اسلحے کے تین بڑے تاجر جن کا تعلق مختلف ممالک سے ہے۔ اور جن کے نام میں تمہیں بعد میں بتاؤں گی۔ یہ کھیل کھیل رہے ہیں۔ انہوں نے کچھ ایسے خفیہ لوگ تیار کیے ہیں جو دنیا کے مختلف حصوں میں جہاں سے وہ جنگ باز ممالک کو اسلحہ سپلائی کرتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی سازش ہے دنیا کے خلاف۔ یہ لوگ ایسے چھوٹے چھوٹے ممالک میں اس قسم کے حالات پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ اپنے پڑوسیوں سے الجھ پڑیں۔ ان حالات کو ہوا دینے کے لیے ان کا ایک پورا عملہ کام کرتا ہے۔ اور جب اختلاف شدید ہو جاتے ہیں اور نوعیت جنگ تک پہنچ جاتی ہے تو یہ فوراً ہی اپنے اسلحے کے ذخائر سامنے لے آتے ہیں جو انہی کی خفیہ کمپنیوں میں تیار ہوتے ہیں اور پھر یہ اسلحہ خفیہ طریقے سے فروخت ہوتا ہے اور دونوں ملکوں کو سپلائی کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں بھی ان کی ایجنسیاں کام کرتی ہیں۔ یہ اسی معاملے کی ایک چھوٹی سی کڑی ہے جسے جم ہوسٹن سنبھالے ہوئے ہے۔"

روبی مجھے تفصیلات بتاتی رہی۔ اس نے وہ تینوں نام بھی بتائے اور ایسی ایسی تفصیلات بتائیں کہ میرا دل دھڑکنا بند ہو گیا۔ مجھے نجانے کیوں ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا اس نے روانی میں وہ تمام تفصیلات مجھے بتا دیں اور آخر میں کہنے لگی۔

"لیکن خدا کے لیے انہیں اپنی ذات تک ہی محدود رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کے سامنے تمہارے منہ سے یہ تفصیلات نکل جائیں۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا روبی۔ کیا مجھے تمہاری زندگی عزیز نہیں ہے؟"

روبی مسکرانے لگی تھی۔ وہ مجھے جس قدر عزیز تھی میں نے اس کا بھرپور ثبوت دیا اور اس طرح مزید پانچ دن گزر گئے۔ ریٹا اور جم کے درمیان غالباً ایک بار پھر دوستی ہو گئی تھی۔ کیونکہ دونوں کو ساتھ ساتھ ہی مسکراتے ہوئے دیکھا گیا۔ روبی نے اس کی تصدیق کر دی۔

"جم نے بالآخر ریٹا سے سمجھوتا کر لیا ہے۔ اور یہ وعدہ کیا ہے کہ آئندہ وہ ریٹا کے کردار پر شک نہیں کرے گا۔ لیکن سنا ہے کہ اس بار اس نے ریٹا کے ساتھ بہت ہی برا سلوک کیا۔"

"ہوں۔ بہرحال ہمیں ان دونوں کے معاملات سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ ہمارا تو اپنا ہی معاملہ بہت دلچسپ ہے۔"

جم نے پھر دن مجھ سے رابطہ قائم کیا اور کہنے لگا۔

"تمہاری آمد سے بہت سے ایسے دلچسپ معاملات ہوئے ہیں جنہیں میں اہمیت دیتا ہوں۔ یوں سمجھ لو اس بار پھر ہمیں ایک بہت بڑا کام مل رہا ہے۔ فائنل آج رات کو ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد تمہیں تیاریاں کر کے روانہ ہونا ہے۔" میں نے سادگی کا اظہار کر دیا۔ جم کہنے لگا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ اگر تم ہمارے ساتھ ایک سال بھی نکال گئے تو اتنی دولت حاصل کر لو گے کہ باقی زندگی تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔"

"میں اس چیز کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دیتا مسٹر جم۔ میری خواہش ہے کہ سب سے پہلے میں اپنا ایک معیار قائم کر دوں اور آپ کی نگاہوں میں وہ حیثیت اختیار کر جاؤں کہ آپ مجھ پر بھرپور اعتماد کرنے لگیں۔"

"مجھے تم پر اعتماد تو پچھلی مہم کے بعد ہی ہو گیا ہے۔ بلکہ دونوں کام تم نے جس خوش اسلوبی سے سرانجام دیے ہیں ڈینر شاہ ان سے مجھے تمہاری عظمت کا لوہا ماننا پڑا ہے۔ اگر تم باقاعدگی سے اس کام کو جاری رکھنا چاہو تو تمہیں دنیا کے اور بھی ممالک میں اس کام کے لیے بھیجا جا سکتا ہے۔ ہمارے سرپرست تمہیں ہاتھوں ہاتھ قبول کریں گے۔"

"فی الحال تو میں تمہارے پاس ہی خوش ہوں مائی ڈیئر مسٹر جم۔"

"ریٹا اس بار ضرور تمہارے ساتھ جائے گی۔ کیونکہ پچھلے کافی دنوں سے وہ محطل بیٹھی ہوئی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کے ہاتھ پیروں کو زنگ لگ جائے گا۔"

"آپ جیسے مناسب سمجھیں مسٹر جم۔ مجھے اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہے اور نہ ہی کسی کو ساتھ لے جانا میری خواہش ہے۔"

جم نے مجھے دلچسپ نگاہوں سے دیکھا اور اس کے بعد خاموش ہو گیا۔ اس بار بھی ہمیں اسلحہ فروخت کرنا تھا اور اس بار ہم اس کا کوئی بہت بڑا ذخیرہ ساتھ نہیں لیے جا رہے تھے بلکہ ہمیں اس اسلحے کے بہترین نمونے لے جانے تھے۔ بات ذرا لمبی تھی اور جم نے مجھے اس کے بارے میں جو تفصیلات بتائی تھیں میں نے انہیں پوری طرح ذہن نشین کر لیا تھا اس بار ہمیں دو آدمیوں سے ملاقات کرنی تھی۔ اسلحے کے نمونے انہیں دکھا کر سودا کرنا تھا اور سپلائی کے لیے ایک ماہ کا وقت لینا تھا۔ معاہدہ وائس کے۔ میں نے تمام تفصیلات سمجھ لیں۔ اس میٹنگ میں ریٹا بھی میرے ساتھ تھی۔ اس موضوع پر اس نے بھی اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ جم ہوسٹن کہنے لگا۔

"جونہی تم لوگ واپس آؤ گے میں روانہ ہو جاؤں گا۔ کیونکہ ہمیں اسلحے کے ایک بڑے ذخیرے کی ضرورت بھی ہے تاکہ ہم سپلائی کو بہتر بنا سکیں۔ اس کے علاوہ کچھ سرحدی معاملات بھی ہیں۔ سنا ہے سرحد پر بہت سی تبدیلیاں ہوئی ہیں اندر سے۔ مجھے ان میں اپنے کام کے لوگ تلاش کرنے ہیں۔ میں اس گفتگو میں بذات خود کوئی مداخلت نہیں کر سکتا تھا۔ یہ جم کا بالکل ہی ذاتی معاملہ تھا۔ البتہ کام کے سلسلے میں میں نے بہرحال قسم کی مستعدی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اور ہم لوگ روانگی کے لیے تیار ہو گئے۔ ریٹا فریڈی میرے ساتھ جانے کے لیے تمام انتظامات کر چکی تھی۔ ہمیں اس بار گھوڑوں پر سفر کرنا تھا جو خصوصی طور پر حاصل کیے گئے تھے۔ ویسے گھوڑوں

Uploaded By Shadeen

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے ساتھ ساتھ ہی جیپوں کا سفر بھی رکھا گیا تھا۔ لیکن ظاہر ہے جیپیں مخصوص جگہ چھوڑ دیتی تھیں۔ گھوڑوں کے سلسلے میں مجھے یہ بتایا گیا کہ ہمیں جیپوں کے چھوڑنے کی جگہ سے کافی فاصلہ طے کرنا ہے۔ اور وہاں صرف ریٹا اور میں جائیں گے کیونکہ دوسرے لوگوں کو اس جگہ نہیں لے جایا جا سکتا۔ میں نے تمام تفصیلات ذہن نشین کر لیں اور پھر اس صبح ضروری تیاریوں کے ساتھ ہم لوگ چل پڑے۔ ریٹا میرے ساتھ ہی جیپ میں بیٹھی ہوئی تھی اور بے تعلق نظر آ رہی تھی۔ کافی فاصلہ طے ہو گیا۔ میں نے اور ریٹا نے اس دوران کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ لیکن پھر جب یہ خاموشی طویل ہو گئی تو دفعتاً ہی ریٹا ہنس پڑی۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ کہنے لگی۔

"کہو ڈیر شاہ اب تو تم یہاں بہت خوش ہو گے۔ بہت کچھ تمہارے ہاتھ آ چکا ہے۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ مہذب دنیا میں اتنا کچھ حاصل کرنے کے لیے تمہیں بہت زیادہ خطرہ مول لینا پڑتا۔ اور بہت سی الجھنوں کا سامنا کرنا پڑتا۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے مس ریٹا اور میں اس سلسلے میں آپ کو اپنا محسن تصور کرتا ہوں۔"

"نہیں میں نے خود ہی اپنا مقام بنایا ہے مگر یہ شخص جس کا نام جم ہوسٹن ہے ایک ناقابل اعتبار آدمی ہے اور تمہیں بھی اس سلسلے میں محتاط ہو جانا چاہیے۔ اس کا مزاج کسی بھی وقت تبدیل ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ تمہاری اعلیٰ کارکردگی سے ہی خوفزدہ ہو جائے۔ کیونکہ وہ دوسروں کا غلام ہے۔ اور اپنے سے زیادہ بہتر صلاحیتوں والے کسی شخص کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس خوف کی وجہ سے کہ کہیں اس کی جگہ وہ نہ لے لے میں نے چونک کر ریٹا کو دیکھا اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے کہنے لگی۔

"اور اب وہ احمق ہمارا تعاقب کرے گا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ شخص اس حد تک ناقابل اعتبار ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"مطلب کچھ اور سمجھنا چاہتے ہو۔ تعاقب کا مطلب تعاقب ہوتا ہے۔ اور جم کا مطلب جم ہوتا ہے۔ جم ہوسٹن بھلا یہ بات کیسے برداشت کرے گا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اور اس کی نگاہوں سے دور رہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی اور آہستہ سے بولا۔

"اسے یہ غلط فہمی کیوں ہوئی ہے مس ریٹا؟"

"پاگل ہے وہ۔ جنونی ہے۔ اور اس سے زیادہ یہ کہ بے اعتبار شخصیت ہے۔ مجھے تو انتہائی افسوس ہے کہ زندگی کا اتنا بڑا حصہ میں نے اس کے تصور میں اس کی قربت میں کیسے گزارا۔ بہت بڑی غلطی نہیں کی میں نے۔"

"مس ریٹا میں ہر قیمت پر مسٹر جم ہوسٹن کے ذہن سے یہ خیال نکالنا چاہتا ہوں۔"

ریٹا ہنس پڑی۔ دیر تک ہنستی رہی۔ اس کی ہنسی مجھے بہت خوفناک محسوس ہوئی تھی۔ پھر اس کے بعد میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ اور ہمارا یہ سفر جاری رہا۔ ہم اپنی اس منزل تک پہنچ گئے جہاں سے ہمیں جیپیں چھوڑ دینا تھیں۔ اور اس کے بعد میں نے اور ریٹا نے گھوڑے سنبھال لیے۔ ہمارے ساتھ جو لوگ آئے تھے انہوں نے اسلحے کے تھیلے گھوڑوں پر بار کر دیے۔ اور اس کے بعد وہ لوگ وہیں رک گئے۔ میں اور ریٹا دو گھوڑوں کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ ریٹا کی حالت میں میں نے نمایاں تبدیلیاں پائی تھیں۔ غالباً ان دنوں وہ جم ہوسٹن کی وجہ سے بہت بددل رہی تھی۔ گھوڑوں کا یہ سفر بھی بہت زیادہ طویل نہیں ثابت ہوا ہم نے معمول کے مطابق ایک جگہ قیام کیا۔ یہ کافی بلند جگہ تھی اور یہاں سے بہت دور تک گہرائیوں کا جائزہ لیا جا سکتا تھا۔ غالباً گھوڑوں کو اس لیے استعمال کیا گیا تھا کہ ہمیں ان بلندیوں تک آنا تھا۔ اور پیدل یہ سفر طے کرنا نہایت مشکل ہوتا۔ شام ہو گئی تھی۔ ریٹا نے کھانے پینے کی چیزیں نکالیں اور انہیں سامنے رکھ کر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے مجھے بڑی محبت سے یہ چیزیں کھانے کے لیے پیش کیں۔ اور میں نے شکریہ کے ساتھ انہیں قبول کر لیا۔ وہ خود بھی میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئی تھی۔ میری چھٹی حس کسی خاص بات کا اظہار کر رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کچھ ہونے والا ہے مگر کیا؟

◇

ریٹا کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ کچھ دیر کے بعد میں نے اس سے پوچھا۔ "ہمیں ان لوگوں کا انتظار کس وقت تک کرنا ہو گا؟"

"بہت زیادہ وقت نہیں لگے گا۔" ریٹا نے جواب دیا۔

میں خاموشی سے اس کا جائزہ لیتا رہا پھر میں نے کہا۔

"مس ریٹا فریڈی۔ یہ ایک سچائی ہے جسے میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ مجھے جب پہلی بار ملی تھیں تو زندگی

سے بھرپور تھیں۔ آپ کے جسم میں پارہ بھرا ہوا تھا اور آپ بہت تیز اور چاق و چوبند نظر آتی تھیں۔ لیکن ان دنوں میں آپ کو بہت زیادہ مضمحل پا رہا ہوں۔"

"ہاں، میں بیمار ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ آپ ان پہاڑوں کو چھوڑ کر کسی بہتر جگہ جائیں اور اپنا علاج کرائیں۔"

"بہتر جگہ سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میرا مطلب ہے کسی عمدہ شہر۔ سیلی ٹو بھی اس سلسلے میں برا نہیں رہے گا۔" اس نے ایک گہری سانس لی اور آہستہ سے ہنس پڑی۔

"ہاں مگر ذہنی بیماری کا علاج کہیں بھی نہیں ہوتا۔"

"ذہنی بیماری؟"

"ہاں سو فیصد ذہنی بیماری۔"

"میں آپ سے ہمدردی رکھتا ہوں مس ریٹا، ورنہ اصولی طور پر مجھے آپ سے غیر متعلق سوال نہیں پوچھنے چاہئیں تھے۔"

"نہیں۔ تم سارے غیر متعلق سوال پوچھ سکتے ہو۔" اس نے کہا۔

"تو پھر اس ذہنی بیماری کے بارے میں مجھے بتائیے مس ریٹا۔"

"دراصل ہم عجیب و غریب کیفیات کا مجموعہ ہوتے ہیں مسٹر شاہ۔ یورپ نے عورت کو اس قدر سستا کر دیا ہے کہ اس سے زیادہ بے حقیقت شے اور کوئی نہیں رہ گئی۔ حالانکہ ہم بھی انسان ہوتے ہیں۔ بالکل تم جیسے۔ تمہیں ہم پر اس قدر فوقیت کیوں حاصل ہے؟ صرف اس لیے کہ تم مرد ہو۔ ہم سے بہت معمولی سے مختلف۔ میرا خیال ہے یہ ظلم ہے جس طرح ہم تم پر اعتماد کرتے ہیں اسی طرح تمہیں بھی ہم پر اعتماد کرنا چاہیے۔"

"یہ بات میرے مذہب اور میرے ملک میں موجود ہے مس ریٹا فریڈی۔"

"اور یورپ والے کہتے ہیں کہ مشرقی عورت پسماندہ ہے اگر عورت کو اعتماد کا تحفظ مل جائے تو میرے خیال میں اس سے زیادہ طاقت کسی اور چیز کی نہیں ہوتی۔ مگر ہمارے ہاں ایسا نہیں ہے۔ خیر کہنے کو کچھ بھی کہہ لیا جائے حقیقت جو ہوتی ہے وہ محسوس کی جاتی ہے۔ صرف الفاظ کسی چیز کا بدلہ نہیں ہو سکتے۔ شاید میں غیر متعلق باتیں کر رہی ہوں۔ جم ہوسٹن میرے بچپن کا پیار ہے۔ یوں سمجھ لو میں نے اسے دنیا میں سب سے زیادہ چاہا ہے اور آج تک اسے چاہتی ہوں، وہ میرے لیے مکمل اعتبار ہے اور تم۔ اس بات کے گواہ ہو کہ میری ذات میں کوئی جھول نہیں ہے تمہارے لیے۔"

"ہاں۔ کیا اب بھی مسٹر ہوسٹن کو اس بات پر یقین نہیں ہے؟"

"مجھے یقین ہے بلکہ میں دعویٰ کرتی ہوں کہ میری موت کے بعد بھی وہ یہی سوچے گا کہ میں بدکردار تھی اور تم سے متعلق۔"

"آج تک؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں آج تک ہی نہیں۔ بلکہ میں نے آئندہ کی بھی پیشگوئی کی ہے۔"

"یہ بات واقعی قابل افسوس ہے مس ریٹا فریڈی۔ قابل افسوس ہی نہیں، قابل نفرت بھی۔ اتنی شدید نفرت کے قابل کہ اس کے بعد نفرت کا تصور ختم ہو جائے۔" ریٹا فریڈی کا لہجہ بدل گیا اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہم لوگوں کو بالکل ہی ناکارہ چیز سمجھ لیا جاتا ہے۔ ہماری اپنی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ ہمارا اپنا کوئی مقام نہیں ہوتا۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے؟ جانتے ہو کہ اس وقت میرے سپرد کیا ذمہ داری کی گئی ہے؟"

"نہیں جانتا۔" میں نے کہا۔

"تمہیں قتل کرنے کی ذمہ داری۔"

"جی۔۔۔؟" میں حیرت سے چونک پڑا۔

"ہاں۔ اس نے مجھے تمہارے ساتھ اس شرط پر بھیجا ہے کہ اب تم واپس ان پہاڑوں میں نہیں جاؤ گے۔ تم زندہ ہی نہیں رہو گے اور کہیں بھی نہیں جا سکو گے۔ یہ میری ذمہ داری ہے۔ اور یہ کام مجھے سونپا گیا ہے میری مرضی کے خلاف۔ میں نے اسے سمجھایا، میں نے اسے بتایا کہ تم ایک ذمہ دار آدمی ہو۔ اور ہمارے لیے فائدہ مند بھی ثابت ہو رہے ہو۔ تمہاری زندگی ہمارے لیے ہر طرح سے قیمتی ہے لیکن وہ صرف تمہاری موت چاہتا ہے۔ صرف تمہاری موت۔ میرا کوئی وقار نہیں ہے۔ میری اپنی کوئی عزت، کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ کیا تم نے اس وقت میری زندگی بچا کر مجھ پر احسان نہیں کیا۔ جب میں زخمی ہو گئی تھی اور میرے دشمن میری تاک میں تھے۔ بتاؤ، کیا یہ غلط ہے؟"

"خیر میں نے اس وقت کسی مقصد کے تحت یہ سب کچھ نہیں کیا تھا مس ریٹا، یہ بات آپ اچھی طرح

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جانتی ہیں۔"

"ہاں یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ظاہر ہے تمہیں میرے بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔ وہ ایک بے لوث خدمت تھی جو تم نے سرانجام دی۔ اور شاہ! کیا اس کے صلے میں یہ ذمہ داری میرے سپرد کی جانی چاہیے تھی کہ میں تمہیں موت سے ہمکنار کر دوں بس؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ پھر کہنے لگی۔

"لیکن میری تمام تر معذرتوں کے باوجود اس نے میری محبت کا معیار یہی رکھا کہ میں تمہیں ہلاک کر دوں۔ اگر تم ہلاک ہو جاؤ گے تو وہ مجھ سے خوش ہو جائے گا۔ کیا میری کوئی عزت میرا کوئی مقام نہیں ہے۔ میری زندگی اتنی قیمتی نہیں ہے کہ میں ایسے آدمی کو ہر طرح کا تحفظ دوں جس نے میری زندگی بچائی۔ کیا اس کے باوجود میں اس پر اعتبار کر سکتی ہوں مسٹر شاہ! میرا خیال ہے نہیں اور نہ ہی مجھے یہ سب کرنا چاہیے۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا ہے۔ ہاں میں نے فیصلہ کیا ہے مسٹر شاہ کہ مجھے اپنی ذات کی بقا کے لیے اپنے معیار کے تحفظ کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔ اور اس وقت میں یہ سب کچھ کرنے آئی ہوں۔" میں نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ اس نے اپنے لباس سے ایک عجیب سا چوکور بکس نکال لیا اور اسے میرے سامنے خالی ہوئی بولی۔

"اور یہ ہے میری مشکلات کا حل۔ سمجھ رہے ہو ناں تم۔ یہ ہے میرا انتقام۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"دیکھو ادھر دیکھو۔ اس طرف دیکھو۔ دور افق پر جہاں وہ اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ وہ پہاڑی جو دھند میں لپٹی ہوئی ہے شاید تمہیں یہاں سے نظر نہ آئے۔ مگر میں چشم تصور سے اسے دیکھ رہی ہوں۔ یہ ہماری قیام گاہ ہے۔ وہ جگہ جہاں ہم سب لوگ رہتے ہیں جہاں تم رہتے تھے اور یہ میرے سامنے میرے ہاتھ میں جو چیز ہے وہ ایسے بموں کا ریموٹ کنٹرول ہے جو میں نے وہاں پر فٹ کیے ہیں۔"

"کیا؟" میں اچھل پڑا۔

"ہاں دیکھو، غور سے دیکھو۔" اس نے ایک بٹن دبایا اور سامنے انگلی اٹھا دی۔ رات کا وقت تھا۔ فضا میں آگ کا ایک گولہ بلند ہوتا ہوا نظر آیا۔ دھماکا البتہ سنائی نہیں دیا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد اس کا ارتعاش محسوس ہوا۔ میرا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ پھر اس نے دوسرا بٹن دبایا اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔ وہ کہنے لگی۔

"اس وقت ان پہاڑوں میں جہنم اتر آیا ہوگا۔ اسلحہ خانہ پہلے دھماکے سے اڑ گیا ہوگا۔ اور اب چاروں طرف دھماکے ہو رہے ہوں گے۔ ایک بھی انسان زندہ واپس نہیں نکل سکے گا وہاں سے۔ ایک بھی انسان۔"

اس نے تیسرا اور چوتھا بٹن دبایا اور فضا میں تیسری نمودار ہو گئی۔ حالانکہ اتنا فاصلہ تھا لیکن دھماکوں کا ارتعاش صاف محسوس ہو رہا تھا۔ اور شعلوں کے بادل آسمان کی جانب پرواز کر رہے تھے۔

"یہ تھا میرا انتقام۔ یہ تھا میرا فیصلہ۔" ریٹا نے کہا اور اس کے بعد ریموٹ کنٹرول ایک جانب اچھال دیا۔ میں شدید سنسنی محسوس کر رہا تھا۔ ریٹا کا یہ قدم میرے تصور سے بھی باہر تھا اور اس وقت میں اسے روکنے کی اہلیت بھی نہیں رکھتا تھا۔ لیکن وہ "وہ" کر چکی تھی جو میرے تصور سے بھی باہر تھا۔ یہ انتقام تھا عورت کا خوفناک انتقام۔ اور یہ بھی ایک سچ ہے کہ میں نے جب بھی عورت کو انتقام لیتے ہوئے دیکھا۔ رواں رواں کانپ گیا۔ وہ بہت معصوم اور بہت سادہ فطرت کی مالک ہوتی ہے لیکن انتقام لینے پر اتر آئے تو پھر تو پھر اس سے زیادہ بھیانک شے روئے زمین پر وجود ہی نہیں ہوتی۔ یہ میرا تجربہ ہے۔

دفعتاً ہی وہ ہو گیا جس کا میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ ریٹا نے نجانے کہاں سے ایک پستول نکالا اور اپنی کنپٹی پر رکھا اور پھر اس کا ٹریگر دبا دیا۔ اس کی کنپٹی کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ اور اس کے بعد اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔ وہ تڑپی بھی نہیں تھی اور ایک جانب لڑھک گئی تھی۔ میں نے گھبرا کر اسے دیکھا۔ اس کا جائزہ لیا۔ وہ مر چکی تھی۔ اس نے اپنی کہانی ختم کر لی تھی۔ دیر تک میں سنسنی کا شکار رہا۔ پھر مجھے بے چاری روبی یاد آئی۔ وہ بھی انتقام کی آگ میں جھلس گئی تھی۔ مگر اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ایک طرح سے یہ کہانی ختم ہو گئی تھی مگر اب مجھے اس سارے جھگڑے سے فرار ہونے کا موقع مل گیا تھا۔

چنانچہ اس کے علاوہ اور کیا کرتا۔ ایک گھوڑا سنبھالا اور ڈھلانوں میں اترنے لگا۔ اب مجھے سیلی ٹو تک جانے کے لیے راستے کی تلاش تھی۔ لیکن آدھی رات کے وقت میں نے ایک ہیلی کاپٹر کو فضا میں گردش کرتے ہوئے دیکھا۔ ہیلی کاپٹر سے شاید مجھے محسوس کر لیا گیا تھا ——

——— فوراً ہی مجھے تیز روشنی کی زد میں لے لیا گیا۔ اور اس کے بعد لاؤڈ اسپیکر سے اوپر سے وارننگ دی گئی کہ میں فوراً اپنا گھوڑا روک دوں اور اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر دوں ورنہ مجھے گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے گا۔ نجانے کون لوگ تھے یہ۔ بہرطور میں نے گھوڑے سے اتر کر دونوں ہاتھ بلند کر دیئے اور یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ وہ سرحدی فوجی تھے۔ اور اس کے بعد مجھے سرحدی چھاؤنی پہنچا دیا گیا لیکن یہاں ایک نئی ہی کہانی میری منتظر تھی۔ مجھے جس میجر کے سامنے پہنچایا گیا، وہ مجھے دیکھ کر اچھل پڑا تھا۔ اور پھر اس نے اپنے ایک ساتھی کو کچھ ہدایات دی تھیں تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک فائل لے آیا۔ فائل کھولی گئی اور میں نے خود بھی دیکھا کہ اس فائل میں میری تصویر لگی ہوئی تھی۔ میجر نے مجھ سے پوچھا کہ "کیا میرا نام جہانگیر جمال شاہ ہے؟"

میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ ان کا رویہ ہی تبدیل ہو گیا تھا۔ مجھے بڑے اعزاز کے ساتھ آرام کے لیے ہدایت کی گئی۔ اور پھر انہوں نے مجھ سے اس دھماکے کے بارے میں پوچھا۔ میرے پاس اسے بتانے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ البتہ میں نے یہ دیکھ کر ان کے پاس میری فائل موجود ہے اور اس میں میری تصویر ہے کہانی کا انداز ذرا سا بدل دیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میرے ملک نے مجھے یہاں کچھ ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے بھیجا تھا لیکن وہ ایجنٹ مجھے دستیاب نہ ہو سکے جن سے مجھے تفصیلات معلوم ہونی تھیں، بعد میں، میں نے خود ہی یہ تمام کارروائیاں شروع کر دیں۔ اور ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں اسلحے کا بہت بڑا کاروبار ہوتا ہے۔ میں نے ان لوگوں کو ان تین بڑے تاجروں کے نام بھی بتائے جو یہ کام کر رہے تھے۔ اور وہ تمام تفصیلات جو روبی سے مجھے حاصل ہوئی تھیں۔ وہاں کھلبلی مچ گئی تھی۔ فوجی میجر نے مجھے بتایا کہ وہ اس دھماکے کی تحقیقات کر رہے ہیں اور اس نے یہ بھی بتایا کہ میرے ملک نے اس ملک سے تعاون کا فیصلہ کیا اور جہانگیر جمال شاہ کے بارے میں تمام رپورٹ یہاں موجود ہے۔ جنرل حسن کا نام بھی سامنے آیا اور میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ گویا میرا یہ کارنامہ بھی سنہرے حرفوں سے لکھا جائے گا۔ جس میں میرا کوئی دخل نہیں تھا۔ اور اس کے بعد تو سب کچھ ہی تبدیل ہو گیا۔ مجھے بڑے فوجی اعزاز کے ساتھ سیلی ٹو لایا گیا۔ جہاں مجھے جنرل حسن کا مبارکباد کا پیغام ملا اور جنرل حسن نے مجھے ہدایت کی کہ میں فوراً ملک واپس چل پڑوں۔ چنانچہ لاتعداد لوگ بھی یادوں کو سمیٹ کر بالآخر میں نے اپنے وطن کی راہ لی۔ جہاں نت نئے ہنگامے میرا انتظار کر رہے تھے۔

میری فطرت کا سب سے مضبوط پہلو یہ ہے کہ گزرے ہوئے وقت میں جو کردار میرے نزدیک آ جاتے ہیں، وقت گزرنے کے بعد مجھے ان کی صورتیں یاد نہیں رہتیں۔ وہ لوگ جو مانی کو سینے سے لگائے پھرتے ہیں میرے خیال میں حال سے لطف اندوز ہونے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ جنرل حسن اور شہباز احمد صاحب دونوں نے ہی میرا استقبال کیا تھا۔ اور مبارکباد کے طوفان برپا کر دیئے تھے۔

جنرل احسن نے کہا: "اس وقت جب مجھے اطلاع ملی کہ وہ ایجنٹ جو آپ کو یکے بعد دیگرے ملنے والے تھے اور جن کے سپرد یہ ذمہ داری تھی کہ وہ اپنی اپنی معلومات آپ کو فراہم کریں گے، ختم کر دیئے گئے ہیں، تو ہم مایوس ہو گئے تھے کیونکہ آپ کو تو صورتحال کا علم بھی نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود ——"

"مجھے اس انداز پر سخت اعتراض ہے۔" میں نے کہا۔

"جی ——"

"جی ہاں ——— آئندہ میں کسی ایسے کیس پر کام نہیں کروں گا جن کی تفصیل مجھے پہلے سے معلوم نہ ہو۔"

"شہباز احمد صاحب سے اس موضوع پر بات ہوئی ہے۔ ہم آپ کے کہنے سے قبل اس پر اتفاق کر چکے ہیں۔ لیکن اس کارنامے کو سرانجام دینے کے بعد آپ کی ایک ذمہ داری اور بڑھ گئی ہے۔"

"وہ کیا جناب؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جی ایچ کیو میں آپ کی حیثیت کا تعین کر دیا گیا ہے اور وزارت خارجہ سے درخواست کی گئی ہے کہ آپ کو فوجی کاموں کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔ اور کسی بھی ایسے مسئلے میں اگر آرمی کو آپ کی ضرورت پڑے تو آپ کی خدمات اسے حاصل ہو جائیں۔ اس طرح آپ یوں سمجھ لیجیے کہ آپ کو فوجی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ آپ کے کاغذات جی ایچ کیو میں طلب کر لیے گئے ہیں۔ اور شاید آپ کو کوئی اعزازی فوجی عہدہ بھی دیا جائے۔" میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ جنرل حسن سے یہ بات نہیں کہہ سکتا تھا کہ مجھے کسی اعزازی فوجی عہدے کی ضرورت نہیں ہے۔ کام اگر میری پسند

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے مطابق ہوا تو یقیناً اسے سرانجام دوں گا اور اگر میری پسند اس میں شامل نہ ہوئی تو بھلا کس کی مجال کہ مجھ سے کوئی کام لے لے۔ ذمہ داری تو میں نے اپنے اہلِ خاندان کی بھی قبول نہیں کی تھی۔ بہرحال مبارکبادوں کے پیغامات تعریف کے الفاظ وصول کرنے کے بعد میں نے اپنی تمام رپورٹ تھوڑی سی ذہانت کے ساتھ ان لوگوں کو پیش کردی۔ اور پھر فرصت ہوگئی۔

عموماً ایسا ہی ہوا کرتا تھا۔ کسی باقاعدہ فلمی ایجنٹ کی طرح جیسے کوئی کارنامہ سرانجام دینے کے بعد کچھ دن کی چھٹی دے دی جاتی تھی اور دوبارہ جب کبھی اس کی طلبی ہوتی تھی تو وہ کسی سمندری رہائش گاہ میں یا کسی ساحل پر اپنی سترہ محبوباؤں کے ساتھ موجود نظر آتا۔ وہاں اسے ٹیلی فون ملتا اور وہ کسی محبوبہ کا کان مروڑ کر اس کے کان میں اپنے باس سے بات کیا کرتا تھا۔ یا کچھ اور بھی ایسے ذرائع جو کہ بڑھتے ہوئے رجحانات کے ساتھ ملنے آتے جارہے ہیں، اس گفتگو کے لیے استعمال ہوسکتے تھے۔ چنانچہ اپنی آرام گاہ میں پہنچنے کے بعد میرا ذہن سب سے پہلے ان چار نعمتوں کی طرف گیا جن کا دنیا میں میرے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ کم بختوں نے میری شرعی حیثیت مکمل کردی تھی۔ ذرا سی تبدیلی کے ساتھ حالانکہ دوسری دنیا کی بات الگ ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں کون ایسا جیالا تھا جو چار بیویاں بیک وقت رکھ سکے۔ سوائے میرے لیکن میرا بھی طریقۂ کار ذرا الگ ہوگیا تھا۔ یعنی چار بیویوں کے بجائے ——— چار عدد دوست پال رکھے تھے میں نے جو کم بخت بیویوں ہی کی طرح میری نگاہِ التفات کے منتظر رہا کرتے تھے اور ان کی تمام تر پرورش کی ذمہ داری میرے ہی شانوں پر تھی۔ طرح طرح سے ان کی کفالت کا بندوبست کرنا پڑتا تھا۔ چاروں منحوس صورت وہیں ملے جہاں ان سے ملاقات کی توقع تھی۔ چاروں ہی نے نخرے دکھانا شروع کردیئے اور میرے پیٹ میں ہنس ہنس کر بل پڑ گئے۔

"میں نے فیصلہ کرلیا ہے۔" توفیق نے گھونسا اٹھا کر کہا۔

"کیا؟"

"بس میں کچھ بننا چاہتا ہوں۔"

"زندہ باد۔ زندہ باد۔ دیکھو تم لوگ بھی توفیق کی نقل کرو۔ اس کی تقلید کرو۔ جو کچھ یہ کرے، وہی کچھ تم کرو۔"

"پوچھا بھی تم نے اس سے کہ یہ کیا کرنے جارہا ہے۔ کیا بن رہا ہے؟"

"پوچھوں گا۔ ہاں توفیق، بتاؤ خدا نے تمہیں کیا توفیق دی ہے؟"

"میں دولہا بننے جارہا ہوں۔" توفیق نے جواب دیا۔

"ہیں؟"

"یقین کرو، بات ہوگئی ہے۔"

"ایک بزرگ ہیں، ان کی بیٹی ہے، وہ مجھے گھر داماد رکھنا چاہتے ہیں۔ کھانا پینا، کپڑا اور سر چھپانے کا ٹھکانہ گھر کے تھوڑے بہت کام کاج کرنے ہوں گے اور بس۔ مزے ہی مزے۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ گویا تم گھر داماد بن رہے ہو؟"

"ہم لوگ تو اسے منع کررہے ہیں، مگر یہ تیار بیٹھا ہوا ہے۔"

"میں کہتا ہوں گھر داماد بننے میں آخر برائی ہی کیا ہے۔ داماد گھر میں ہو یا سڑک پر ہوتا تو داماد ہی ہے۔ گھر میں ہو تو شریف آدمیوں کی طرح اچھا بھی لگے گا۔ کیا حرج ہے؟"

"ہوں۔ تو تمہاری بات ہوگئی۔ کب بن رہے ہو گھر داماد؟"

"بس ذرا تھوڑی سی منظوری مل جائے۔ باقی سارے کام تقریباً مکمل ہوچکے ہیں۔"

ان چاروں کے ساتھ واقعی ماضی کی یادیں تازہ ہو جاتی تھیں اور خوب قہقہے لگا لیے جاتے تھے اور پھر شہری تفریحات میرے سامنے آگئیں۔ لیکن اس بار یہ چاروں ان تفریحات میں شریک نہیں تھے البتہ میں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ ان کا کام کرہی دیا جائے۔ تاکہ ان کے لیے بھی زندگی کا کوئی راستہ بن جائے۔ یہ بات تو میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میرے یہ کیے بغیر یہ لوگ اپنی زندگی کا آغاز نہیں کریں گے اور یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ بہرطور وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔

ایک شام ایک تقریب میں اکبر جمال شاہ صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ مجھے دیکھا تو خود ہی میرے قریب آگئے۔ بہرحال بڑے بھائی تھے۔ میں نے دست بستہ سلام کیا۔ گھورتے ہوئے کہنے لگے۔

"شاید تم یہ بات بھول گئے ہو کہ تم نے ہمارے ساتھ بچپن گزارا ہے۔"

"نہیں بھائی جان، بچپن کی ساری باتیں مجھے اچھی

طرح یاد ہیں۔"

"اور اس گھر میں تمہاری ماں اور باپ وغیرہ بھی موجود ہیں۔"

"خدا اس گھر کو سلامت رکھے۔"

"چرب زبانی سے کام لے رہے ہو۔ یہاں سے کہاں جاؤ گے؟"

"کوئی خاص پروگرام نہیں۔"

"میرے ساتھ چلنا ہے تمہیں؟"

میں ایک لمحے کے لیے ہچکچایا۔ لیکن پھر تیار ہو گیا۔ گھر والوں کو دیکھے ہوئے کافی وقت گزر چکا تھا۔ اکبر جمال شاہ صاحب مجھے گھر لے گئے اور گھر میں میری آمد سے اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہوگیا۔ تیمور جمال شاہ صاحب کو پتا چلا تو وہ چیختے چلاتے ہمارے پاس چلے آئے۔

"کیسے تشریف لائے ہیں آپ یہاں؟"

"بھائی جان کی گاڑی میں آیا ہوں۔" میں نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

"کیوں آئے ہو؟"

"بھائی جان لے کر آئے ہیں۔"

"کیوں لائے ہو؟" انہوں نے اکبر جمال شاہ سے پوچھا۔

"جی وہ ——— ڈیڈی بس ——— بہت دن ہوگئے تھے میں نے سوچا امّاں سے ملاقات کرادوں۔"

"ہوں ——— امّاں سے ملاقات کرنے کے لیے یہ خود نہیں یہاں آسکتے تھے؟"

"بس ڈیڈی۔ کیا کیا جائے، کچھ عجیب کیفیت ہوگئی ہے۔ لوگ نجانے کیا سوچتے ہوں گے۔ میرے بارے میں بھی لوگوں کا خیال ہوگا کہ شاید میں نے ان کے راستے کاٹے ہیں۔"

"میاں جہنم میں جھونکو لوگوں کو۔ لوگ ہمیں کچھ دے نہیں جاتے ——— تو ہم پر تبصرہ کیوں کریں گے ——— ہیں؟ میں اسے ایک پل یہاں برداشت نہیں کرسکتا۔"

"ڈیڈی ——— تھوڑی سی رعایت کردیں۔"

"خاک رعایت کردوں ——— جانتے ہو کیا کررہا ہے یہ؟ پولیس کا مخبر بنا ہوا ہے۔ ان گھٹیا لوگوں کی طرح جو ——— زندگی میں کچھ نہیں کرتے بس ایسے ہی نکمے رہ کر ادھر اُدھر سے مال مارتے رہتے ہیں۔ بہت ہی معمولی پیمانے پر یہ کام کررہا ہے۔ اس لیے میں نے اسے یہ ساری تعلیم وغیرہ دلائی تھی؟"

امّاں کی مداخلت سے صورتحال کچھ قابو میں آئی۔ وہ ڈیڈی سے لڑنے پر آمادہ ہوگئی تھیں۔

"آخر آپ کیوں ناخن سے گوشت جدا کرنے پر تلے ہوئے ہیں؟"

"یہ بدگوشت ہے۔"

"کیسا بھی ہو، میرا ہی ہے۔" امّاں نے کہا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے ——— لیکن ایک بات کان کھول کر سن لینا، یہ اس چھت کے نیچے نہیں رہے گا۔"

"باہر رہ لیا کروں گا ڈیڈی ——— اگر آپ اجازت دیں تو ——— میرا مطلب ہے صحن میں ——— ہیں۔"

"مجھ سے مذاق کرتا ہے۔" ڈیڈی بپھرے ہوئے انداز میں بولے۔

"نن نہیں ——— نہیں ———" میں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

ڈیڈی پاؤں پٹختے ہوئے چلے گئے اور امّاں نے مجھے کوسنا پیٹنا شروع کردیا۔

"تو نے آخر کیوں ہم لوگوں کی زندگی برباد کرکے رکھ دی ہے؟"

"امّاں ——— میرا خیال ہے میں نے تو خود اپنی زندگی برباد کی ہے آپ لوگوں کے لیے۔"

"زندگی برباد کرلی ہے۔ نجانے کہاں کہاں وا ہی تباہی کرتا رہتا ہے۔ کہاں رہ رہا ہے آج کل؟"

"فٹ پاتھ پر سوتا ہوں امّاں۔ بس ایسے ہی ——— ہے۔"

"جھوٹ بولتا ہے یہ ——— یہ فٹ پاتھ کا حلیہ ہے اس کا؟" اکبر جمال شاہ صاحب نے کہا۔

"بس بھائی صاحب ——— سوٹ کسی لانڈری والے سے لے لیتا ہوں ——— جوتے کہیں سے لے لیتا ہوں۔ ذرا تھوڑی سی تفریح کی عادت ہے ——— کہیں نہ کہیں نکل جاتا ہوں اسی بہانے۔"

"مجھ سے بدتمیزی کی تو اچھا نہیں ہوگا۔"

"کمال ہے ——— دیکھ رہی ہیں آپ، میں کیا ہوں اس گھر میں۔ بھائی صاحب خود مجھے یہاں لے کر آئے ہیں۔ گھر لاکر ڈانٹ ڈپٹ کررہے ہیں۔ ڈیڈی الگ گالیاں سنا کر چلے گئے ہیں۔ بس ایک آپ ہیں جن کی جوتیوں کے سائے میں میں پل رہا ہوں۔"

امّاں زاروقطار رونے لگیں۔ تھوڑی دیر تک گھر کے ماحول سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ سب لوگ سمجھاتے رہے۔

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

—— پولیس کی مخبری سے منع کیا گیا۔ یہ بھی کہا گیا کہ کسی مسئلے پر میں ڈیڈی کے آڑے آ گیا تھا۔ اس وقت سے وہ مجھ سے بہت زیادہ بگڑے ہوئے ہیں۔ میں نے وعدہ کیا کہ آئندہ ڈیڈی کے کسی مسئلے کے آڑے نہیں آؤں گا۔ اور اس کے بعد میں نے جانے کی اجازت مانگی۔

"کہاں جائے گا؟" ۔

"فٹ پاتھ پر۔" میں نے آماں کو جواب دیا۔

"فٹ پاتھ بھی کوئی رہنے کی جگہ ہے؟"

"آماں بڑا لطف آتا ہے۔ طرح طرح کے لوگ ہوتے ہیں اور پھر رات کو ہم سب پولیس والوں کے ڈنڈے کھاتے ہیں۔"

"جھوٹ مت بولو۔ اپنے گھر —— کا پتا بتاؤ۔ تاکہ تم سے رابطہ قائم کیا جا سکے۔"

"گھر خریدنے والا ہوں۔ جیسے ہی اس کا معاملہ ہوا آپ کو پتا بھی بتا دوں گا۔" میں نے اکبر جمال شاہ صاحب سے کہا۔

یہ سب لوگ مجھے روکتے رہ گئے لیکن ڈیڈی کی ناراضگی کی وجہ سے کھل کر بات بھی نہیں کر رہے تھے۔ چنانچہ کچھ دیر کے بعد میں وہاں سے چلا آیا۔ دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ اچھا نظریہ قائم کیا تھا انہوں نے۔ بلکہ صحیح معنوں میں میری طبیعت صاف کر دی تھی یعنی پولیس کا مخبر۔ مجھے ہنسی آنے لگی۔ ڈیڈی اس تمام صورتحال کے باوجود مجھے کوئی بڑی حیثیت دینے کو تیار نہیں تھے۔ تقریباً پندرہ سولہ دن گزر گئے اور سولہویں دن مجھے شہباز احمد صاحب کا پیغام ملا۔ ذریعہ آفتاب کمال ہی تھا۔ اس دوران آفتاب کمال سے میری ملاقاتیں ہوتی رہی تھیں۔ مسکراتا ہوا بولا۔

"آشریف لے چلیے۔"

"بلیک وارنٹ آ گیا ہے؟" میں نے سوال کیا اور آفتاب کمال ہنسنے لگا پھر بولا۔

"میں جانتا ہوں کہ شہباز احمد صاحب کی طرف سے طلبی آپ کے لیے بلیک وارنٹ نہیں ہوتی۔"

"تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔" میں نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔ اور آفتاب کمال ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

"جی ہاں۔ اس سلسلے میں میرا خیال ہے میں آپ سے زیادہ ہی جانتا ہوں۔ آپ کے چہرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ بیزاری محسوس کر رہے ہیں۔ جو عادت آپ کو پڑ گئی ہے اس سے آپ اب گردن نہیں چھڑا سکتے۔"

"بے کار باتیں مت کرو۔ دیکھتا ہوں اس بار شہباز احمد صاحب مجھے کیسے مصروف کرتے ہیں؟"

آفتاب کمال ہنستا رہا۔ ہم شہباز احمد صاحب کی کوٹھی پہنچ گئے۔ شہباز احمد صاحب نے ہمیشہ کی مانند بڑے تپاک انداز میں میرا استقبال کیا۔ اور مجھے اپنے سامنے بٹھایا۔ کہنے لگے۔

"کہو جی بھر گیا؟"

"دنیا سے؟" میں نے سوال کیا۔

"خدا نہ کرے۔ ابھی تو اس دنیا کو تمہاری بڑی ضرورت ہے۔"

"جی ہاں دنیا کو میری ضرورت ہے اور میری ضرورتوں کی دنیا کو کوئی پروا نہیں ہے۔"

"تم منہ سے کہہ کر تو دیکھو۔ کیا چاہیے تمہیں؟"

"مہیا نہ ہو جائے تو میری ذمہ داری۔"

"چھوڑیئے جب ایسی کوئی بات ہوئی تو بتا دوں گا آپ کو۔"

"ضرور بتا دینا۔ اور دیکھ لینا کہ تمہارے لیے ہر شخص کس طرح مصروف ہو جاتا ہے۔ تم نے اپنا جو مقام بنا لیا ہے اس کے تحت بھلا کون تمہیں نظر انداز کر سکتا ہے۔"

"اب حکم فرمائیے، کیا سلسلہ ہے؟"

"کوئی سلسلہ بتانے سے پہلے تم سے تھوڑی سی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی جی۔ فرمائیے۔"

"بات دراصل یہ ہے جہانگیر جمال شاہ کہ تم نے پچھلے دنوں کچھ شکایتیں کی تھیں جنرل حسن سے بھی اور مجھ سے بھی۔ میں اسی موضوع پر تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ خود سوچیے شہباز صاحب، مجھے قربانی کا بکرا بنا کر بھیج دیا جاتا ہے۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص مجھے یہ بتائے گا کہ میرے یہاں آنے کی وجہ کیا ہے۔ پھر میں اس شخص کو تلاش کرتا پھرتا ہوں اور جب اس شخص تک پہنچتا ہوں تو پتا چلتا ہے کہ وہ اس جہانِ فانی سے کوچ کر چکا ہے۔ اس وقت میرے پاس کرنے

کے لیے کچھ نہیں ہوتا۔ بلکہ دل تو یہ چاہتا ہے کہ اس کے پیچھے پیچھے ہی میں بھی چل پڑوں۔ تاکہ جہاں بھی وہ ہو اس سے ملاقات کر لوں۔ اس کے بعد مجھے حالات کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ زندگی جگہ جگہ موت کے قریب پہنچ جاتی ہے اور اپنی جان بچانے کی فکر بھی لاحق ہو جاتی ہے۔ ان حالات میں صحیح طور پر کام کیا جا سکتا ہے؟"

"ہاں۔ کیا جا سکتا ہے۔"

"کیسے؟"

"جیسے تم کرتے رہے ہو۔"

"مجھے جو کچھ کرنا پڑتا ہے شہباز صاحب، میں ہی جانتا ہوں۔"

"نہیں۔ میں بھی جانتا ہوں۔" شہباز احمد صاحب نے کہا اور میں انہیں تلخ نگاہوں سے گھورنے لگا۔

"دیکھو جہانگیر جمال شاہ۔ کچھ نہ جان کر تم جو کچھ کرتے ہو اس سے تمہاری کارکردگی بڑھتی ہے۔ تمہارے اندر خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ تم خود سوچو بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جن کے بارے میں ہمیں خود تفصیلات نہیں معلوم ہوتیں۔ مگر اس کے باوجود ہم اس سلسلے میں تم پر بھروسا کرتے ہیں۔ تمہیں آگے بڑھا دیتے ہیں۔ اور اس کی کوئی وجہ ہی ہوتی ہے۔ ہمیں یہ اعتماد ہوتا ہے۔ یہ یقین ہوتا ہے کہ تم وہ سب کچھ کر سکو گے، جس کا علم ہمیں بھی نہیں ہے۔ یقین کرو تم، بعض اوقات واقعات ہمیں نہیں معلوم ہوتے لیکن اس طرح تم حکومت کی ان ذمہ داریوں میں شامل ہو جاتے ہو جو حکومت کو چلانے میں معاون ہوتی ہیں۔ اور حکومت تمہارا جس قدر احسان مانتی ہے، اس کا تمہیں اندازہ ہو چکا ہوگا کچھ ایسے امور ہیں جس میں اس کے ہاتھ رک جاتے ہیں، تم آگے بڑھ کر اگر اس کی مدد کرتے ہو تو تمہارا ایک مقام تو بننا چاہیے ناں۔ اور میرا خیال ہے تمہیں یہ مقام مل رہا ہے۔ بہت تعریفیں ہوتی ہیں تمہاری ہر جگہ۔ تمہاری حیثیت ایک مستحکم انداز اختیار کرتی جا رہی ہے۔ خاص طور سے بی ایچ کیو میں تمہارے تذکرے ہوتے ہیں۔ میرا مطلب ہے تمہیں اعزازی کرنل کا عہدہ بہت جلد دے دیا جائے گا۔"

"مگر یہ عہدہ میری موت کے بعد ہی مجھے مل سکے گا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو؟"

"بالکل درست کہتا ہوں۔ جگہ جگہ موت میرا پیچھا کرتی ہے۔"

"بھئی میں تم سے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ تم حکومت کے مددگار ہو، ہمارے لیے تو تم ایک ستون کی حیثیت رکھتے ہو۔"

"خیر اب جو کچھ بھی ہے آپ مجھے بتائیے، مجھے کیا کرنا ہے۔"

"نہیں۔ کچھ اور تفصیلات تم سے کہنا چاہتا ہوں۔ حکومت کی امداد۔ تم صرف حکومت کی امداد ہی نہیں کر رہے بلکہ اپنے ملک کے لیے اپنے وطن کی سرحدوں کے لیے بھی بہت کچھ کر رہے ہو۔ مثلاً تم نے ایمرونا میں جو کچھ کیا ہے اس کے نتیجے میں ہمارے ملک کو جو فوائد حاصل ہوئے ہیں، ان کا تمہیں کچھ اندازہ ہے۔ ایمرونا ہم سے باقاعدہ تجارت کرتا ہے۔ ہماری بہت بڑی منڈی بن چکا ہے وہ اور صرف یہی نہیں بلکہ ہمیں وہاں سے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرنے کی پیشکش کی گئی ہے۔ ہماری مال امداد بھی کی جا رہی ہے اور دوسرے ایسے فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ ابھی تم نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اس سلسلے میں بہت کچھ ہو رہا ہے۔ یہ معمولی کام نہیں ہے اور اس کا اعتراف اگر کوئی بھی شخص ہو، وہ ضرور کرے گا۔ ان حالات میں تم خود سوچو کہ اگر تمہیں تھوڑی بہت تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہے تو یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے۔"

مجھے ہنسی آ گئی۔ آفتاب کمال بھی مسکرانے لگا۔ شہباز احمد صاحب البتہ سنجیدگی سے بولے۔

"بخدا۔ یقین کرو فخر محسوس کرتا ہوں میں تم پر۔ اور تم ایک بات خود بھی جانتے ہو جہانگیر جمال شاہ۔ کہ میں بھی ایک ملازم ہوں۔ حکومت کا ایک عہدیدار اصولی طور پر یہ ہونا چاہیے کہ تم نے اگر ایک شکایت کی اور میں نے اسے دل سے جائز تسلیم کیا تو مجھے اپنے ہاتھ پیچھے ہٹا لینے چاہئیں۔ یعنی میں یہ بات صاف کہہ دوں کہ تم اس وقت تک کوئی کام کرنے کے لیے تیار نہیں ہو جبکہ تمہیں اس کام کی تفصیلات معلوم نہ ہو جائیں۔ یہی جو تمام گفتگو میں نے تم سے کی ہے، مجھے کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ لیکن بیٹے بات یہ نہیں ہوتی کہ ہم لوگ ایک سیٹ پر بیٹھ جاتے ہیں اور یہ دیکھتے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہیں کہ اس سیٹ پر بیٹھ کر ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ملکی مفاد اور ملکی محبت کے بہت سے تقاضے ہیں اور ہمیں تمام باتوں سے ہٹ کر ان کے بارے میں سوچنا پڑتا ہے۔ اس ملک کی بقا سے ہماری اپنی بقا ہے اور اس کے لیے ہمیں ضروری نہیں کہ صرف اپنے فرائض کی انجام دہی کرتے رہیں۔ بلکہ جہاں جو کچھ بھی نظر آئے اور ملک کے خلاف ہو سرزمین وطن کے خلاف ہو تو اس کے خلاف ہمیں سرگرم عمل ہونا پڑتا ہے۔"

میں گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ اس دوران کافی آگئی۔ شہباز احمد صاحب نے مجھے بڑے پیار سے کافی پیش کرتے ہوئے کہا۔

"کافی کے گھونٹ لو، یہ گرم گرم کافی تمہارے ذہن کے غصے کو کم کرے گی۔ اور ہو سکتا ہے اس وقت تم میری بات سے متفق ہو جاؤ۔"

"نہیں شہباز احمد صاحب مجھے غصہ بالکل نہیں ہے۔ آپ کا یہ اندازہ بالکل غلط ہے۔ میں نے تو ایک تکنیک کے بارے میں کہا تھا۔ ان لمحات میں مجھے ذہنی کوفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔"

"میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔ اگر غور کرو سوچو تو اس سے تو اس سے تو تمہاری طبیعت بہتر ہوتی ہے۔ تمہارے اندر سے طوفانی انداز میں کام کرنے کی صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں، جو اس وقت ضروری ہوتا ہے۔ اگر تمہیں تمام تفصیلات بتا دی جائیں تو تم گلے بندھے اصولوں پر کام کرو اور ان راستوں کو تلاش کرو جن راستوں کا تعین تمہارے سامنے کر دیا گیا ہے۔ اور ان راستوں میں ظاہر ہے رکاوٹیں بھی ڈالی جاتی رہتی ہیں۔ کیونکہ دشمن جانتے ہیں کہ تم کون سے راستوں سے آگے بڑھو گے اور اس وقت تک تمہیں کچھ نہیں معلوم ہوتا اور تم اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہوتے ہو تو تمہارے قدم اس سیدھی سمت میں اٹھ جاتے ہیں۔ جن کا اندازہ دشمن کو بھی نہیں ہوتا۔ اور بالآخر تم دشمن کی گردن دبا لیتے ہو۔"

"میں قائل ہو گیا ہوں۔ میں قائل ہو گیا ہوں۔ آپ یقین کریں میں قائل ہو گیا۔ اب مجھے یہ بتائیے کہ مجھے کیا کرنا ہے؟"

میں نے کہا اور کافی کی پیالی اٹھا لی۔ شہباز احمد صاحب ہنسنے لگے تھے۔ آفتاب کمال بھی مسکرا رہا تھا۔ پھر اچانک ہی شہباز احمد صاحب آفتاب کمال کی جانب متوجہ ہوئے۔

"آر۔ بی۔ سائڈ کیا ہے؟"

"جی؟" آفتاب چونک پڑا۔ غالباً وہ اپنے آپ سے کسی سوال کے لیے تیار نہیں تھا۔

"آر۔ بی۔ سائڈ۔"

"کیوبانا لڈ بون۔" آفتاب کمال نے جواب دیا۔

"ویری گڈ۔ آر بی سائڈ کے بارے میں مسٹر جہانگیر جمال شاہ کو بتاؤ۔" شہباز احمد صاحب بولے۔

میں حیرانی سے اس شخص کو دیکھ رہا تھا جو کمپیوٹر سے زیادہ تیز تھا۔ آفتاب کمال میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔

"آر۔ بی۔ سائڈ کیوبانا لڈ بون کی مملکت میں ایک جیل کو کہا جاتا ہے جو جزیرہ لڈ بون میں واقع ہے۔ لڈ بون کیوبانا کے مشرقی حصے میں ایک دشوار گزار جزیرہ کہا جاتا ہے خطرناک قیدیوں کو لڈ بون کے جیل میں رکھا جاتا ہے۔ اور اس جیل کو آر۔ بی۔ سائڈ کہا جاتا ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک آر۔ بی میں خطرناک مجرموں کے لیے بہترین انتظامات ہونے کی وجہ سے بہترین معاوضہ ادا کر کے خطرناک مجرموں کو وہاں پہنچا دیا کرتے ہیں۔ اور وہاں کے حکام ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ یہ ہے آر۔ بی۔ سائڈ۔ حکومت کیوبانا کے بارے میں آپ یقینی طور پر جانتے ہوں گے۔"

میں نے دل ہی دل میں حکومت کیوبانا کو موٹی سی گالی دی جس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے شہباز احمد صاحب کی طرف دیکھا تو وہ بولے۔

"تمہیں آر۔ بی۔ سائڈ جیل میں قید کی سزا دی جاتی ہے۔"

"بے حد شکریہ۔" میں نے گردن خم کر کے کہا۔

"اور تم کسی بھی مناسب وقت کیوبانا پہنچ جاؤ گے۔ تمہارے پاس نشہ آور ادویات کا ایک مناسب ذخیرہ ہو گا۔ ائیر پورٹ پر تمہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ اور اس کے بعد کیوبانا کی حکومت تمہیں سزا سنائے گی۔ اور اس سزا کے تحت تمہیں آر بی۔ سائڈ جیل میں قید ہونا پڑے گا۔ باقی کام سب وہیں ہو گا۔ اور تمہیں خود ہی اس کے بارے میں مناسب فیصلے کرنا ہوں گے۔"

میں شدید۔ غصے کے عالم میں شہباز احمد صاحب کو دیکھنے لگا۔ یہ بھی کوئی کام تھا خوامخواہ بیوقوف بنانے والی باتیں۔ دل تو چاہا کہ انکار کر دوں لیکن اس سے پہلے جو لمبی چوڑی تقریریں سن چکا تھا ان سے بچنے کے لیے خود ہی میں نے سب کچھ سمجھ جانے کا اظہار کیا تھا۔ اب کیا کہتا، بے بسی کی نگاہوں سے شہباز احمد صاحب کو دیکھتا رہا۔

وہ مسکرا کر بولے۔ "کیا تمہیں یہ قید منظور ہے؟"

"کیا کسی مجرم کو سزا دینے کے بعد اس سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اس سے یہ قید منظور ہے۔"

"مائی ڈیئر۔ جہانگیر جمال شاہ بڑا اہم مسئلہ ہے اور اس سلسلے میں یوں سمجھ لو کہ تم پر مکمل طور سے بھروسا کیا گیا ہے۔"

"مجھے اس قید پر کب روانہ کیا جا رہا ہے؟"

"یہ تم پر منحصر ہے۔ اگر ٹالنا چاہو تو ٹال بھی سکتے ہو۔"

"کیا مجھے ٹالنا چاہیے؟" میں نے شہباز احمد صاحب سے سوال کیا۔

"بالکل نہیں۔ چونکہ جس مشن میں تم کام کرو گے اس کا انسانیت سے بھی تعلق ہے اور ہماری ذمہ داریوں سے بھی۔"

"تو پھر مجھے سزائے قید دینے میں دیر کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔"

"کب جانا چاہتے ہو؟"

"پرسوں۔"

"آفتاب کمال سے تمام تفصیلات معلوم ہو جائیں گی تمہیں۔ میں تمہارے لیے زندگی کی، صحت کی اور کامیابی کی دعائیں کروں گا۔"

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ جی جل کر رہ گیا تھا۔ واپسی میں، میں نے آفتاب کمال سے کہا۔

"ہو سکتا ہے اس بار میں واپسی کا پروگرام نہ بناؤں۔"

"کیوں؟"

"ابے پوچھتے ہو، کیوں ہے۔ دیکھ رہے ہو کیا تماشا کیا جا رہا ہے میرے ساتھ؟ حالانکہ ابتدا میں جنرل حسن صاحب نے اور شہباز احمد صاحب میری باتوں سے اتفاق کرتے ہوئے کہا تھا کہ آئندہ کوئی ایسا کیس میرے حوالے نہیں کیا جائے گا جو میری سمجھ سے باہر ہو۔ لیکن اب اس تقریر کے بعد پھر وہی سب کچھ کر ڈالا گیا ہے۔"

آفتاب کمال کہنے لگا۔

"تھوڑی سی تفصیلات میں عرض کیے دیتا ہوں۔ کیوبانا بہت مستحکم حکومت ہے لیکن پچھلے دنوں سے کچھ بڑے ممالک سے اس کے تعلقات خاصے خراب ہو گئے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ کیوبانا کے راستے منشیات کی بہت بڑی اسمگلنگ ہوتی ہے اور یہ نشہ آور ادویات امریکہ، فرانس، جرمنی، انگلینڈ اور یورپ کے دوسرے بہت سے ممالک میں بھیجی جا رہی ہیں۔ ایک طرح سے کیوبانا منشیات کی اسمگلنگ کا مرکز بن کر رہ گیا ہے جبکہ حکومت کیوبانا نے وہاں پر اس شخص کے لیے سزائے موت کا اعلان کر دیا ہے جس کے پاس منشیات کا ذخیرہ ہو۔ تقریباً ستر افراد کو وہاں فوری طور پر موت کی سزا دے دی گئی ہے۔ ان میں سے بعض افراد بڑی اہمیت کے حامل تھے۔ گویا حکومت کیوبا اپنے طور پر ہر ممکن انتظام کر رہی ہے کہ اس کے خلاف دوسرے ممالک کا رویہ منشیات کی اسمگلنگ کی وجہ سے بہت زیادہ خراب نہ ہونے پائے۔ لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں رہی۔ اور منشیات کی تجارت کیوبا کے راستے بڑے زور و شور سے ہو رہی ہے۔ کچھ ایسے دماغ اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں جو حکومت کی تمام منصوبہ بندیوں کو فیل کر دیتے ہیں۔ یہ ایک بات تو میرے علم میں ہے باقی اور کچھ نہیں جانتا۔"

"لعنت ہے۔ ویسے مجھے اس جزیرہ لڈ بون کے بارے میں کچھ اور تفصیلات بتاؤ۔"

"لڈ بون ایک معقول آب و ہوا کا جزیرہ ہے۔ لیکن آر۔ بی۔ سائڈ جیل کے بارے میں یہ سنا گیا ہے کہ وہاں سے فرار کی ہر کوشش موت کی طرف رخ کرتی ہے اور ان لوگوں نے ایسے انتظامات کر رکھے ہیں کہ اگر کوئی خطرناک مجرم یہ کوشش کر بھی لے تو پھر اس کی زندگی کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اس کے فرار کے بعد یہ اعلان کر دیا جاتا ہے کہ وہ مر چکا اور کچھ عرصے کے بعد اس کی لاش بھی متعلقہ افراد کے حوالے کر دی جاتی

Uploaded By

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہے۔ یعنی یہ کہ اتنا ہی اعتماد ہے ان لوگوں کو اپنی بنائی ہوئی اس جیل پر۔"

"باپ رے باپ۔ اس بار در حقیقت شہباز احمد صاحب نے میرے گلے میں بھی موت کا پھندہ ڈال دیا ہے۔ بھلا بتاؤ آفتاب کمال باقی معاملات میں تو کم از کم یہ ہوتا تھا کہ دل کے بہلنے کے کچھ انتظامات ہو جاتے تھے۔ لیکن اس بار مجھے اپنا یہ کارنامہ ایک جیل میں قیدی کی حیثیت سے سرانجام دینا ہوگا۔"

"سر، میں جانتا ہوں کہ آپ وہاں بھی اپنے لیے تفریحات مہیا کر لیں گے۔" آفتاب کمال نے کہا۔

"ٹھیک ہے اب انتظامات کا کیا کرنا ہوگا؟"

"یہ ذمہ داری تو آپ کے خادم کے سپرد ہی کی جاتی ہے۔" آفتاب کمال نے کہا۔

"تو پھر تیاریاں کرو۔ یہ معلومات کر کے بتاؤ کہ کون سی فلائیٹ اور کس وقت کیوبانا کے لیے روانہ ہوگی۔ بعد میں میں نے یہ تمام تر وقت اپنے فلیٹ پر ہی گزارا تھا۔ طبیعت پر واقعی کوفت ہو رہی تھی۔ جو کام میرے سپرد کیا گیا تھا۔ یہ مجھے پچھلے دوسرے کاموں سے بھی زیادہ مشکل اور تکلیف دہ ہی لگ رہا تھا۔ ویسے یہ ساری باتیں کچھ مناسب نہیں ہیں۔ کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔ دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو یہ کہ خاموشی سے کہیں نکل چلا جائے۔ زندگی گزارنے کے لیے صرف اپنا ہی ملک تو کافی نہیں ہے۔ پوری دنیا کھلی پڑی ہے۔ یا پھر کچھ نہ کر کے شہباز احمد صاحب کو اس بات کا یقین دلا دیا جائے کہ وہ کام کبھی نہیں ہوگا۔ جس کی تفصیلات نہ بتائی جائیں، اور یہ دوسری بات مجھے زیادہ دلچسپ لگی تھی۔ اپنے وطن اپنے لوگوں کو تو خیر چھوڑا نہیں جا سکتا۔ البتہ اس کیس میں کوئی کامیابی نہیں حاصل کروں گا۔ اور جواب طلبی پر کہہ دوں گا کہ میں نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ایسے کسی معاملے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ جس کا مجھے کچھ علم نہ ہو، اس بات پر دل ہی دل میں متفق ہو گیا تھا۔ آفتاب کمال جیسے اللہ دین کے چراغ کے جن کو بھلا کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ بالآخر تیسرے دن تقریباً صبح ساڑھے دس بجے مجھے ہوائی جہاز میں سوار کرا دیا گیا۔ اور کسٹم کے قوانین سے بچا کر مجھے منشیات کے ایک ذخیرہ کے ساتھ جہاز کی سیٹ پر پہنچا دیا گیا۔ تاکہ حکومت کیوبانا کو میری گرفتاری میں کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ سفر جاری رہا۔ اور پھر میں اس اجنبی شہر کے

اجنبی ایئرپورٹ پر اتر گیا۔ جہاں میری گرفتاری ہونے والی تھی، بہت خوبصورت ایئرپورٹ تھا۔ موسم بھی برا نہیں تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ ماحول خوشگوار تھا۔ ایئرپورٹ جدید ترین تھا۔ چہرے خوشنما تھے، لوگ خوش لباس تھے۔ اور کسٹم کے حکام مستعد۔ کیونکہ میرے سامان کے کسٹم ہاؤس میں داخل ہوتے ہی ایک الارم بجنے لگا تھا۔ اور الارم بجنے کے ساتھ ہی ساتھ کسٹم ہاؤس کے دروازوں پر موجود سیکورٹی فورسز کے جوان خاص قسم کی ہلکی سب مشین گنیں تان کر مستعد ہو گئے تھے۔ فوراً ہی اعلان کیا گیا کہ وہ شخص اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دے جو منشیات لے کر آیا ہے۔ اور اگر اس نے کسی قسم کی کوئی گڑبڑ کی تو اسے اسی جگہ موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں یہ ایک نیا خیال بیدار ہوا جس کے بارے میں میں نے اس سے پہلے نہیں سوچا تھا۔ آفتاب کمال نے مجھے بتایا تھا کہ حکومت کیوبانا منشیات کے سلسلے میں بہت سخت ہو چکی ہے۔ اور ہر اس شخص کو سزائے موت دی جاتی ہے، جس کے پاس سے منشیات کا ذخیرہ برآمد ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اگر میں بے بروئی کا مظاہرہ کروں تو نہ جاننے والے اجنبی مجھے گولیوں سے چھلنی کر دیں۔ چنانچہ میں نے دونوں ہاتھ بلند کر دیے، اور میرے گرد فوراً ہی، سیکورٹی فورسز کا گھیرا پڑ گیا۔ مجھے فوراً گرفتار کر لیا گیا۔ منشیات میرے سامان سے برآمد ہو گئی تھی۔ گرفتار کرنے والے مجھے اسی طرح دبوچے ہوئے اس بڑی وین تک پہنچ گئے۔ جیسے باز چڑیا کو دبوچ لیتا ہے۔ ظاہر ہے مزاحمت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ان لوگوں کا رویہ میرے ساتھ بہت سخت تھا۔ شاید وہ حالات سے ناواقف تھے۔ پھر پولیس ہیڈ کوارٹر کی عمارت میں بھی مجھے بڑی بے دردی سے اتارا گیا اور دھکے دے دے کر اندر پہنچا دیا گیا۔ فوری طور پر کارروائی ہونے لگی۔ میرے سلسلے میں مناسب فیصلے کیے جا رہے تھے، اور میں اپنے اس قید خانے میں بند بیٹھا رہا تھا کہ اس سے پہلے جو لوگ کیس میرے حوالے کیے گئے تھے ان میں میرا استقبال کسی حسین سیکرٹ ایجنٹ کو کرنا ہوتا تھا۔ اور میں اس کی مست آنکھوں میں گم ہو جاتا تھا۔ اور اس کے وجود کی خوشبوئیں اپنے آپ میں اتار لیتا تھا۔ اس بار میرے احتجاج پر جو سزا دی گئی ہے وہ بلاشبہ، قابل توجہ ہے۔ میں ہر اس گزرنے والے کی نگاہوں میں

اپنے لیے حقارت کے جذبات دیکھ رہا تھا۔ جو میرے اس لاک اپ کے سامنے سے گزرتا تھا۔ پولیس حکام میرے بارے میں مناسب فیصلے کر رہے تھے، اور مجھے یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اگر مطلوبہ افراد یعنی وہ جو میری جان بچانے والے تھے یہاں نہ پہنچ پائے۔ یا ان میں کسی سے کوئی غلطی ہو گئی تو میرا انجام کیا ہوگا؟ درحقیقت اندر ہی اندر تھوڑی سی پریشانی بیدار ہو گئی تھی، پھر دو دراز قد آدمی لاک اپ کے سامنے پہنچے۔ ان کے اشاروں پر لاک اپ کھولا گیا۔ انہوں نے مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور پھر مجھے لیے ہوئے ایک بڑے سے کمرے میں پہنچ گئے۔ جہاں ایک پانچ رکنی میٹنگ ہو رہی تھی۔ پانچوں افراد مقامی تھے۔ اور بڑے بڑے خطرناک چہرے والے تھے، درمیان میں بیٹھے ہوئے آدمی نے جس کی آنکھوں کا رنگ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا تھا۔ کیونکہ آنکھیں مختلف رنگوں میں تو دیکھی گئی تھیں لیکن سیاہ آنکھیں ذرا کم ہی دیکھنے میں آتی ہیں یعنی وہ سیاہ آنکھیں جن میں پتلیوں کے علاوہ ڈیلے بھی سیاہ ہی ہوں، ایک لمحے کے لیے تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ شخص اندھا ہو۔ لیکن وہ اندھا نہیں تھا۔ اس نے مجھے سر سے پاؤں تک گھورتے ہوئے کہا۔

"نام؟"

"جہانگیر جمال شاہ!" میں نے جواب دیا۔

"ہوں:" اس نے فائل کھول کر دیکھا اور پھر اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے ساتھیوں کی جانب دیکھا تب ان میں سے ایک نے ان دو افراد کو جو مجھے یہاں لے کر آئے تھے۔ حکم دیا۔

"اسے نہایت احتیاط کے ساتھ آر۔ بی۔ سائڈ پہنچا دیا جائے لڑبون میں کاغذات پہنچا دیے جائیں گے۔" ان دونوں نے گردنیں خم کیں اور شیطانی انداز میں حکم گئے۔ گویا مجھے ان کے ساتھ جانا تھا۔ کسی قسم کے سوال و جواب کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔ مجھے خاموشی سے ان کی باتوں پر عمل کرنا تھا۔ باہر نکلنے کے بعد ان میں سے ایک نے کہا۔

"تم اپنا پورا سامان ساتھ نہیں لے جا سکو گے۔ لیکن سامان حفاظت سے یہاں محفوظ رہے گا۔ البتہ کوئی ایسی چیز جو تمہارے سامان میں ہو جسے تم اپنے ساتھ رکھنا پسند کرو؟"

"نہیں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا پھر ان میں سے کسی نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔ ایک بند گاڑی مجھے لے کر چلی گئی۔ اور تقریباً چالیس منٹ تک سفر کرنے کے بعد ایک جگہ جا رکی۔ نیچے اترا تو باہر کے مناظر نظر آئے۔ چاروں طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ اور میں ساحل سمندر پر تھا۔ مجھ سے کوئی بیس گز کے فاصلے پر سمندر میں ایک اسٹیمر ہچکولے کھا رہا تھا۔ سفید رنگ کے اس اسٹیمر پر مجھے پہنچا دیا گیا۔ اور میرے ساتھ وہ دونوں افراد بھی اسٹیمر پر سوار ہو گئے۔ جنہیں مجھے لڑبون پہنچانا تھا۔ سمندری سفر کا آغاز ہو گیا۔ اسٹیمر میں صرف مجھے ہی رکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ عملے کے افراد تھے۔ اور وہ دونوں آدمی جو میری نگرانی کر رہے تھے۔ ان کے چہروں پر عجیب سے تاثرات پھیلے ہوئے تھے، لیکن ان میں سے کسی سے کوئی گفتگو کرنا بالکل بے مقصد تھا۔ میں جانتا تھا کہ مجھے آر۔ بی سائڈ جانا ہے۔ سمندر میں اسٹیمر کا یہ سفر تقریباً ساڑھے تین بجے تک جاری رہا۔ گویا خاصا طویل سفر طے کیا گیا تھا۔ مجھے تو نظر نہیں آیا لیکن وہ لوگ جانتے تھے کہ انہیں کہاں جانا ہے۔ البتہ میں نے ان سرخ روشنیوں کو دیکھ لیا تھا۔ جو بہت دور کے بعد نظر آئی تھیں۔ یعنی ساڑھے تین بجے اور یہ اندازہ لگانے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی کہ یہ لڑبون ہی کی روشنیاں تھیں۔ یہاں بافائدہ ساحل پلیٹ فارم بنا ہوا تھا۔ مجھے لکڑی کے تختوں پر اتارا گیا۔ اور یہاں اترتے ہی میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں۔ گویا مجھے مکمل قیدی بنا دیا گیا تھا۔ لیکن ان لوگوں کا۔ وتیہ میرے ساتھ خراب نہیں تھا۔ یا تو یہ طریقہ کار۔ ان کا مستقل طریقہ کار تھا یا پھر میرے ساتھ احتیاط برتی جا رہی تھی۔ مجھے پلیٹ فارم سے گزار کر ایک عمارت سے باہر لایا گیا۔ اور اس عمارت کے دوسری جانب ایک جیپ کھڑی ہوئی تھی۔ جس پر چھت نہیں تھی۔ جیپ میں مجھے بٹھایا گیا۔ وہ دونوں افراد اس وقت بھی میرے ساتھ موجود تھے۔ پھر میں نے لڑبون کی اس روایتی جیل کو دیکھا۔ جس کے بارے میں، شہباز احمد صاحب نے جو کچھ بتایا تھا وہ بے حد خوفناک تھا۔ آفتاب کمال نے اس جیل کے بارے میں مجھے مکمل تفصیل فراہم کی تھی۔ اور اس کا مقصد یہ کہ اس جیل میں دنیا کے وہ خطرناک ترین مجرم موجود ہیں۔ جن کے سلسلے میں ان کی اپنی حکومتیں بھی ان کی حفاظت کا یقین نہیں کر سکتی تھیں۔ اور انہیں یہاں پہنچا دیا گیا تھا۔ ایک عجیب و غریب روایت میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ بہرطور — مجھے یہاں کے قوانین کے مطابق جیل کے حکام کے سپرد کیا گیا۔ اور یہ رات

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یعنی اس رات کا بقیہ حصہ جو بہت مختصر تھا، مجھے ایک ایسے کمرے میں گزارنا پڑا۔ جس میں بظاہر کوئی تکلیف نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ وہ جیل کا کمرہ تھا۔ صبح تک مجھے وہاں قید رکھا گیا۔ صبح کو ایک معمر ملازمہ ناشتے کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آئی، میرے ہاتھوں کی ہتھکڑیاں کھولی گئیں اور مجھے ناشتا کرنے کے لیے کہا گیا۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے معمر ملازمہ کو دیکھا اور بولا۔

"اتنے خطرناک قیدیوں میں تم تنہا آجاتی ہو؟"

"ہاں۔" معمر ملازمہ نے ایک پُراعتماد مسکراہٹ کے ساتھ میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں ڈر نہیں لگتا؟"

"نہیں۔"

"تعجب ہے، حالانکہ خطرناک قیدی تم پر حملہ بھی کر سکتے ہیں۔"

"اوّل تو میرا ان قیدیوں سے کوئی براہِ راست جھگڑا نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے کہ میں اس جیل میں ملازمت کرتی ہوں۔ دوئم یہ کہ اگر کوئی سر پھرا اس پر آمادہ ہی ہو جائے تو مجھے جیل میں اس اعلیٰ عہدے پر بلاوجہ ہی نہیں رکھا گیا، میں بلیک بیلٹ اور فرسٹ ڈان ہوں۔" معمر عورت نے کہا اور میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھا۔ لگتی تو نہیں تھی لیکن جو کچھ کہہ رہی ہوگی غلط نہ کہہ رہی ہوگی، بہرحال مجھے اس فرسٹ ڈان سے کچھ نہیں لینا تھا۔ البتہ میں ناشتا کرتے ہوئے اسے بار بار دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

"کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم بھی میرے سامنے بیٹھ کر ایک پیالی چائے پی لو؟"

"نہیں ڈیئر میں ڈیوٹی پر ہوں۔"

"ایک سوال اور کر سکتا ہوں؟"

"دس سوال کرو میں جواب دوں گی۔"

"کیا یہاں اور بھی خواتین کام کرتی ہیں؟"

"بے شمار۔" اس نے جواب دیا۔

"سب بلیک بیلٹ اور فرسٹ ڈان ہیں؟" میں نے سوال کیا اور وہ ہنس پڑی۔

"بلیک بیلٹ اور فرسٹ ڈان تو نہیں ہیں، لیکن قیدی مردوں کے پاس نہیں پہنچ پاتیں۔"

"اوہ۔" میں ہونٹ سکوڑ کر دوبارہ ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ ناشتے سے فراغت ہوئی تو وہ ٹرالی پر سامان سجانے لگی۔ واپسی کی تیاریاں کر رہی تھی، اس نے کہا۔

"سوا نو بجے تمہیں جیل کے افسرِ اعلیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا اور پھر وہ تمہارے لیے یہاں قیام گاہ کا بندوبست کر دیں گے۔"

سوا نو بجے مجھے اس جگہ سے نکال کر باقاعدہ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیڑیاں ڈالے ہوئے جیل کے افسرِ اعلیٰ کے کمرے میں پیش کیا گیا۔ البتہ اس افسرِ اعلیٰ کو دیکھ کر یہ احساس ضرور ہو جاتا تھا کہ اس میں، جیل کے اندر موجود خطرناک قیدیوں کو سنبھالنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اس کا سر گھٹا ہوا تھا۔ بھنویں تک صاف تھیں، مونچھوں یا داڑھی وغیرہ کا بھی کوئی ذکر اس کے چہرے پر نہیں تھا۔ گردن کانوں کے پاس سے شروع ہو کر شانوں کے قریب ختم ہو جاتی تھی۔ بلکہ شانوں پر پھیلی جاتی تھی کسرتی بدن سے وہ کوئی پہلوان معلوم ہوتا تھا۔ وردی میں بہت شاندار لگ رہا تھا۔ قد بھی ضرورت سے کچھ زیادہ ہی لمبا تھا۔ البتہ اوپری جسم کی نسبت نچلا جسم کچھ دبلا تھا۔ لیکن اس کی حرکات و سکنات سے نہایت پھرتی کا اظہار ہوتا تھا۔ چہرہ چوڑا اور ٹھوڑی بہت زیادہ چوڑی تھی۔ آنکھیں ان تمام چیزوں کی نسبت چھوٹی اور اندر کو دھنسی ہوئی تھی۔ اور جہاں سے وہ سامنے والے کو دیکھتی تھیں، وہاں سے اس کے بالے میں صحیح تجزیہ کر لیا کرتی تھیں۔ اس نے آگے بڑھ کر میرے ہاتھوں کی ہتھکڑیاں اور پیروں کی بیڑیاں کھول دیں۔ کہنے لگا۔

"زندگی میں جتنے لوگوں سے بھی تمہارا واسطہ پڑا ہو، اور جتنے لوگوں کو بھی تم نے شکست دی ہو انہیں یاد کرو لیکن ساتھ ساتھ ہی انہیں بھی یاد کر دو جنہیں تم شکست نہ دے پائے ہو، اور جن کے ہاتھوں تم نے شکست کھائی ہو۔ میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں کہ اگر یہاں سے بھاگنے کا ارادہ رکھتے ہو یا جیل میں کسی گڑبڑ کی کوئی امید رکھتے ہو تو اس کا آغاز ابھی سے کر دو، تمہارے ہاتھ پاؤں کھول دیے گئے ہیں، میں اس کمرے میں تنہا ہوں۔ مجھے اگر اپنا مدِمقابل نہیں پاتے تو باہر نکل جاؤ، جہاں جو دل چاہے کرو۔ لیکن صرف ایک بار تمہیں ایک بار سب کچھ کرنے کی اجازت ہے۔ چاہو تو جیل میں موجود قیدیوں کا قتلِ عام کر دو۔ لیکن دوسری بار اس کی اجازت بالکل نہیں ملے گی، دوسری بار اگر تم نے کوئی گڑبڑ کی تو تمہارے جسم کے تین مختلف حصوں سے تقریباً ڈیڑھ ڈیڑھ انچ کھال اتار لی جائے گی۔ اور اس پر کوئی دوا نہیں لگائی جائے گی۔ وقت اگر تمہارے زخم بھر دے تو ٹھیک ہے ورنہ یہ زخم تمہاری

موت کے زخم بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔ میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا؟ ہم امن پسند لوگ ہیں۔ اس جیل میں امن پسندی کی روایت قائم کی جاتی ہے۔ اور یہ امن قائم رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔ اگر ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ کوئی قیدی امن کے لیے خطرہ بن سکتا ہے تو ہم اسے ہلاک نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے پیروں کے پنجے اور ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ دیتے ہیں، تاکہ وہ مستقبل میں کنٹرول میں رہے، سمجھ رہے ہو نا۔" اس نے اپنی خوفناک آنکھوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے نرم لہجے میں اس سے کہا۔

"آپ کا نام معلوم کر سکتا ہوں میں سر؟"

"تم مجھے مسٹر ہوٹ کہہ سکتے ہو۔"

"مسٹر ہوٹ۔" میں نے آہستہ سے کہا پھر بولا۔

"سر میں یہاں امن سے رہوں گا۔ اور آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔" اس نے چند لمحات گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولا۔

"شکریہ۔" اور اس کے بعد اس نے اپنی میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی، فوراً ہی چند قوی ہیکل آدمی پہنچ گئے، یہ جیل کے نمائندے تھے، اس نے انہیں حکم دیا۔

"بیرک نمبر سات، روم نمبر آٹھ۔" ان دونوں نے سلوٹ کیا لیکن پھر چونک کر مسٹر ہوٹ کو دیکھنے لگے۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے پھر کہا۔

"بیرک نمبر سات، روم نمبر آٹھ۔"

"یس سر۔" میں ان آنے والے کی اس ہچکچاہٹ کو نہیں سمجھ پایا تھا۔ بہرطور خاموشی سے چل پڑا۔ وسیع و عریض جیل تھی۔ بلاشبہ جیل تھی، بہت سے گوشوں کو جنت نظیر بنا دیا گیا تھا۔ بہت سے خشک تھے، اور وہاں آگ برس رہی تھی۔ مختلف صورتیں بنا دی گئی تھیں، اس وسیع و عریض میدان کی، پتا نہیں لڑکوں میں اس جیل کے علاوہ بھی کچھ تھا یا نہیں، یعنی کوئی باقاعدہ آبادی، لیکن فوراً ہی ساری معلومات حاصل کر لینا مناسب نہیں تھا۔ البتہ میں بیرک نمبر سات تک کا سفر کرتے ہوئے مسٹر ہوٹ کی باتوں پر غور کر رہا تھا۔ میری آنکھوں میں ہلکی ہلکی نیلاہٹیں جاگ رہی تھیں۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔

"مسٹر ہوٹ اپنی اصل حیثیت حاصل کرنے کے باوجود میں تمہیں تمہارے اس چیلنج کا جواب ضرور دوں گا۔ اور تمہارے اس گھٹے ہوئے سر سے یہ غلط بھی ہمیشہ کے لیے نکال دوں گا کہ تم ناقابلِ تسخیر ہو۔ بیرک نمبر سات کے سامنے والے حصے میں چار مسلح سپاہی پہرہ دے رہے تھے، مجھے لانے والوں نے انہیں میرے سلسلے میں کوئی کارڈ دکھایا اور انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ میں بیرک نمبر سات میں داخل ہو گیا۔ بہت صاف ستھرا بیرک تھا۔ اندر ٹھنڈک بھی تھی۔ جیل کا جو تصور ہمارے اپنے ملک میں ہو سکتا ہے، بظاہر یہاں وہ نہیں تھا۔ ماحول خاصا خوشگوار محسوس ہوتا تھا۔ کوٹھری نمبر آٹھ سامنے ہی نظر آ رہی تھی۔ اطراف میں دوسری کوٹھیاں بھی تھیں۔ ان میں دو دو چار چار قیدی موجود تھے۔ آٹھ نمبر کوٹھری میں صرف ایک قیدی تھا۔ مجھے دروازہ کھول کر اندر داخل کر دیا گیا اور دروازہ بند ہو گیا۔ اندر جو شخص موجود تھا وہ ایک انتہائی متناسب جسم کا مالک تھا۔ چہرہ عجیب و غریب تھا۔ لیکن بہت لوگوں کا سا نظر آ رہا تھا۔ آنکھوں پر چشمہ لگا ہوا تھا اور وہ جیل کے لباس ہی میں ملبوس تھا۔ لیکن ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ ضخامی موٹی اور ضخیم کتاب تھی۔ اس نے ایک سرسری سی نگاہ مجھ پر ڈالی اور اس کے بعد دوبارہ کتاب پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ مجھے لانے والے دروازہ بند کر کے واپس جا چکے تھے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ایک آدمی واپس پلٹا اور اس نے مجھے ایک لباس دیتے ہوئے کہا۔

"یہ لباس تبدیل کر کے اپنا لباس مجھے واپس کر دو۔" میں نے ادھر ادھر دیکھا تو سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے ایک سمت اشارہ کر کے کہا۔

"باتھ روم ادھر ہے۔" میں اپنا یہ لباس لے کر باتھ روم میں چلا گیا۔ اور چند لمحات کے بعد وہ لباس جو میں نے اپنے جسم پر پہنا ہوا تھا۔ واپس لا کر سلاخوں کے باہر کھڑے ہوئے سنتری کے حوالے کر دیا۔ وہ شخص کتاب رکھ کر میری جانب متوجہ ہو گیا پھر اس نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس طرف تشریف لے آئیے مسٹر۔" میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ تو اس نے مہذب لہجے میں کہا۔

"بیٹھیے، بیٹھیے۔"

"شکریہ۔"

"کہیے کس سلسلے میں آنا ہوا؟ ویسے ایک بات میں آپ سے عرض کر دوں۔ غالباً مجھے یہاں تنہا ہی قید رکھا جاتا ہے۔ اور میں اس تنہائی سے بری طرح بور ہو گیا ہوں۔ ہو سکتا ہے آپ کم گفتگو کرنا پسند کرتے ہوں۔ اگر میں کچھ زیادہ بولنے لگوں تو آپ اسے میری کمزوری سمجھ کر معاف کر دیں۔ ہر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

انسان کے دل میں خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی زبان کو جنبش دے۔ اور جس کی زبان ہفتوں کسی سے بولنے کو ترستی ہو وہ جب بولے گا تو ہو سکتا ہے کچھ زیادہ بول جائے۔ آپ کو ناگوار گزرے تو اسے میری کمزوری سمجھ کر معاف کر دیجیے گا۔"

"نہیں مسٹر گفتگو کرنا تو میں سمجھتا ہوں انسانی ضرورت ہے۔ لیکن اس سے پہلے ہم لوگ ایک دوسرے سے کیوں نہ تعارف حاصل کر لیں۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ مجھے مڈ اسکاٹ کہا جاتا ہے۔" اس نے اپنا چوڑا ہاتھ مصافحہ کے لیے میری طرف بڑھا دیا اور میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"میرا نام جہانگیر بنگال شاہ ہے۔" میں نے کہا اور اس نے مسکرا کر گردن خم کی۔ بالکل ہی مہذب اور نہایت ہی نفیس آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اپنے انداز سے بھی لگتا تھا کہ کافی تعلیم یافتہ اور سلجھے کا انسان ہے۔ اس کے اشارے پر میں اس جگہ بیٹھ گیا تھا۔ جہاں سے صرف چند فٹ کے فاصلے پر وہ موجود تھا۔ وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"تعارف کے بعد میرا وہی سوال باقی رہ جاتا ہے کسی سلسلے میں آنا ہوا؟ لیکن ایک شرط ہے۔ بتانا پسند کریں تو ٹھیک ہے ورنہ یہ کوئی اتنا اہم موضوع نہیں ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے مسٹر اسکاٹ کہ ہمیں اس موضوع میں نہیں الجھنا چاہیے۔"

"اوکے۔ اوکے موضوع ملتوی کیا جاتا ہے۔ باتیں تو بہت سی کرنے کو ہیں۔" میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس آدمی کے بارے میں ابھی تک کوئی صحیح طور پر کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ خود میرے ذہن میں بھی یہ سوال پیدا ہوا تھا کہ یہ کس سلسلے میں یہاں آیا ہوا ہے۔ اس جیسی شخصیتیں کم از کم آر۔ بی جیسی جیل میں نہیں آ سکتیں۔ یہ تو ویسے ہی ایک نازک طبع اور نفیس سا انسان معلوم ہوتا تھا۔ بہرطور آر۔ بی سائڈ میں ۔ آنے کے لائق تو میں بھی نہیں تھا۔ لیکن آ گیا تھا۔ مسٹر اسکاٹ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کے قریب رکھی ہوئی موٹی کتاب پر نگاہیں جمائیں اور اس کا عنوان پڑھنے لگا۔

"ہاں یہ میرا دلچسپ موضوع ہے۔"

"لیکن آر۔ بی سائڈ جیسی جیل میں آپ کو یہ کتاب کہاں سے حاصل ہو گئی مسٹر مڈ اسکاٹ؟" جواب میں وہ ہنس پڑا پھر کہنے لگا۔

"اس کے لیے میں نے دس ہزار ڈالر جیل کے حکام کو رشوت دی تھی۔ اور یہ کتاب میری اپنی تھی۔ یعنی میری لائبریری سے لائی گئی تھی۔"

"اوہ اس کا مقصد یہ ہے کہ یہاں رشوت چلتی ہے؟"

"ہاں چھوٹے موٹے کاموں کے سلسلے میں ورنہ لڈلون والے کسی اور معاملے میں رشوت قبول نہیں کرتے۔ میرا مطلب ہے کہ یہاں سے نکلنے کے لیے اگر ان کو پچاس لاکھ ڈالر کی پیشکش بھی کی جائے تو یہ اس پر تیار نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ کسی مجرم کا زندہ سلامت نکل جانا بہت سے افراد کی ہلاکت کا سبب بن سکتا ہے۔ اور زندگی بہرطور دولت سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔" میں مسکرا دیا۔ میں نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ کے دل میں یہاں سے نکل جانے کی خواہش ہے مسٹر مڈ اسکاٹ؟" میرے اس سوال پر وہ خاموش ہو کر خلا میں گھورنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"کیوں نہیں، کون قید ہونا پسند کرتا ہے؟"

"ویسے آر۔ بی سائڈ کی اس جیل کا ریکارڈ کیا ہے؟" میں نے سوال کیا اور وہ بغور میرا چہرہ دیکھنے لگا پھر بولا۔

"اگر تم اس پائے کے مجرم ہو کر نہیں یہ لوگ مجبوراً آر۔ بی سائڈ لاتے ہیں تو تمہیں آر۔ بی سائڈ کے بارے میں معلومات بھی حاصل ہونا چاہئیں۔ مجھے تمہارے اس سوال پر تعجب ہوا ہے۔"

"افسوس مجھے اپنی گرفتاری کے بارے میں ہی تفصیلات نہیں بتائی گئیں۔ تو آر۔ بی سائڈ کے بارے میں مجھے کیا معلوم ہوتا۔ ہاں کچھ لوگوں کو خطرہ تھا کہ میں ان کے ملک اور ان کی قوم کے لیے نقصان دہ ثابت ہوں گا۔ وہ مجھے اتنا دور بھیج دینا چاہتے تھے اپنے آپ سے کہ پھر انہیں کوئی خطرہ نہ رہے۔" اس نے ہونٹ بھینچے ہوئے گردن ہلائی اور اپنے دائیں کان کی لو مروڑنے لگا۔ یہ غالباً اس کے سوچنے کا انداز تھا پھر اس نے کہا۔

"بات سمجھ میں آ گئی، ذہن میں بیٹھ گئی۔ بہرحال آر۔ بی سائڈ بہت بھیانک جگہ ہے۔ یہاں سب سے بڑا اہتمام قیدیوں کے لیے کیا جاتا ہے۔ اور وہ بھی اس سلسلے میں کہ وہ نکل کر نہ بھاگ سکیں۔ دراصل آر۔ بی سائڈیوں سمجھ لو ایک بین الاقوامی پروجیکٹ ہے۔ اور یہاں دنیا کے مختلف ممالک کے مفادات

کی نگرانی ہوتی ہے۔ خاص طور سے ان خطرناک لوگوں کے لیے جن سے ملکوں کو خطرہ ہوتا ہے، وہ سب آر۔ بی سائڈ کو ہر طرح کی امداد فراہم کرتے ہیں۔ اور اس کی خصوصیت یہی ہے کہ یہ ان کے قیدیوں کو قید رکھتا ہے۔ اور انہیں فرار کا موقع نہیں دیتا۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو گے؟"

"جی مسٹر اسکاٹ۔"

"اسی لحاظ سے یہاں مجرموں کا کچھ تعین بھی ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کے ساتھ بہت سختیاں برتی جاتی ہیں۔ اور بعض لوگوں کو رعایتیں دی جاتی ہیں۔ ویسے عموماً سختیاں صرف انہی لوگوں کے ساتھ برتی جاتی ہیں، جو سرکشی کرتے ہیں۔ نہ یہاں قیدیوں سے کوئی خاص مشقت لی جاتی ہے۔ اور نہ ان پر مظالم کرنے کا رواج ہے۔ بس یہی سمجھو درمیانہ زندگی گزرتی ہے۔ مشقت اس لیے نہیں دی جاتی کہ جو کچھ یہ لوگ اس جیل پر خرچ کرتے ہیں، وہ ان کی اپنی جیب سے نہیں خرچ ہوتا۔ بلکہ اس کے لیے انہیں بہترین فنڈز ملتے ہیں۔" مسٹر اسکاٹ کا انداز گفتگو بہت اچھا تھا۔ مجھے بڑا پسند آیا تھا۔ ویسے بھی یہ شخص پہرے سے انتہائی ذہین معلوم ہوتا تھا۔ بہرحال اس کے بعد ہم بہت سی باتیں کرتے رہے۔ اور تھوڑی ہی دیر میں مڈ اسکاٹ سے میری اچھی خاصی دوستی ہو گئی۔ جو کچھ میں نے اس سے پوچھا تھا اور اس نے مجھ سے پوچھا تھا۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو بتا دیا تھا۔ رات گزر گئی۔ مسٹر اسکاٹ کا یہ کہنا بالکل درست تھا کہ یہاں قیدیوں کو عموماً بہتر انداز میں رکھا جاتا تھا۔ ہلکا سا ناشتا کیا گیا۔ مسٹر اسکاٹ نے بتایا کہ تیسرے دن ورزش کے لیے باہر لے جایا جاتا ہے۔ اور ورزش کرائی جاتی ہے۔ ویسے دنیا دن معاملات سے ان قیدیوں کو ذرا دور رکھا جاتا ہے۔"

"دنیاوی معاملات؟"

"ہاں۔ مثلاً اخبارات۔ یا وہ ذرائع جن سے بیرونی خبریں یہاں تک پہنچتی رہیں۔ ٹیلی ویژن۔ ٹیلی فون۔ ریڈیو اس قسم کی کسی چیز کا یہاں گزر نہیں ہے۔ اور یہ ایک بڑا نفسیاتی طریقہ ہے۔"

"نفسیاتی؟"

"ہاں میرے دوست۔ بے شک انسان کا کسی ایک کمرے میں تنہا رہ کر وقت گزارنا مشکل ترین کام ہے۔ اس کے دل میں آزادی کی آرزوئیں مچلتی رہتی ہیں۔ لیکن اگر وہ باہر کی دنیا سے لاعلم رہے تو کتنی کتنی باتیں اس کے ذہن میں نہیں

پہنچ پاتیں۔ اس طرح وہ بہت سی سوچوں میں محدود رہتا ہے۔ بعض اوقات کوئی ایک خبر کوئی ایک واقعہ یا نظر آنے والی کوئی چیز دل و دماغ میں اتنا ہیجان برپا کر دیتی ہے کہ انسان اپنے آپ میں بے قابو ہو جاتا ہے، اور وہی فرار کی کوشش کا لمحہ ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ سب کچھ نہ کر کے انہوں نے ایک طرح سے ذہنی سوچ ختم کر دی ہے۔ اور یوں بہت کم لوگ ایسے ہیں، جن کے دل میں فرار کا جنون ابھرتا ہے۔ میں اسے جنون اس لیے کہوں گا کہ درحقیقت آر۔ بی سائڈ یا اس جزیرے سے جس کا نام لڈلون ہے نکلنا ایک ناممکن عمل ہے۔ انہوں نے بہت ہی عظیم طریقوں سے لڈلون کو ناقابل فرار بنا دیا ہے۔ مگر کوئی یہ حماقت کر بھی ڈالتا ہے تو یہ لوگ اسے پورا پورا موقع دیتے ہیں۔ ہاں اگر کسی کی زندگی بچانا مقصود ہوتی ہے تو پھر یہ اسے پہلے دوسرے یا تیسرے پوائنٹ پر روک لیتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کی زندگی کا کوئی اہم مقصد نہ ہو تو پھر یہ دوسرے قیدیوں کو ہوشیار کرنے کے لیے فرار ہونے والے قیدی کو پورا پورا موقع دیتے ہیں۔ اور جب وہ کسی نہ کسی پوائنٹ پر موت کے گھاٹ جا اترتا ہے تو اس کی کوششوں کی تفصیل جو بعض اوقات وڈیو فلم کی حیثیت سے ہوتی ہے۔ تمام قیدیوں کو فراہم کر دی جاتی ہے۔ اور انہیں سمجھا دیا جاتا ہے کہ یہ جو کچھ وہ دیکھ رہے ہیں وہ آخری انجام ہے۔ اور اگر وہ دیکھی جانے والی چیزوں کا کوئی توڑ دریافت کر بھی لیتے ہیں تو ان کی اطلاع کے لیے ان تمام چیزوں کو تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ اور ایسے نئے بھیانک معاملات سامنے لے آئے جاتے ہیں۔ جن سے وہ لوگ فرار کی کوششوں میں ناکام رہیں۔"

"بڑا خوفناک طریقہ کار ہے۔" میں نے کہا اور مڈ اسکاٹ ہنسنے لگا۔ تیسرے دن ہم لوگ ہلکی ورزش کے لیے باہر نکلے۔ باقاعدہ پی۔ ٹی ماسٹر تھے، جو ورزش کرا رہے تھے۔ بڑا وسیع میدان تھا یہاں قیدیوں میں۔ ذرہ برابر سرکشی نہیں پائی جاتی تھی۔ ہر شخص پی ٹی ماسٹر کے اشارے پر کام کر رہا تھا۔ میں نے بھی یہی طریقہ کار استعمال کیا۔ ویسے بھی تین دن ہو گئے تھے ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر۔ کافی فاصلے پر اک چھوٹے چبوترے پر مجھے وہ شخص نظر آیا۔ جس نے خواہ مخواہ چند جملے ادا کر کے مجھے اپنا دشمن بنا لیا تھا۔ یعنی مسٹر ہوٹ میں اسے دیکھتا رہا۔ لیکن ابھی وقت نہیں آیا تھا۔ جب میں مسٹر ہوٹ کے چیلنج کا جواب دے سکتا۔ ہمیں واپس اسی بیرک میں بھیج دیا گیا تھا۔ جہاں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دن کی رفاقت میں، میں نے مسٹر اسکاٹ کو اپنا بہترین دوست بنا لیا تھا۔ میں دل سے اس کا قائل ہو گیا تھا۔ اور میں نے بہت خلوصِ دل سے تسلیم کی تھی کہ وہ بہت قابل آدمی ہے۔ دنیا کے بارے میں اس کی معلومات بے حد وسیع ہیں۔ وہ ایک مہذب انسان بھی ہے۔ اور اس کا اندازِ گفتگو اتنا عمدہ ہے کہ کوئی اس سے الجھتا ہی نہیں، بلکہ کافی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ مسٹر اسکاٹ بھی میری قربت سے خوش تھا اور اکثر کبھی کبھی خود باقی گفتگو پر اُتر آتا تھا۔

لیکن میں نے اس کی گفتگو میں ہمیشہ محتاط انداز دیکھا تھا۔ بات کرتے ہوئے اس نے آج تک کبھی اپنے ماضی کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا۔ اور یہ سب کچھ ابھی تک میرے لیے تاریک تھا۔ کہ وہ یہاں کیوں پہنچا؟ مجھ سے بھی اس نے میرے ماضی کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا۔ یہ بھی اس کی ایک اچھائی ہی کی دلیل تھی۔ یوں ہمارے درمیان اچھی خاصی دوستی ہو چکی تھی۔ لیکن ایک ایسے جزیرے پر جس سے باہر نکلنا یقینی طور پر ممکن نہیں ہے۔ اور پھر وہاں کی اس جیل میں، میں یہ ایک ہفتہ گزار چکا تھا گویا یہ ایک سزا تو بھگت لی تھی میں نے آخر کیوں؟ آخر کیوں؟ اور دوسری بھی ورزش کے لیے جب ہم لوگ باہر نکلے تو یا تو جان بوجھ کر یا پھر اتفاقیہ طور پر میرے اور مسٹر اسکاٹ کے درمیان کافی فاصلہ پیدا کر دیا گیا۔

میں دوسرے قیدیوں کے ساتھ تھا۔ ایک دبلے پتلے بدن کا قیدی جس کی قومیت کے بارے میں، میں کوئی اندازہ نہیں لگا پایا تھا۔ میرے بالکل قریب ہی آ چھل کود کر رہا تھا۔ ہم تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے رُک بھی جایا کرتے تھے۔ اور اس کے بعد ماسٹر کی ہدایت پر عمل کرتے تھے۔ قیدی نے میری طرف دیکھا اور مسکرا دیا۔ میں نے بھی اخلاقی طور پر مسکرانا ضروری سمجھا تھا۔ اس نے ساکت ہونے کے بعد کہا۔

"مسٹر جہانگیر جمال شاہ" میں چونک پڑا۔ یہ شخص میرے لیے بالکل اجنبی تھا۔ لیکن اس نے مجھے میرے نام سے پکارا تھا۔ میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"کون ہو تم؟"

"میرا نام جاننا آپ کے لیے بیکار ہوگا۔ یہ صرف ایک اتفاقی ملاقات ہے۔ آپ کو یوں سمجھیے کہ آپ کے مشن کے سلسلے میں ایک اطلاع دہندہ تھی۔ اور اسی غرض سے میں یہاں آیا ہوں۔ ورنہ میں آر۔ بی۔ ساؤنڈ کا قیدی نہیں ہوں۔"

"کیا مطلب ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"آپ کا ساتھی مسٹر اسکاٹ۔"

"ہوں" میں چونک پڑا۔

"آپ چھ دن سے اس کے ساتھ ہیں۔ کیا آپ نے اس کی حرکات و سکنات کا جائزہ لیا ہے؟"

"مطلب؟"

"مطلب یہ ہے کہ آپ کو ایک ایک لمحہ اس پر نگاہ رکھنی ہے۔ اس کی آواز، اس کے چلنے کا انداز، اس کے بدن کی ہر جنبش، اس کی آنکھوں کے تاثرات، اس کے وہ تمام عمل جو وہ غیر شعوری طور پر کرتا ہے۔ یہ تمام چیزیں آپ کو نوٹ کرنی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو اس کی حیثیت سے ایک اور کام سرانجام دینا ہے۔" میں آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ اس شخص نے کہا۔

"یہ ہدایت آپ کے لیے اوپر سے بھجوائی گئی ہے۔ اور اب میرا کام ختم ہو جاتا ہے۔ مجھ سے کوئی سوال کرنا بے مقصد ہوگا۔ اوّل تو اس کا موقع نہیں ہے۔ دوئم یہ کہ میں آپ کو جواب نہیں دے سکوں گا۔" قیدی اس طرح مجھ سے بے تعلق ہو گیا۔ جیسے اس نے مجھ سے کوئی گفتگو ہی نہ کی ہو۔ لیکن جو کچھ اس نے کہا تھا۔ میرے لیے حیران کن تھا۔ میں قیدی کی جانب سے لاپرواہ ہو گیا۔ لیکن میری سوچ بڑے عجیب و غریب زاویے اختیار کر رہی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ جیل میں مجھے مسٹر اسکاٹ کے پاس بلاوجہ ہی نہیں بھیجا گیا تھا بلکہ بہت گہرا معاملہ تھا۔ عجیب و غریب الفاظ تھے اس قیدی کے۔ یعنی یہ کہ مجھے مسٹر اسکاٹ کی حیثیت سے کوئی کام کرنا ہوگا۔ تاہم ہوشیار ہو گیا تھا۔

ظاہر ہے یہاں سزا کاٹنے نہیں آیا تھا۔ بلکہ مجھے اہم مقاصد کے لیے بھیجا گیا تھا۔ تو اب جو کام مجھ سے لیا جانا تھا وہ تو سرانجام دینا ہی تھا۔ لیکن ہلکا سا افسوس ہوا۔ مسٹر اسکاٹ ایسی شخصیت تو نہیں تھی کہ اسے اپنے طور پر کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی۔ وہ تو بڑا اچھا انسان تھا۔ اس رات میں اسے بڑی گہری نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ حالانکہ اب تک اس کے ساتھ رہا تھا۔ اور اس کی تمام حرکات و سکنات کا بغور جائزہ لیا تھا۔ اس کی چند مخصوص عادات تھیں چلنے کا انداز یہ ساری چیزیں خود بخود میرے ذہن تک پہنچ گئی تھیں۔ اب اس کی جسامت پر بھی غور کیا تو مجھے یہ اندازہ ہوا کہ اس کا جسم میرے جسم سے بالکل مطابقت رکھتا ہے۔ اور ہم

دونوں ایک ہی جسامت کے مالک ہیں۔ ایک دوسرے کا لباس با آسانی استعمال کر سکتے ہیں، چہرے کی بناوٹ بھی میری ایسی تھی کہ اگر مجھ پر اس کا میک اپ کیا جاتا تو ٹھیک اپ کرنے والوں کو زیادہ دشواری نہ پیش آتی۔ لیکن یہ سب کچھ واقعی باعثِ حیرت تھا۔ کیا ہو جانا میں کیا ہو رہا ہے، اور مسٹر اسکاٹ کیا حیثیت رکھتا ہے۔ مسٹر اسکاٹ نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"خیریت کیا بات ہے۔ آج تم گہری سوچوں میں، کھوئے ہوئے، مائی ڈیئر جہانگیر شاہ۔"

"کوئی خاص بات نہیں مسٹر مڈ اسکاٹ۔ بس ماضی کہاں ہر پیچھا چھوڑتا ہے۔ اس کی طرف سے ذہن کو ہٹانا ہی پڑتا ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے مگر افسوس یہاں تو ہم ایک دوسرے کے لیے دعا بھی نہیں کر سکتے۔ مگر میں تمہیں یہاں سے رہائی کی دعائیں بھی دوں تو یہ دعا تمہارے لیے بددعا جیسی ہوگی، اور خود میں؟" وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ گہری سوچ میں ڈوب گیا اور اس کا ہاتھ دائیں کان پر پہنچ گیا۔ جسے وہ اپنی انگلیوں کی مدد سے رگڑ رہا تھا۔ مگر میری یہ رات بڑی بے سکون رہی۔ بہرحال اس کے بعد مزید دو دن گزر گئے۔ میں صرف اس کا جائزہ لیتا رہا۔ تیسرے دن شام کو کچھ جیل کے نمائندے میرے پاس پہنچے اور انہوں نے مجھے وہاں سے نکال لیا۔ مسٹر اسکاٹ خاموشی سے میری صورت دیکھتا رہا تھا۔ اس نے کچھ کہا نہیں تھا۔ مجھے اس بیرک سے نکال کر، بہت دور جیل کے بنے ہوئے ایک خاص حصے میں لایا گیا۔ یہاں شاید جیل کے عملے کی رہائش گاہیں تھیں۔ بہت سی عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ جو بیرونی حصے سے نہیں دیکھی جا سکتی تھیں۔ اور میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھیں۔ ویسے یہ تھیں جیل کے احاطے ہی میں۔ اور ان کی بناوٹ بھی اچھی خاصی تھی۔ یعنی یہ کہ لڈلوں کے ہر طرح کے موسم سے یہ عمارتیں محفوظ تھیں۔ ایک بڑے سے گیٹ سے مجھے اندر لایا گیا۔ اور ایک بڑے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ جو ہر قسم کی آرائشوں سے آراستہ تھا۔ میری پہلی میزبان وہ معمر خاتون تھیں جس نے اپنے آپ کو بہت طاقتور اور مارشل آرٹس کا ماہر بتایا تھا۔

اس نے مسکراتے ہوئے مجھے ایک لباس پیش کیا۔ یہ میرا ہی لباس تھا۔ اس نے کہا کہ وہ غسل خانہ موجود ہے۔ میں اطمینان سے نہاؤں، شیو کروں اور اس کے بعد لباس تبدیل کر لوں۔ بعد میں میری ملاقات کچھ لوگوں سے کرائی جائے گی۔ میں نے خاموشی سے لباس لیا۔ اور باتھ روم کی جانب بڑھ گیا۔ شاور کے نیچے میں نے ایک پُرلطف غسل کیا۔ شیو وغیرہ بنائی بال سنوارے، ہر طرح کی آرائش یہاں موجود تھی۔ بہت دن کے بعد طبیعت ایک بار پھر ہلکی ہلکی محسوس ہوئی تھی لیکن ذہن پر سوچوں کے انبار تھے آخر مجھے مڈ اسکاٹ کی حیثیت سے کیا کام کرنا پڑے گا۔ ایک سب سے بڑی خامی یہ رہی تھی کہ میں کسی طور پر بھی مڈ اسکاٹ سے اس کی شخصیت کے بارے میں نہیں پوچھ سکا تھا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو غالباً مجھے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہ ہوتی کہ مڈ اسکاٹ کی حیثیت سے مجھے کیا کام سرانجام دینا پڑے گا۔ وہی سب کچھ اس وقت بھی موجود تھا۔ جس سے میں الجھتا رہتا تھا۔ یعنی یہ کہ حالات لمحہ لمحہ پیش آ رہے تھے۔ اور مجھے ان کے بارے میں علم نہیں تھا۔ لیکن شہباز احمد صاحب نے اس بارے میں جس طرح میری تسلی کرنے کی کوشش کی تھی میں اس سے انکار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ بات کافی حد تک نفسیاتی حیثیت رکھتی تھی۔ اور میں اس کا قائل ہو گیا تھا۔ لیکن اس الجھن کا کیا کروں جو بعض اوقات میرے ذہن میں سوراخ کرنے لگتی تھی۔ باہر آ گیا اور کمرے میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

لیکن لڈلوں کی تمام تر روایتیں میری نگاہوں کے سامنے تھیں۔ اور پھر میں کوئی قیدی تو تھا نہیں کہ فرار ہونے کے بارے میں سوچتا۔ بس انتظار ہی کرنا پڑا تھا۔ اور پھر یک وقت کئی افراد کمرے میں داخل ہو گئے۔ یہ سب کے سب میرے لیے اجنبی تھے۔ ایک بھی چہرہ شناسا نہیں تھا۔ لیکن اپنی شخصیتوں، لباس اور رکھ رکھاؤ سے وہ خاصی بڑی حیثیت کے مالک معلوم ہوتے تھے، مجھے دیکھ کر وہ میری جانب بڑھے۔ اور ان کے چہروں پر خوش اخلاقی کے آثار نظر آئے۔ ان میں سے ایک ایک نے یکے بعد دیگرے مجھ سے اپنا تعارف مختلف ناموں سے کرایا اور مجھ سے مل کر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا۔ وہ شخص جس نے اپنا نام ڈیوڈ مارک بتایا تھا۔ کہنے لگا۔

"مسٹر جہانگیر جمال شاہ آپ نے ہماری درخواست قبول کر کے ہمیں اعزاز بخشا ہے۔ درحقیقت آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہمیں آپ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے آپ کی بہترین

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کارکردگی اور شاندار شخصیت کی رپورٹ ہمارے پاس تفصیلی طور پر موجود ہے۔ اور جب ہم نے اپنے گرد و پیش پر نگاہ ڈالی اور کسی ایسے آدمی کا انتخاب کرنا چاہا جو ہمارے لیے بہترین ثابت ہو تو آپ کا نام فہرست میں پہلے نمبر پر آیا۔ اور ہم نے خصوصی طور پر آپ کے ملک سے درخواست کی۔ جسے قبول کر لیا گیا۔" مجھے حیرت ہوئی یہ بات میرے لیے دلچسپ بھی تھی اور الجھن بھی کہ میرا نام میری اپنی حیثیت سے ہٹ کر کسی دوسری حیثیت سے دوسرے ممالک میں بھی موجود ہے۔ اس کا ذریعہ کیا تھا یہ بات میرے ذہن میں نہیں آسکی۔ بہرحال ان سے گفتگو کرنے کے سلسلے میں مجھے محتاط رہنا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آر۔ بی۔ سانڈ جیل کا ایک قیدی آپ لوگوں کے لیے کس انداز میں باعث دلچسپی ہوتا ہے یہ میں نہیں جانتا۔" ڈیوڈ مارک قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ دوسرے لوگ بھی مسکرانے لگے۔ ڈیوڈ مارک نے کہا۔

"اور یہ قیدی ہمارا نجات دہندہ ہے۔ یہ بات صرف ہم جانتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کو بالکل علم نہیں ہے۔"

"خیر یہ بڑی دلچسپ بات ہے کہ ابھی تک میں خود یہ نہیں جان سکا کہ مجھے آپ لوگوں کے لیے کیا کرنا ہے؟"

"ہاں اس کی تفصیلات بتانا آپ کو بے حد ضروری ہے۔ آپ براہ کرم اطمینان سے بیٹھ جائیے۔ اس کے بعد ہم آپ کو مکمل تفصیل بتا دیتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ تفصیل آپ کے لیے کافی ہولناک ثابت ہو لیکن اگر ہمارا خیال درست ثابت ہوتی تو شاید ہم ہی اس سلسلے میں اپنی سی کچھ کوشش کرتے۔ اس لیے آپ کو خصوصی طور پر خدمت کرنا ہوگی۔" میں خاموشی سے ڈیوڈ مارک کی صورت دیکھتا رہا۔ غالباً اپنے خیالات کی نمائندگی کرنے کے لیے اور تمام تفصیلات بتانے کے لیے اس شخص کا انتخاب کیا گیا تھا۔ ڈیوڈ مارک کہنے لگا۔

"معاملہ ایک ایسی تنظیم کا ہے جو بہت قدیم ہے اور جس کے سربراہ مختلف ممالک سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان سربراہوں کے انتخاب کا کیا طریقہ کار ہوتا ہے۔ ظاہر ہے تنظیم سے باہر کا کوئی فرد نہیں جان سکتا۔ لیکن ان سربراہوں میں جو چند نام ہمارے سامنے آئے ہیں۔ ان کے بارے میں یہ اندازہ ہو چکا ہے کہ وہ انتہائی خوفناک حیثیت کے مالک تھے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان سربراہان کا سلسلہ کب سے شروع ہوا۔ لیکن یوں سمجھ لیجیے کہ ان میں تین افراد ایسے تھے جو دوسری جنگ عظیم میں ایسے کارنامے سرانجام دے چکے ہیں۔ جنہیں خوفناک ترین کہا جاسکتا ہے۔ جبکہ ستر ہزار افراد کا وہ قتل جس میں انہیں گڑھوں میں زندہ دبا دیا گیا تھا۔ یہ کارنامہ ایک شخص کے نام سے منسوب ہے۔ اور یہ شخص بھی اس تنظیم کا سربراہ رہ چکا ہے۔ یا دوسرے اور چند افراد ان میں آپس میں ہنگامہ خیزیاں بھی ہوتی رہتی ہیں اور سربراہ تبدیل کرنے کے لیے سازشیں بھی کی جاتی ہیں۔ کبھی یہ سازشیں کامیاب ہو جاتی ہیں کبھی دس بیس افراد کے قتل پر ختم ہو جاتی ہیں جو مختلف ملکوں کے مختلف شہروں میں سڑکوں فٹ پاتھوں اور مکانات میں قتل کر دیے جاتے ہیں۔ تنظیم میں کوئی اور تقرری نہیں ہے۔ یعنی اس کے مقاصد اور جو آئین بنایا گیا ہے کام اسی کے تحت ہوتا ہے۔ سربراہان اپنی ذاتی کوششوں میں ایک دوسرے کو نقصان پہنچا دیتے ہیں۔ لیکن تنظیم کو کسی نے نقصان نہیں پہنچایا۔ یہ تنظیم دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف کارنامے سرانجام دیتی ہے اور جس سیکشن کے سپرد جو ذمہ داری کی جاتی ہے۔ وہ صرف اسی کی نگرانی کرتا ہے۔ باقی معاملات سے اسے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ تنظیم کا موجودہ سربراہ کون ہے۔ اس کے بارے میں بھی کچھ نہیں معلوم۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ مسٹر جہانگیر جمال شاہ؟"

"جی میں سن رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ آجائیے مسٹر مڈاسکاٹ پر۔ مڈاسکاٹ اس تنظیم کا غالباً سیکنڈ آدمی ہے۔ یعنی سربراہ کے بعد جو اس کے مختلف اسسٹنٹ ہوتے ہیں اور جو سربراہ کے نام پر بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیتے ہیں۔ مڈاسکاٹ انہی میں سے ہے۔ اس کا سیکشن جو بھی ہو ہم نہیں جانتے۔ لیکن صاحب اختیار ہے اور بہت سے لوگوں پر حکومت کرتا ہے۔ کیوبانا کو اس سلسلے میں جس مشکل کا سامنا کرنا پڑا وہ یہ تھی کہ کیوبانا کے راستے منشیات کی اسمگلنگ شروع ہو گئی تھی۔ اور یہ اس تنظیم کے تحت کیا جا رہا تھا۔ جس میں انتہائی مضبوط بنیادوں پر اپنے لیے راستے بنا لیتے ہیں۔ یہ راستے کیوبانا سے گزرتے ہیں اور کیوبانا میں کسی خفیہ جگہ ہیڈ کوارٹر بنا لیا گیا ہے۔ دنیا کے ایسے چند بڑے بڑے ممالک کو یہ اطلاع ملی ہے کہ کیوبانا سے منشیات اسمگلنگ ہو کر یورپ میں پھیل رہی ہے۔ اور امریکہ براہ راست اس سے متاثر ہو رہا ہے۔ ہمیں ہدایات کی گئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ پیشکش بھی کی گئیں کہ ہم اس

اسمگلنگ کو روکنے کے لیے اور کیوبانا کو منشیات کا ہیڈ کوارٹر بننے سے روکنے کے لیے بھرپور کوشش کریں اور اس سلسلے میں ہمیں ان ممالک میں اپنے آدمیوں کی فراہمی بھی کی لیکن بدقسمتی یہ ہوئی کہ ان میں سے کوئی کامیاب نہ ہو سکا۔ فرانس امریکہ انگلینڈ اور دوسرے چند ممالک کے بہترین سیکرٹ ایجنٹ یہاں پہنچے اور بالآخر ان کی لاشیں ہوائی جہازوں کے ذریعے ان کے ممالک کو روانہ کر دی گئیں۔ یا پھر یہ کہ ان میں سے کچھ گمنام مارے گئے۔ یعنی وہ سب کچھ نہ ہو سکا جو ان کا مقصد تھا۔ اور اس سلسلے میں تین ممالک نے مسٹر جہانگیر جمال شاہ آپ کا نام پیش کیا اور آپ کے ملک کو اخلاقی طور پر مجبور کیا کہ وہ آپ کو یہاں بھیج کر اس سلسلے میں ہماری مدد کریں۔ کیوبانا پر یہ ذمہ داری بھی عائد کی گئی ہے کہ منشیات کی روک تھام کے لیے یہ فرض پورا کیا جائے اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو پھر کیوبانا کو بے شمار مشکلات سے گزرنا پڑے گا۔ جس میں اس پر اقتصادی پابندیاں بھی شامل ہیں۔ یہ آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ کہ ہم کس قدر مشکلوں کا شکار ہیں۔ اور اگر اس مشکل میں آپ نے ہماری مدد کی اور کسی طرح کم از کم۔ بین الاقوامی طور پر نہ سہی لیکن مقامی طور پر اس تنظیم کا خاتمہ کر دیا تو یوں سمجھ لیجیے کہ ہم آپ کے ہمیشہ کے دام غلام بن جائیں گے۔ ہمارے اور آپ کے ملک کے کچھ مفادات مشترک ہیں ان مفادات کے سلسلے میں پیش رفت ہو سکتی ہے اور کوئی بہتر طریقہ کار اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ذاتی طور پر آپ کو جو آسانیاں اور فائدے حاصل ہو سکتے ہیں تو حکومت کیوبانا ان کے سلسلے میں بھی پرہیز یا گریز نہیں کرے گی۔

مطلب یہ ہے کہ اگر آپ ہماری اس مشکل میں ہمارا ساتھ دیں گے تو یہ سمجھ لیجیے کہ ہم ہر طرح سے آپ کے ساتھی بن جائیں گے۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوا کہ آپ سپرمین تو نہیں ہیں کہ جس کام کے لیے سترہ سیکرٹ ایجنٹ اپنی زندگیاں گنوا چکے ہیں۔ آپ اسے باآسانی سرانجام دے لیں۔ ہم اسے آپ کی تقدیر سمجھتے ہیں۔ ہماری کوشش بھی اس میں شامل تھی کہ ہمارے ہاتھ مڈاسکاٹ لگ گیا۔ ہم نے اس سلسلے میں کسی قسم کے اعلان یا دعوی سے کام نہیں لیا۔ بلکہ مڈاسکاٹ کو نہایت خاموشی سے اپنی تحویل میں لے لیا اور یہ بات میں مکمل طور پر ثبوتوں کے ساتھ مل گئی کہ مڈاسکاٹ ان سربراہان کا سیکنڈ ہے اور اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ کیوبانا میں جو تنظیم کام کر رہی ہے۔ ہو سکتا ہے مڈاسکاٹ ہی ہینڈل کر رہا ہو۔ مڈاسکاٹ کو خاموشی سے یہاں قید کرنے کے بعد ہم نے یہ سوچا کہ آپ کو اس کی جگہ دے دی جائے اور اگر آپ اس سلسلے میں پسند کریں تو تنظیم میں مڈاسکاٹ کی حیثیت سے شامل ہو جائیں۔ اس طرح ہم یہ نہیں کہتے کہ بین الاقوامی طور پر لیکن کم از کم مقامی طور پر آپ اس تنظیم کی جڑیں اکھاڑ کر پھینک سکتے ہیں۔ آپ ہمارا مطلب سمجھ گئے ہوں گے اور اب آپ کو اس بات کا علم بھی ہو گیا ہوگا کہ آر۔ بی سانڈ جیل میں آپ کو کیوں زحمت دی گئی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ ہم آر۔ بی سانڈ میں آپ کو مڈاسکاٹ کی حیثیت سے رکھیں۔ کیونکہ اس بات کے مکمل امکانات ہیں کہ تنظیم کے افراد بالآخر اس بات کا پتا لگا چکے ہوں گے کہ مڈاسکاٹ آر۔ بی سانڈ میں ہے۔ چونکہ یہاں بہتر قسم کے انتظامات ہیں۔ اس لیے وہ یہاں داخل ہو کر آپ کی رہائی کا بندوبست تو نہیں کر سکتے لیکن جیل کے احکام کی نگاہ ایک ایک شخص پر ہے کہ کون باہر سے آیا ہے اور کس حیثیت کا مالک ہے۔"

"چنانچہ آپ کو رہا کرانے کی کوشش بھی کی جا سکتی ہے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو تو آپ مڈاسکاٹ کی حیثیت سے خود بھی رہائی حاصل کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں جس میں آپ کی پوری پوری مدد کی جائے گی۔ تو مسٹر جہانگیر جمال شاہ یہ ہے صورتحال۔ اب آپ کو فیصلہ کرنا ہے اور ہمیں جواب دینا ہے کہ آپ اس سلسلے میں کیا پسند فرمائیں گے؟"

"تمام تر تفصیلات میرے سامنے آگئی ہیں مسٹر مارک اور مجھے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مجھے وہی کرنا ہے جس کے خواہش مند آپ لوگ ہیں۔ چنانچہ چونکہ ابھی معاملہ ابتدائی مراحل میں ہے۔ اس لیے آپ ہی کو فیصلہ کرنا ہوگا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔"

"ہمارا کام صرف اتنا تھا مسٹر جہانگیر جمال شاہ کہ آپ کو ان تمام تفصیلات سے آگاہ کر دیں۔ آر۔ بی سانڈ میں آپ کو آپ کی حکومت نے بھیج ہی دیا ہے اور اب یہاں سے آپ کو مڈاسکاٹ کی حیثیت اختیار کر لینی ہے۔ باقی معاملات آپ کی خواہش کے مطابق ہوں گے۔ چونکہ تمام تفصیلات آپ کے علم میں آگئی ہیں۔" میں نے پرُاطمینان انداز میں گردن ہلائی اور کہا۔

"ٹھیک ہے میں مڈاسکاٹ کی شخصیت اختیار کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

Uploaded By

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"دیری گڈ۔ دیری گڈ۔ تب ہمارے پاس ایسے شاندار فنکار موجود ہیں جو آپ کو ہو بہو مسٹر مڈاسکاٹ بنا دیں گے کچھ وقت آپ مڈاسکاٹ کی حیثیت سے یہاں گزاریئے۔ اور اس کے بعد جس طرح آپ پسند کریں۔"

"میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"جہاں تک طور پر آپ کو بالکل فٹ تصور کیا ہے۔ لیکن تھوڑا سا امتحان بھی مقصود ہے، ویسے مڈاسکاٹ کے بارے میں آپ کو کچھ فلمیں بھی دکھا دی جائیں گی۔ ہمیں اس کے ماضی کی تو کچھ تفصیل معلوم نہیں ہے لیکن جیل میں اس کا باقاعدہ جائزہ لیا جاتا رہا ہے۔ اور ہم نے اس کی حرکات و سکنات کی فلمیں بنائی ہیں۔"

"دیری گڈ۔ یہ آپ نے بہت اچھا کیا۔"

"چنانچہ ان تمام معاملات کے طے ہونے کے بعد آئندہ چوبیس گھنٹے آپ کے لیے تربیتی گھنٹے ہوں گے۔ پھر اس میں اپنے آپ کو بالکل فٹ کر لیں۔ اس دوران آپ کا میک اپ بھی کر دیا جائے گا۔ اور پھر آخری لمحات کے بعد آپ کو آپ کی پسند پر چھوڑ دیا جائے گا کہ کس طرح آپ آگے عمل کرنا پسند کرتے ہیں۔ ویسے آر۔ بی سانڈ میں آج تک فرار کا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ ہم یہ پسند نہیں کریں گے کہ آر۔ بی سانڈ سے کسی قیدی کے باقاعدہ فرار کی کہانی۔ منظر عام پر آئے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر چند لمحات سوچنے کے بعد بولا۔

"اور اب کیا مجھے واپس مڈاسکاٹ کے پاس جانا ہوگا؟"

"نہیں۔ اب یہ مناسب نہیں ہے۔ آئندہ چوبیس گھنٹے تک آپ کو یہاں تربیتی انداز میں گزارنے پڑیں گے۔"

"اور کچھ؟" میں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔ لیکن مسٹر ڈیوڈ مارک نے شانے ہلا کر گردن جھکائی اور بولا۔

"میرے خیال میں مزید کچھ باقی نہیں رہ گیا۔ کیوں دوستو آپ کا کیا خیال ہے؟" یہ سوال اس نے اپنے ساتھیوں سے کیا تھا۔ ان سب نے بھی مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور اس گفتگو پر اطمینان کا اظہار کیا۔ اس کے بعد ڈیوڈ مارک نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اور اب آپ ہمیں اجازت دیجیے۔ یہاں اب آپ ایک معزز مہمان کی حیثیت رکھتے ہیں کسی بھی وقت کسی بھی لمحے آپ سے رابطہ قائم کر لیا جائے گا۔ اور اس کے بعد آپ کے میک اپ کا بندوبست کر دیا جائے گا۔" میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ وہ لوگ چلے گئے۔ اور میں آرام کرنے کے لیے ایک صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔ وہی معمر عورت اندر داخل ہوئی اور اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"گویا آپ کا تمام معاملہ طے ہو گیا۔" میں نے سر دھنگا ہوں سے اسے دیکھا۔ اس عورت کی حیثیت۔ جانے بغیر میں اس سے کسی قسم کی گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے فوراً ہی یہ بات محسوس کر لی اور بولی۔

"میرا کام صرف یہ ہے کہ آپ کی آسائشوں کا خیال رکھوں جس وقت جس چیز کی ضرورت ہو مجھے بتا دیجیے گا۔" میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیوں؟" وہ مجھے دیکھتی ہوئی بولی۔

"بس کیا کہوں آپ اتنی معمر رسیدہ خاتون ہیں کہ آپ سے اپنی ضرورتوں کا اظہار بھی نہیں کر سکتا۔" وہ ہنس پڑی اور کہنے لگی۔

"ہاں واقعی یہ سب کچھ بے حد مشکل ہے۔" وہ رات آسانی سے گزر گئی۔ چوبیس گھنٹے کا وقفہ دیا گیا تھا۔ مجھے پتا نہیں اس کا آغاز اسی وقت سے ہو گیا تھا۔ جب ڈیوڈ مارک واپس گیا تھا۔ یا بعد میں کچھ وقت شروع ہونے کے بعد سے چوبیس گھنٹے گنے جائیں گے۔ لیکن مجھے اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ویسے یہ مہم میرے لیے ابھی تک انتہائی بور ثابت ہوئی تھی۔ اور میرا اس میں کوئی ذاتی دلچسپی کا مسئلہ پیش نہیں آیا تھا۔ البتہ سوچنے کے لیے بہت کچھ تھا۔ مڈاسکاٹ کی شخصیت مجھے اتنی پسند آئی تھی کہ میں اس کی حیثیت سے کام کرتے ہوئے ذرا دل میں دکھ سا محسوس کر رہا تھا۔ لیکن بعض کام ایسے بھی ہوتے ہیں جو مرضی کے بالکل خلاف کرنے پڑتے ہیں۔ اب جب یہ سب کچھ سر پر آ ہی پڑا تھا تو مجھے وہ کرنا تھا جس کے لیے مجھ سے کہا گیا تھا۔ چنانچہ میں اپنے آپ کو تیار کرنے لگا۔ ناشتا وغیرہ کیا دن کو دس بجے دو افراد میرے پاس آئے۔ یہ دونوں بھی اونٹ کی نسل سے معلوم ہوتے تھے۔ لمبے لمبے قد لمبی لمبی گردنیں خشک چہرے، آنکھوں میں ویرانی پتا نہیں کیسی شخصیت تھی ان کی۔ ہاتھوں میں اس قسم کے بیگ اٹھائے ہوئے تھے جیسے ڈاکٹروں کے پاس ہوا کرتے ہیں۔ مجھ سے انہوں نے البتہ نہایت نرمی سے درخواست کی کہ وہ میرے چہرے کا میک اپ کرنا چاہتے ہیں۔ پتا نہیں مڈاسکاٹ ان کی آنکھوں میں بسا ہوا تھا یا

انہوں نے اس کا بہت گہرا تجزیہ کیا تھا۔ میں نے اب اپنے آپ کو میک اپ کے لیے پیش کر دیا تو انہوں نے مجھے صرف ایک انڈر ویئر پہننے کی اجازت دی اور میرا باقی جسم برہنہ کرا لیا اور اس کے بعد میک اپ شروع ہو گیا۔ ایک عجیب و غریب میک اپ تھا۔ بلاشبہ اس سے پہلے بھی اس قسم کے معاملات سے واسطہ پڑا تھا۔ لیکن اس بار جو میک اپ ہوا تھا وہ ذرا بہت ہی منفرد قسم کا تھا۔ جس کا آغاز پاؤں کے ناخنوں سے شروع ہوا تھا۔ اور اگر انڈر ویئر موجود نہ ہوتا تو شاید جسم کا کوئی حصہ ان کے ہاتھوں سے محفوظ نہ رہتا۔ انہوں نے میرے جسم کی رنگت تک تبدیل کر دی تھی۔ اور میں ان کی مہارت کی بلاشبہ مدد دے رہا تھا۔ میک اپ کا یہ انداز نہایت پائیدار تھا۔ اس کا مقصد یہ کہ وہ لوگ مجھے ہر طرح سے محتاط رکھنا چاہتے تھے۔ اور میری حیثیت کا تحفظ کرنا بھی، جسم کے بعد وہ گردن تک نیچے اور پھر چہرے پر آ گئے۔ مجھے مکمل طور پر مڈاسکاٹ بنا دیا گیا تھا اور اور اس کے بعد جب میں نے قد آدم آئینے میں اپنے آپ کو دیکھا تو آنکھیں بند کر لیں۔ درحقیقت میک اپ کا کمال تھا اور یہ اونٹ زادے اس سلسلے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اگر اس وقت مڈاسکاٹ بھی مجھے دیکھ لیتا تو حیران ہو کر یہ سوچتا کہ آئینہ اس کے سامنے رکھا ہوا ہے۔ وہ اپنے کام سے فارغ ہو گئے اور پھر انہوں نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔

"آپ مکمل ہو چکے ہیں مسٹر۔"

"اس میک اپ کو اتارنے کا طریقہ کیا ہوگا؟"

"ابھی اس سلسلے میں آپ کو کچھ نہیں بتایا جا سکتا۔ لیکن بعد میں آپ کو اس کی اطلاع بھی مل جائے گی۔"

"مطلب یہ ہے میرے بھائیوں کہ اگر مجھے کبھی ضرورت پیش آئی کہ میں اپنا یہ میک اپ تبدیل کر دوں تو کیا میں تم لوگوں کو تلاش کرتا پھروں گا؟"

"نہیں۔ بہرحال ہم اجازت لے لیں اس کے بعد آپ کو اس سلسلے میں اطلاع مل جائے گی۔ کیونکہ ہمیں اس بارے میں کچھ بتایا نہیں گیا ہے۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر گردن جھٹکی۔ ان لوگوں سے کسی قسم کا بحث بیکار تھی۔ اس کے بعد میں نے لباس پہن لیا۔ گویا اب میں مکمل طور پر مڈاسکاٹ بن چکا تھا۔ ویسے بحیثیت طور ہر بہروپ برا نہیں تھا۔ مجھے مڈاسکاٹ کی شخصیت پہلے بھی پسند آئی تھی اور کیفیت ایسی نہیں تھی کہ مجھے اس کے لیے افسوس ہو۔ یعنی اگر زیادہ عرصے مجھے اس۔ میک اپ میں رہنا پڑے تو پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی۔

پھر مزید کچھ دیر گزر گئی۔ اور اس کے بعد چند افراد دوبارہ میرے پاس پہنچ گئے۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ غالباً جیل ہی کا کوئی حصہ تھا۔ انہوں نے مجھے ایک بڑے سے لمبے کمرے میں بٹھایا اور اس کے بعد ایک پروجیکٹر پر فلم لگا دی۔ یہ فلم مڈاسکاٹ ہی سے متعلق تھی۔ اور مجھے اس کے ایک ایک حصے سے روشناس کرایا جا رہا تھا۔ مڈاسکاٹ کے چلنے کا انداز اس کے کان کی لو مروڑ کر سوچنے کا انداز بات کرنے کا طریقہ۔ ہنسنا مسکرانا، اٹھنا بیٹھنا ہر چیز مجھے بغور دکھائی جا رہی تھی۔ میں نے ان تمام چیزوں کو ذہن نشین کر لیا۔ چوبیس گھنٹوں کا آخری گھنٹہ گزرنے والا تھا۔

پھر مجھے ایک بڑے سے ہال میں طلب کیا گیا۔ اس ہال کا انداز بھی بڑا مخصوص تھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ جیل میں ان تمام چیزوں کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟ لیکن سب کچھ یہیں ہو رہا تھا۔ عمارت در عمارت وہاں پر انہوں نے یہ سارے انتظامات کر رکھے تھے۔ آر۔ بی سانڈ۔ جیل بہرطور میرے لیے ایک انوکھا تجربہ تھی۔ اور اگر کبھی اس کا تذکرہ کیا جاتا تو میں بتا سکتا تھا کہ آر۔ بی سانڈ میں بلاشبہ وہ تمام انتظامات کیے گئے ہیں جو ناقابل یقین ہیں۔ یہاں میری اب ملاقات تمام لوگوں سے ہوئی جن میں مسٹر ڈیوڈ مارک پیش پیش تھے۔ وہ چاروں افراد بھی موجود تھے اس کے علاوہ میں نے جس شخصیت کو یہاں دیکھا وہ مسٹر ہوٹ کی تھی۔ یعنی وہ شخص جو اس جیل میں پہلی بار مجھے ملا تھا۔ مسٹر ہوٹ البتہ ان لوگوں کی نسبت کسی قدر مودب نظر آتے تھے۔ اور اس وقت ان کے چہرے کا وہ تیکھا پن غائب تھا۔ جو میں نے ابتدا میں دیکھا تھا۔ ویسے اس کی اپنی شخصیت یہاں موجود تمام ہی افراد پر بھاری تھی۔ مسٹر ڈیوڈ مارک نے مجھے دیکھ کر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"اب سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم آپ کو مسٹر جہانگیر جمال شاہ کہہ کر پکاریں یا مسٹر مڈاسکاٹ۔" میں مسکرا کر خاموش ہو گیا انہوں نے مجھ سے کہا۔

"یہ بتایا گیا ہے ہمیں یہ رپورٹ دی گئی ہے کہ آپ اپنے طور پر بالکل فٹ آدمی ہیں اور مسٹر مڈاسکاٹ اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ آپ کو آپ کے اصل کام کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے۔ ہمارے چند اصولوں کے مطابق آخری تجربہ باقی ہے یعنی آپ کی جسمانی فٹنس کا اندازہ۔ مڈاسکاٹ بظاہر ایک عام سا آدمی ہے۔ لیکن تنظیم کا ایک اہم عہدے دار ہونے کی حیثیت سے اس کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ جسمانی طور پر بھی بہت

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تندرست ہے اور مارشل آرٹس کی مہارت رکھتا ہے۔ اس مہارت کے بارے میں یہ تو نہیں پتا چل سکا کہ کس حد تک ہے۔ لیکن سنا یہ گیا ہے کہ وہ بہترین لڑاکا بھی ہے۔ اور یہ اندازہ اس کی گرفتاری کے وقت ہوا تھا۔ ہم ایک بات اچھی طرح جانتے ہیں مسٹر جہانگیر جمال شاہ کہ اس قسم کے کاموں میں جن لوگوں کو داخل کیا جاتا ہے۔ ان میں ذہنی صلاحیتیں تو ہوتی ہی ہیں۔ لیکن ان کی جسمانی قوتیں بھی بے مثالی ہوتی ہیں۔ اور یقینی طور پر آپ جس طرح ذہنی قوتوں سے مالا مال ہیں اس طرح ہمارے اندازے کے مطابق جسمانی قوتوں میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے ہوں گے۔ تاہم کیا آپ اپنے آپ کو اس امتحان کے لیے پیش کر سکتے ہیں؟"

"میں آپ سے ہر قسم کا تعاون کرتا رہا ہوں۔ اور اس چھوٹی سی بات پر آپ سے انحراف نہیں کروں گا۔"

"تو پھر ان دو لڑکوں کو آپ کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ ان میں سے آپ ایک ایک سے مقابلہ کریں گے۔ اور آپ کی جسمانی فٹنس کا صحیح طور پر جائزہ لے لیا جائے گا۔" ڈیوڈ مارک نے دو پستہ قامت افراد کی جانب اشارہ کیا۔ جن کا تعلق غالباً امریکہ سے تھا۔ وہ مارشل آرٹس کے لباس پہنے ہوئے تھے۔ بلیک بیلٹ بندھی ہوئی تھی۔ اور خاصے چاق و چوبند نظر آتے تھے۔ دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک شرارت جاگ اٹھی تھی۔ میں نے مسٹر ہوٹ کی طرف دیکھا۔ جب میں یہاں پہنچا تھا تو مسٹر ہوٹ نے مجھ سے ایسی گفتگو کی تھی جسے سن کر میں نے دل ہی دل میں سوچا تھا کہ مسٹر ہوٹ میں نے آپ کا یہ چیلنج قبول کر لیا ہے۔ اور اس کا مناسب جواب میں آپ کو دوں گا۔ اب اس جیل سے نکل ہی گیا تو میرا وہ چیلنج ادھورا ہی رہ جائے گا۔ میں مسٹر ہوٹ سے دوبارہ کہاں ملاقات کر سکوں گا۔ خوش قسمتی یہ ہوئی کہ مسٹر ڈیوڈ مارک نے فوراً ہی کہا:

"اور اب آپ کا تعارف میں ایک ایسی شخصیت سے کراتا ہوں جسے آپ پہلے بھی مل چکے ہیں۔ مگر ذرا مختلف انداز میں یہ مسٹر ہوٹ ہیں۔ اس جیل کا سربراہ۔ ایک باقاعدہ پروفیشنل ریسلر رہ چکے ہیں۔ اور اب بھی جب یہ یہاں سے چھٹیاں لیتے ہیں تو ان کا ہیڈ کوارٹر شنگاگو ہوتا ہے۔ اور شنگاگو کے ریسلنگ ان کے نام سے گونجتے ہیں۔ یہ وہاں اپنے بہت سے مدمقابل کو شکست دیا کرتے ہیں۔ اس وقت آپ کے اس مقابلے کی نگرانی مسٹر ہوٹ ہی کریں گے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے ڈیوڈ مارک کو اور پھر مسٹر ہوٹ کو دیکھا اور کہا۔

"جب میں اس جیل میں داخل ہوا تھا مسٹر ڈیوڈ مارک تو مسٹر ہوٹ نے مجھ سے کچھ باتیں کہی تھیں۔ انہوں نے مجھے دھمکیاں دی تھیں کہ اگر کوئی یہاں سرکشی کی کوشش کرتا ہے تو اس کے ساتھ یہ کیا سلوک کرتے ہیں۔ مجھے ان کی دھمکیاں بڑی دلچسپ محسوس ہوئی تھیں۔ لیکن اس وقت چونکہ میری اصل حیثیت واضح نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے میں نے خاموشی اختیار کی تھی۔ البتہ دل ہی دل میں، میں نے یہ سوچا تھا مسٹر ہوٹ اور یہ میری خواہش ہے کہ ایک بار میرا اور آپ کا مقابلہ ہو۔ اور میں یہ دیکھوں کہ آپ کا اپنے مدمقابل کو شکست دینے کا کیا انداز ہے۔ چنانچہ اگر میری جسمانی فٹنس کا جائزہ لینے کے لیے ان دونوں کے بجائے مسٹر ہوٹ کو موقع دیا جائے تو میرے لیے باعث خوشی ہوگا۔ میں ان سے کچھ سیکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے ڈھکے چھپے الفاظ میں مسٹر ہوٹ کو چیلنج کر دیا تھا۔ جسے اس شخص نے اپنی توہین کے طور پر محسوس کیا تھا — ڈیوڈ مارک نے البتہ مسکراتی نگاہوں سے مسٹر ہوٹ کو دیکھا اور پھر میری طرف دیکھنے لگا۔ اس نے کہا۔

"میں اس گفتگو کو دلچسپی کی نگاہ سے دیکھ رہا ہوں۔ بات واقعی دلکش ہے۔ مگر آپ کو اس سلسلے میں تھوڑی سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مسٹر جہانگیر جمال شاہ!"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"اگر آپ کو ریسلنگ سے دلچسپی ہوتی اور آپ نے کبھی براہ راست نہ سہی، ویڈیو فلموں پر مسٹر ہوٹ کے مقابلے دیکھے ہوتے تو آپ یقینی طور پر اس خواہش کا اظہار نہ کرتے؟"

"ذرا سی تفصیل جاننا چاہتا ہوں۔"

"رنگ میں اترنے کے بعد یا اپنے مدمقابل کے سامنے آنے کے بعد مسٹر ہوٹ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کا اصل منصب کیا ہے۔ ان کی حیثیت ان کی شخصیت کیا ہے۔ وہ اپنے نظریے کے مطابق زمانہ قدیم کے انسان میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ جو صرف وحشت اور درندگی کرنا جانتا ہے۔ اور جس کی دلی خواہش ہوتی تھی کہ اپنے مدمقابل کو ہر طرح سے شکست دے دے۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ فن کشتی کے کیا کیا انداز ہوتے ہیں۔ اور اس میں کون کون سے طریقوں کو فاؤل قرار دیا جاتا ہے۔ مسٹر ہوٹ ایک فاؤل ریسلر مشہور ہیں۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے جناب؟"

"نہیں نہیں میرا مطلب یہ نہیں ہے مسٹر ہوٹ آپ اپنی وضاحت خود کیجیے۔" ڈیوڈ مارک نے کہا۔

"اپنے مدمقابل کے سامنے آنے کے بعد میں یہ نہیں سوچتا کہ وہ کون ہے۔ اور اس کا انداز کیا ہے۔ میں صرف یہ سوچتا ہوں کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل نہ رہے۔ وہ دوبارہ کسی رنگ میں نہ جا سکے اور ہمیشہ یہ یاد رکھے کہ اس نے ہوٹ سے مقابلہ کیا تھا۔"

"اس کا مقصد ہے کہ یہ مقابلے اور بھی مشکل ہوتے ہوں گے۔ اور مجھے اور بھی مشکل مقابلے بہت پسند ہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ مجھے چیلنج کیا گیا ہے۔ مسٹر ڈیوڈ مارک اور آپ یہ بات جانتے ہیں کہ کسی چیلنج کو نظر انداز کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔" مسٹر ڈیوڈ مارک نے پرتشویش انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اگر یہ بات میرے لیے خاصی پریشان کن ہے۔ کیونکہ میں مسٹر جہانگیر جمال شاہ کے لیے کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ لیکن کیا جا سکتا ہے۔ مسٹر جہانگیر جمال شاہ آپ براہ کرم اگر اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنا چاہیں تو کر لیں۔ میں مسٹر ہوٹ سے درخواست کروں گا کہ وہ اس چیلنج کو نظر انداز کر دیں۔ لیکن اگر آپ بھی اس بات پر بضد ہیں تو پھر آپ کی اخلاقی جرأت میں خود بھی اس قسم کے مقابلے دیکھنے کا شائق ہوں جو بالکل حقیقت پر مبنی ہوں۔" مسٹر ہوٹ نے فوراً ہی اپنا لباس اتارنا شروع کر دیا تھا۔ وہ دونوں افراد جو میرے لیے قربانی کے بکروں کے طور پر لائے گئے تھے۔ پیچھے ہٹ گئے۔ میں نے بھی اپنا لباس اتار دیا تھا۔ اور اس کے بعد ہم دونوں درمیان میں آ گئے۔ ہوٹ کی آنکھوں میں آگ جلتی جا رہی تھی۔ اس کا چہرہ بھیانک ہوتا جا رہا تھا۔ اور رفتہ رفتہ وہ بھولتا جا رہا تھا۔ کہ وہ کہاں ہے۔ بس اس کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ چھوٹی اندر کو دھنسی ہوئی خطرناک آنکھوں میں نفرت کے شعلے جل اٹھے تھے۔ اس کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔ اور وہ دانت پیستا ہوا مجھے دبوچنے کے لیے تیار تھا۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ لیکن میری آنکھوں میں نیلاہٹیں ابھرتی آ رہی تھیں۔ وہ نیلاہٹیں جو مجھے مستقبل کے اندیشوں سے بے نیاز کر دیتی تھیں۔ وہ نیلاہٹیں جو مجھے خود پر قابو رکھنے میں ناکام کر دیتی تھیں۔ اور اس وقت میں خود بھی نجانے کیا سے کیا بن جاتا تھا۔ یہ احساس تھا مجھے کہ اس شخص نے مجھے چیلنج کیا ہے۔ اپنی دانست میں مجھے حقیر ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے اور اس شخص کو پیس کر رکھ دینا میری ذمہ داری ہے۔ ہوٹ نے مجھے دونوں ہاتھوں سے دبوچنے کی کوشش کی وہ پہلی ہی کوشش میں میرا سر اپنی بغل میں دبا کر مجھے بیہوش کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن جیسے ہی وہ قریب پہنچا میری لات اس کے پیٹ پر پڑی۔ وہ جھکا اور میں نے فوراً ہی گھوم کر دوسری لات اس کے جبڑوں پر رسید کر دی۔

مجھے ایسا ہی لگا تھا جیسے میں نے کسی آہنی ستون پر پاؤں مارا ہو۔ اگر کوئی اور لمحہ ہوتا تو شاید ہڈی پر لگنے والی ضرب مجھے نڈھال ہی کر دیتی۔ لیکن نیلاہٹیں میرے تحفظ کی ضمانت تھیں اور مسٹر ہوٹ ان نیلاہٹوں کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ میں نے فوراً ہی پلٹ کر ان کی گردن میں قینچی ڈالی اور انہیں سر کے بل زمین پر لے آیا۔ اس کے بعد میں نے اسے اپنی رانوں میں رگڑ کر رکھ دیا تھا۔ مسٹر ہوٹ نے بدن موڑ کر میری گردن میں دونوں پاؤں ڈالے لیکن میں نے فوراً ہی قلابازی کھائی اور ان کے دونوں پیروں کو اپنی گرفت میں لے کر ان پر ایک داؤ لگا دیا۔ مسٹر ہوٹ کی ریڑھ کی ہڈی متاثر ہو گئی تھی۔ لیکن میں نے انہیں نہ چھوڑا۔ اور وہ بری طرح زمین پر رگڑتا رہا۔ ان کا دایاں رخسار رگڑ کر بری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ میں انہیں مارتا رہا۔ میری نیلاہٹیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ اور اس وقت میرا دل چاہ رہا تھا کہ اپنے مدمقابل کو دانتوں سے ادھیڑ کر رکھ دوں۔ غالباً میں نے مسٹر ہوٹ کو جگہ جگہ سے زخمی کر دیا تھا۔

اور پھر بہت سے آدمیوں نے مل کر مجھے پکڑ لیا۔ اس میں مسٹر ڈیوڈ مارک بھی تھے۔ اور وہ دونوں افراد بھی جو مجھ سے مقابلہ کرنے آئے تھے۔ البتہ میں ان کے چہروں پر بڑے خوف کے آثار دیکھ رہا تھا۔ میں نے کچھ فاصلے پر کھڑے مسٹر ہوٹ کو دیکھا جن کے جسم کے مختلف حصوں سے خون بہہ رہا تھا۔ اور وہ تقریباً نیم بیہوشی کی کیفیت میں تھے۔ اٹھنے کی بار بار کی کوششوں میں ناکام ہو کر وہ زمین پر سیدھے سیدھے لیٹ گئے تھے۔ ڈیوڈ مارک نے میرے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"مسٹر شاہ ۔ مسٹر شاہ ۔ براہِ کرم ہوش میں آئیے۔ براہِ کرم ہوش میں آئیے مسٹر شاہ ۔"

میں نے مسکرا کر ڈیوڈ مارک کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا ۔

"میں ہوش میں ہوں مسٹر مارک ۔ یہ تو ایک مقابلہ تھا، ایک ایسے آدمی سے اس کے شایانِ شان جس کے بارے میں آپ کا کہنا ہے کہ ریسلنگ کے رنگ میں آکر وہ یہ بھول جاتا ہے کہ اس کا اصل کام کیا ہے ۔ میں نے اس سے اسی کے انداز میں مقابلہ کیا ہے ۔"

"اوہ میرے خدا ۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ۔ آپ کے بارے میں اتنی تفصیلات تو ہمیں نہیں بتائی گئی تھیں، بظاہر یہی محسوس ہو رہا تھا کہ آپ بھی ذہنی طور پر معطل ہو گئے ہیں ۔ مسٹر ہوٹ ۔ او ہو دیکھو مسٹر ہوٹ کو، میرا خیال ہے ان کی حالت بہت خراب ہے ۔" ڈیوڈ مارک نے کہا ۔

"یہ ایک سچ تھا مسٹر ہوٹ اپنے قدموں پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں رہے تھے ۔ اور بُری طرح جھوم رہے تھے یہاں تک کہ جب انہیں چند لوگ سہارا دے کر باہر لے جانے لگے تو وہ اپنے قدموں پر نہ چل سکے اور بالآخر ان کے لیے اسٹریچر منگوانا پڑا ۔ ڈیوڈ مارک نے مجھے گھورتے ہوئے کہا ۔

"گویا آپ کو ریسلنگ سے بھی دلچسپی ہے ۔"

"جانے دیجیے مسٹر مارک ان باتوں کو ۔"

"نہیں مائی ڈیئر ۔ یہ معلوم کرنا بے حد ضروری ہے درحقیقت تمہارے اس بے خوف چیلنج پر ہم پریشان ہو گئے تھے ۔ کیونکہ ہم جانتے تھے کہ مسٹر ہوٹ کا جنگ کرنے کا انداز کیا ہے ۔ ہمیں یہ خدشہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنی مہم کا آغاز کرنے سے پہلے ہی زخمی ہو جاؤ اور ہمارے سارے معاملات کھٹائی میں پڑ جائیں ۔ بلکہ حقیقت تو یہ تھی کہ اس امتحان کا فیصلہ کرنے کے بعد پیدا ہو جانے والی سچویشن سے میں سخت پریشان ہو گیا تھا ۔"

"اب تو آپ پریشان نہیں ہیں ؟"

"ہوں ۔" مسٹر مارک نے کہا اور میں چونک کر انہیں دیکھنے لگا ۔

"کیوں ہو ؟"

"اس لیے کہ آپ کے لڑنے کا انداز بڑا وحشیانہ تھا اور اگر کسی ایسے موقع پر جب آپ کو ذہنی طور پر حاضر کرنا ہو اگر آپ کی فطرت میں یہ وحشت اُبھر آئی تو سارے کام ادھورے رہ جائیں گے ۔"

"مسٹر ڈیوڈ مارک ۔ میں نے ڈیوڈ مارک کی طرف انگلی اٹھا کر کہا اور وہ میرے مخاطب کرنے کے انداز سے خوفزدہ ہو گئے تھے اور کئی قدم پیچھے ہٹ گئے تھے، پھر دونوں ہاتھ سامنے کرتے ہوئے بولے ۔

"میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے آپ کو مجھ پر غصہ آجائے ۔"

"نہیں مسٹر مارک میں آپ کا بے حد احترام کرتا ہوں اور نہ ہی میرا اس سے ایسا کوئی مقصد تھا ۔ میں آپ سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ نے جو کام میرے لیے سوچا ہے مجھے اس پر روانہ کر دیجیے ۔ اور اس کے بعد یہ تمام باتیں بھول جائیے ۔ کہ میں کیا ہوں ۔"

"دل تو یہی چاہتا ہے میرے دوست مگر کیا کروں کہ جو ذمہ داریاں دی گئی ہیں اُن کا احساس بھی ہے ۔ بہرحال میرا خیال ہے اب مزید کوئی امتحان لے کر ہم اپنے آپ کو خطرے میں نہیں ڈال سکتے ۔ آپ کو آخری باتیں بتا دی جائیں اور اس کے بعد آپ سے نجات حاصل کر لی جائے ۔" مسٹر ڈیوڈ مارک نے کسی قدر مزاحیہ انداز میں کہا اور میں ہنسنے لگا ۔ پھر وہ لوگ مجھے ایک اور کمرے میں لے گئے ۔ بڑے احترام سے بٹھایا اب ان کی آنکھوں کا انداز بدل چکا تھا اور کسی کے بھی لہجے میں حکم کی کوئی کیفیت باقی نہیں رہ گئی تھی ۔ بلکہ ایک عاجزانہ سا انداز ان کے اندر پیدا ہو گیا تھا ۔ طاقت کی تو دُنیا کے ہر گوشے میں پذیرائی ہوتی ہے اور طاقت کے سامنے ہر شخص جھک جاتا ہے ۔ میرے اس مظاہرے نے بہت سے لوگوں کو ذہنی طور پر درست کر دیا تھا ۔ اور اس کا طریقہ کار میں اچھی طرح دیکھ رہا تھا ۔ مسٹر ڈیوڈ مارک نے کہا ۔

گویا بات مکمل طور پر آپ کی سمجھ میں آگئی ۔ مائی ڈیئر مسٹر شاہ ۔ ایک ایسی تنظیم جو منشیات کی اسمگلنگ کرتی ہے اور اس کا ایک سربراہ ہے اور اس سربراہ کے چند نائب ہیں اور ان نائبین میں آپ ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں اور گرفتار ہو چکے ہیں ۔ ہمارا اندازہ ہے کہ آپ کے افسران یہ نہیں جانتے کہ آپ آر بی ۔ سائیڈ میں قید ہیں ۔ لیکن ہو سکتا ہے وہ

معلومات حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے ہوں کیونکہ آپ ان کے لیے ایک اہم حیثیت رکھتے تھے ۔ اب یہ اندازہ آپ کو بخوبی ہو گیا ہو گا کہ ہم لوگ کیا چاہتے ہیں ۔ کیوبانا یہ نہیں چاہتا کہ غیر ملکی ممالک اس کے دشمن بنے رہیں ۔ منشیات کی اس اسمگلنگ کی وجہ سے چنانچہ ہم اس عظیم الشان گروہ کا کم از کم کیوبانا سے خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں ۔ اگر کسر براہ ہاتھ آجانے تب تو بات ہی کیا ہے ۔ اور اور اگر ایسا نہ ہو سکے جب بھی کم از کم ہمیں کیوبانا کے تمام علاقوں میں منشیات کے اس گروہ کے اڈے ختم کرنا پڑیں گے اور ان اڈوں کی نشاندہی آپ کریں گے ۔ ہم نے ایک لمبا کھیل کھیلا ہے اور اس کے لیے آپ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا ۔ لیکن ہماری بات آپ کی حکومت سے ہو چکی ہے اور ہمیں یہ اطمینان دلایا گیا ہے کہ جس آدمی کو اس مہم پر روانہ کیا جا رہا ہے وہ کوئی عام سیکرٹ ایجنٹ نہیں ہے ۔ بلکہ یہ وہ شخص ہے جس کے نام کے ساتھ یہ بات تصور کر لی جاتی ہے کہ اسے جو کام سونپا جائے اس کی تکمیل یقینی ہوتی ہے ۔"

"خیر میں اپنے بارے میں ان بہت سی خوش فہمیوں کا شکار نہیں ہوں مسٹر مارک ۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ ہمیشہ کی طرح اچھے کام کرتا رہا ہوں اس بار بھی اپنی روایات کو برقرار رکھوں ۔"

"ہم آپ کی کامیابی چاہتے ہیں ۔ طریقہ کار سن لیجیے ۔ آپ کو یہاں سے روانہ ہونا ہو گا ۔ ایک ایسے پوائنٹ پر آپ کو پہنچا دیا جائے گا جہاں آپ مشکوک ہو جائیں گے ۔ جو لوگ آپ کو گرفتار کریں گے ان کا تعلق کیوبانا ہی سے ہو گا لیکن ان کے فرشتے بھی یہ بات نہیں جانتے ہوں گے کہ آپ انہی کی حکومت کے کارکن ہیں ۔ وہ آپ کے ساتھ جو سلوک بھی کریں آپ کو برداشت کرنا ہو گا اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمیں ایسے ہی عمل کی ضرورت ہے ۔ اس طرح آپ ایک حقیقی حیثیت اختیار کر کے اپنے لوگوں میں واپس جائیں گے ۔ وہ لوگ کس طرح آپ تک پہنچتے ہیں یہ بات ہم نہیں جانتے لیکن بہرحال آپ کو ہر طرح کی کارروائیوں کی آزادی ہے اور خصوصی طور پر آپ کو متحدہ حکومت کی جانب سے ایک اختیار سونپا جا رہا ہے ۔"

"کیا ؟" میں نے سوال کیا ۔

"اگر آپ کے ہاتھوں ہمارے کچھ افراد قتل ہو جاتے ہیں تو وہ خون آپ کو معاف کیے جاتے ہیں ۔ یہ ایک بڑے مفاد کے حصول کے لیے ازحد ضروری ہے ۔"

"اس کے باوجود میں کوشش کروں گا کہ مجھ سے ایسا کوئی قدم نہ ہو ۔"

"ہاں یہ آپ کی مہربانی ہو گی ۔" اس کے بعد مسٹر ڈیوڈ مارک مجھے بتاتے رہے کہ میرے ابتدائی اقدامات کیا ہوں گے اور مجھے کس حیثیت سے سامنے جانا ہو گا ۔ انہوں نے کہا ۔

"آپ کی گرفتاری انتہائی ضروری اور لازمی ہے کیونکہ اس طرح آپ کو منظرِ عام پر آنے میں آسانی پیدا ہو جائے گی ۔ اس گرفتاری سے رہائی کے لیے اگر آپ چاہیں تو کوششیں کر سکتے ہیں ۔ بلکہ آپ کو یہ کوشش کرنی ہو گی ۔ اور اس بات کی خاص نگرانی کی جائے گی کہ کسی ایسے انتہائی مرحلے پر جہاں آپ کی زندگی کو خطرہ پیش آجائے آپ کی مدد کی کوشش بھی کی جائے گی لیکن یہ ذمہ داری آپ کی اپنی ہی ہے کہ آپ ایسے ہولناک وقت سے بچنے کی کوشش کریں ۔" میں خاموش نگاہوں سے مسٹر ڈیوڈ مارک کو دیکھتا رہا ۔ اور پھر میں نے آہستہ سے گردن ہلا دی ۔

"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے ۔"

"چنانچہ اب آپ کو یہاں سے ایک بند گاڑی میں ایک ایسی رہائش گاہ پر لے جایا جائے گا جہاں پہنچ کر آپ آخری وقت آرام سے گزاریں گے اور اس کے بعد آپ کو اس سرحدی پٹی پر پہنچا دیا جائے گا جہاں سے آپ کا واسطہ ہمارے ان آدمیوں سے پڑے گا جو ہر شخص کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہیں ۔ اگر آپ نکل گئے تو ٹھیک ہے اور اگر کوئی دقت ہوئی تو پھر آپ کی اپنی ذمہ داریاں شروع ہو جاتی ہیں ۔" میں نے اس بات پر بھی آمادگی کا اظہار کر دیا ۔ اور مسٹر ڈیوڈ مارک مجھ سے رخصت ہو گئے ۔ گویا اب اس کے بعد مجھے عمل کے میدان میں اُترنا تھا ۔ جس عمارت میں مجھے لایا گیا وہ خاصی شاندار تھی اور وہ فلیٹ بھی بہت خوبصورت تھا جہاں مجھے آخری لمحات آرام کے لیے دیے گئے تھے ۔ ویسے اس سے زیادہ خشک مہم ابھی تک میں نے کوئی سرانجام نہیں دی تھی ۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ واسطہ پڑا تھا تو ایک ایسی معمّر خاتون سے جو بلیک بیلٹ بھی تھیں اور ان کا صرف احترام کیا جا سکتا تھا ۔ فلیٹ میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ایک ملازم موجود تھا جو گونگا تھا اور صرف میری دیکھ بھال اور ضروریات پوری کرنے کے لیے اسے یہاں رکھا گیا تھا۔ ملازم میری خدمات سرانجام دیتا رہا۔ اور میں ان واقعات کے بارے میں سوچتا رہا۔ اسی شام مجھے میرا پاسپورٹ اور کچھ کاغذات وغیرہ پہنچا دیے گئے۔ جس سے میری شخصیت نمایاں ہوتی تھی لیکن یہ نقلی نام کا پاسپورٹ تھا۔ مطلب یہ کہ یہ بھی میرے اس نام سے نہیں تھا جس نام سے مجھے ان لوگوں کے سامنے جانا تھا۔ یعنی مڈاسکاٹ۔ تاہم مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا کہ میں اطمینان سے تھا۔ ان لوگوں نے جو کچھ کیا تھا وہ یقینی طور پر ایک عمدہ کارنامہ تھا۔ اور بڑی پیچیدگیاں اختیار کی گئی تھیں۔ لیکن یہ زیادہ دلچسپ بات تھی کہ ایسے ممالک اپنے مسائل کے حل کے لیے غیر ممالک سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ بہرطور یہ ایک ایسا معاملہ تھا جس کے بارے میں مجھے تفصیلات معلوم نہیں تھیں۔ اپنی تمام تر تیاریوں سے فارغ ہونے کے بعد بالآخر میں نے عمل کا فیصلہ کیا اور اس کی مجھے آزادی دی گئی تھی کہ میں جتنا وقت چاہوں اس سلسلے میں استعمال کر سکتا ہوں۔ چنانچہ میں چل پڑا۔ جس جگہ مجھے جانا تھا وہاں ایک چھوٹی سی سمندری بندرگاہ تھی۔ اور اسے عبور کر کے مجھے دوسری سمت پہنچنا تھا۔ بہت سے لوگ آتے جاتے تھے۔ میں اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ اور ایک عام آدمی کی حیثیت سے ان لوگوں میں شامل ہو گیا جو سرحد کے دوسری جانب خصوصی طور پر جا رہے تھے۔ میں عام آدمیوں کی طرح سارے معمولات سرانجام دیتا رہا۔ لیکن پھر وہ ہو گیا جو ہونا چاہیے تھا۔ میری چھٹی حس نے مجھے خطرے سے آگاہ کر دیا تھا۔ ایک دراز قد آدمی مجھے خاص نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ چند لمحات کے بعد اس نے اپنے قریب موجود چند لوگوں کو اشارہ کیا اور وہ سب میرے نزدیک آ گئے۔ وہ سب مستعد کھڑے تھے اور ان کے ہاتھوں میں دبی ہوئی اسٹین گنیں اس طرح تیار تھیں کہ اگر میری کوئی کوشش ہو تو ان اسٹین گنوں کے دہانے مجھ پر کھل جائیں۔ دراز قد آدمی خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ اور سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ جواب دینا میرے لیے ضروری تھا۔ مگر میں نے انگلی کنپٹی پر رکھ کر اسی انداز میں گردن ہلائی جیسے کہہ رہا ہوں کہ میں اس کے الفاظ نہیں سمجھ سکا۔ مسلح آدمی چاروں طرف پھیل گئے تھے اور اس شخص نے ایک اشارہ کر کے مجھے اپنے ساتھ آنے کے لیے کہا تھا۔ میں دو قدم آگے بڑھا اور ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ اس طرح مجھے اسٹین گنوں سے گھیر کر کے ایک ٹرک کے قریب لے جایا گیا۔ جو تھوڑے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں خود ٹرک پر چڑھنے کی کوشش کرتا۔ جو لوگ مجھے ٹرک کے قریب لے کر آئے تھے انہوں نے مجھے اٹھایا اور اطمینان سے ٹرک میں اچھال دیا۔ ان کا یہ انداز اس بات کا پتا دیتا تھا کہ جو کچھ بھی انہوں نے سوچا ہے اس میں کسی قسم کی رعایت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ بہرحال یہ سب کچھ تو مجھے پہلے سے بتا دیا گیا تھا۔ وہ سب بھی ٹرک پر چڑھ آئے اور اس طرح مستعد نظر آنے لگے جیسے میں ان کے لیے بڑی خطرناک حیثیت کا مالک ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ مجھے مڈاسکاٹ کی حیثیت سے پہچان لیا گیا تھا۔ ٹرک کا یہ سفر تقریباً آدھے گھنٹے جاری رہا اور اس کے بعد وہ ایک وسیع عمارت میں داخل ہو گیا۔ جو باہر سے اچھی نہیں تھی لیکن اندر سے بہت خوبصورت بنی ہوئی تھی۔ یہاں پہنچ کر بھی انہوں نے مجھے اسی انداز میں بغلوں میں ہاتھ دے کر ٹرک سے نیچے پھینک دیا۔ نیچے بھی کچھ افراد میرے استقبال کے لیے موجود تھے۔ یہ سارے کے سارے فوجی لباسوں میں ملبوس تھے۔ مجھے اسٹین گن کے اشارے سے وہاں سے آگے بڑھایا گیا اور تقریباً دس یا گیارہ سیڑھیاں عبور کرنے کے بعد میں ایک وسیع چبوترے پر پہنچا اور اس سے گزر کر اس بڑے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ سامنے ایک راہداری نظر آ رہی تھی۔ راہداری کے آخری حصے کی طرف دروازہ تھا۔ جس کے دونوں پٹ کھلے ہوئے تھے۔ دروازے کے دوسری طرف ایک ٹھنڈی اور پرسکون جگہ تھی۔ جہاں کئی میزیں بچھی ہوئی تھیں اور ان میز کرسیوں پر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ البتہ مجھے جو لوگ یہاں تک لائے تھے اب وہ صرف دور رہ گئے تھے۔ ان میں سے ایک نے بدلی ہوئی زبان میں ان لوگوں کو کچھ بتایا اور ان کے منہ سے میرا نام یعنی مڈاسکاٹ بھی نکلا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ لوگ مجھے پہچان گئے ہیں۔ ان کے چہروں سے بھی اس کا اندازہ ہو رہا تھا۔ کیونکہ وہ مجھ کو کتوں کی طرح مجھے دیکھ رہے تھے۔ اندر بیٹھے ہوئے لوگ آپس میں گفتگو کرنے لگے اور اس کے بعد ان میں سے کسی ایک

نے میرے بارے میں فیصلہ صادر کر دیا۔ ایک بار پھر مجھے وہاں سے لے جایا گیا اور ایک چھوٹی سی کوٹھری میں زمین پر دھکیل کر دروازہ بند کر دیا گیا۔

گڈ۔ ویری گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ کام مطمئن انداز میں شروع ہوا ہے جس انداز میں مسٹر ڈیوڈ مارک نے چاہا تھا لیکن غصہ بھی آ رہا تھا کہ ان لوگوں کا طریقہ کار میرے سلسلے میں بہت خطرناک تھا۔ اگر ایسا ہی کوئی معاملہ تھا تو ڈیوڈ مارک کو کم از کم ان لوگوں کو تو آگاہ کر دینا چاہیے تھا۔ جنہیں میرا پہلا استقبال کرنا تھا اور اب اگر اس کے بعد میرے اندر مدافعت کا کوئی جذبہ پیدا ہو جاتے تو پھر قصور میرا نہیں ہوگا۔ تھوڑی دیر تک میں اسی طرح اس کھردری زمین پر لیٹا رہا۔ پھر اٹھ کر بیٹھ گیا اور اس کے بعد میں نے دل میں سوچا کہ اب عمل بھی کرنا چاہیے۔ چنانچہ دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے دروازہ بجایا اور جواب میں باہر کچھ آہٹیں سنائی دیں۔ دو آدمیوں نے دروازہ کھولا تھا۔ ان کے پاس اس وقت رائفلیں نہیں تھیں۔ میں نے ان سے انگریزی زبان میں کہا کہ میں بھوکا ہوں مجھے کچھ کھانے کے لیے دیا جائے۔ میرے الفاظ شاید وہ سمجھ نہیں پائے تھے لیکن انہوں نے عقیلی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر شاید ان میں سے ایک نے اپنی زبان پر گالیاں بکتے ہوئے میرے پیٹ پر ٹھوکر مارنے کی کوشش بھی کی لیکن میں نے اس کی گردن پکڑ لی اور اس زور سے جھٹکا دیا کہ وہ منہ کے بل زمین پر آ رہا۔ میری دو تین ٹھوکروں نے اس کی طبیعت بحال کر دی تھی۔ اپنے ساتھی کو ٹیکی کھاتے دیکھ کر دوسرا محافظ مجھ پر جھپٹا اور ہوا میں نے گھوم کر ایک لات اس کی پیشانی پر بھی رسید کر دی۔ اور وہ اچھل کر دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ زمین پر گر پڑا۔ دونوں ہی بے ہوش ہو گئے تھے۔ حالانکہ میرے ذہن میں ایسا کوئی تصور نہیں تھا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ اچانک ہی یہ سلوک شروع کر دوں۔ میں نے ان سے کھانے کے لیے مانگا تھا اور جواب میں وہ لوگ میری مرمت کرنے پر تل گئے تھے تو اب ظاہر ہے آخر ایک انسان بھی نہیں تھا کہ میزبانوں کی اس میزبانی کو قبول کر لیتا۔ بہرحال میں نے اپنے حواس درست کیے اور سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ سامنے کی راہداری سنسان تھی اور اس کا اختتام بھی ایک دروازے پر ہی ہوتا تھا۔ دروازے کے دوسری طرف

ممکن ہے باہر جانے کا راستہ ہو۔ اگر میں یہاں سے نکل جانے میں کامیاب ہو گیا تب ہی کچھ کام بن سکتا ہے۔ ویسے بھاگنا نہیں چاہتا تھا۔ اور خاص طور سے یہ کہ ان لوگوں کے جنگل سے تو نکلنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ یہ دونوں زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ جو میرا شکار ہو گئے تھے اور اچھے خاصے زخمی ہو گئے تھے۔ بہرحال میں وہاں سے آگے بڑھا اور دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ پتا نہیں دروازے کے دوسری طرف کوئی موجود تھا یا نہیں۔ بڑی احتیاط سے میں نے دروازہ کھولا اور دوسری طرف دیکھنے لگا لیکن وہاں بھی کچھ لوگ موجود تھے اور انہوں نے غالباً چیخ کی آواز سن لی اور کمرے میں بیٹھے ہوئے لوگ مستعد ہو گئے تھے جیسے ہی میں نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا کئی آدمی مجھ پر بیک وقت ٹوٹ پڑے اور انہوں نے مجھے بری طرح جکڑ لیا۔ اتنی مار پڑی کہ طبیعت صاف ہو گئی۔ حالانکہ دل چاہ رہا تھا کہ ان لوگوں سے بھی ذرا عمدہ قسم کا مقابلہ کیا جائے۔ لیکن بہرطور یہ مناسب نہیں تھا۔ دو ہی آدمی بری طرح شکار ہو گئے تھے لیکن اس سے کم از کم یہ فائدہ ہوا تھا کہ بات آگے بڑھی تھی۔ ورنہ وہ مجھے اس کوٹھری میں بند کرنے کے بعد مطمئن ہو گئے تھے۔ انتظار نہیں کیا گیا۔ مجھے ایک بڑے افسر کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور اس نے مجھ سے انگریزی زبان میں کہا۔

"اور اس کے باوجود تم انکار کرو گے کہ تم مڈاسکاٹ نہیں ہو۔"

"مطلب؟" میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"تمہیں پہچان لیا گیا ہے۔ عالی ڈیرمڈاسکاٹ۔ اور مجھے یقین ہے کہ تم بھی مجھے پہچان چکے ہو گے۔ اگر دقت ہو رہی ہے تو سنو میرا نام جیک رول ہے۔"

میں لاپرواہی سے ہنسا اور میں نے آہستہ سے کہا۔

"مسٹر جیک رول میں بھوکا ہوں۔"

"او ہو۔ سوری ویری سوری۔ اس نے چند لوگوں کو ہدایت کی اور تھوڑی دیر کے بعد میرے لیے کھانے پینے کا سامان لے آیا گیا۔ کافی بھی ساتھ تھی۔ میں خاموشی سے کھانے میں مصروف ہو گیا۔ وہ شخص جس نے اپنا نام جیک رول بتایا تھا میرے فارغ ہو جانے کا انتظار کرنے لگا اور جب میں نے کافی کا آخری پیالہ پیا تو اس نے مجھ سے کہا۔

"میرا خیال ہے تمہارا پیٹ بھر چکا ہے اور اب یقیناً

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تمہیں جیک رول یاد آگیا ہوگا۔"

"شکریہ مسٹر جیک رول۔ بتائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"یہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔ ہمیں تمہارے گروہ کے سربراہ کی تلاش ہے۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ یہاں کون کون سے راستوں سے تم لوگ کام کر رہے ہو۔ اور تمہارے اڈے کہاں ہیں؟"

"اس تھوڑے سے کھانے اور کافی کی پیالی کے عوض تم مجھ سے اس قدر قیمتی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"ہم نے تو تم سے ہمیشہ ہی سودے بازی کی کوشش کی مگر تم پرلے درجے کی وفاداری کی لعنت سوار تھی۔ بہرحال اب کوئی سودا نہیں ہو سکتا۔ مائی ڈیئر مڈاسکاٹ۔ اگر تم نے اس بار بھی مجھ سے چالاکی کرنے کی کوشش کی تو پھر ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ ہم تمہیں قتل کر دیں۔ تاکہ کم از کم اس خطرناک گروہ کے ایک ہی بڑے آدمی کا خاتمہ ہو جائے۔"

"مجھے اس کے لیے آپ کو وقت دینا ہوگا مسٹر جیک رول۔"

"نہیں۔ پہلے بھی تم نے کئی بار وقت طلب کیا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ وقت دینے کا کیا مطلب ہوتا ہے۔"

"تو پھر دوسری صورت کیا ہو سکتی ہے؟"

"دوسری صورت۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر دونوں ہاتھ بلند کیے اور چند افراد اندر داخل ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے میرے دونوں ہاتھ پشت پر کس دیے تاکہ میں مدافعت نہ کر سکوں۔ مضبوط ہتھکڑیاں میری کلائیوں میں ڈال دی گئی تھیں اور جیک رول میری صورت دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"دوسری صورت میں یہ لوگ تمہیں اس وقت تک مارتے رہیں گے جب تک تمہاری زبان نہ کھل جائے۔ یا تم ہلاک نہ ہو جاؤ۔"

"اوہو۔ اوہو۔ میں یہ نہیں چاہتا۔"

"تو پھر مجھے جواب دو۔ جو کچھ میں نے تم سے پوچھا ہے وہ مجھے بتاؤ۔"

"کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ مجھے ذہنی ترتیب کے لیے کچھ وقت دے دیا جائے؟"

"یہ وقت تمہیں اس طرح نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ اس کا طریقہ کار دوسرا ہوگا۔"

اس نے اچانک اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر دیا اور وہ سب مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ چاروں طرف سے گھونسوں اور لاتوں کی برسات ہونے لگی۔ بلاشبہ اچانک ہی یہ سب کچھ ہو گیا تھا۔ اور میں مار کھا گیا تھا۔ پھر کسی کا ہاتھ اس قوت سے میری گدی پر پڑا کہ میرے ہوش و حواس ساتھ دینے سے انکار کر گئے۔ اور آنکھوں کے سامنے دھندلاہٹیں آگئیں۔ ہوش آیا تو ایک کمرے میں ایک پلنگ پر موجود تھا۔ یہ ہوا تھا لیکن جیک رول کا طریقہ کار شروع ہی سے ایسا تھا کہ مجھے اس بات کا خطرہ تھا۔ البتہ اسی شام کچھ اور بھی ہوا۔ درمیانی عمر کا ایک شخص جو اچھے جسم کا مالک تھا میرے پاس پہنچا اور اس نے مجھ سے میری خیریت پوچھی۔

"تم کون ہو؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"ڈاکٹر ہوں۔ اور تمہیں ایک اطلاع دینے آیا ہوں۔"

"کیا؟" میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میری ذمہ داری لگائی گئی ہے مسٹر مڈاسکاٹ کہ آپ کی نگرانی کروں۔ جو کچھ آپ کے ساتھ پیش آگیا ہے اس سے ہم لوگ کوئی مدافعت نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اب آپ کو یہ بتانا ازحد ضروری ہے کہ ہم صرف آپ کے زخموں کے ٹھیک ہونے کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ آپ اپنے قدموں سے چل کر یہاں سے نکل سکیں۔ تیاریاں مکمل ہیں۔ میڈم ڈالینا تیار ہیں اور یہاں ان کا کنٹرول باقی ہے آپ کے لیے تین دن متعین کیے گئے ہیں۔ بالکل بے فکر رہیں یہاں ہمارے آدمی آپ کی ہر طرح کی حفاظت کرنے کے لیے موجود ہیں۔ آپ کو بہت جلد یہاں سے نکال لیا جائے گا۔"

کچھ آوازیں سنائی دیں اور یہ شخص فوراً سیدھا ہو کر باہر نکل گیا۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ میں اس شخص کے الفاظ پر غور کر رہا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ ڈیوڈ مارک نے جو جال بچھایا تھا اس کی تکمیل ہو رہی ہے لیکن یہ منافع جو مجھے ان لوگوں کی مار سے چوٹوں کی شکل میں ملا تھا۔ مجھے ناپسند تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ یہاں بھی کچھ کر کے جاؤں اور ان سے اپنا بدلہ لوں لیکن بہرطور ٹھہیا زاحمد صاحب ذہن میں تھے۔ بڑا اعتماد کیا تھا انہوں نے مجھ پر میں ان کے اعتماد کو دھوکا نہیں دینا چاہتا تھا۔ یہ بھی سہی چنانچہ خاموشی اختیار کر لی۔ غالباً دو دن گزر چکے تھے کہ

ایک شام پھر وہی شخص میرے پاس پہنچا اور اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور آج کی رات آپ کی رہائی کی رات ہے۔ چنانچہ آپ کو تیار رہنا چاہیے۔" صرف یہ الفاظ کہہ کر وہ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ میں انتظار کرتا رہا۔ غالباً اس وقت رات اپنی دوسری منزل سے گزر رہی تھی اور میں اپنے بستر پر نیند غنودگی کی سی کیفیت کا شکار تھا کہ دفعتاً ایک خوفناک دھماکا سنائی دیا۔ اور اس کے بعد تڑاتڑ گولیاں برسنے لگیں۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ گولیوں کی آوازیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ پھر زیادہ دیر نہیں گزری کہ دفعتاً میرے کمرے کے دروازے پر زوردار ضربیں پڑیں اور دروازہ کھل گیا۔ اندر داخل ہونے والا شخص ڈراؤنی قسم کے لباس میں ملبوس تھا۔ اس کا چہرا نقاب میں چھپا ہوا تھا لیکن اس کی جسامت سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ انتہائی متناسب بدن کی لمبے قد کی عورت ہے۔ اس کے ساتھ چند افراد اور بھی موجود تھے۔ ان لوگوں نے جلدی سے مجھے سہارا دیا اور بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اٹھاتے ہوئے باہر چل پڑے۔ میں سمجھ گیا تھا کہ صورت حال کیا ہے۔ باہر باقاعدہ مقابلہ جاری تھا۔ لیکن مجھے لے جانے والے لڑنے والوں سے بچتے ہوئے آگے بڑھے اور ایک احاطے کی دیوار کود کر دوسری جانب پہنچ گئے۔ سیاہ رنگ کی ایک بڑی سی گاڑی وہاں کھڑی ہوئی تھی جس میں مجھے احتیاط سے بٹھایا گیا۔ گاڑی شاید بلٹ پروف تھی کیونکہ جیسے ہی وہ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی اس پر گولیوں کی بارش شروع ہو گئی لیکن اس کا کچھ نہیں بگڑا۔ وہ برق رفتاری سے اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھی لیکن یہ سفر ذرا کلیف دہ تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی کچی سڑک پر جا رہے ہوں۔ بری طرح جھٹکے لے رہے تھے۔ لیکن میرے اطراف میں بیٹھے ہوئے لوگ مجھے بھرپور انداز میں سنبھالے ہوئے تھے۔ بہرطور سخت سفر کافی دیر تک جاری رہا اور اس دوران مجھے کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر کچھ دور چلنے کے بعد ہم لوگ شاید کسی ہموار سڑک پر پہنچ گئے اور میں نے سکون کی گہری سانس لی۔ وہ لوگ سمجھے کہ بالآخر اپنی منزل پر پہنچ گئے اور جس کمرے میں مجھے پہنچایا گیا اسے دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ بہت ہی نفاست سے آراستہ کیا گیا تھا۔ وہاں مجھے بڑے احترام سے ایک مسہری پر لٹا دیا گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد چند

ڈاکٹر میرا معائنہ کرنے کے لیے پہنچ گئے۔ وہ عورت جسے میں نے نقاب میں دیکھا تھا دوبارہ میرے سامنے نہیں آئی تھی لیکن جو لوگ میرے قریب آئے تھے ان کے انداز میں بڑا احترام تھا میرے لیے اور سب کے سب گردن جھکائے نرم آواز میں مجھ سے بات کر رہے تھے۔ پھر کچھ دیر کے بعد جیسا کہ شاید طویل عرصے کے بعد بلکہ شاید زندگی میں پہلی بار ایک ایسا چہرا نظر آیا جسے دیکھ کر بے حد خوش ہو گیا تھا۔ زندگی میں پہلی بار میں نے اس لیے کہا کہ ماضی کی بہت سی باتیں ذہن سے کافی فاصلے تک پہنچ گئی تھیں اور میں حسین چہروں کو ترس گیا تھا۔ وہ میرے لیے کھانے پینے کی کچھ اشیاء لے کر آئی تھی۔ اور اس کا انداز بہت ہی محبت آمیز تھا۔ میں نے اس کی ہدایت پر خاموشی سے عمل کیا اور وہ میری نازبرداریاں کرتی رہی۔ میں نے اس سے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے خاموش کر دیا۔ ہونٹوں کا جو زاویہ اس نے بنایا تھا وہ اتنا دلکش تھا کہ میں خاموشی سے اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ بہرحال اتنی حسین لڑکی کے ساتھ بھی اگر تعاون نہ کیا جاتا تو پھر کس سے تعاون کیا جاتا۔ تاہم جب وہ وہاں سے واپس پلٹی تو میں نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔

"میں نے تم سے تعاون کیا ہے مس لیکن اب یہ تم پر بھی لازم ہے کہ مجھے اپنا نام بتا دو۔ ابھی نہ سہی بعد میں سہی۔"

وہ مسکرائی اور پھر باہر نکل گئی۔ بہرحال میں خاموشی سے وقت گزارتا رہا تھا۔ دوسرے دن صبح کو ناشتے سے فارغ ہوا اور اپنے کمرے کے دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے شخص سے کہا۔

"اور اب میں بالکل ٹھیک ہوں اور باہر چہل قدمی کرنا چاہتا ہوں۔" ابھی میں اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ دفعتاً میں نے سامنے سے ایک انتہائی حسین عورت کو دیکھا جس کے کالے بال بہت لمبے اور تقریباً ٹخنوں تک پہنچ رہے تھے۔ ان کا رنگ بھی بہت زیادہ تھا۔ اسی انداز میں اس کے بدن کی خوبصورتی تھی۔ قد و قامت بھی بہت لمبا تھا۔ پیچھے پیچھے چند افراد مؤدب چل رہے تھے۔ عورت کی عمر اٹھائیس انتیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ آنکھیں اتنی شفاف تھیں کہ ایسی روشن آنکھیں اس سے قبل دیکھنے میں نہیں آئی تھیں۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور چہرے پر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خون گردش کر رہا تھا۔ وہ اندر داخل ہوئی اور اچانک ہی دونوں ہاتھ پھیلا کر میرے قریب پہنچ گئی۔ محبت کا یہ اظہار اس انداز میں کیا گیا تھا کہ ایک لمحے کے لیے میں خود ہی بوکھلا کر رہ گیا۔ وہ جذباتی انداز میں کہنے لگی۔

"خدا کی قسم۔ خدا کی قسم مجھے امید نہیں تھی ڈیئر اسکاٹ کہ میں اس طرح تمہیں اپنی بانہوں کے سامنے دیکھ سکوں گی۔ میں تو مایوس ہو گئی تھی۔ لیکن۔ لیکن میرے دل کے کسی گوشے میں ایک روشنی ضرور تھی۔ میں یہ بات اچھی طرح جانتی تھی کہ مڈاسکاٹ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو وقت کے ہاتھوں شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ۔ وہ اور مائی ڈیئر مائی ڈیئر۔ جس طرح چاہو یقین کر لو کہ میں۔ میں تمہاری زندگی سے پُرامید تھی۔ مجھے یقین تھا کہ تم زندہ ہو اور دیکھ لو میرا یہ یقین آج عملی شکل میں موجود ہے۔" وہ خود بھی عملی شکل میں بہت کچھ کہتی اور سنتی رہی۔ میں خاموشی سے اس کے مقبول کی حیثیت سے اس کی ہدایت پر عمل کرتا رہا۔ عقب سے ایک شخص نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

"ہمارے لیے کیا حکم ہے میڈم ڈالینا؟"

"اوہو کچھ نہیں تم لوگ جاؤ۔ میں۔ میں شاید جذباتی ہو گئی تھی۔ سوری۔ سوری۔" اس نے پلٹ کر کہا اور وہ لوگ واپس چلے گئے۔ اب میرے سامنے صرف میڈم ڈالینا رہ گئی تھیں۔ یہ بھی شکر تھا کہ مجھے خود ہی اس کا نام معلوم ہو گیا تھا۔ اس بات کے بھی امکانات تھے کہ رات کو جو خاتون میری رہائی کے لیے وہاں پہنچی تھیں۔ وہ یہ میڈم ڈالینا ہی ہوں۔ بہرطور مسٹر ڈیوڈ مارک کا منصوبہ پوری کامیابی کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ اور اس منصوبے میں میڈم ڈالینا کی شرکت میرے لیے باعث خوشی تھی کیونکہ اس خشک مہم میں یہ پہلی خاتون شامل ہوئی تھیں جو میری تمام خواہشوں کی تکمیل کرتی تھیں اور پھر میرے لیے یہ انتہائی ضروری تھا کہ میں ایک بیمار آدمی بنا رہوں تاکہ مجھے میڈم ڈالینا کی قربت حاصل رہے۔ میڈم ڈالینا نے ان تمام خشک دنوں کی کمی پوری کر دی۔ جو میں نے بدترین حالات میں گزارے تھے۔ اور جس کے نتیجے میں میرے جسم پر کئی چوٹیں بھی آئی تھیں۔ حساب کیا تو کچھ منافع ہی محسوس ہوا۔ کیونکہ اس منافع میں وہ لڑکی بھی شامل تھی جو بہت اچھی خدوخال کی مالک اور کسی قدر سادہ مزاج تھی۔ وہ بھی اپنی سادگی کی نظر ہو گئی اور یہ اس وقت ہوا جب میڈم ڈالینا کسی کام سے گئی تھیں۔ اسے میری خدمت پر معمور کر دیا گیا تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ میں اپنی خدمت کا تعین خود کر رہا تھا۔ البتہ لڑکی نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا کہ میں میڈم ڈالینا کا محبوب ہوں چنانچہ میری بہت زیادہ توجہ اس کے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔ میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا کہ میڈم ڈالینا میری منگھی میں ہے اور وہ میرے کسی بھی عمل پر اعتراض نہیں کرے گی جس پر وہ سادہ لڑکی مسکرا دی اور بولی۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ میڈم ڈالینا کے لیے بڑی حیثیت کے مالک ہیں لیکن۔ لیکن یہاں ایسے لمحات میں حیثیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔"

"رازداری بھی کوئی چیز ہوتی ہے ڈیئر۔" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ بہرطور میری ہدایت تھی۔ میرا حکم تھا۔ اس نے البتہ یہ ضرور کہا مجھ سے کہ وہ اپنے آپ کو مجبور ظاہر کرے گی۔ لیکن وہ میری بھی مجبوری تھی۔ میڈم ڈالینا دوسری بار واپس آئیں اور کہنے لگیں۔

"میں نے تمہارے بارے میں اطلاعات ہائی وے تک پہنچا دی ہیں اور یقینی طور پر ہائی وے سے کوئی کارروائی عمل میں آنے والی ہے۔"

"کیا اس بات کے امکانات ہیں کہ مجھے تم سے دور ہونا پڑے۔"

وہ ہنس پڑی اور بولی۔

"تمہاری واپسی ہی سب کچھ ہے ڈیئر۔ میں خود تم سے کب دور رہنا چاہتی ہوں۔ کیا تمہیں ماضی کے واقعات یاد نہیں ہیں ہم لوگ عموماً ہر مہم میں یکجا رہتے ہیں۔"

"کاروبار کیسا چل رہا ہے؟"

"بہت اچھا۔ ویسے تمہارے جانے سے جو کمی پیدا ہو گئی تھی اس کا ابھی تک ازالہ نہیں کیا جا سکا۔"

"آئندہ کیا پروگرام ہے؟"

"تم صحت یاب ہو جاؤ۔ اس کے بعد جیسا بھی ممکن ہو دیکھا جائے گا۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ بہرطور میں اب فٹ ہوں۔"

"نہیں ابھی کہاں۔ میں نے رپورٹ دی ہے کہ تم جسمانی طور پر بہت کمزور ہو چکے ہو۔"

"کیا یہ سچ ہے؟" میں نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"نہیں۔ یہ جھوٹ ہے۔" وہ بولی۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ ہے کہ میں تمہیں بیمار رکھ کر کچھ عرصہ تمہارے ساتھ رہنے کی خواہش مند ہوں۔ البتہ مجھے یہ مہمات بہت بُری لگتی ہیں جو درمیان میں سرانجام دینا ہوتی ہیں۔ میری خواہش ہے کہ کم از کم دو ماہ تک تم سے دور نہ جاؤں۔"

"تو پھر چھٹی لے لو۔"

"نہیں ڈیئر۔ ہم لوگوں کو یہ چھٹی کہاں ملتی ہے؟ اور پھر ان دنوں تو مجھے تمہارے حصے کی خدمات بھی سرانجام دینا پڑ رہی ہیں۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میڈم ڈالینا تقریباً پانچ دن تک مسلسل میرے ساتھ رہیں اور اس کے بعد ایک صبح انہوں نے پھر مجھ سے اجازت طلب کر لی۔

"یہاں سے تمہیں منتقل کیا جا رہا ہے۔ تمہیں ایک تھوڑا سا سفر کرنا ہوگا اور اس کے بعد تم دوسری جگہ پہنچ جاؤ گے مجھے نہیں معلوم کہ وہ لوگ تمہیں کہاں منتقل کر رہے ہیں۔ لیکن معلومات حاصل ہو جائیں گی۔" میں نے گردن ہلا دی۔ اور اس کے بعد ڈالینا چلی گئی۔

مجھے اسی شام ہدایت کی گئی تھی کہ مجھے آگے کا سفر کرنا ہے۔ چار آدمی میرے ساتھ اس سفر میں شریک تھے۔ اور یہ سفر تھوڑا سا سمندری سفر تھا۔ مجھے ایک گاڑی میں بٹھا کر ساحل تک لایا گیا اور پھر ایک بہت بڑے اسٹیمر میں منتقل کر دیا گیا۔ ابھی تک میں صورت حال کو بالکل نہیں جان سکا تھا۔ یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ میرے اردگرد مقامی حکومت کے کون کون سے افراد ہیں۔ لڈبون کے کون کون سے وہ ذمہ دار ہیں جن سے میرا رابطہ ہو سکتا ہے۔ اور ابھی اس کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ میں نے کوئی ایسا کارنامے نمایاں سرانجام نہیں دیا تھا جس کی اطلاع ان لوگوں کو دوں۔ بہرطور اسٹیمر میں اپنا یہ سفر جاری رکھا۔ اس میں عملے کے کافی افراد موجود تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ چار آدمی بھی جو میرے ساتھ آئے تھے اور جنہیں یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ مجھے احتیاط سے اس جگہ منتقل کر دیا جائے۔ غالباً اسٹیمر کے سفر کو کوئی چالیس منٹ گزرے تھے کہ اچانک عملے کے افراد نے سٹین گنیں نکال لیں اور ان چاروں افراد کے علاوہ مجھ پر بھی تان کر کھڑے ہو گئے۔ یہ منظر نہایت حیرت انگیز تھا اور میں کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ دوسرے ہی مجھے ان چاروں افراد کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں۔ میرے ہاتھ بھی مضبوطی سے پشت پر کس کر پیروں میں لوہے کی بیڑیاں ڈال دی گئیں وہ چاروں احتجاج کر رہے تھے۔ ایک دراز قد آدمی اس ساری کارروائی کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس کے گال پچکے ہوئے تھے۔ جبڑے چوڑے تھے اور ہونٹ بہت باریک۔ چہرے ہی سے سفاک نظر آتا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اور میں اس بدتمیزی کی وجہ جاننا چاہتا ہوں مسٹر۔"

وہ ہنس پڑا اور بولا۔

"وجہ بالکل واضح ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم تمہارے گروپ کے لوگ نہیں ہیں مسٹر مڈاسکاٹ۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں۔ ہم نے ایک چال چلی ہے۔ ہمیں علم ہو گیا تھا کہ تم واپس آ گئے ہو۔ اور تمہیں کہیں منتقل کیا جا رہا ہے۔ اور اس وقت تمہارا کام بالکل مختلف ہو جائے گا۔ تم اپنے مقصد کے لیے کام نہیں کر سکو گے۔"

"مگر تمہارا تعلق کون سے گروہ سے ہے؟"

"یہ بات تمہیں ہم نہیں بتا سکتے۔ بلکہ دوسرے لوگ بتائیں گے۔"

"مگر اسٹیمر۔"

"وہ اسٹیمر جس پر تمہیں روانہ ہونا تھا اُسے سمندر میں غرق کر دیا گیا ہے اور اس کارروائی کے بعد ہم لوگ اپنا اسٹیمر لے کر ساحل پر تمہارا انتظار کر رہے تھے۔ گویا تم لوگ پوری طرح اب ہماری گرفت میں ہو۔"

میں بچ کر رہ گیا۔ یہ نیا مرحلہ تھا لیکن ہر مہم میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ ایک سیدھی لکیر تو نہیں ہوتی۔ جس پر دوڑتے چلے جانا ہو۔ درمیان میں تیغ و قلم بھی آتے ہیں اور ان اُلٹے سیدھے راستوں سے گزرنا ہی اصل مہم کا حصہ ہوتا ہے۔ گویا اصل مہم شروع ہو گئی تھی۔ اسٹیمر کا یہ سفر کسی جزیرے پر ہی ختم ہوا تھا۔ ہو سکتا ہے یہ جزیرہ نہ ہو بلکہ کوئی باقاعدہ آبادی ہو۔ میں نے اپنے طور پر اسے جزیرہ تصور کر لیا تھا۔ ساحل پر انہیں اُتارا گیا۔ وہاں چند افراد اور بھی موجود تھے۔ جنہیں شاید یہ اطلاع دے دی گئی تھی کہ مڈاسکاٹ کو لے جایا جا رہا ہے۔ وہ چاروں افراد کہاں گئے اس کا تو مجھے علم نہیں تھا لیکن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مجھے جس عمارت میں لایا گیا تھا وہ بیرک نما تھی اور وہاں بہت سے افراد نگرانی کے لیے موجود تھے۔ یہاں لاکر پھر مجھے ایک کوٹھری میں ڈال دیا گیا۔ اور میں اپنے آپ پر لعنت بھیجنے لگا۔ دھت تیرے کی۔ ایک مشکل سے چھٹکارا نہیں ملتا دوسری شروع ہو جاتی ہے۔ اب یہ لوگ بھی میرے لیے اجنبی ہیں۔ اور ان کا واسطہ مڈاسکاٹ سے ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اب ان حضرات کو کیا سوجھتی ہے اور جہاں تک رہا مسئلہ مڈاسکاٹ کا تو بہرطور مجھے یہ کردار تو نبھانا ہی ہوگا۔ ڈالمینا کو پتا نہیں اس سلسلے میں کب علم ہوگا۔ اور اگر علم ہوا تو وہ اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہے؟ نئی مصیبت آ کھڑی ہوئی تھی اور اب سب کچھ مجھے ہی سوچنا تھا۔ ان چاروں کو مجھ سے بہت دور رکھا گیا تھا اور ویسے بھی وہ محافظ قسم کے آدمی تھے۔ بیرک میں لانے کے بعد مجھے جس کوٹھری میں بند کیا گیا تھا وہاں دو دن گزارنے پڑے اور اس کے بعد میرے سپرد کچھ ذمہ داریاں کر دی گئیں۔ سرخ ایجنٹوں کی یہ عمارت کسی بھی عظیم الشان محل کی طرح تھی۔ جگہ جگہ اونچے اونچے جھروکے قسم کے مینار بنے ہوئے تھے۔ جن پر آدمی موجود رہا کرتے تھے۔ بالکل ایک قلعے جیسی جگہ تھی۔ پتا نہیں کیا قصہ تھا۔ میرے سپرد باغبانی کر دی گئی۔ گویا ایک جیل کا سا ماحول تھا جہاں لوگ کام کرتے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہاں میری حیثیت کیا ہے کہ یہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ حالانکہ میری گرفتاری تو بڑی احتیاط سے عمل میں لائی گئی تھی۔ میں وقت گزارتا رہا۔ غالباً چوتھا دن تھا جب میں نے ایک عمر عورت کو اپنے قریب دیکھا۔ بھاری بدن کی مالک تھی اور انداز عجیب سا تھا۔ چال میں لنگڑاہٹ تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے قریب پہنچ گئی اور انگلی سے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ میں آگے بڑھ کر اس کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ مجھے ایک عقبی حصے میں لائی۔ عقبی حصے میں ایک پرانی سی فورڈ گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ جس کے پچھلے حصے کو کھول کر اس نے مجھے اندر داخل ہونے کے لیے کہا اور پھر لرزتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"خاموشی سے بیٹھے رہنا۔ اگر کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو موت کے گھاٹ اتر جاؤ گے اور یہ تمہارے حق میں بہتر نہیں رہے گا۔ میں سمجھ نہیں پایا تھا کہ قصہ کیا ہے۔ محمر عورت نے خود ہی فورڈ گاڑی کا اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور اس کے بعد وہ آگے بڑھ گئی۔ میں خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا۔ پتا نہیں یہ ہنگاموں پہ ہنگامے کیوں ہو رہے تھے۔ نہ جانے کتنا لمبا سفر کرنا پڑا اور اس کے بعد فورڈ گاڑی رک گئی۔ محمر عورت نیچے اتری اور لرزتی آواز میں بولی۔

"آجاؤ۔ اب تم میرے ساتھ اندر آجاؤ۔"

میں اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ ایک بھڈی سی کالے رنگ کے پتھروں کی عمارت تھی اور وہ عورت مجھے اس عمارت کے ایک اندرونی حصے میں لے گئی تھی لیکن عمارت کا اندرونی حصہ غاصا خوشنما تھا۔ یہاں بڑے بڑے گملوں میں پودے لگے ہوئے تھے اور خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ وسیع و عریض علاقے میں اس عمارت کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی۔ میرا دل چاہا کہ بوڑھی عورت سے اس علاقے کے بارے میں پوچھوں لیکن یہی سوچ کر خاموش رہا کہ پھر کہیں کھیل نہ بگڑ جائے۔ بہرطور اندر داخل ہونے کے بعد عورت نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور مجھے لیے ہوئے اندر داخل ہو گئی۔ پھر اس نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ باتھ روم ہے۔ منہ ہاتھ دھو لو۔ جلد درست کر لو اس کے بعد بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

میں خاموشی سے باتھ روم میں داخل ہو گیا تھا۔ باتھ روم میں اس دروازے کے علاوہ اور کوئی دروازہ نہیں تھا۔ نہ جانے اس عورت کا کیا چکر ہے اور نہ جانے یہ مجھے یہاں کیوں لے آئی ہے۔ حالات بالکل تبدیل ہو گئے تھے اور اب سارا معاملہ صرف میری اپنی ذہانت پر آ گیا تھا۔ جو کچھ کرنا ہے خود ہی کرنا ہے اور ان لوگوں سے تعلقات منقطع ہو جانے کے بعد یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مسٹر ڈیوڈ مارک کے منصوبے پر کس حد تک عمل کر سکتا ہوں۔ بہرطور جیسا بھی تھا گزارنا ہی تھا۔

◇

باہر سے عورت کی آواز سنائی دی۔

"بہت وقت ضائع کر رہے ہو۔ آجاؤ بس اب آ جاؤ۔"

میں سنبھل گیا اور اس کے بعد بال وغیرہ درست کر کے وہاں سے باہر نکل آیا لیکن کمرے میں بوڑھی عورت کے بجائے ایک نوجوان اور خوش شکل لڑکی نظر آئی۔ جو انتہائی نفیس قسم کی پتلون پہنے ہوئے تھی۔ اس کی کمر میں چوڑی بیلٹ بندھی ہوئی تھی اور ہاتھوں میں دستانے نظر آ رہے تھے۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا۔

"چلو کافی تیار ہے۔ میرا خیال ہے تمہیں کافی کی طلب محسوس ہو رہی ہوگی۔"

میں نے تعجب سے اس لڑکی کو دیکھا اور پھر ادھر ادھر دیکھتا ہوا بولا۔

"وہ میڈم کہاں ہیں جو مجھے یہاں تک لائی ہیں؟"

"میں ہی ہوں۔ آؤ کافی تیار ہے۔" اس نے کہا اور میں حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

"چلو بھئی کیوں وقت ضائع کر رہے ہو۔"

اور یہ آواز اسی عورت کی تھی۔ میں حیرانی سے منہ پھاڑے رہ گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ اس لڑکی نے اپنے چہرے پر میک اپ کیا ہوا تھا۔ اس نے اپنا جسم بھی کسی خاص طریقے سے بھاری بنایا ہوا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی لمبا ہی معاملہ ہے۔ بہرطور میں خاموشی سے اس کے ساتھ آ گیا۔ وہ مجھے ایک میز کے گرد لے گئی۔ اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں بیٹھ گیا تو لڑکی نے کافی وغیرہ کا سامان میز پر چننا شروع کر دیا۔ جیسے وہ ملازم اندر لے کر آئے تھے۔ اس نے میرے لیے کافی بنا کر مجھے پیش کی اور ہنس کر بولی۔

"تمہیں مجھے دیکھ کر شدید حیرت ہو رہی ہوگی لیکن میں تم سے اپنا تعارف کراؤں گی تو تم حیران رہ جاؤ گے۔ میں بہت دن سے تمہاری شناسا ہوں اور ہم دو بار مل بھی چکے ہیں لیکن افسوس میں اس وقت اپنے اصل روپ میں نہیں تھی۔"

"تم میک اپ کی ماہر معلوم ہوتی ہو۔"

"شکریہ۔ تم نے تعریف کر دی۔ میں سمجھتی ہوں کہ مجھے میری محنت کا معاوضہ مل گیا۔" اس نے کہا۔ تعریف تو اپنی بھی کرنے کو دل چاہ رہا تھا کیونکہ تقدیر میں ہمیشہ اچھے چہرے ہی ہوا کرتے تھے۔ لیکن یہ خاتون مجھے کس مقصد کے تحت یہاں لائی ہیں اور ان کا منصوبہ کیا ہے؟ اس کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ لیکن حسرت بھی کیا ہے رہنا ہے تو یونہی سہی۔ تاہم کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔

"میں آپ کو کس نام سے مخاطب کروں میڈم؟"

"اگر میں نے نام لے دیا تو سارا تجسس ختم ہو جائے گا۔"

"کچھ نہ کچھ تو بتانا ہی ہوگا آپ کو۔"

"تو پھر آپ مجھے کیرول کہہ سکتے ہیں۔"

"مس کیرول؟"

"جی مس کیرول۔"

"مس کیرول آپ مجھے جانتی ہیں؟"

"مڈاسکاٹ کو کون نہیں جانتا۔ بھلا وہ بھی ایسی شخصیت ہے جسے نظر انداز کیا جا سکے۔"

"ہوں۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ میرا تعلق کن لوگوں سے ہے؟"

"انہی لوگوں سے تو ہماری اصل لڑائی ہے اور مسٹر مڈاسکاٹ۔ خیر۔ خیر۔ میرا خیال ہے مجھے وقت سے پہلے کچھ نہیں کہنا چاہیے۔ لیکن آپ یقین کریں کہ ہم آپ کی رہائی کے سب سے زیادہ خواہش مند تھے۔"

"جب مجھے آپ کے بارے میں معلوم ہی نہیں ہے تو میں کیا کہہ سکتا ہوں؟"

"اس کے لیے آپ کو تھوڑا سا انتظار کرنا پڑے گا۔ البتہ ایک بات میں آپ سے عرض کرنا چاہتی ہوں۔"

"جی۔"

"آپ کو اندازہ ہے کہ میں کن خوفناک حالات میں آپ کو وہاں سے نکال کر لائی ہوں۔ ان حالات کی بنیاد پر آپ یوں سمجھ لیجیے کہ میں نے زندگی کی بازی کھیلی ہے اور جب زندگی کی بازی کھیلی جاتی ہے تو اس کا کوئی مقصد ہوتا ہے۔"

"اور میری یہ کھوپڑی اس مقصد کو تلاش کرنے میں ناکام رہی ہے۔"

"تھوڑا سا وقت آپ کو یہاں گزارنا پڑے گا۔ میں آپ سے یہ درخواست کرنا چاہتی ہوں کہ یہ تھوڑا سا وقت سکون سے گزار لیں اور کوئی جوابی کارروائی نہ کریں۔ اگر آپ نے جوابی کارروائی کی تو بس سمجھ لیجیے کہ سارا منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔"

"تو پھر مجھے یہاں کیا کرنا ہوگا؟"

"آرام۔"

"کب تک؟"

"غالباً اڑتالیس گھنٹے تک۔"

"ٹھیک ہے۔ اڑتالیس گھنٹے آپ مجھے خاموش اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پُرسکون پائیں گی۔ لیکن اڑتالیس گھنٹے کے بعد آپ کو مجھے سب کچھ بتانا ہوگا۔ اور اگر میں غیر مطمئن ہوا تو کیرول تو پھر یہ سمجھ لیجیے کہ ایک غیر مطمئن آدمی جو عمل کر سکتا ہے وہی میرا ہوگا اور اس وقت آپ مجھ سے کوئی شکایت نہیں کریں گی۔"

"نہیں کروں گی۔" وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر مسکراتے ہوئے بولی اور اس کا یہ انداز مجھے خاصا دلکش محسوس ہوا۔ اب یہ ضروری تو نہیں تھا کہ مجھے اگر کوئی چیز دلکش محسوس ہو تو میں اسے اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لوں۔ انتظار کرنا تھا۔ رات کا کھانا بہت پُرتکلف تھا اور اس کھانے کے دوران کیرول میرے ساتھ بہت سی باتیں کرتی رہی تھی۔ اس دوران میں نے اس سے علاقے وغیرہ کے بارے میں بھی بہت سی معلومات حاصل کی تھیں اور گہری سانس لے کر رہ گیا تھا۔ کیونکہ ان علاقوں کے بارے میں مجھے خاصی تفصیلات بتا دی گئی تھیں۔ اس کے بعد کیرول نے مجھے آرام کرنے کا مشورہ دیا اور واپس چلی گئی۔ اگر میرے پاس کوئی خواب آور دوا ہوتی تو اس کی آدھی مقدار ضرور کھا لیتا کہ سکون کی نیند سو جاتا اور سوچنے کے لیے کچھ نہ رہتا۔ لیکن بہرطور بغیر خواب دوا کے بھی میں نے سونے ہی کی کوشش کی اور اس میں کامیابی حاصل ہوگئی۔ لیکن نیند گہری نہیں ہوئی تھی کہ دفعتاً آنکھ کھل گئی۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کمرے میں دیکھا۔ مدھم بلب جل رہا تھا۔ اور بغلی کھڑکی سے کوئی اندر داخل ہوا تھا۔ مدھم سی روشنی میں، میں نے اس شخص کو دیکھا اور حیران سا رہ گیا۔ چست بدن کا ایک درمیانی قامت کا ایک آدمی تھا۔ لباس جسے جسم پر منڈھ دیا گیا تھا۔ چہرے پر نقاب چڑھی ہوئی تھی اور آنکھوں کی جگہ دو گول سوراخ تھے۔ باقی چہرا میری نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔ میں گھبرا کر مسہری پر بیٹھ گیا اور میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

اس نے زبان سے کچھ کہنے کے بجائے مجھ پر ایک لمبی چھلانگ لگائی اور میری مسہری پر پہنچ گیا۔ یہاں سے اس نے مجھے دبوچا اور دبوچنے کے بعد گھسیٹتا ہوا نیچے لے گیا۔ عجیب و غریب حملہ تھا۔ میں مدافعت نہیں کر سکا۔ لیکن مسہری سے گرنے کے بعد مجھے ہوش تو آ ہی گیا تھا۔ وہ جیسے ہی مجھ پر جھکا میرے دونوں پاؤں اس کے سینے سے جا ٹکے۔ اور وہ جو کوشش کر رہا تھا اس میں ناکام رہا۔ میں نے فوراً ہی پاؤں زور سے جھٹکے۔ اب پتا نہیں وہ آدمی ہی ہلکا پھلکا تھا یا اس وقت غیر اختیاری طور پر میرے پیروں کی قوت بڑھ گئی تھی۔ وہ فضا میں بلند ہو کر میرے سر سے ٹکرایا اور نیچے آ رہا۔ لیکن خود وہ بھی لڑائی بھڑائی کا بہتر ماہر معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ اس نے سنبھلتے ہی ایک بار پھر میری جانب چھلانگ لگا دی۔ غالباً وہ مجھے اٹھنے نہیں دینا چاہتا تھا لیکن اس بار حملے ہی وہ میرے قریب آیا میں نے پہلے جیسی کوشش دوبارہ کر ڈالی اور اس کے سینے پر ایک زوردار لات پڑی۔ بلاشبہ ایسا ہی لگا تھا جیسے میں نے کسی دیوار پر لات ماری ہو۔ اس نے اس بار میرا پاؤں پکڑ کر خود کو گرنے سے روکا اور اچانک ہی گھوم گیا۔ گھومتے ہی اس نے میرے پکڑے ہوئے پاؤں کو میرے رخ کر مجھے اوندھا کر دیا لیکن یہاں بھی میری کوششوں کا دخل نہیں تھا۔ میں اوندھا ہوا لیکن پلٹ کر سیدھا ہو گیا۔ اور فوراً ہی اس پر حملہ کر ڈالا۔ لیکن میرا مدمقابل بھی نو لادی انسان تھا۔ اور مجھے ایک لمحے میں یہ احساس ہو گیا کہ اگر میں نے پوری طرح توجہ نہیں کی تو وہ پیس کر رکھ دے گا مجھے۔ اس نے ایک بار پھر مجھ پر حملہ کیا۔ کھرے ہاتھ کی ضرب اس نے میرے سر پر لگانا چاہی لیکن نہ جانے کس طرح میں نے ہاتھ بلند کر کے اس کی کلائی پر ہاتھ ڈال دیا اور اس کے وزن سے نیچے کی جانب جھکتا چلا گیا۔ لیکن جیسے ہی میں زمین پر گرا وہ میرے سر پر سے اچھل کر ایک بار پھر دیوار سے جا ٹکرایا۔ میں اپنے آپ کو اس کے حملوں سے بچانے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ اور ابھی تک میں نے خود اس پر کوئی حملہ نہیں کیا تھا لیکن وہ کمبخت چھلاوہ تھا اور یہ چھلاوہ دوبار دیوار سے ٹکرا چکا تھا لیکن ہر بار پہلے سے زیادہ مضبوط ہو کر مجھ پر حملہ کر دیتا تھا۔ اس بار وہ پھر بجلی کی سی تیزی سے اٹھا اور اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر میرے سینے پر ٹکر مارنے کی کوشش کی لیکن میری بغل کے درمیان سے گزرتا ہوا سامنے والے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ دروازہ دھڑام سے کھلا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ دروازے سے نکل کر باہر جا پڑا تھا میں پھرتی سے اس کی جانب لپکا۔ اب ضروری تھا کہ میں اپنے طور پر بھی کچھ نہ کچھ عمل کر دوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کی یہ جدوجہد جاری ہی رہتی۔ چنانچہ میں پھرتی سے آگے بڑھا اور میں نے اسے دبوچ لیا۔ مجھے ایسا ہی لگا تھا جیسے میں نے کسی فولادی جسم کو دبوچا ہو۔ لیکن بہرطور میں نے اس کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اس کی گردن پر دونوں ہاتھ ٹکا دیے اور اس کے بعد اسے پوری طرح اپنے قابو میں کر لیا۔ اسی طرح

اسے دبوچتے ہوئے میں اندرونی کمرے میں داخل ہو گیا یعنی اس کمرے میں جس سے نکال کر مجھے لے جایا گیا تھا لیکن اسی کھڑکی سے ایک اور جسم بھی اندر داخل ہو گیا تھا اور اسے دیکھ کر میں ایک لمحے کے لیے سنبھل گیا۔ یہ کیرول تھی جو اب تیز روشنی کرنے کے بعد اس طرح کھڑی تھی جیسے کوئی دلچسپ تماشا دیکھ رہی ہو۔ کیرول آگے بڑھی۔ اس نے میرے قابو میں پھنسے ہوئے نقاب پوش کو دلچسپی سے دیکھا۔ آگے بڑھی دو قدم اور۔ مزید کچھ قدم اور۔ اور اس کے بعد اس نے اس شخص کے چہرے سے نقاب اتار دی۔ اور میری طرف رخ کر کے بولی۔

"اب براہ کرم انہیں چھوڑ دو۔"

اس کا انداز نہایت نرم تھا۔ میں حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔ اس شخص کو چھوڑنے کا نتیجہ جانتا تھا لیکن اب میں نے اچانک ہی اس کے جسم میں جدوجہد ختم ہوتی ہوئی دیکھی تھی۔ بہرحال میں نے چند قدم پیچھے ہٹ کر اسے چھوڑ دیا۔ اور اس شخص کا چہرا میرے سامنے آ گیا۔ وہ تقریباً پینتالیس کی عمر کا آدمی تھا۔ چہرا بڑا جاندار اور تھوڑی میں ایک گہرا خم پڑا ہوا تھا۔ جو قدرتی نہیں تھا بلکہ غالباً کسی زخم کا نتیجہ تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"اور مجھے یقین ہے کہ تم مجھے میری شکل سے نہیں پہچان سکے لیکن اگر میری آواز پہچان سکو تو مجھے خوشی ہوگی۔"

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ غالباً میرے جواب کا انتظار کرتا رہا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"اور میرا نام آرسائن ہے۔ آج تک میری تم سے ٹیلی فون پر گفتگو ہوئی ہے۔ اور اس کے بعد تم اچانک ہی اس سے پہلے کہ ہمارے درمیان معاملات طے ہوتے غائب ہو گئے۔ مجھے علم ہوا کہ تمہیں گرفتار کر لیا گیا ہے اور یوں سمجھو کہ میرے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔ کہو اب تمہیں مسٹر آرسائن یاد آئے؟"

"نہیں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"اس کا بھی شبہ تھا مجھے۔ کیونکہ ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو بہت ہی معمولی سی تھی۔ یوں سمجھو کہ ہم نے ایک دوسرے کی جانب قدم بڑھائے ہی تھے کہ تم سے دوری ہو گئی۔ تاہم میں اس گفتگو کو دہرا لینے میں کوئی ہرج نہیں سمجھتا لیکن جو کچھ ہوا ہے وہ یوں سمجھ لو کہ ہمارے تعارف کے طور پر تھا۔"

مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ کیرول بھی ہنس پڑی۔ اس نے کہا۔

"اور مسٹر آرسائن اسی طرح اپنا تعارف کراتے ہیں لیکن میرا خیال ہے اس دفعہ یہ تعارف انہیں بہت مہنگا پڑا ہے۔"

"نہیں بلکہ میں اسے ایک قیمتی اور شاندار تعارف کہہ سکتا ہوں۔ کیونکہ مجھے پہلی بار ایسا مدمقابل ملا ہے جس نے مجھے بآسانی قابو میں کر لیا اور مڈاسکاٹ کو ایسا ہونا ہی چاہیے تھا۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے ڈیئر کیرول کہ مجھے ایک ایسے ہی ساتھی کی اشد ضرورت تھی۔" میں نے دل ہی دل میں کئی ٹھنڈی سانسیں لیں۔ یہ لیجیے اب یہ نئے ساتھی آ گئے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ حضرت کیا فرماتے ہیں مجھ سے۔ کیرول نے درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"ویسے میرا خیال ہے ڈیئر کیرول۔ اب میں تم لوگوں کے ساتھ صرف ایک ساتھی کی حیثیت سے رہوں گا۔ اور جب مسٹر مڈاسکاٹ مجھ سے یہ بات کہیں گے کہ وہ مجھ سے گفتگو کرنے پر آمادہ ہیں تب ہی ان سے کوئی گفتگو کی جائے گی۔"

"اور یہ نہایت شریفانہ طریقہ ہوتا ہے ڈیڈی۔" کیرول نے کہا۔ "تھوڑی دیر تک ہم ساتھ رہے اور اس کے بعد کیرول نے مجھ سے کہا۔

"اب آپ آرام کیجیے مسٹر۔ بڑا افسوس ناک وقت ہے اور آپ کو اس وقت پریشان کرنے کی معذرت چاہتے ہیں ہم لوگ۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں نے آہستہ سے گردن جھٹکی۔ کیرول کی جانب دیکھا اور پھر ان کی اجازت ملنے پر اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ حالات بُری طرح اُلجھ گئے تھے۔ حالانکہ اس بار صورت حال میری نگاہوں میں واضح تھی۔ یعنی یہ کہ یہاں ہونے والی منشیات کی تجارت کے سلسلے میں مجھے معلومات حاصل کر کے مقامی حکومت کو دینا تھیں۔ اور اس وقت میرا تعلق مسٹر ڈیوڈ مارک سے تھا جو اس مہم کے انچارج تھے۔ مسٹر ڈیوڈ مارک سے ملاقاتوں کا سلسلہ کیسے جاری ہو گا اس کا کوئی علم نہیں تھا۔ بس مجھے اس منشیات کے صحرا میں لا کر چھوڑ دیا گیا تھا اور یہ ہدایت تھی کہ میں مڈاسکاٹ بن کر یہ سارے کام سرانجام دوں۔ حالانکہ اس سلسلے میں مجھے کوئی خاص معلومات بھی حاصل نہیں تھیں اور یہ معلومات حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے مجھے جدوجہد کرنا ہو گی لیکن وہ جو کچھ ہوا تھا وہ بھی بہت عجیب تھا۔ ڈالینا نامی عورت کا میرے ساتھ سلوک ایک حیرت ناک عمل تھا اور میں نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ اس عمل کی وجہ کیا تھی۔ وہ لوگ مجھے کہاں منتقل کرنا چاہتے تھے۔ نقلی ایجنسی کس کا تھا۔ اور اس کے بعد یہ لڑکی جس کا نام کیرول تھا وہاں کیسے پہنچ گئی۔ مجھے کیسے یہاں لایا گیا۔ یہ ساری باتیں بڑی انوکھی تھیں میرے لیے۔ لیکن پھر وہی بات سامنے آ جاتی تھی کہ صورت حال میرے علم میں تو لے آئی گئی تھی اور مجھے یہ اندازہ تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ اب اگر حالات میں کچھ پیچیدگیاں پیدا ہو گئی تھیں تو اس میں کسی کا کوئی قصور نہیں تھا۔ مجھے انہی حالات سے نتائج اخذ کرنا تھے۔ بہرحال رات کو نہ جانے کتنی دیر تک سوچوں میں ڈوبا رہا۔ اور صبح کو خوب سوتا رہا۔ کیرول نے جگایا تھا۔ گھڑی میرے سامنے کر کے مسکرا دی۔ اور میں نے گھڑی کے بجائے اس کی اس مسکراہٹ کو دیکھا۔ دُبلے دُبلے چہرے کے ساتھ یہ مسکراہٹ بڑی دلکش اور جاذب نگاہ محسوس ہو رہی تھی۔ کیرول نے میری آنکھوں پر غور کیا اور اس کے چہرے پر ہلکے سے شرم کے آثار پھیل گئے۔ مجھے اس کا یہ انداز بھی بہت پسند آیا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مس کیرول آپ مجھے گھڑی کیوں دکھا رہی ہیں؟"

"اس لیے کہ اس میں ساڑھے دس بج چکے ہیں۔"

"اس کے باوجود میں گھڑی کی سوئیوں پر نگاہ نہیں دوڑا سکتا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ جو چہرا میں نے جاگنے کے بعد دیکھا ہے وہ میرے لیے اجنبی اور نیا ہے۔"

"میں کیرول ہوں۔"

"آپ کچھ بھی ہیں اس وقت میں آپ کو اپنی پسند سے پکار سکتا ہوں۔"

"کیا کہیں گے آپ مجھ سے؟"

"نہیں۔ کچھ نہیں۔ تھینک یو۔" میں نے کہا اور اُٹھ گیا۔ پھر اس کے بعد میں نے غسل وغیرہ کیا۔ کیرول کہنے لگی۔

"ڈیڈی ناشتا کر کے جا چکے ہیں اور مجھے ہدایت کر گئے ہیں کہ میں تمہارا ہر طرح سے خیال رکھوں۔"

"تو پھر آپ میرا خیال رکھیے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی ہنس پڑی۔

"جی بہتر۔ ناشتا تیار ہے۔" اس نے کہا اور میں بھی ہنس پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتا کر رہے تھے۔ میں نے کیرول سے کہا۔

"آپ نے ابھی ناشتا نہیں کیا مس کیرول؟"

"یہ آداب میزبانی کے خلاف تھا کہ میزبان مہمان سے پہلے ناشتا کرے۔"

"معذرت خواہ ہوں۔ آپ کو انتظار کرنا پڑا۔"

"ہم لوگوں کو شریف لوگوں کی طرح گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ ہمارے انداز میں اگر اکھڑ پن نہ ہو تو پھر ہم اپنے پروفیشن سے متعلق نظر نہیں آتے۔"

"ہمارا پروفیشن کیا ہے؟"

کیرول مجھے عجیب سے انداز میں دیکھنے لگی۔ اس کے بعد اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے میری خاطر مدارت کرتی رہی۔ میں نے پوچھا۔

"مسٹر آرسائن کب واپس آئیں گے؟"

"ڈیڈی بہت زیادہ مصروف رہتے ہیں اور پھر آپ کے مل جانے کے بعد تو انہوں نے اپنی نئی ذمہ داریوں کو بڑی طرح اپنے اُوپر مسلط کر لیا ہے۔ شاید آپ کو یقین نہ آئے کہ صبح پانچ بجے ہی اُٹھ کر میرے پاس آ گئے تھے۔ میری نیند بھی پوری نہیں ہوئی تھی۔ مجھے جگایا اور اس کے بعد نہ جانے کب تک اسی بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ دراصل آپ کے آ جانے سے اور خصوصی طور پر آپ کی جسمانی صلاحیتوں سے وہ بے حد متاثر ہوئے ہیں مسٹر مڈاسکاٹ۔"

"بڑا اُلجھا ہوا معاملہ ہے۔ آپ کو اس بات کا علم ضرور ہو گا۔ مس کیرول کہ میں ایک طویل عرصے تک عجیب و غریب حادثات کا شکار رہا ہوں۔"

"ہاں سنا یہ گیا تھا کہ آپ آر۔ بی سائڈ پہنچ گئے ہیں۔" کیرول نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

"خیر، بہرحال مجھے خوشی ہو گی، اگر میں آپ کی کچھ مدد کر سکوں۔"

"ہاں کچھ وقت ایسا گزرا ہے مجھ پر کہ میں اپنے آپ کو بھی بھول گیا ہوں ڈیئر کیرول، اور میں اپنے آپ کو یاد کرنا چاہتا ہوں۔ یقین کرو مجھے جس جگہ قید کیا گیا تھا، وہاں قید کیے جانے کی وجہ مجھے نہیں معلوم ہو سکی تھی۔ ڈالینا نامی ایک خاتون نے مجھے ریسیو کیا تھا اور اس کے بعد اسی اسٹیمر تک پہنچایا تھا لیکن وہاں سنا یہ گیا کہ کچھ غیر متعلق لوگوں نے مجھے اغوا کر لیا اور وہاں تک پہنچایا گیا۔" کیرول مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"ناشتے سے فراغت حاصل کریں تو ہم اور آپ بیٹھ کر ایک کمرے میں گفتگو کریں گے۔"

"ضرور ضرور!" میں نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اس کمرے میں پہنچ گئے، جس کا ذکر کیرول نے کیا تھا۔ کہنے لگی۔

"مسٹر مڈاسکاٹ! بڑا پُراسرار معاملہ ہے اور آپ یقینی طور پر ذہنی طور سے پوری طرح سیٹ نہیں ہوئے ہوں گے میں ڈیڈی کی ہدایت کے بغیر ہی آپ کو تفصیلی باتیں بتائے دیتی ہوں۔ ہو سکتا ہے آپ کو اپنی یادداشت واپس لانے میں ان باتوں سے مدد ملے۔ میرا مطلب سمجھ رہے ہیں نا آپ۔ میں آپ کے ذہنی بحران میں اضافہ نہیں کرنا چاہتی۔" میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی اور کیرول کہنے لگی۔

"آپ یقینی طور پر ہائی پول سے تو غیر متعلق نہ ہوئے ہوں گے؟"

"ہائی پول؟"

"ہاں، منشیات کی بین الاقوامی تجارت کرنے والی ایک کمپنی۔ آپ اسے کمپنی ہی کہہ سکتے ہیں چونکہ یہ اپنے آپ کو ایک باقاعدہ تجارت کرنے والی کمپنی ہی بتاتی ہے حالانکہ ہائی پول ایک گروہ ہے جس کا ایک سربراہ بھی ہے اور آپ اسی سربراہ کے نائب ہیں۔ اب آپ کو کچھ یاد آ رہا ہے؟"

"کسی حد تک۔"

"ہائی پول کی مقامی ایجنسی سب سے بڑی ایجنسی کہلاتی ہے اور یہاں سے بے شمار ممالک کو سپلائی ہوتی ہے چنانچہ ایک طرح سے اُسے برانچ ہیڈ کوارٹر کی حیثیت دے دی گئی ہے۔"

"مگر مجھے ایک بات پر حیرت ہے مس کیرول کہ میں یہ ساری باتیں کیوں بھول گیا۔"

"ہو سکتا ہے اس دوران آپ پر ذہنی تشدد کیا گیا ہو۔ بہرحال مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میرا خیال ہے میرے ڈیڈی آپ سے ایک معاہدہ کرنا چاہتے ہیں؟"

"اصل میں میں اسی معاہدے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا خواہش مند ہوں ڈیئر کیرول۔" میں نے کسی قدر بے تکلفی سے کہا۔

"شاید اس بات کا علم آپ کو بھی نہ ہو کہ میرے ڈیڈی، میرا مطلب ہے مسٹر آرسائن بھی ہائی پول کے سیکنڈ رہے ہیں اور ہائی پول کا گمنام سربراہ جس کا کوئی نام نہیں ہے، ان پر بہت زیادہ اعتماد کرتا رہا ہے۔ لیکن ایک موقع ایسا آیا جب اس نے میرے ڈیڈی کو انہی کے اپنے ہاتھوں ہلاک کرانے کی کوشش کی۔ غالباً میرے ڈیڈی ان کے کسی مفادات کے لیے نقصان دہ ہو گئے تھے۔ میرے ڈیڈی کو خودکشی کرنے کی ہدایت کی گئی لیکن انہوں نے خودکشی نہیں کی بلکہ اپنے آپ کو ہائی پول کا باغی بنا کر پیش کر دیا اور اب میرے ڈیڈی ہائی پول کے باغی ہیں اور بے شمار لوگوں کو اپنا دشمن بنا چکے ہیں۔ ہم نے اپنا کوئی الگ گروہ نہیں بنایا لیکن ہماری یہ آرزو ہے کہ ہم ہائی پول پر ضرب لگائیں۔ میں اپنے ڈیڈی کے ساتھ مکمل طور پر مصروفِ عمل ہوں اور ڈیڈی اس سلسلے میں بھی آپ کی مدد چاہتے ہیں۔ مسٹر مڈاسکاٹ! شروع میں ہم نے آپ سے کچھ رابطے قائم کیے تھے لیکن بعد میں آپ سے یہ رابطے منقطع ہو گئے اور ڈیڈی افسردہ ہو گئے۔ انہوں نے اپنی تمام مصروفیات صرف اس لیے ترک کر دیں کہ آپ ان کے ساتھی نہ بن پائے تھے اور اب جبکہ ہماری معلومات میں ہمیں یہ بتایا کہ آپ واپس آ گئے ہیں اور ان لوگوں کے قبضے میں ہیں تو ہم مصروف ہو گئے۔ درحقیقت ہم دونوں باپ بیٹی ہی اس چھوٹے سے گروہ کے رُکن ہیں ڈیڈی سربراہ ہیں اور میں ان کی نائب۔ باقی کسی تیسرے آدمی کو ہم نے ابھی تک اپنے گروہ میں شامل نہیں کیا۔ اس سلسلے میں ڈیڈی کے کچھ مقاصد ہیں جن کی تکمیل وہ کرنا چاہتے ہیں۔ تیسرے آدمی آپ ہیں جسے ہم اپنے اس گروہ میں شامل کرنا چاہتے ہیں اور ڈیڈی کا کہنا ہے کہ اگر مسٹر مڈاسکاٹ ہمارے گروہ میں شامل ہو گئے تو یوں سمجھ لیں کہ ہائی پول کے مقابلے پر بہترین گروہ تیار ہو گیا۔" میں دلچسپ نگاہوں سے کیرول کو

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دیکھتا رہا تھا پھر میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"گویا آپ بھی اس گروہ کی ممبر ہیں؟"

"ممبر نہیں بلکہ یوں سمجھ لیجیے کہ نائب اور آپ نے دیکھا کہ میں آپ کو کس طرح ان لوگوں کے چنگل سے نکال لائی، جو اپنے آپ کو بہت خطرناک سمجھتے ہیں۔"

"وہ کون لوگ تھے؟"

"آپ یقین کیجیے، میں بالکل نہیں جانتی لیکن آپ کو اس بات پر نہایت حیرت ہوگی کہ ہائی پول نے خود اپنے بے شمار دشمن پھیلا رکھے ہیں، جو اس کے خلاف کام کرتے ہیں اور اس طرح ہائی پول یہ جاننا چاہتا ہے کہ کہاں کہاں اس سے کیا کیا غلطی ہوئی ہے، تاکہ اگر غیروں کے سلسلے میں یہ سب کچھ ہو تو وہ اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے۔ ہو سکتا ہے یہ بھی اس کی کوئی برانچ ہی ہے جس نے یہ کارروائی سرانجام دی ہو۔"

"کیا یہ حیرت ناک بات نہیں ہے؟"

"یقیناً ان لوگوں کے لیے حیرت ناک ہے جو ہائی پول کو گہرائیوں میں جا کر نہیں دیکھتے اور آپ تو مجھے حیرت ہے کہ آپ اس بات سے ناواقف ہیں چونکہ آپ بھی ہائی پول کے سیکنڈ رہے ہیں۔" کیرول نے کہا اور میں نے آنکھیں بند کر لیں۔

بہت کچھ سوچ رہا تھا، بہت کچھ غور کر رہا تھا۔ مسٹر آرسائن خلاف توقع جلدی واپس آ گئے۔ انہوں نے واپس آنے کے بعد کیرول سے کہا۔

"تمہیں یقین نہیں ہوگا، میں لنچ میں تمہارے ساتھ شرکت کر سکتا ہوں، لیکن نہایت افسوس کے ساتھ یہ بتانا پڑتا ہے تمہیں کہ لنچ میں تمہارے ساتھ ہی کروں گا۔"

"اوہ ڈیڈی! اس میں افسوس کی کیا بات ہے۔ آپ یہ بتائیے کہ لنچ میں آپ کیا کھانا پسند کریں گے؟"

"جو تم اپنے معزز مہمان مڈاسکاٹ کو کھلانا پسند کرو گی۔" مسٹر آرسائن نے جواب دیا اور کیرول مسکرا دی۔

"ہاں تو مسٹر مڈاسکاٹ! یقینی طور پر آپ نے اس دوران کیرول سے بہت سی کام کی باتیں معلوم کر لی ہوں گی۔ اس کے بعد کی جو گفتگو ہے، وہ میں آپ سے کرنا چاہتا ہوں، بشرطیکہ آپ کی اجازت ہو۔"

"کیوں نہیں مسٹر آرسائن! میں خود بھی آپ سے اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے بے چین ہوں۔" میں نے کہا۔

مسٹر آرسائن کچھ دیر سوچتے رہے پھر انہوں نے ایک گہری سانس لے کر میری طرف دیکھا اور آہستہ سے بولے۔

"مائی ڈیئر مڈاسکاٹ! مجھے یقینی طور پر یہ سن کر حیرت ہوگی کہ میں خود بھی طویل عرصے تک ہائی پول کا ایک اہم رکن رہا ہوں بلکہ یوں سمجھ لو کہ ہائی پول میں مقامی طور پر میرا غایاں کردار رہا ہے، لیکن ایک موقع ایسا آیا جب ہائی پول کے سربراہ نے میری موت کا سامان کر دیا اور میری موت کا پروانہ مجھے دے دیا گیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں خودکشی کر لوں یہ میرے ساتھ شدید ناانصافی تھی اور میں نے اس ناانصافی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ نتیجے میں مجھے ہائی پول کا باغی ہی بننا پڑا اور جب میں باغی بنا تو میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ اب دو عمل ہونے چاہئیں۔ یا تو ہائی پول کو مقامی طور پر بالکل جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے یا پھر اس سے اپنا معاوضہ وصول کیا جائے۔ میں نے اس سلسلے میں گروہ نہیں بنایا بلکہ اپنے طور پر کام کرتا رہا اور بہت سی معلومات کا ذخیرہ اکٹھا کر لیا اور مسٹر مڈاسکاٹ! میں نے اسی سلسلے میں آپ سے رابطے قائم کرنا چاہے تھے۔"

"مجھ سے کیوں مسٹر آرسائن، یہ بتانا پسند کریں گے آپ؟"

میرے اس سوال پر آرسائن چونک پڑا۔ دیر تک سوچتا رہا اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"دیکھیں مسٹر مڈاسکاٹ! کوئی بھی کام جو نیک نیتی سے شروع کیا جائے، اس میں بددیانتی کسی طور مناسب نہیں ہوتی، بلکہ جس کا آغاز بددیانتی سے ہو، وہ کام پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ پاتا۔ پہلے گفتگو کرتے میں نے احتیاط کی تھی لیکن آپ کے اس ذہانت آمیز سوال نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں حقیقتوں کو آپ پر منکشف کر دوں۔"

"یعنی اس کے پس پردہ بھی کوئی اور حقیقت ہے؟"

"ہاں، جن حالات سے میں گزر رہا ہوں، اس میں آپ مجھے اس چھوٹے سے جھوٹ پر معاف کر دیں گے۔"

"ہاں جھوٹ۔"

"وہ کیا مسٹر آرسائن؟"

"وہ یہ مائی ڈیئر مسٹر مڈاسکاٹ یا پھر کوئی نامعلوم مجھے، درحقیقت یہ علم ہے کہ آپ مڈاسکاٹ نہیں ہیں۔" میرے سنسنی ہن کو ایک شدید جھٹکا سا لگا تھا۔ میں حیران نگاہوں سے آرسائن کو دیکھنے لگا۔ آرسائن نے کہا۔

"ہاں آپ مڈاسکاٹ نہیں ہیں۔"

"نہ جانے آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"وہ کہہ رہا ہوں جو ایک حقیقت ہے اور یہ چاہتا ہوں کہ مجھ پر اعتماد کیا جائے۔"

"آپ کی باتیں کسی قدر مضحکہ خیز ہو گئی ہیں مسٹر آرسائن۔"

"ہاں مجھے خود اس کا احساس ہے، لیکن یوں سمجھ لو کہ اچانک ہی میں اپنے دل کے سارے دروازے کھولنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ کیا یہ حقیقت نہیں، میرے دوست کہ تم مڈاسکاٹ نہیں ہو۔"

"اگر میں مڈاسکاٹ نہیں ہوں تو کیا ہوں پھر؟"

"ایک غیر ملکی ایجنٹ، جسے ہائی پول کے لیے طلب کیا گیا ہے۔" آرسائن نے جواب دیا۔

درحقیقت وہ میرے اوپر ضرب پر ضرب لگائے جا رہا تھا اور میں ایک لمحے کے لیے اعصابی طور پر معطل ہو گیا تھا۔ اسے کیسے معلوم کہ میں مڈاسکاٹ نہیں ہوں اور اگر اسے یہ بات معلوم ہے پھر اس کا مجھ تک پہنچنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اس نے کہا۔

"اب تک جو کہانی میں نے آپ کو سنائی، اس کا ایک حصہ بالکل درست ہے، یعنی میں ہائی پول کا ایجنٹ رہ چکا ہوں اور ہائی پول کے نامعلوم سربراہ نے میرے ساتھ وہی سلوک کیا، جو میں نے آپ کو بتایا۔ اس کے بعد سے مسلسل میں ان کوششوں میں مصروف رہا کہ ہائی پول پر کاری ضربیں لگا سکوں۔ اپنے طور پر میں نے ایک دو کوششیں بھی کیں، لیکن بہت بڑی کامیابی حاصل نہیں کر سکا اور اسی دوران مجھے اس پروگرام کا پتا چلا جو مقامی حکومت نے ہائی پول کے خلاف شروع کیا ہے۔ آپ کو آپ کے کسی ملک سے طلب کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آپ کو مڈاسکاٹ کی حیثیت دے کر بھیجا گیا ہے جبکہ مڈاسکاٹ آر۔بی سائنڈ میں زندہ یا مردہ موجود ہے۔"

"آپ کی ان معلومات کا ذریعہ کیا ہے مسٹر آرسائن؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"براہ کرم۔ براہ کرم! مجھے اس حد تک مجبور نہ کرو۔ بس میں یہ جانتا ہوں کہ یہ ایک سچ ہے، ایک بالکل سچ اور اور حقیقت بھی یہ ہے مسٹر، نامعلوم کہ میں آپ کی طرف سے خاصی معلومات حاصل کرنے میں مصروف تھا جس شخص کو مڈاسکاٹ کی حیثیت سے یہاں بھیجا گیا ہے، وہ معمولی انسان نہیں ہوگا۔ آپ ہائی پول کے خلاف کام کرنا چاہتے ہیں، مقامی حکومت کے لیے اپنی حکومت کے اشارے پر یوں سمجھ لیجیے کہ میں آپ کے ان بہترین ساتھیوں میں سے ایک ہوں جو اس سلسلے میں آپ کی مدد کر سکتے ہیں۔ اور اب یہ فیصلہ آپ پر منحصر ہے مسٹر نامعلوم کہ آپ کس طرح سے تعاون کرتے ہیں۔ اگر نہیں بھی کرتے تو اس کی وجہ بھی جاننا چاہوں گا۔ بے اعتمادی یا اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی کوئی کوشش، میری گزارش ہے کہ فیصلہ میرے حق میں کریں۔ میں ہائی پول سے اپنے مفادات حاصل کروں گا اور آپ ہائی پول کو جڑ سے مٹانے کے لیے مقامی حکومت کی جو مدد کرنا چاہتے ہیں، وہ کیجیے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ آپ کو ایک نعمت کا معاوضہ ملا ہے اور مجھ سے زیادہ اس سلسلے میں اور کوئی نہیں جان سکتا۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ فیصلہ آپ ہی کو کرنا ہے۔" ایک بار پھر کیرول کی مداخلت نے ہمارے درمیان گفتگو ختم کر دی۔ وہ جھنجلائے ہوئے سے انداز میں آ بیٹھی تھی۔

"اور یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ میں ان معاملات سے بالکل بے تعلق رکھی جاؤں۔ مجھے بتانا ہے آپ کو کہ آپ لوگ کیا گفتگو کر رہے ہیں؟"

"ڈیئر کیرول! بس یوں سمجھ لو کہ میں نے اپنا تمام مقصد مسٹر مڈاسکاٹ یا ان کے میک اپ میں جو صاحب بھی ہیں انہیں بتا دیا ہے۔" کیرول سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"اور آپ نے یہ بات تسلیم کر لی کہ آپ مڈاسکاٹ نہیں ہیں؟"

"آپ لوگ بڑی عجیب و غریب گفتگو کر رہے ہیں، جو میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ مجھے فیصلہ کرنا ہوگا کہ میں یہاں آپ لوگوں کے ساتھ رہ بھی سکتا ہوں یا نہیں۔" دونوں کے چہرے بجھ گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی صورت دیکھی اور پھر مسٹر آرسائن نے کہا۔

"ہاں کیرول! انہیں یہ فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے۔" کیرول بھی خاموش ہو گئی۔

کھانا کھایا گیا، لیکن دونوں کسی قدر افسردہ سے ہو گئے تھے۔ آخر میں آرسائن نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میں جا رہا ہوں کیرول! بہرحال ہمارے معزز مہمان کو فیصلہ کرنے کا حق ہے اور اس سلسلے میں جب تک یہ خود نہیں کہیں گے کہ انہوں نے کوئی فیصلہ کر لیا ہے ہم ان سے کچھ نہیں کہیں گے۔ ہاں ان کی خاطر مدارت میں کوئی کمی نہ رکھی جائے اور مائی ڈیئر نامعلوم! اب اگر آپ یہ فیصلہ ہمارے حق میں نہ کر پائے تو کیرول سے کہہ دیں، وہ آپ کو یہاں سے واپسی کے لیے تمام آسائشیں مہیا کر دے گی۔ جہاں بھی آپ پسند کریں۔ آپ یقین کریں کہ بعد میں ہم آپ کا پیچھا نہیں کریں گے۔ یہ تو

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ایک دوستانہ کوشش تھی، جو میں کرنا ہی تھی۔ اس کے بعد فیصلہ آپ پر تھا۔" میں خاموش رہا۔ شام تک خاموش رہا، رات تک خاموش رہا۔ فیصلہ مجھے کرنا تھا۔ کیا غلط تو نہیں بہت کیا تھا اس سلسلے میں اور ہر طرح سے اس شخص کو اپنے لیے کارآمد پایا تھا۔ بشرطیکہ یہ سچ بول رہا ہو لیکن اصل فیصلہ تو کیرول کو کرنا تھا چونکہ اس کی مسکراہٹ بے حد خوبصورت تھی اور اس کی مسکراہٹ ہی ہر فیصلہ کرنے کے لیے انسان کو آمادہ کر سکتی تھی۔ مسٹر آرسائن غالباً رات کو بھی معروف رہے۔ کیرول نے میرے ساتھ رات کا کھانا کھایا اور اس کے بعد کہنے لگی۔

"آپ بوریت تو محسوس کر رہے ہوں گے مسٹر! اب تو آپ کو ڈاسکاٹ کہتے ہوئے عجیب لگتا ہے۔"

"آپ مجھے مسٹر شاہ کہہ سکتی ہیں۔" میں نے کہا، اور اس کا چہرہ ایک دم کھل اٹھا۔

"اس کا مقصد ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو ڈاسکاٹ تسلیم نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے؟"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اور اگر یہ فیصلہ کر لیا ہے آپ نے تو یقینی طور پر یہ فیصلہ ہمارے حق میں بھی ہو سکتا ہے۔ اس بات کو تسلیم کر لینا کہ آپ مسٹر ڈاسکاٹ نہیں ہیں، اس کا اظہار کرتا ہے کہ ہمارے سلسلے میں آپ نرم ہو گئے ہیں۔"

میں نے مسکراتی نگاہوں سے کیرول کو دیکھا، دیکھتا رہا اور کیرول نے میری نگاہوں کا مفہوم سمجھ لیا۔ اس کے چہرے پر حیا پایا ہوا انداز بتاتا تھا کہ وہ اس مفہوم کی ادائیگی کے لیے تیار ہے اور جب اس نے اس مفہوم کی ادائیگی کر دی تو پھر بھلا اس بات کی کیا گنجائش تھی کہ فیصلہ ان کے حق میں نہ ہوتا۔ فیصلہ کرانے والی تو خود کیرول تھی اور کیرول نے اس سلسلے میں جو فیصلہ کیا تھا، میں اس سے انحراف کیسے کر سکتا تھا۔

صبح کے ناشتے پر میری کیفیت بدلی ہوئی تھی اور کیرول کی کیفیت مجھ سے مختلف تھی۔ اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں اور اب اس کے انداز میں ایک بہت ہی نمایاں تبدیلی نظر آ رہی تھی۔ جسے پتا نہیں مسٹر آرسائن نے محسوس کر لیا یا نہیں یا اگر محسوس کر بھی لیا تو یقینی طور پر نظر انداز کر دیا۔ مسٹر آرسائن کے چہرے پر البتہ وہی افسردگی طاری تھی۔ کہنے لگے۔

"ہاں مسٹر نامعلوم! تو پھر آپ نے کیا فیصلہ کیا؟"

کیرول جلدی سے بول پڑی۔

"آپ انہیں مسٹر شاہ کہہ کر پکار سکتے ہیں ڈیڈی۔"

"کیا آواز آرسائن کی کیفیت بھی مختلف نہیں ہوئی تھی؟"

"ہاں، یہ مسٹر شاہ ہیں۔"

"اس کا مقصد ہے کہ انہوں نے ۔۔۔ انہوں نے ۔۔۔ اوہ گاڈ۔ کیرول ڈیری گاڈ، ڈیری گاڈ۔ مجھے تمہاری صلاحیتوں پر بے پناہ اعتماد ہے۔ یقینی طور پر تم نے ہمارے معزز مہمان کو ہمارے حق میں کچھ نہ کچھ آمادہ کر لیا ہے۔"

میں ہنس پڑا۔ ان لوگوں کی یہی ایک خوبی ہے کہ یہ ہر ایک کی انفرادی کوششوں کو سراہتے ہیں۔ اور کیرول کا باپ آرسائن، کیرول کو اس کی کاوشوں پر داد دے رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"تو پھر آپ نے اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کیا یا ابھی اس کے لیے مزید وقت درکار ہے؟"

"اپنا نام بتا دینے کا مقصد یہی ہے مسٹر آرسائن کہ میں نے آپ لوگوں کے ساتھ تعاون کا فیصلہ کر لیا ہے۔" آرسائن خوشی سے نہال اٹھا۔ اس کے منہ سے بے ربط الفاظ نکلنے لگے اور اس کے بعد اس نے کہا۔

"اور آپ دیکھیں گے مسٹر شاہ کہ آپ کو آپ کا مقصد حاصل کرنے کے لیے مجھ سے زیادہ معاون اور کوئی نہیں ملے گا۔ گویا یہ بات طے ہوئی کہ ہمارے اور آپ کے مفادات مشترک ہیں۔ میں ہائی پول سے اپنا معاوضہ وصول کرنا چاہتا ہوں اور اسے فنا کر دینا چاہتا ہوں اور آپ اپنے ملک کی حکومت کے لیے ہائی پول کو تباہ و برباد کر دینے کے خواہش مند ہیں۔ ہم دونوں کا نظریہ ایک ہی ہے، بس ذرا سے معمولات مختلف ہیں۔"

"جی ہاں، میں اس سلسلے میں آپ سے مکمل تعاون کرنے کو تیار ہوں۔"

"میں درحقیقت اپنے آپ کو انتہائی خوش بخت سمجھتا ہوں ڈاسکاٹ کے سلسلے میں آپ جس طرح کی بھی معلومات مجھ سے حاصل کرنا چاہیں گے، میں آپ کو فراہم کر دوں گا۔ آپ مطمئن رہیں ڈاسکاٹ ابھی طویل عرصے تک اپنے ساتھیوں میں واپس نہیں پہنچ سکے گا اور اس دوران ہم بہت سی کارروائیاں کر سکتے ہیں۔ آپ چاہیں تو ڈاسکاٹ رہ کر ہی ان کے لیے عمل کر سکتے ہیں تھوڑی سی تفصیلات میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں کیرول کی موجودگی میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ بھی ان تفصیلات سے اتنی ہی واقف ہے جتنا میں۔" میں پوری دلچسپی کے ساتھ مسٹر آرسائن کی بتائی ہوئی تفصیلات سننے کے لیے تیار ہو گیا۔ مسٹر آرسائن نے کہا۔

"اسکوبرل نامی ایک گروہ یہاں مصروف عمل ہے۔ اسکوبرل

کی منشیات کی تجارت کرتا ہے اور ہائی پول کے مقابلے میں بہت ہی چھوٹا گروہ ہے لیکن اسے پائی پول کی حمایت حاصل ہے چونکہ وہ چھوٹے موٹے کام کرتا ہے اور جب بھی ہائی پول کو اس کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اسے استعمال کر لیتا ہے۔ اس گروہ کے سربراہ مسٹر اسکوبرل ہیں۔ مسٹر اسکوبرل ایک تیز طرار اور بہت چالاک آدمی ہیں۔ بڑی ذہانت سے اپنا کام کرتے ہیں اور چونکہ ان کی پشت پر ہائی پول کا ہاتھ ہے اس لیے خود آزادی سے بھی کام کر لیا کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک چھوٹا سا گروہ بنا رکھا ہے اور وہ کبھی بھی ہائی پول کے ماتحت نہیں کام کرتا، لیکن ہائی پول کی اس پر مسلسل نگاہ ہے اور جہاں بھی مسٹر اسکوبرل اپنی سرحد کے خلاف کوئی عمل کرتے ہیں، ہائی پول ان کی سرکوبی کر دیتا ہے۔ ایسے کئی واقعات ہوئے ہیں، جن کی بنا پر پچھلے دنوں مسٹر اسکوبرل، ہائی پول سے منحرف ہو چکے ہیں لیکن ظاہر ہے وہ ہائی پول کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اب ایسا بھی ہوتا ہے جگہ جگہ کہ ہائی پول، مسٹر اسکوبرل کے مفادات کو نقصان پہنچا دیتا ہے گویا ایک طرح سے دونوں گروہوں کے درمیان دشمنی ہے لیکن درحقیقت یہ ایک ڈراما ہے اور ان کی حیثیت یہ ہے کہ مسٹر اسکوبرل، ہائی پول کے مقامی سربراہ ہیں اور اس پورے علاقے کو کنٹرول کرتے ہیں۔"

میں نے سنسنی خیز نگاہوں سے مسٹر آرسائن کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کی معلومات ناقابل یقین ہیں مسٹر آرسائن، حقیقت یہ ہے کہ آپ نے ۔۔۔ آپ نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔"

"ایسے معاملات پیچ در پیچ چلتے ہیں اور معمولی منصوبہ بندیاں نہیں ہوتیں اس کے سلسلے میں لیکن ان معاملات کا پتا لگانا بھی ایک اہم ترین کام ہے اور عام لوگ یہ کام نہیں کر سکتے۔"

"جب آپ کو اس بات کا علم ہو گیا کہ اسکوبرل گروہ اور مسٹر اسکوبرل اس سلسلے میں کام کرتے ہیں تو آپ نے اپنے مفادات اس چھوٹے سے گروہ سے حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟" مسٹر آرسائن مسکرا دیے اور بولے۔

"آپ کا کیا خیال ہے، کیا اسکوبرل نے اپنے اردگرد دیواریں نہ کھڑی کی ہوں گی۔ اس کی اصل شخصیت تو بہرطور ایک حیثیت کی حامل ہے اور ظاہر ہے کہ ضرورت کے وقت وہ بڑے بڑے طریقہ کار اختیار کر سکتا ہے لیکن ڈیئر ڈاسکاٹ تمہارا مسئلہ بالکل مختلف ہے۔ میں ایک بار پھر تمہیں ڈاسکاٹ کہہ کر مخاطب کر رہا ہوں کیونکہ یہ بات بالکل طے ہے کہ اسکوبرل یا ہائی پول تمہاری بے چینی سے منتظر تھی اور ایک بار تم پھر ان کے درمیان جا کر انہیں اپنے شکنجے میں جکڑ سکتے ہو۔ اگر تمہیں اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی معلوم ہو کہ اسکوبرل درحقیقت ہائی پول کا سربراہ ہے تو تم جس طرح کام کر سکتے ہو کوئی دوسرا نہیں کر سکتا، سمجھ رہے ہو نا میری بات، یہ ایک ڈبل گیم ہو جائے گا اور وہ لوگ تم سے فرار نہیں حاصل کر سکیں گے۔"

میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ اب صورتِ حال کافی حد تک میری سمجھ میں آتی جا رہی تھی۔ تب میں نے آہستہ سے کہا۔

"آپ نے واقعی مجھے نہ صرف حیران کر دیا ہے مسٹر آرسائن بلکہ اپنے مقصد کے لیے آمادہ بھی کر لیا ہے۔"

"گڈ! ویری گڈ۔ درحقیقت ۔۔۔ درحقیقت تمہارا کوئی جواب نہیں ہے ڈیئر! واقعی تمہارا کوئی جواب نہیں ہے۔ میں تم سے بے پناہ خوش ہوں۔ یقین کرو اگر یہ سارے کام ہو جائیں تو میری زندگی کا بہت بڑا مقصد پورا ہو جائے۔ اوہ ڈیئر کیرول ہماری تقدیر جاگ اٹھی ہے۔ میں اب میں تمہیں بتاؤں گا کہ تمہارا آئندہ پروگرام کیا ہونا چاہیے۔"

میں نے گردن ہلا دی۔ مسٹر آرسائن تو خوشیوں کا اظہار کرتے رہے۔ کیرول مجھے دیکھ کر مسکراتی رہی۔ ہمارے اور اس کے درمیان مسکراہٹ کا رشتہ قائم ہو چکا تھا۔ چنانچہ جوابی مسکراہٹ بھی ضروری تھی۔

مسٹر آرسائن نے ایک بار پھر ہم سے اجازت طلب کر لی، سمجھ دار آدمی تھے۔ جانتے تھے کہ جو جال انہوں نے پھینکا ہے اس کی رسیاں مضبوط کرنے کے لیے کیرول کی اور میری تنہائی بے حد ضروری ہے اور یہ تنہائی مسلسل چار دن کے لیے مجھے بخش دی گئی۔ کیرول نے میرے پوچھنے پر بتایا کہ مسٹر آرسائن ان تمام ضروری انتظامات کے لیے گئے ہوئے ہیں، جن کے تحت انہیں اپنے کام کا آغاز کرنا ہے۔ کیرول سے بہت سی کام کی باتیں بھی ہوئیں۔ میں نے اس سے کہا۔

"اور یہ گمشدگی کے لمحات کس حساب میں جائیں گے۔ میں ان لوگوں کو کیا بتاؤں گا کہ میں اس دوران کہاں رہا ہوں۔"

کیرول نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ڈاسکاٹ، یہاں ہائی پول کا سیکنڈ ہے اور کسی سیکنڈ سے یہ سوال عام لوگ نہیں کر سکتے سوائے سربراہ کے۔ اس کے علاوہ سیکنڈ کو اپنی پوزیشن بھی تو مضبوط کرنی ہے۔ ان لوگوں کی نشاندہی بھی کرنی ہے، جن کے جنگل میں وہ پھنس گیا تھا۔ تو ابھی تک یہ بات نہیں معلوم

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہو سکی کہ وہ لوگ صحیح معنوں میں کون تھے۔"

"مگر تم وہاں کیسے پہنچ گئی تھیں؟"

"میں ابتدا ہی سے یعنی اس وقت سے جب مجھے — ڈاسکاٹ کی رہائی کا علم ہوا تمہارے پیچھے لگی ہوئی تھی اور وہاں میں نے وہ حیثیت بالکل عارضی طور پر اختیار کی تھی یعنی اگر کوئی میری تلاش شروع کر دیتا تو صاف پتا چل جاتا کہ ایک اجنبی درمیان میں آ گیا ہے۔"

"ویری گڈ — ویری گڈ! مگر ڈیئر کیرول ہمیں اس اندازے میں نہ کرنا پل کے دوسرے ٹھکانوں کا بھی تو پتا لگانا پڑے گا۔"

"وہ تمہارا اپنا کام ہوگا اور یقین کرو کہ میرے ڈیڈی نے مجھے مکمل طور پر اجازت دی ہے کہ میں اس میں تمہارے ساتھ بھرپور تعاون کروں۔"

"تو پھر کیا خیال ہے اس دوران جبکہ مسٹر آرسائن اپنے کاموں میں مصروف ہیں میں کیوں نہ اپنا یہ کام کر لوں؟"

"اور اگر اس سلسلے میں تم ڈیڈی ہی سے بات کرو تو کیا حرج ہے۔ ظاہر ہے تم ان کا کام کر رہے ہو، وہ تمہارا کام ضرور کریں گے۔"

"چلو بات خاصی حد تک درست ہے یعنی مسٹر آرسائن مجھے منشیات کی اس تجارت کے سلسلے میں ضروری معلومات دے سکتے ہیں۔"

"انہیں بتانا چاہیے کیونکہ ان کا مفاد اسی سے وابستہ ہے۔"

"بات ابھی تک میرے ذہن میں الجھی ہوئی ہے۔ یہ نہیں پتا چل رہا ہے مجھے کہ مسٹر آرسائن بیک وقت دونوں کام کس طرح کر سکیں گے۔ ایک طرف تو وہ مجھے اسکوبرل کی راہ پر لگانا چاہتے ہیں اور دوسری طرف وہ ان سے اپنا مفاد بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ایسی حالت میں دونوں کام ایک ساتھ کیسے جاری رہ سکیں گے؟"

"اس کی صحیح نشاندہی ڈیڈی ہی کر سکیں گے، میرا خیال ہے انہیں واپس آ جانا چاہیے۔"

اور کیرول کا خیال بالکل درست تھا۔ اسی رات مسٹر آرسائن واپس آ گئے تھے۔ مسٹر آرسائن کے چہرے پر تھکن کے آثار تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کوئی بہت لمبا سفر کر کے واپس آ رہے ہیں۔ ہم لوگوں سے وہ بڑے پُراخلاق انداز میں ملے۔ مجھ سے پوچھا۔

"کہیے مسٹر شاہ! کسی قسم کی کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی آپ کو اس قیام گاہ میں؟"

"نہیں، میں بالکل مطمئن ہوں۔"

"درحقیقت اس دوران میں بہت سے ایسے کام کرتا رہا ہوں جنہیں معاوضے کے طور پر آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔"

"معاوضہ؟"

"ہاں، میں نے وہ مختصر راستے اختیار کیے ہیں جنہیں کارآمد کہا جا سکتا ہے اور یقینی طور پر آپ میری کارکردگی سے بڑی خوشی محسوس کریں گے۔"

"تفصیل جاننا چاہتا ہوں مسٹر آرسائن۔"

"اٹھارہ پوائنٹس ہیں یہاں منشیات کی سپلائی کے لیے اور ان اٹھارہ پوائنٹس سے دنیا کے مختلف گوشوں کو منشیات کی منظم انداز میں سپلائی کی جاتی ہے۔ جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کہ مجھے لگا کہ وہ اسکوبرل بظاہر چھوٹے کام کرتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسکوبرل ان تمام اشیاء کو پیکنگ کراتا ہے جنہیں بیرونی ممالک بھیجنا ہوتا ہے اور پھر نہایت ذہانت کے ساتھ ان اشیاء کو سرحدوں پر منتقل کر دیا جاتا ہے۔ مقامی حکومت ان ذرائع کو تلاش کرتی رہ جاتی ہے جس سے مال کی ترسیل ہوتی ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ وہ مال باقاعدہ سرحد سے نکالا جاتا ہے اور دوسرے ملکوں کی سرحدوں میں داخل ہونے کے بعد اسے وہاں سے ایکسپورٹ کیا جاتا ہے۔ بہت اعلیٰ پیمانے پر یہ کام چل رہا ہے اور ان اٹھارہ پوائنٹس کو میں پوری تفصیل کے ساتھ ترتیب دے کر لے آیا ہوں، یعنی اب اگر آپ رپورٹ کے طور پر کسی کو یہ بتانا چاہیں کہ منشیات کی سپلائی کہاں سے ہوتی ہے اور کس کس جگہ سے حکومت اگر کوشش کرے تو منشیات کو پکڑ سکتی ہے تو آپ کو اس سلسلے میں بالکل دقت نہیں ہوگی۔ میں درحقیقت کوئی ایسا ہی کام کرنا چاہتا تھا جس سے آپ بھی مطمئن ہو جائیں مسٹر شاہ اور میرا کام کرنے میں زیادہ آسانی فراہم کر سکیں۔"

میں نے حیرانی سے آرسائن کو دیکھا اور بولا۔ "آپ نے بلاشبہ نہایت حیرت انگیز انکشاف کیا ہے مسٹر آرسائن! یہ تمام اطلاعات آپ حکومت کو کیوں نہیں دیتے؟ اس کے عوض آپ کو بہت کچھ ملے گا۔"

"نہیں! اگر میں حکومت کو یہ اطلاعات دے دوں تو اسکوبرل فرار ہو جائے گا اور میں اپنے اصل دشمن پر ہاتھ نہیں ڈال سکوں گا۔"

"تو پھر اس سلسلے میں میرے لیے یہ کاوشیں کیوں کر رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ اسکوبرل کو تم ہی کنٹرول کرو گے۔"

"اوہ، کیسے؟"

"میں تمہیں اس کا طریقہ بتا سکتا ہوں۔"

"کیا؟"

"تمہیں منظر عام پر آ جانا ہوگا اور منظر عام پر آنے کے بعد یقینی طور وہ لوگ خود تمہاری جانب لپکیں گے۔ ہو سکتا ہے میڈم ڈالینا سب سے پہلے تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں اور جب وہ یہ رابطہ قائم کر کے تم سے ملیں تو تم اس سلسلے میں اسکوبرل کا نام لے سکتے ہو کہ تمہیں اسکوبرل نے افیون کیا تھا۔ تم بتا سکتے ہو کہ تمہیں ایسے شواہد ملے ہیں، اس طرح ہو سکتا ہے اسکوبرل براہ راست تمہاری جانب متوجہ ہو جائے اور تم سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ اس نے ایسا کب کیا اور تمہیں اس کے شبہات کیسے ہوئے؟ سمجھ رہے ہو، نا میری بات؟"

میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ یہ شخص جو کچھ بھی تھا لیکن بہترین پلانر تھا اور اس کے بتائے ہوئے پلان کافی خطرناک ہوا کرتے تھے۔ مجھے اس سے مکمل طور پر اتفاق تھا۔ میں نے کہا۔

"تو اب آپ نے میرے لیے کیا سوچا ہے؟"

"پہلے اپنا کام دیکھ لیجیے اس کے بعد میرے کام کے بارے میں فیصلہ کیجیے۔"

"میرے پاس ایک مائیکرو فلم ہے جس میں ان اٹھارہ پوائنٹس کی تفصیل موجود ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ان کی نقل و حرکت کا اندازہ بھی۔ درحقیقت اگر یہ ساری باتیں حکومت کو معلوم ہو جائیں تو ان اٹھارہ پوائنٹس کو فوری طور پر چیک کیا جا سکتا ہے اور اگر اعلیٰ پیمانے پر کارروائی ہو تو ان لوگوں کو گرفتار بھی کیا جا سکتا ہے لیکن ایک بات میں بتا دوں، اسکوبرل بچ جائے گا۔ دراصل میں اسکوبرل پر ہاتھ ڈالنا ہی سب سے اہم مسئلہ ہے۔"

میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ اس کے بعد مسٹر آرسائن نے ایک چھوٹے پروجیکٹر پر مجھے وہ مائیکرو فلم دکھانے کا بندوبست کیا۔ اس سلسلے میں ان کی معاون کیرول تھی۔ میں نے ان تمام پوائنٹس کو ذہن نشین کیا۔ اپنے طور پر ان کے سلسلے میں نوٹس لیتا رہا اور پھر پوری فلم ختم ہو جانے کے بعد مسٹر آرسائن نے اسے پروجیکٹر سے نکالا۔ اس کے ڈبے میں پیک کیا اور نہایت احترام کے ساتھ مجھے پیش کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے اپنے خلوص کا اظہار کر دیا ہے اور اس کے بعد آپ کے خلوص کا منتظر ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ! کیا میں اس سلسلے میں پہلے سے گوشش کر سکتا ہوں مسٹر آرسائن؟"

"نہ کریں تو میرے حق میں بہتر ہوگا لیکن اگر آپ کرنا چاہیں تو میں آپ کو روکوں گا نہیں، البتہ اس بات کے امکانات پیدا ہو جائیں گے کہ اسکوبرل نکل جائے کیونکہ حکومت جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کوئی ایسا عمل بھی کر سکتی ہے کہ اسکوبرل کو حقیقت کا پتا چل جائے۔"

میں نے مسٹر آرسائن کے خلوص پر یقین کیا اور یہ فلم رول انہیں واپس دیتے ہوئے کہا۔

"تب پھر ہم اس کا تبادلہ اسی وقت کریں گے جب میں آپ کے کام کی تکمیل کر دوں۔"

"نہیں، یہ آپ کی توہین ہے اور میں اس توہین کو برداشت نہیں کر سکوں گا۔ یہ آپ اپنے پاس محفوظ رکھیے، میرا کام تقریباً ختم ہے اور اس کے بعد یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ میرا کام کریں، ویسے اصولی طور پر اگر آپ حکومت کو یہ حملے مضبوط بنیادوں پر دینا چاہتے ہیں تو پھر اسکوبرل کی صحیح نشاندہی بھی آپ کو کرنا ہوگی اور اس کے گرد ایسا جال بننا ہوگا کہ وہ بھی نہ نکل سکے۔ گویا آپ مقامی سربراہ سمیت یہ ساری تفصیلات حکومت کو فراہم کریں گے اور اصل میں یہی مکمل کام ہوگا ورنہ اسکوبرل اپنے طور پر فوراً ہی دوسرے اڈے بنا سکتا ہے۔"

بات سمجھ میں آ رہی تھی اور اس طرح مسٹر آرسائن کی ذہانت بھی مجھے تسلیم کرنا پڑی تھی۔ میں نے ان سے اس بات پر آمادگی کا اظہار کر دیا اور اس دن آدھی رات تک اپنے اگلے اقدامات کے بارے میں غور کرتے رہے۔ آدھی رات کے بعد جب مسٹر آرسائن سونے کے لیے اپنے کمرے میں چلے گئے اور کیرول کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ مسٹر آرسائن گہری نیند سو گئے ہیں تو وہ میرے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی اور مدھم روشنی میں میں نے اس کے حسین سراپے کو دیکھ کر بڑے مسرت انداز میں گردن ہلائی۔

"جاگ رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"کیوں؟"

"تمہارے لیے۔" میں نے کہا اور وہ احمق بن گئی۔ ایسے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

الفاظ سے عورتیں عموماً احمق بن جاتی ہیں خواہ ان کی سطح کچھ بھی ہو۔ دوسری صبح مسٹر آرسائن نے مجھے آخری بریفنگ دی۔

"تمہاری ابتداء آرسین آٹوز سے ہونی چاہیئے۔"

"یہ کون سی جگہ ہے؟"

"انہی پوائنٹس میں سے ایک، جہاں سے تمہارا رابطہ ہائی پول سے ہو سکتا ہے۔ میری بتائی ہوئی باتیں پوری طرح ذہن نشین کر لو، تمہیں ان لوگوں کے ساتھ سخت روی سے پیش آنا ہوگا کیونکہ تم سیکنڈ کی حیثیت رکھتے ہو۔"

مسٹر آرسائن سے کافی قیمتی معلومات حاصل ہوئی تھیں اور جب مجھے عمل کرنا تھا، کیرول نے کہا۔

"آپ تیار ہیں مسٹر شاہ؟"

"ہاں کیرول۔"

"اور آپ کی واپسی؟"

"اس کے بارے میں کچھ کہا جا سکتا ہے کیا؟"

"میں بے چین رہوں گی۔"

"کیوں؟"

"یہ سوال پوچھنا چاہیئے آپ کو۔" اس نے شکایتی لہجے میں کہا۔ اور میں نے اعتراف کیا کہ مجھے یہ سوال نہیں پوچھنا چاہیئے۔

میں نے یہ سوال نہیں پوچھا اور وہاں سے نکل آیا۔ کیونکہ اب کام کا موڈ بن گیا تھا اور کام کے اوقات ایسی فضول باتوں کے لیے نہیں ہوتے۔ دنیا کے ہر خطے کی عورت دنیا کے ہر خطے میں ایسی ہی باتیں کرتی ہے اور یہ باتیں ہر وقت کے لیے نہیں ہوتیں۔

سب سے پہلی جگہ مجھے آرسین آٹوز ہی نظر آئی تھی۔ بڑے سے شوروم میں بیش قیمت گاڑیاں سجی ہوئی تھیں۔ اندر داخل ہوا تو ریسپشن پر ایک بدحواس سی لڑکی نظر آئی یا تو اس کی شکل ہی ایسی تھی یا پھر وہ مجھے دیکھ کر بدحواس ہو گئی تھی۔

"یس ۔۔۔ یس سر!" اس نے کہا۔

"مجھے جانتی ہو؟" میں نے غرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"یس ۔۔۔ یس سر!" اس نے بالکل سچ کے سے انداز میں کہا۔

"تو پھر تمہیں جاننا چاہیئے کہ تمہیں کیا کرنا ہے؟"

"یس ۔۔۔ یس سر!" اس نے جلدی سے انٹر کام کا بٹن دبا دیا اور پھر بولی "مسٹر اسکاٹ سر ۔۔۔ او کے سر!"

وہ جلدی سے کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل آئی پھر اس نے میری رہنمائی ایک کیبن تک کی۔ یہاں ایک موٹے، بھدے مگر قیمتی سوٹ میں ملبوس شخص نے مجھے خوش آمدید کہا۔

"میں نے کیبن سے آپ کو داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا سر اور فوراً اطلاع دے دی تھی۔ ہم نے ایسا نظام قائم کر رکھا ہے، جس کی مدد سے ہم آرسین آٹوز میں داخل ہونے والے ہر شخص کو دیکھ لیا کرتے ہیں۔"

میں کوئی جواب دیے بغیر ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ اس نے میرے لیے اورنج جوس منگایا اور میں اس کی چسکیاں لینے لگا پھر جوس ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ کیبن کا دروازہ کھول کر ڈالینا اندر داخل ہو گئی۔ اس کے چہرے پر کسی قدر پریشانی کے آثار تھے۔

"او! مسٹر اسکاٹ، خیریت سے تو ہیں ناں؟"

میں خاموشی سے اسے گھورنے لگا تو اس نے جلدی سے کہا۔

"لاپرواہی کرنے والوں کو بدترین سزا دی گئی ہے، آیئے بیٹھیں۔"

میں خاموشی سے اٹھ کر کھڑا ہوا تھا، راستے میں اس نے کہا۔

"آپ نے ان لوگوں کے بارے میں اندازہ تو لگایا ہوگا؟"

"تمہیں جواب دینا ہے۔"

"ہم تحقیقات کر رہے ہیں سر۔"

"اسکوبرل ڈیئر نے آہستہ سے کہا۔"

"یہیں شبہ تھا؟"

"کیوں؟"

"چیونٹی کے پر نکل آتے ہیں، وہ پرواز بلند کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، ضرورت سے زیادہ بولنا خطرناک ہو سکتا تھا چنانچہ میں خاموش رہا۔ کار ایک عمارت میں داخل ہو گئی اور مجھے اندرونی کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد مجھے ٹرانسمیٹر پر کال کیا گیا جس کی اطلاع ڈالینا نے مجھے دی تھی۔

"سر!" اس نے کہا۔

"ہوں، کیا بات ہے؟"

"باس آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"کہاں؟"

"ٹرانسمیٹر پر۔" اس نے جواب دیا۔ میں اٹھ کھڑا ہوا اور پھر ایک شاندار ٹرانسمیٹر پر مجھے باس سے گفتگو کرتے پہنچا دیا گیا۔ ٹرانسمیٹر سے ایک بھرائی ہوئی آواز آئی۔

"مسٹر اسکاٹ!"

"میں حاضر ہوں باس۔"

"تم خیریت سے ہو؟"

"میری خیریت آج کل خطرے میں رہتی ہے باس۔" میں نے قنوطیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں! مجھے کچھ نااہل لوگوں کو صاف کرنا ہوگا مگر تمہیں اسکوبرل کا شبہ کیسے ہوا؟"

"کچھ ایسے نشانات ملے تھے سر۔"

"انہوں نے تم سے کچھ پوچھا؟"

"ابھی اس کی نوبت نہیں آئی تھی، میں نے ان میں سے دو کو ختم کر دیا اور ان کے درمیان سے نکل آیا۔"

"آرام کرو، اور میری دوسری ہدایت کا انتظار کرو، ویسے میرا خیال ہے کہ ہمیں اسکوبرل کے نام پر دھوکا دیا جا رہا ہے۔ کچھ لوگ میرے اور اسکوبرل کے درمیان تعلقات خراب کرانا چاہتے ہیں، ہمیں ان کا پتا لگانا ہے۔"

"مجھے کیا کرنا ہے؟"

"میرے خیال میں تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ کل شام پانچ بجے ٹوئیڈل پارک آ جانا یقیناً تمہیں سفید سوٹ میں ہونا چاہیئے اور تمہاری شناخت گلاب کی دو کلیاں ہوں گی، کچھ نئے لوگ تم سے ملیں گے۔"

"او کے باس!"

"اور کوئی خاص بات؟"

"نہیں۔"

"آرام کرو۔"

ٹرانسمیٹر بند ہو گیا اور میں وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس کے بعد صرف آرام کرنا تھا کم از کم کل شام پانچ بجے تک مگر اس دوران ٹوئیڈل پارک کے بارے میں معلومات کرنا بھی ضرور تھا تاکہ میں وہاں پہنچ سکوں۔ دماغ میں کھچڑی پک رہی تھی۔ بہت کچھ بہت آسانی سے معلوم ہو گیا تھا۔ اصولی طور پر تو حکومت سے رابطہ قائم کر لینا چاہیئے تھا، مگر دل کہہ رہا تھا کہ یہ جلد بازی ہوگی۔ آرسائن کا کام کرنا بھی ضروری ہے، اس نے میری بہترین مدد کی تھی اور اس کا مطالبہ بھی زیادہ مشکل نہیں تھا۔ طبیعت میں بڑی گھٹن تھی نہ جانے کیوں، دل کچھ بے چین سا تھا، اس کی کوئی وجہ دریافت نہ ہو سکی۔ رات گزر گئی۔ میری خدمت گزاری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی سو دوسرے دن صبح کو ناشتا کیا اور پھر ڈالینا کو طلب کر لیا۔

"کار چاہیئے۔"

"کیوں کہیں جانا ہے مسٹر اسکاٹ؟"

"کار کا کوئی اور مقصد بھی ہوتا ہے؟"

"اوہ نہیں! یہ میری کار کی چابی حاضر ہے۔" اس نے ایک چابی مجھے دے دی۔

میں تیار ہو کر باہر نکل آیا اور پھر وہ سرخ کار لے کر چل پڑا جو اس وقت تنہا کھڑی تھی البتہ کچھ دور جا کر میں نے کار کا بھرپور جائزہ لیا، اس میں ٹیلی فون موجود تھا اور کوئی خاص بات نہیں تھی۔ مجھے ہائیڈل پارک کی تلاش تھی۔ شہر کے سارے پارک تلاش کر لیے مگر کسی کا نام ہائیڈل پارک نہیں تھا۔ بڑی پریشانی ہو گئی۔ پھر ایک خیال دل میں آیا اور میں نے ایک ٹیکسی ڈرائیور کو تاک لیا، شریف آدمی تھا، ایک کرنسی نوٹ نے اس کی شرافت میں مزید اضافہ کر دیا۔

"یس سر! کیا حکم ہے؟"

"ہائیڈل پارک یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"ہائیڈل پارک؟"

"ہاں۔"

"سر! وہ تو یہاں سے دور ہے۔"

"مجھے وہاں جانا ہے۔"

"آپ کو پتا بتا دوں سر؟"

"نہیں، مجھے وہاں لے چلو۔"

"ٹیکسی میں جائیں گے سر؟"

"نہیں، تم آگے چلو میں تمہارا پیچھا کروں گا، تمہیں پورا بل ادا کیا جائے گا۔"

"او کے سر!" اس نے کہا۔

بل میں نے اس کی طلب کردہ رقم کے مطابق پیشگی دے دیا چنانچہ اسے کوئی فکر نہ ہوئی۔ ہائیڈل پارک شہر سے دور ایک ویران پہاڑی علاقہ ثابت ہوا، جہاں چھدرے درختوں اور چٹانوں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے تصدیق کر دی۔ اس کے بعد واپس چلا گیا تھا۔ کچھ دیر وہاں رک کر میں بھی واپس چل پڑا۔

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس دوران میں نے تعاقب کا پورا خیال رکھا تھا۔ واپس آکر میں نے ایک بھٹے سے ریلوے روان کا ٹرنج لیا، جہاں بیٹھ کر میں نے کافی طلب کرلی۔ ویٹر نے آرڈر سرد کر دیا تھا۔ تبھی بھاری بدن کا ایک شخص میرے قریب آگیا۔

"بیٹھ سکتا ہوں؟" اس نے کہا اور میں نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔ میرا نام آرسائن ہے۔" وہ دوبارہ بولا۔

"ہوں، بیٹھو!"

"شکریہ!" وہ بیٹھ گیا۔

"کیا یہاں ملاقات مناسب ہے؟"

"اس وقت ہے۔"

"کیسے؟"

"تم اس عمارت سے نکلے، ہائیڈل پارک گئے، کوئی تمہارے ساتھ نہیں تھا سوائے میرے۔"

"تم تھے۔"

"ہاں۔"

"میں نے تمہیں نہیں دیکھا مسٹر آرسائن۔"

"یہ میرا ڈرائیور۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں دنگ رہ گیا۔ اسی وقت میں نے دل میں اسے ایک خطرناک آدمی تسلیم کرلیا۔ میرے منہ سے آواز نہیں نکل سکی تھی۔

"انہیں تم پر کوئی شبہ نہیں ہے اور یہ اچھی بات ہے۔"

"کوئی خاص بات؟"

"ہاں! اسکوبرل نیو رنگ اسکاڑیں ہے اور کیرول وہاں اس بوڑھی ملازمہ کے یہاں موجود ہے، جس میں وہ تمہیں رکھ کر آئی تھی۔"

"کیرول میں چونک پڑا۔"

"ایک موقع مل گیا تھا میں نے اس سے فائدہ اٹھا لیا۔"

"ویری گڈ! یہ واقعی برق رفتاری ہے، تم بے حد ذہین انسان ہو۔" میں نے تعریفی لہجے میں کہا۔

"نہیں دوست! یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں ہے، موقع مل گیا تھا اور میں اسے بھی تمہارے قدموں کی برکت سمجھتا ہوں کہ مجھے کامیابی پر کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔ اس ذلیل انسان سے مجھے اپنا حصہ وصول کرنا ہے اور بس تم یہ بتاؤ کوئی ایسی بات تو نہیں جس کے لیے میری ضرورت پیش آئی ہو؟"

"ابھی تک ایسی کوئی بات نہیں ڈیئر مسٹر آرسائن۔"

"تو پھر ٹھیک ہے، یہاں میرا مطلب ہے ہائیڈل پارک کیوں گئے تھے؟"

"شام کو پانچ بجے مجھے یہاں بلایا گیا ہے۔"

"کس نے بلایا ہے؟"

"بس میرے چیف نے اور مجھ سے کوئی اہم گفتگو کی جائے گی۔"

مسٹر آرسائن کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے پھر بولے۔

"چلو پھر ٹھیک ہے، مطلب یہ ہے کہ اب میں نے تمہیں موبائل سے آگاہ کر دیا ہے کیرول بہت زیادہ وقت وہاں نہیں گزارے گی چونکہ وہ خود بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ اسکوبرل بہت چالاک آدمی ہے، تم دیکھو جو بھی صورت حال ہو، میں بھی بہرطور تم پر سے نگاہیں نہیں ہٹا رہا۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے مسٹر آرسائن کہ آپ بے حد ذہین آدمی ہیں لیکن احتیاط بے حد ضروری ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ وقت سے پہلے ہوشیار ہو جائے۔"

"میں احتیاط رکھوں گا اور اب مجھے اجازت دو۔"

کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی، جو باعث تشویش ہوتی۔ میں اٹھا اور باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد بھی میں دیر تک یہاں بیٹھا رہا تھا اور اس کے بعد اپنی رہائش گاہ پر ہی واپس آیا تھا۔

ٹھیک ساڑھے چار بجے میں نے ایک بار پھر اپنی جگہ چھوڑ دی۔ اسی کار کی ہائی میرے پاس موجود تھی۔ پیٹرول ٹینک بھرا ہوا تھا چنانچہ میں تیار ہو کر چل پڑا۔ میں نے کوئی ایسا اہم اہتمام نہیں کیا تھا جس کی بنا پر کسی کو یہ ظاہر ہو کہ میں ذہنی طور پر کسی اور خطرے کے لیے تیار ہوں۔ البتہ میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ کوئی ایسی بات ضرور ہے جو ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی اور یقیناً اس سے مجھے خطرات بھی لاحق ہو سکتے ہیں۔

ہائیڈل پارک کا علاقہ اس وقت کچھ اور زیادہ سنسان ہو گیا تھا۔ میں نے کار روکی، نیچے اترا آیا اور پھر ادھر ادھر دیکھتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ چاروں سنسان اور خاموش تھیں۔ درخت بھی ساکت کھڑے ہوئے تھے، ہوا کا وجود نہیں تھا۔ سارا ماحول پر ایک عجیب سی گھٹن طاری تھی اور احساس اس بات کا اظہار کرتا تھا کہ کچھ ہونے والا ہے لیکن کیا یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔ پانچ بج کر دس منٹ اور پھر پندرہ منٹ ہو گئے۔ تب اچانک میں نے سامنے سے دو افراد کو آتے ہوئے دیکھا۔ لمبے چوڑے جسم کے مالک تھے۔ چہروں پر نقابیں لگی ہوئی تھیں جس سے چہرے عیاں نہیں تھے۔ میں خاموش نگاہوں سے انہیں دیکھتا رہا۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہ میرے قریب آگئے پھر ان دونوں نے گردنیں خم کیں اور اس کے بعد ان میں سے ایک نے کہا۔

"مسٹر شاہ!" یہ الفاظ ہی کافی تھے، اس احساس کے لیے

جو میرے ذہن میں کروٹیں بدل رہا تھا۔ میں سنسنی خیز نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"غلط تو نہیں کہا ہم نے مسٹر ہڈ اسکاٹ۔" دوسرے آدمی نے کہا۔

"تم کون ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ کے خادم، آپ کے ملازم، آپ کے غلام اور اگر آپ کی بات آپ کو بتا دیں تو کچھ وقت لمبے پہلے کچھ ہو جائے گا۔" دوسرے نے کہا اور پھر قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"میں کہتا ہوں تم کون ہو، بہتر ہے بتا دو!"

"بہت شکریہ، بتائے دیتے ہیں۔" انہوں نے کہا اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کے سامنے ہی گردنیں خم کیں۔ انداز نفیس تھا اور مجھے احساس ہو گیا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ پھر دونوں نے ہی اپنی دونوں ٹانگیں میری سمت اچھالی تھیں۔ جواب بھی ایسا دینا چاہتا تھا انہیں کہ انہیں احساس ہو جائے کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں، وہ ان کے حق میں نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے جسم کو بہت معمولی سا پیچھے ہٹا دیا اور دوسرے لمحے ان دونوں کی ٹانگیں میرے گرفت قائم کر لی تھیں جانتا تھا کہ اگر یہ گرفت اتنی مضبوط ہوتی کہ انہوں نے میرے ہی ہاتھ کے بل پر وزن ڈال کر دوسری ٹانگ میرے جبڑے پر استعمال کر ڈالی تو خاصے خطرے کا شکار ہو جاؤں گا۔ انہوں نے وہی سب کچھ کیا تھا یعنی میں نے ان کی ٹانگیں مضبوطی سے پکڑ لی تھیں اور دوسرے لمحے وہ اپنے بدن کو سیدھا کر کے انہی ٹانگوں کے وزن پر کھڑے ہو گئے تھے۔ لیکن انہیں اس کی امید نہیں تھی کہ میں اتنی برق رفتاری کا مظاہرہ کروں گا، جیسے ہی انہوں نے اپنے پیروں پر وزن ڈالا اور میرے ہاتھ کے بل پر آکر مجھ پر ہی حملہ کرنا چاہا، میں نے دونوں کی ٹانگیں چھوڑ دیں اور وہ دونوں درمیان ہی میں نیچے گر پڑے۔ میں آہستہ سے ہنسا اور بڑے سکون سے ان کی جانب دو قدم آگے بڑھائے۔ انہوں نے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر بازی گری کے انداز میں قلابازیاں کھائیں اور سیدھے ہو گئے۔ اس کے بعد وہ مارشل آرٹس کے پینترے دکھانے لگے۔ انہوں نے مختلف انداز میں اپنے ہاتھوں کو اپنے پیروں کو گھمایا اور اس کے بعد اچانک ہی ایک منصوبے کے ساتھ فضا میں بلند ہو کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ اس بار وہ چھتری کی طرح میرے سر کے اوپر چھا گئے تھے اور انہوں نے مجھے اپنی ٹانگوں کی لپیٹ میں لینا چاہا تھا، لیکن میں نے دونوں ہاتھ پیچھے کیے اور فوراً ہی اپنا عضبی جسم زمین سے لگا کر دونوں پاؤں پوری قوت سے اچھال دیے اور کیا ہی شاندار داؤ تھا یہ کہ مجھے خود بھی اس پر فخر محسوس ہوا۔ میرے دونوں پاؤں ان کی کھلی ہوئی ٹانگوں کے درمیان لگے تھے اور پھر چونکہ باقاعدہ ضرب تھی اس لیے وہ فضا میں پرواز کرتے ہوئے کافی فاصلے پر جا کر گرے۔ البتہ ان کی پھرتی بھی قابل داد تھی۔ انہوں نے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر اپنے چہروں کو زمین سے ٹکرانے سے بچایا لیکن جو ضرب انہیں لگی تھی وہ معمولی نہیں تھی چنانچہ اس کے بعد وہ فوراً ہی سیدھے نہیں ہوئے بلکہ کروٹ سے اپنے نچلے جسموں پر ہاتھ رکھ کر کراہنے لگے۔ میں نے فوراً ہی فضا میں بلند ہو کر دونوں ہاتھ ان کے چہروں پر استعمال کیے اور انہیں پہلی ضرب لگائی۔ وہ نیچے گر پڑے تو میں پلٹ کر ان کے اوپر جا کھڑا ہوا، ایک مجھے کے لیے میرے دونوں پاؤں ان کے سینے پر ٹکے، انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھا کر میرے پاؤں پکڑنے چاہے تو میں نے فضا میں ایک الٹی قلابازی کھائی۔ دوبارہ ان کے سینوں پر گرا اور ان کے حلق سے کراہیں نکل گئیں۔ تیسری اور چوتھی بار گرا تو انہوں نے کروٹیں بدل کر اپنے آپ کو سنبھال لیا اور میں ان کے درمیان آکھڑا ہوا اور وہ لڑکھڑاتے ہوئے انداز میں سیدھے ہونے کی کوشش کرنے لگے اور کھڑے ہو گئے لیکن کھڑے ہونا اس وقت ان کے لیے زیادہ خطرناک تھا، میں نے وہیں کھڑے کھڑے دونوں ٹانگیں پھر دائیں اور بائیں سیدھی کیں اور اس بار میری ٹھوکریں ان کی پسلیوں پر لگیں مارشل آرٹس کے وہ تمام داؤ استعمال ہوتے جو ایسے لمحات میں وہ استعمال کر سکتے تھے۔ اور میں نے ان سے اپنا بچاؤ، اس انداز میں کیا جیسا ایسے لمحات میں کر سکتا تھا لیکن میری ہر ضرب ابھی تک کارگر تھی، جو میں نے لگائی تھی جب وہ فضا میں چھتری کی طرح بلند تھے اور اس ضرب کے اثر سے وہ ابھی تک سنبھل نہیں پائے تھے پھر میں نے دوسرا طریقہ کار استعمال کیا۔ اپنے طور پر میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ جو کارروائی ہوئی ہے، اس کے پس پردہ یقیناً کوئی اہم بات ہے اور ان دونوں کو آخری چیز سمجھ کر میرے پاس بھیجا گیا ہے، چنانچہ اس آخری چیز میں سے پہلے ایک چیز کو کم کر دینا زیادہ موزوں تھا تاکہ دوسرا زبان کھول سکے اور پہلا اسے زبان کھولنے سے روک نہ سکے چنانچہ میں نے ان میں سے ایک پر ضرب کاری لگائی۔ اسے زمین پر گرایا اور اس کی گردن کو گھٹنے پر رکھ کر ایک خاص انداز میں موڑ دیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس طرح اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ چیخ کی آواز کے ساتھ ہی اس کی دھڑکنیں رکنے لگیں جو مکمل نہیں تھیں۔ ٹوٹی ہوئی ہڈی کے ساتھ ٹوٹی ہوئی گردن اور سر کی نالی بھی متاثر ہوئی تھی چنانچہ وہ بطخ کی طرح قیں قیں کر کے کچھ اس طرح مر گیا کہ دوسرے کے چہرے پر دہشت ابھر آئی اس نے فوراً ہی پلٹ کر بھاگنا چاہا لیکن میں نے ایک چیتے کی طرح چھلانگ لگائی اور اس کی کمر پکڑ کر اسے زمین پر گھسیٹ ڈالا۔

"چھوڑ دو۔۔۔ آہ مجھے چھوڑ دو۔ رحم۔۔۔ مجھے مت مارو۔ مجھے مت مارو۔" اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ زمین پر چت لیٹ گیا اور میں نے اس کی پنڈلی پر اپنا ایک پاؤں رکھ دیا۔ اس پاؤں کا دباؤ بھی بہت شدید تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"چھوڑ دو خدا کے لیے تم۔۔۔ میں"

"نقاب اتارو۔" میں نے کہا۔ اور اس نے فوراً ہی اس پر عمل کر ڈالا۔ لیکن جو چہرہ میرے سامنے آیا تھا وہ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ ایک انتہائی خوفزدہ انسان۔ لیکن اس شخص کو میں آر۔بی سائیڈ میں دیکھ چکا تھا۔ یعنی اس جیل میں یہ شخص قیدی کی حیثیت سے تھا۔ یہ بات میرے لیے انتہائی حیران کن تھی۔ میں نے بغور اسے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"ہوں تو تم ہو آر۔بی سائیڈ سے کیسے نکلے؟" میرا سوال براہ راست تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور میں نے اس کی پنڈلی پر زور دار دباؤ ڈالا تو فوراً ہی اس نے کراہ کر آنکھیں کھول دیں۔

"مجھے۔۔۔ مجھے آج ہی صبح کو وہاں سے رہا کیا گیا۔"

"اور یہ؟"

"یہ بھی میرا ساتھی تھا۔ ہم۔۔۔ مر گیا۔۔۔ مر گیا یہ؟"

"ہاں۔" میں نے سفاک لہجے میں کہا۔ "اور تمہارا حشر اس سے مختلف نہیں ہوگا۔"

"تو پھر بتاؤ۔ وہ کون ہے جس نے تمہیں اس کام پہ آمادہ کیا تھا؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

اس کی آنکھوں میں موت کے سائے رقصاں تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اب اسے اس بات کی امید نہ رہی ہو کہ وہ زندہ بچ جائے گا۔ چند لمحات وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

"وہ مسٹر ہوٹ ہے۔ آر۔بی سائیڈ کا جیلر مسٹر ہوٹ۔"

میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا تھا۔ میں یقین نہ کرنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ میرا چہرہ دیکھا۔ اور پھر آہستہ سے بولا۔

"اب تو میں نے جہاز جلا دیے ہیں۔ کہیں کا بھی نہیں رہا۔ لیکن امید کا دامن آخری سانس تک ہاتھ سے نہیں چھوڑوں گا۔ تم جس طرح بھی چاہو تصدیق کر سکتے ہو۔ اب بھلا اس بات کی کیا گنجائش ہے کہ میں جھوٹ بولوں؟"

میں اسے دیکھتا رہا۔ واقعات کی ایک ریل سی چل پڑی تھی اور لمحات تیزی سے بدل رہے تھے۔ میں غور کر رہا تھا، صورت حال کو سمجھ رہا تھا اور صورت حال رفتہ رفتہ میری سمجھ میں آتی جا رہی تھی۔ یہاں منشیات کی تجارت اعلیٰ پیمانے پر ہوتی تھی اور حکومت اس سلسلے میں پریشان تھی۔ آر۔بی سائیڈ کی جیل دنیا بھر کے ممالک کے لیے اہمیت کی حامل تھی اور ان کا اس ملک سے رابطہ تھا لیکن موجودہ صورت حال نے اس کے لیے شدید ترین مشکلات پیدا کر دی تھیں۔ یقینی طور پر کوئی ایسی ہی شخصیت اس کام میں ملوث ہو سکتی تھی جس کا مقامی حکومت میں بڑا عمل دخل ہو اور اس میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ مسٹر ہوٹ بڑی حیثیت کا مالک تھا۔ وہ خوفناک شخص جو کئی شخصیتیں رکھتا تھا، مقامی منشیات کے گروہ کا سرپرست ایک پروفیشنل رسیلر اور آر۔بی سائیڈ جیسی بھیانک جیل کا انچارج جسے اپنے اوپر بے حد غرور تھا اور جس کا غرور شاید پہلی ہی بار میرے ہاتھوں ٹوٹا تھا۔ ایک ایسے انسان کے ہاتھوں جو پروفیشنل رسیلر نہیں تھا لیکن۔۔۔ لیکن۔۔۔!

میں نے اس شخص کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو، بالکل درست ہے؟"

وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا پھر بولا۔

"اگر تم تشدد ختم کر دو تو میں تمہیں بڑی تفصیل سے بتاؤں گا۔ ان الفاظ کا میری زبان سے نکل جانے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے سب کچھ ختم کر دیا اور اپنے لیے موت قبول کر لی۔ سنو! مسٹر ہوٹ درحقیقت مقامی طور پر ہائی پول کا انچارج ہے۔ اور وہی یہاں موجود اٹھارہ پوائنٹس کو کنٹرول کرتا ہے۔

میں اس کے اہم کارکنوں میں سے ایک ہوں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ میں آر۔بی سائیڈ کا قیدی ہوں لیکن ہوٹ کا مجھ سے براہ راست تعلق ہے۔ میں اور میرا یہ ساتھی اس کے لیے اکثر کام کرتے رہتے ہیں اور کوئی بھی نہیں جانتا کہ ہم کب جیل سے نکل آتے ہیں اور یہاں اپنے کام سرانجام دینے کے بعد واپس جیل پہنچ جاتے ہیں۔ درحقیقت ہمارے لیے رہائی نہیں اور اگر ہم اس کے لیے کوشش کریں گے تو معمول کے مطابق ہوٹ اپنے شکاری کتوں کو ہمارے پیچھے چھوڑے گا اور وہ کہیں نہ کہیں سے ہمیں پکڑ لائیں گے۔ بہت مشکل کام ہوتا ہے یہاں سے نکلنا۔ ہاں اس کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہوٹ مر جائے، وہ ختم ہو جائے اور ہم جیل سے باہر ہوں تو کوئی بھی نہیں سوچ سکتا کہ آر۔بی سائیڈ کے دو قیدی بھاگے ہوئے ہیں جن میں سے ایک بے چارہ تابوت کے گھاٹ اتر ہی گیا۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو گے۔ اس طرح مسٹر ہوٹ اپنا کام سرانجام دیتا ہے۔ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ آر۔بی سائیڈ کے اور کون کون سے قیدی اس کے لیے مصروف عمل ہیں لیکن اس بات کے بھی امکانات ہیں کہ جس طرح وہ ہم سے کام لیتا رہا ہے، اسی طرح اس نے دوسرے قیدیوں سے بھی جیل سے باہر کچھ کام لیے ہوں۔ وہ منشیات کا بین الاقوامی گروہ کا نمائندہ ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ہائی پول کا سب سے بڑا انچارج کون ہے لیکن مقامی طور پر یہ سمجھ لیجیے آپ کہ مسٹر ہوٹ کے پاس تمام اختیارات ہیں اور وہی یہ کام یہاں پر کر رہا ہے۔ اس نے اسکوبرل کے نام سے ایک اور چھوٹا سا گروہ بنا رکھا ہے اور اس گروہ کے ذریعے وہ ہائی پول کے راستے کا تعین کرتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسکوبرل، میرا مطلب ہے کہ جس نام سے اس نے گروہ بنا رکھا ہے وہ ہی اس نے اپنا نام بھی رکھا ہوا ہے۔ درحقیقت مسٹر ہوٹ ہے اور یہ بات بہت کم لوگ جانتے ہیں، انتہائی خاص لوگ جو اس کے لیے اہم ترین خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ میں بھی انہی میں سے ایک ہوں تو مسٹر اس بار اس نے ہم دونوں سے وعدہ کیا تھا کہ ہم دونوں کو دائمی رہائی دے دے گا اور اس کے بعد ہمیں واپس آر۔بی سائیڈ نہیں جانا پڑے گا۔ اس نے یہ کہا تھا کہ ہم دونوں آپ کو قتل کر دیں اور اسے اس قتل کی اطلاع دے دیں، پھر اس کے بعد جہاں چاہیں نکل جائیں، ہمیں نہیں روکا جائے گا۔ اس نے ہمارے لیے راستے بھی متعین کر دیے تھے اور ہمیں بتا دیا تھا کہ ہمیں کون سے راستے سے اس ملک سے نکل جانا ہے آپ سمجھ رہے ہیں ناں میری بات؟ اب اس بات کی آپ چاہیں تو تصدیق کریں، مجھے جو کچھ معلوم تھا، وہ میں نے آپ کو بتا دیا ہے۔"

میں خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔ کم از کم اتنے عرصے سے اسی قسم کے کام سرانجام دیتے ہوئے مجھے اتنا اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ کون کس وقت اور کہاں جھوٹ بول سکتا ہے، کون جھوٹ بول رہا ہے اور کون نہیں اور یہ شخص مجھے سچا ہی معلوم ہوا تھا۔ اس کی بات پر یقین نہ کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کیونکہ یہ تمام باتیں ایک دوسرے ذریعے سے بھی میرے علم میں آ چکی تھیں۔ مسٹر آر سائن نے بڑی محنت سے یہ معلومات حاصل کی تھیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ مسٹر ہوٹ نے اس بات کا یقین کیوں کر لیا کہ یہ دونوں مجھے ختم کر دیں گے اور یہ سوال میں نے اس شخص سے کر ہی ڈالا۔

"کیا مسٹر ہوٹ کو یقین تھا کہ تم دونوں مجھ پر قابو پانے میں کامیاب ہو جاؤ گے؟"

"سو فیصد، کیونکہ اس سے پہلے ہم نے بیس بیس آدمیوں سے مقابلہ کیا ہے اور کبھی مسٹر ہوٹ کو مایوس نہیں ہونے دیا۔"

"تو اس بار کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں، میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بس یوں سمجھ لو اس کی موت آئی تھی اور شاید میری بھی۔"

میں پُرخیال انداز میں رخسار کھجانے لگا۔ کوئی فیصلہ کرنا تھا، جلد ہی فیصلہ کرنا تھا، سوچنے کے لیے وقت نہیں تھا، یہ تمام گورکھ دھندا میری سمجھ میں آ رہا تھا۔ مجھے ہائی پول کے سیکنڈ کی حیثیت سے، میرا مطلب ہے مقامی سیکنڈ کی حیثیت سے قبول تو کر لیا گیا تھا لیکن ہوٹ جانتا تھا کہ درحقیقت میں کون ہوں۔ آہ کتنی بڑی چال تھی۔ مجھے آر۔بی سائیڈ جیل بلایا گیا تھا اور وہاں ڈاسکاٹ کی جگہ دی گئی تھی اور اس بات کو مسٹر ہوٹ اچھی طرح جانتا تھا، جبکہ اس بات میں انتہائی رازداری برتی گئی تھی۔ مسٹر ہوٹ نے اپنے سر براہوں کے ذریعے اس منصوبے میں پورا پورا حصہ لیا اور مجھے مہرے کی حیثیت دے کر جیل سے نکال دیا، لیکن کیا ہی دلچسپ بات تھی کہ وہ ان تمام باتوں کی اصلیت سے واقف تھا اور اسے علم تھا کہ میں جو کارروائی کر رہا ہوں وہ اسی کے خلاف ہے۔ مسٹر آر سائن نے بہت شاندار معلومات حاصل کی تھیں بس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یہیں مات کھا گئے تھے اور ان کا یہ مات کھا جانا میرے لیے موت بن سکتا تھا بشرطیکہ تقدیر میرا ساتھ نہ دیتی۔ ان دونوں کے بارے میں مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ شاندار لڑاکے ہیں اور ہوٹ ان پر اعتماد کرتا ہے مگر اب کیا کرنا چاہیئے، ساری بات تو سمجھ میں آ گئی تھی لیکن اس کے بعد کے معاملات کیا ہونے چاہئیں، وہ مائیکرو فلم میرے پاس موجود تھی، جو مسٹر آر سائن نے جان خطرے میں ڈال کر حاصل کی تھی، گویا تقریباً تمام ہی معاملات مکمل ہو گئے تھے اور اب اس سلسلے میں آخری مرحلہ سرانجام دینا تھا، اس کے بعد ہانڈی پکا کر مسٹر ڈیوڈ مارک کے حوالے کر دینی تھی، میرا رابطہ یہاں مکمل طور پر ڈیوڈ مارک ہی سے تھا اور اس سلسلے میں جو کچھ بھی اطلاعات مجھے دینی تھیں، ڈیوڈ مارک کو دینا تھیں، مسٹر ڈیوڈ مارک نے اس کے لیے تمام انتظامات کر دیئے تھے اور مجھے سمجھا دیا تھا، لیکن اسکوبرل یا مسٹر ہوٹ کو اب زندہ ہاتھوں کیسے پکڑا جائے اور اس سلسلے میں، میں نے اسی شخص سے سوال کیا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"پیٹر۔" اس نے جواب دیا۔

"مسٹر پیٹر تمہیں اب ایک آخری کام اور کرنا ہو گا۔"

"کیا؟" اس نے سوال کیا۔

"مجھے بتاؤ کہ اسکوبرل یا مسٹر ہوٹ اس وقت کہاں ملے گا؟"

"جینٹ پارک کے فلیٹ نمبر ستائیس میں، جینٹ پارک کا راستہ میں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔"

"اور میں اس راستے پر روانہ ہوں گا اور تم مسٹر ہوٹ کو اس بارے میں اطلاع دے دو گے؟"

اس نے یاس بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"ذرا غور کر لو، تھوڑا سا غور کر لو۔ کیا میں مسٹر ہوٹ کو یہ اطلاع دوں گا کہ میں اس کے ہاتھوں شکست کھا چکا ہوں، میرا ایک ساتھی مارا جا چکا ہے اور اب وہ مسٹر ہوٹ کے پاس آ رہا ہے، ہٹیک ہے وہاں تمہارا استقبال ہو گا۔"

"ہوں، اس کا مقصد ہے کہ تم سچ بول رہے ہو؟"

"بالکل سچ اور اس بات کے کوئی امکان نہیں ہیں کہ میں مسٹر ہوٹ کو تمہارے بارے میں اطلاع دوں۔"

"فرض کرو، اگر ایسا نہ ہو تو اب تم کیا کرو گے؟"

"فوری طور پر یہاں سے نکل جانے کی کوشش بشرطیکہ تم اس کی اجازت دے دو۔"

میں مسکرا دیا اور پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہٹیک ہے مائی ڈیئر مسٹر پیٹر، میں اپنی زندگی خطرے میں ڈال کر تمہیں زندگی کی خوشخبری سناتا ہوں، بجا سکتے ہو؟"

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا جیسے اسے میری بات پر یقین نہ آ رہا ہو، پھر اس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں یہاں سے آگے بڑھوں گا اور تم مجھے عقب سے گولی مار دو گے۔"

"دوبارہ اگر یہ الفاظ کہے تو اتنا زوردار تھپڑ مارو گا، تمہارے منہ پر کہ گردن کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔"

"کک... کیا... م... میں؟"

"میں تمہیں سامنے سے بھی مار سکتا ہوں پھر عقب سے مارنے کا کیا مطلب ہے، جاؤ میری طرف سے تمہیں جانے کی اجازت ہے، اب اس کے بعد اپنی زندگی کی حفاظت خود کرو۔"

"اور تم کیا کرو گے؟"

"میں اس شخص کی لاش لے کر مسٹر ہوٹ کے پاس جاؤں گا، تمہارا نقاب استعمال کروں گا اور تمہارا یہ لباس پہنوں گا، تم میرا یہ لباس پہن کر یہاں سے روانہ ہو سکتے ہو، میں تمہاری حیثیت سے اس سے ملوں گا اور اسے یہ بتاؤں گا کہ ہم اپنا کام کر چکے ہیں لیکن ہمارا ایک ساتھی مارا گیا اور اس کے بعد میں کوشش کروں گا کہ مسٹر ہوٹ کو گرفتار کروں۔"

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر اس کے چہرے پر خوشی کے آثار ابھر آئے اور وہ بولا۔

"اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو یوں سمجھ لو کہ میں تمہارا یہ احسان موت کے بعد بھی نہیں بھول سکوں گا، زندگی کی تو بات ہی الگ ہے۔"

"اپنا لباس مجھے دے دو۔" اس نے اس میں کوئی دیر نہیں کی تھی، میں نے اس کا لباس پہنا اور اس نے میرا لباس تبدیل کر لیا۔ اس کے بعد میں نے اس سے ہاتھ ملا کر اس سے کہا۔

"مائی ڈیئر مسٹر پیٹر، یہ رقم اپنے پاس رکھ لو اور اس کے بعد زندگی کی جدوجہد کرو۔" میں نے خاصی رقم نکال کر اس کے حوالے کر دی۔ رقم لیتے ہوئے اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ اس نے میری طرف دیکھا، گردن جھکائی اور پھر آہستہ سے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ چوم لیا۔

میں تمہاری زندگی لینے آیا تھا لیکن تم مجھے زندگی دے رہے ہو، خیر ہو سکتا ہے وقت کبھی مجھے ایسا موقع دے کہ میں تمہارا یہ قرض ادا کر سکوں۔"

میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور اسے واپس جانے کی اجازت دے دی۔

ہائیڈل پارک کا یہ علاقہ سنسان تھا اور مجھے اپنے عمل میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔

وہ چند قدم آگے بڑھا اور پھر اس نے پلٹ کر کہا۔

"جب تم جینٹ پارک کی عمارت میں جاؤ گے اور فلیٹ نمبر ستائیس پر پہنچو گے تو تمہیں دو بار دستک دینا ہو گی۔ تیسری بار دو دفعہ دستک دے کر، چوتھی بار ایک دفعہ دستک دو گے اور دروازہ کھل جائے گا، یہ دروازہ کھلوانے کا مخصوص انداز ہے، اس کے بعد تم اندر داخل ہو جاؤ گے۔ ویسے فلیٹ نمبر ستائیس تک پہنچنے میں تمہیں کوئی دقت نہیں ہو گی، لیکن اس لاش کو کیسے لے جاؤ گے؟"

"ٹھیک ہے، باقی کام سب میں کر لوں گا۔ ہاں ذرا یہ تو بتاؤ تم یہاں تک پہنچے کیسے ہو؟"

"اس گلی کے عقب میں ہماری گاڑی کھڑی ہوئی ہے، بیاہ رنگ کی ایک وین، اس کی چابی اس شخص کی جیب میں ہے، تم اس کی لاش سے نکال سکتے ہو۔" اس نے اشارا کر کے کہا۔

میں نے چابی حاصل کر لی اور اس کے بعد پیٹر کو جانے کی اجازت دے دی۔

وہ کافی تیزی سے پلٹ پڑا تھا لیکن اب اس نے شاید خوف محسوس کرنا چھوڑ دیا تھا، تھوڑی دیر کے بعد وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

جینٹ پارک کا پتا مجھے بتا دیا گیا تھا اور میری گاڑی اسی جانب سفر کر رہی تھی۔ راستے میں ایک بار خیال آیا کہ ڈیوڈ مارک سے رابطہ قائم کر کے اسے صورتِ حال سے آگاہ کر دوں لیکن یہ کچا کام تھا۔ پہلے اسکوبرل یا ہوٹ کا جائزہ لے لوں، پتا نہیں کیا صورتِ حال ہو، اس کام کی تکمیل کے بعد ہی ڈیوڈ مارک سے رابطہ مناسب رہے گا، ویسے اگر یہ اطلاع درست ہے اور جس کے امکانات قوی دکھائی دیتے ہیں کہ مسٹر آر سائن کی معلومات میرے لیے انتہائی کارآمد ہوں گی اور جہاں تک مسٹر آر سائن کا معاملہ تھا وہ بے چارے اٹھ چکے تھے۔

میں جینٹ پارک کے علاقے میں داخل ہو گیا، جس عمارت کا پتا بتایا گیا تھا، وہ بے حد شاندار تھی لیکن اس مشکوک حالت میں اوپر جانا بے حد مشکل کام تھا۔ اوّل تو نقاب، دوئم ایک لاش، نہایت مشکل سے لوگوں کی نظروں سے بچتا ہوا اوپر پہنچا، مردہ شخص کو میں نے اپنے برابر کھڑا کر کے اسے سنبھال لیا۔ فلیٹ نمبر ستائیس کے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی اور انتظار کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ دروازہ کھولنے والا مسٹر ہوٹ ہی تھا، وہ ہمیں دیکھ کر اچھل پڑا، اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"او احمق، گدھے، بے وقوف! اس طرح اوپر آ کر مرنے کی کیا ضرورت تھی، نقاب نہیں اتار سکتے تھے تم، اوئے اندر آؤ، لوگ دیکھیں گے تو کیا سوچیں گے؟" اس نے جلدی سے میرا گریبان پکڑ کر مجھے اندر کھینچا اور میرے ساتھ کھڑی ہوئی لاش زمین پر گرنے لگی مگر میں نے اسے فوراً ہی سنبھال لیا اور مردہ شخص کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اسے فلیٹ کے دروازے سے اندر گھسیٹ لیا۔ ہوٹ کے منہ سے ایک بار پھر متحیرانہ انداز میں نکلا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ! اے کیا ہوا؟"

"یہ مر چکا ہے مسٹر اسکوبرل، یہ مر چکا ہے۔"

"کیا؟" مسٹر ہوٹ نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں، میں اس کی لاش بمشکل تمام اوپر تک لے کر آیا ہوں۔"

"میں خوش قسمتی سے بچ گیا ہوں مسٹر ہوٹ۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور مسٹر ہوٹ جھک کر اس شخص کو دیکھنے لگا جو مر چکا تھا، پھر اس نے لپک کر، لاش کو اس نے وہیں ایک سمت ڈال دیا اور مجھے انگلی سے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے ایک سمت چل پڑا۔

فلیٹ کافی کشادہ تھا اور یہاں مسٹر ہوٹ کے علاوہ شاید اور کوئی موجود نہیں تھا، ہوٹ نے دروازہ خود اندر سے بند کر لیا تھا۔

جس کمرے میں وہ مجھے لایا تھا، وہ بھی بہت وسیع تھا اور اس میں ایک قالین بچھا ہوا تھا، ایک جانب ایک رائٹنگ ٹیبل رکھی ہوئی تھی جس پر لیمپ نظر آ رہا تھا، اس کے برابر ہی انتہائی خوبصورت کیبنٹ دور تک چلا گیا تھا اور اس کیبنٹ میں نہ جانے کیا کیا کچھ رکھا ہوا تھا۔ مسٹر ہوٹ نے اندر آنے کے بعد ایک کرسی سنبھالی اور بولا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"یہ تم نے کیا حماقت کی اگر عمارت میں آنا تھا تو نقاب لگا کر آنے کی کیا ضرورت تھی، کیا تم میرا بھی یہاں رہنا دوبھر نہیں کرنے کا باعث بنے ہو، اگر کسی نے تمہیں یہاں آتے ہوئے دیکھ لیا ہوگا تو کیا سوچا ہوگا اور پھر یہ لاش لاد کر لانے کی کیا ضرورت تھی، کیا یہ اتنی ہی ضروری بات تھی؟"

"آپ نے جو ذمے داری میرے سپرد کی تھی میں نے اسے پورا کر دیا ہے، اس کی لاش وہیں پڑی ہوئی ہے لیکن یہ اس کا شکار ہو گیا۔"

"گڈ، ویری گڈ! کم از کم یہ خوشخبری سنا کر تم نے مجھے خوش کر دیا ہے، یہی ہونا چاہیئے تھا، تمہارا انتخاب غلط نہیں کیا تھا میں نے۔" اس کا موڈ اچانک تبدیل ہو گیا پھر وہ بولا۔

"مگر اس کی لاش اٹھا کر لانے کی ضرورت نہیں تھی، مجھے حیرت ہے کہ کسی نے تمہیں دیکھا نہیں؟"

"میں نے نہایت ہوشیاری سے یہ سفر کیا ہے، میں یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اس کی موت کی خبر سن کر مجھ سے ناراض ہو جائیں۔"

"نہیں میری جان! میں تو تم سے بہت زیادہ خوش ہوں، بہت زیادہ خوش، میں نے تم سے وعدہ کیا تھا ناں کہ تمہیں اس کے بعد مکمل طور پر رہائی مل جائے گی، مکمل طور پر، لو یہ وعدہ کیا تھا ناں میں نے تم سے۔"

"ہاں مسٹر اسکوبرل آپ نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا۔"

"یہ تم مجھے کبھی اسکوبرل اور کبھی ہوٹ کیوں کہتے ہو بہرحال میں اپنا وعدہ پورا کر رہا ہوں، تیار ہو جاؤ۔" اس نے کہا۔ اور دفعتاً ہی اپنے لباس سے ایک پستول نکال لیا، جس کی نال پر سائیلنسر لگا ہوا تھا، اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے حیرانی کا مظاہرہ کیا۔

"مم... مسٹر ہوٹ۔"

"ہاں دوست تم نے در اصل میرے الفاظ پر غور نہیں کیا تھا۔ آر بی سائیڈ سے فرار ہونے والے یا تو موت کا شکار ہو جاتے ہیں یا دوبارہ گرفتار ہو کر آر بی سائیڈ پہنچ جاتے ہیں اور تمہیں دوبارہ آر بی سائیڈ نہیں پہنچنا، کیا سمجھے؟"

"مم... مگر میں نے... میں نے تو آپ کا کام بڑی ہوشیاری سے سرانجام دیا ہے۔"

"اور اب مجھے اتنی ہی ہوشیاری سے تم دونوں کی لاشیں ٹھکانے لگانا پڑیں گی۔" مسٹر ہوٹ نے کہا۔

"لیکن مسٹر ہوٹ آپ نے... آپ نے عہد کی ہے اور اب مجبوری ہے کہ میں وہ راز دل ہی میں لے کر اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں، جس کے بارے میں میں یہ سودا کرنا تھا کہ آپ کو بتا کر آپ سے انعام بھی حاصل کروں گا۔"

"راز؟"

"ہاں مسٹر ہوٹ راز، وہ شخص جسے آپ نے ہمارے ہاتھوں قتل کرایا ہے، مرتے ہوئے آپ کے لیے ایک پیغام دے گیا تھا اور اس پیغام میں میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کو بہت بڑا فائدہ حاصل ہو سکتا تھا۔"

ہوٹ نے مجھے دیکھا پھر ایک دم ہنس پڑا، اس نے پستول والا ہاتھ نیچے کر لیا، اس کے بعد پستول کی نال پر سے سائیلنسر ہٹایا، اسے ایک سمت رکھا اور پستول دوسری طرف رکھ دیا پھر وہ بولا۔

"غالباً تم چالاکی کرنا چاہتے ہو، یہ تذکرہ کر کے مجھے اپنے آپ میں الجھانا چاہتے ہو تاکہ مجھ پر حملہ کر سکو اور اپنی جان بچا سکو، چلو ٹھیک ہے، اس طرح بات مجھ پر براہ راست آ گئی اور شاید تم اس بات کو جانتے نہیں ہو کہ میرا نام ہوٹ ہے اور میں پروفیشنل ریسلر ہوں۔"

ہوٹ ایک بار پھر ہنس پڑا، اس نے پستول کا چیمبر کھول کر ان میں سے کارتوس بھی نکال لیے اور پھر انہیں ایک جانب اچھالتا ہوا بولا۔

"اور اب تمہیں اس بات کا اطمینان ہو گا کہ میں اس راز کو معلوم کیے بغیر تمہیں پستول سے ہلاک نہیں کروں گا، کیوں؟ آؤ آگے آؤ، چلو آگے آؤ۔" ہوٹ دو قدم میری طرف بڑھا اور میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا۔

"میں جانتا ہوں مسٹر ہوٹ کہ میں آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا، لیکن... لیکن جو کچھ میں نے آپ سے کہا، وہ بالکل درست ہے، کیا آپ مسٹر آر سائن کو جانتے ہیں، کوئی آر سائن نامی شخص آپ کا شناسا ہے؟"

اور یہ نام سن کر ہوٹ بری طرح چونک پڑا تھا، اس کے انداز میں تبدیلی آ گئی اور وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ آیا پھر بولا۔

"آر سائن... آر سائن! یہ نام تمہارے علم میں کیسے آیا؟"

"یہی تو وہ راز ہے جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔"

"اوہ... اوہ سو!" مسٹر ہوٹ نے جیسے اچانک کسی خیال کے تحت کہا، غالباً وہ مجھ پر غور کر رہا تھا پھر اس

نے سرد لہجے میں کہا۔

"اپنے چہرے سے یہ نقاب اتار دو۔"

"میرے چہرے سے نقاب اتر گیا مسٹر ہوٹ تو... تو آپ کو بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"نقاب اتار دو، ورنہ میں... میں تمہارے ہاتھ پاؤں اپنے ہاتھوں سے توڑ دوں گا۔"

"آپ کی مرضی ہے مسٹر ہوٹ لیکن نقاب اترنے کے بعد آپ کی کیفیت زیادہ بہتر نہیں رہ سکے گی۔"

میں نے وہ نقاب چہرے سے کھینچ دیا اور ہوٹ پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بری طرح اچھل پڑا۔

"تم... تم...؟"

"ہاں اور اب میں آپ کو وہ لمحات یاد دلاؤں گا مسٹر ہوٹ جب آپ نے آر بی سائیڈ جیل میں مجھ سے مقابلہ کیا تھا۔"

ہوٹ ایک لمحے کے لیے نروس ہو گیا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے اسے بدلی ہوئی خوفناک صورت حال کا احساس ہو گیا، اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"تو تم... تم زندہ ہو اور یہ... یہ کون ہے؟"

"تمہارا ایک ساتھی، وہ جو میرے ہاتھوں مارا گیا۔"

"دوسرا کہاں ہے؟"

"اسے میں نے انعام کے طور پر زندگی بخش دی ہے مسٹر اسکوبرل۔"

ہوٹ ایک بار پھر ساکت رہ گیا پھر اس نے کہا۔

"صاف ظاہر ہے کہ تم نے اس سے معلومات بھی حاصل کی ہوں گی؟"

"ہاں مائی ڈیئر مسٹر ہوٹ! میں جانتا ہوں کہ تم آر بی سائیڈ میں انچارج کی حیثیت سے قیام کرتے ہو، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم ریسلر ہو اور تمہاری دوسری شخصیت یہ ہے، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اسکوبرل کے نام سے ایک چھوٹا سا گروہ بنائے ہوئے ہو جو بظاہر ہائی پول کے راستے کاٹتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہائی پول کے مقامی سربراہ تم ہی ہو، تم نے اپنی ہی شخصیت کو متنازع بنا رکھا ہے اور اس طرح تم اپنے گروہ کے افراد کو دھوکا دیتے ہو، مگر میرے منہ سے آر سائن کا نام سن کر تمہاری حالت کیوں خراب ہو گئی، مائی ڈیئر مسٹر ہوٹ؟"

"آر سائن کو تم کیسے جانتے ہو؟"

"نہ صرف آر سائن کو جانتا ہوں بلکہ اس کی بیٹی کو بھی جانتا ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ میرے گروہ کے آدمی ہیں۔"

"بکواس کرتے ہو، تمہارے بارے میں مجھے اتنا علم ہے کہ تم کون ہو، کیا مجھ سے زیادہ اور کوئی تمہارے بارے میں جان سکتا ہے، پھر تم آر سائن کے گروہ کے آدمی کیسے ہو گئے؟"

میں ہنس پڑا تھا اور پھر آہستہ سے کہا۔

"بہرحال مسٹر ٹیڈی مارک گو یہ ساری باتیں سن کر بہت خوشی ہو گی اور وہ ان اٹھارہ پوائنٹس کے بارے میں جاننے کے بعد اپنا سب سے مشکل مسئلہ حل کر سکیں گے، مائی ڈیئر مسٹر ہوٹ! میں نے اپنا فرض تقریباً پورا کر دیا ہے، آپ کا کیا خیال ہے؟"

"ہاں تم نے اپنا فرض پورا کر دیا، لیکن اب میرا فرض باقی رہ جاتا ہے۔" اس نے اچانک ہی دونوں ہاتھ سیدھے کیے اور پھر اپنا اوپری لباس اتار دیا، وہ غالباً مجھ سے زندگی اور موت کی جنگ لڑنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔

میں جانتا تھا کہ وہ ایک خطرناک لڑاکا ہے اور پستول کا مسئلہ حل ہونے کے بعد مجھے درحقیقت اس کی اتنی زیادہ فکر نہیں رہی تھی کیونکہ ایک بار اسے آزما چکا تھا، البتہ اس وقت اس پر جنونی کیفیت طاری ہو گئی تھی اور اس وقت وہ جنون کا شکار تھا، اس نے بڑے خاص انداز میں اپنے دونوں ہاتھ سیدھے کیے اور بولا۔

"تم بھی تو ریسلنگ کے ماہر ہو، اس وقت تم نے مجھے بہت مارا تھا، میری مراد آر بی سائیڈ جیل سے ہے۔"

"ہاں اور اس وقت بھی میں تمہیں بہت ماروں گا۔"

"ممکن نہیں ہو گا، میں غلط فہمی میں دھوکا کھا گیا تھا، اگر تم کسی طرح میرے بارے میں معلومات حاصل کر لیتے تو یہ موقع مجھے بالکل نہ دیتے، پستول کی دو گولیاں تمہارے حق میں جتنی کارآمد ہو سکتی تھیں وہ زیادہ بہتر تھا لیکن اب، اب۔"

اس نے اچانک اچھلنا شروع کر دیا، وہ باکسر کے سے انداز میں اچھل اچھل کر میرا گھیراؤ کر رہا تھا اور میں اس حملے کے لیے تیار تھا، دفعتاً ہی اس نے دونوں ہاتھ سیدھے کیے اور کشتی لڑنے کے مخصوص انداز میں میرے کاندھوں اور گردن پر اپنے یہ ہاتھ رکھ دیے، مقصد یہ تھا کہ میں اور وہ زور آزمائی کریں، لیکن میں ریسلنگ کا کوئی ایسا مقابلہ نہیں لڑا

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یہاں ہائی پول کے پوائنٹس کون کون سے ہیں، تمام تر تفصیلات میں نے جمع کر لی ہیں۔ آپ اب یہ بتلائیے کہ آپ کتنی دیر میں میرے پاس پہنچ رہے ہیں؟"

"پک جھپکتے! لیکن وہ جگہ؟"

"ہاں، ہاں جینٹ پارک عمارت نمبر تیرہ، فلیٹ نمبر تئیس، جینٹ پارک بج رہے ہیں ناں آپ؟"

"عمارت نمبر تیرہ، فلیٹ نمبر ستائیس۔" میرے بقیہ الفاظ مسٹر ڈیوڈ مارک نے پورے کیے تھے۔

"جی، آپ اپنے بہترین افراد کے ساتھ، میرا مطلب ہے جو اس وقت انتہائی ضروری ہوں، یہاں آجائیے، کسی قسم کی پولیس فورس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سارے کام بعد کے ہیں جو آپ کو کرنے ہیں۔"

"میں پہنچ رہا ہوں، بہت جلد پہنچ رہا ہوں، اگو یہاں سے اس جگہ کا فاصلہ کافی ہے لیکن براہِ کرم میرا انتظار کریں، کہیں کوئی خطرہ نہیں ہے؟"

"نہیں۔" میں ہنس پڑا اور پھر میں نے فون بند کر دیا۔

اس کے بعد میں اس فلیٹ کی تلاشی لینے لگا۔ میز کے پاس ریک رکھا ہوا تھا، جس میں سے مجھے ایسی کار آمد چیزیں مل گئیں جنہیں دیکھنے کے بعد میں بآسانی مسٹر ہوٹ، اسکوربل اور ہائی پول کے سربراہ کو ایک ہی شخصیت ثابت کر سکتا تھا، یہ بڑی عجیب بات تھی کہ اتنی اہم دستاویزات اتنی معمولی انداز میں لکھی گئی تھیں، لیکن اس بات کے امکانات بھی تھے کہ مسٹر اسکوربل، مسٹر ہوٹ یہ بات نہیں جانتے تھے کہ کوئی یہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ آر۔ بی سائیڈ کے ان دو افراد کو انہوں نے اپنے طور پر رہا کیا تھا اور یہ جانتے تھے کہ وہ کسی بھی طرح ان کی شخصیت کا انکشاف نہیں کر سکتے۔ بہر حال ویسے بھی یہ بات دیکھی ہے کہ جب کسی کی شامت آتی ہے تو وہ ایسی ہی احمقانہ حرکتیں کرتا ہے، ورنہ اس کے لیے وہ کوئی اور طریقہ کار اختیار کر سکتے تھے۔ مسٹر ہوٹ مجھ سے مار کھانے کے بعد نہ جانے کیوں یہ فیصلہ کر بیٹھے کہ وہ دو افراد جنہیں انہوں نے آر۔ بی سائیڈ جیل سے رہا کیا ہے، مجھ پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اتنے مطمئن تھے، وہ ان کی کار کردگی سے کہ بس ان کے کامیابی کی خبر لانے ہی کا انتظار کر رہے تھے سو ویسے اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مسٹر ڈیوڈ مارک نے وہاں پہنچنے میں بڑی پھرتی کا ثبوت دیا۔ مجھے اتنی جلدی ان کے آجانے کی امید نہیں تھی۔

بیل بجی اور میں نے دروازہ کھولا لیکن اس سے پہلے میں وہ پستول اپنے ساتھ لینا نہیں بھولا تھا، جو در حقیقت مسٹر ہوٹ کا تھا۔ آنے والے مسٹر ڈیوڈ مارک ہی تھے اور ان کے ساتھ تین افراد تھے، جن کی شخصیت میرے لیے بالکل نئی نہیں تھی مسٹر ڈیوڈ مارک نے مجھے دیکھ کر پر تشویش انداز میں گردن خم کی اندر داخل ہونے کے بعد دروازہ بند کیا اور اس کے بعد میں انہیں لیے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ میں نے دلچسپ انداز میں مسٹر ڈیوڈ مارک سے کہا۔

"اور اب آپ وہ سب کچھ دیکھنے کے لیے تیار ہو جائیے جس کا آپ کو کبھی یقین نہیں آئے گا۔"

مسٹر ہوٹ کو دیکھنے کے بعد مسٹر ڈیوڈ مارک کی جو کیفیت ہوئی تھی، وہ میرے اندازے کے مطابق ہی تھی باقی افراد بھی بری طرح اچھل پڑے تھے۔

"یہ ــــ یہ ــــ با ــــ"

"ہاں، مائی ڈیئر مسٹر ڈیوڈ مارک! آپ کے مسٹر ہوٹ درحقیقت ہائی پول کے مقامی سربراہ ہیں۔"

"یہ ــــ یہ ــــ یہ کیسے ہو سکتا ہے، یہ تو ناممکن ہے۔" ڈیوڈ مارک نے کہا۔

"مسٹر ڈیوڈ مارک! میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہ صرف ممکن ہے، بلکہ ہو رہے ہیں آپ اور اس کے لیے میرے پاس لاتعداد ثبوت ہیں۔"

"یقیناً ــــ یقیناً ــــ میں، مگر میرا مطلب ہے کہ ــــ کہ ــــ؟"

اور اس کے بعد میں مسٹر ڈیوڈ مارک کو تمام تفصیلات بتانے لگا۔

میں نے انہیں وہ لاتعداد ثبوت دکھائے جو میرے پاس موجود تھے اور مسٹر ڈیوڈ مارک کو بالآخر یقین کرنا پڑا کہ مسٹر ہوٹ نے جو جال پھیلایا تھا، وہ ایسا تھا کہ شاید مسٹر ڈیوڈ مارک زندگی بھر اس جال کو نہیں توڑ سکتے تھے، وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ سب کچھ اتنے گہرے انداز میں ہو رہا ہے اور اس کے بعد انہیں سے مسٹر ڈیوڈ مارک نے کئی فون کیے اور بے شمار افراد کو طلب کر لیا، جو ماہرین تھے۔

یہ لوگ تقریباً تین گھنٹے تک کام کرتے رہے، مجھے بھی جلدی نہیں تھی۔ بعد میں جب ہم مسٹر ہوٹ کو ہوش میں آنے

تھا، جس میں باقاعدہ داؤ پیچ کی قید ہوتی ہے اور ایک لیڈی بھی ہوتا ہے، چنانچہ دوسرے لمحے میرا گھٹنا اٹھا اور اس کے حلق سے ایک آواز نکل گئی، جیسے ہی وہ جھکا، میں نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور ایک دم اسے پلٹ کر زمین پر دے مارا۔ داؤ ریسلنگ کا ہی تھا لیکن بڑی عمدگی سے لگا تھا، وہ نیچے گرا، وہ دونوں پاؤں اس نے اوپر کیے اور اٹھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن میں نے اس کے اٹھتے ہوئے پاؤں پکڑ لیے اور پیچھے کی سمت سے انہیں موڑ دیا۔ اس وقت بھی میں نے ریسلنگ ہی کا داؤ استعمال کیا تھا، لیکن وہ اس کا توڑ جانتا تھا۔ اس نے فوراً ہی اپنے بدن کو بائیں جانب جنبش دی اور اس بار میں نیچے گرا۔ وہ فوراً ہی سانپ کی طرح پلٹ کر مجھے دبوچنے کی کوشش کرنے لگا لیکن میرا انگوٹھا اس کے حلقوم پر لگا اور اس کی سانس ایک لمحے کے لیے بند ہو گئی۔ میں اس سے باقاعدہ داؤ پیچ نہیں استعمال کر رہا تھا بلکہ میرے ذہن میں صرف یہ خیال تھا کہ اسے زیر کر لوں، اس نے گھٹے گھٹے انداز میں سانسیں کھینچنا شروع کر دیں، لیکن میں نے فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھال کر اس کی کھوپڑی کو اپنے جوتوں کا نشانہ بنا لیا اور غالباً تین چار ضربوں نے ہی اس کا دماغ درست کر دیا تھا۔ یہ ضربیں اتنی شدید تھیں کہ وہ بار بار چیخ رہا تھا اور اپنا سر پکڑ کر تڑپنے لگا تھا، لیکن میں بہت عمدگی سے اس کے سر کو فٹ بال کی طرح تختۂ مشق بنائے ہوئے تھا، یہاں تک کہ اس کے ہاتھ پھیل گئے اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، وہ بے ہوش ہو گیا۔ میں نے نہایت آسانی سے اس کے سر داؤ کو ناکام بنا کر اسے زیر کر دیا تھا، لیکن اس کے بعد یہ انتہائی ضروری تھا کہ میں اسے پوری طرح کس کر ڈال دوں، چنانچہ اس کے لیے مجھے اس کے فلیٹ میں رسی تلاش کرنی پڑی، کسی نہ کسی طرح رسی دستیاب ہو گئی اور اس کے ہاتھ اور پاؤں باندھنے میں میں نے بڑی محنت سے کام لیا کیونکہ اس کی طاقت سے میں اچھی طرح واقف تھا۔ میرے اپنے اندازے کے مطابق اب میرا کام تقریباً مکمل ہو گیا تھا۔ اسکوربل یا ہائی پول کا سربراہ میرے سامنے موجود تھا۔ وہ آر۔ بی سائیڈ جیل کا سربراہ ہوٹ بھی تھا، اٹھارہ پوائنٹس کی وہ تمام فلمیں میرے پاس موجود تھیں، جن سے ہائی پول کے مقامی پوائنٹس کی نشاندہی ہو سکتی تھی چنانچہ اب مسٹر ڈیوڈ مارک کو طلب کر لینا بہت مناسب تھا۔

ٹیلی فون کے قریب پہنچ کر میں نے مسٹر ڈیوڈ مارک کے دیے ہوئے نمبر ڈائل کیے اور ریسیور کان سے لگایا۔ مسٹر مارک نے کہا تھا کہ یہ ان کا ڈائریکٹ نمبر ہے اور اس نمبر پر اگر وہ موجود نہ بھی ہوئے تب بھی، انہیں فوری طور پر اطلاع دی جائے گی کیونکہ اس نمبر پر جو کوئی بھی ہوتا ہے، اسے مسٹر ڈیوڈ مارک کی تمام مصروفیات کا علم ہوتا ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ اس وقت مسٹر ڈیوڈ مارک کہاں مل سکتے ہیں، لیکن ٹیلی فون کا ریسیور اٹھانے والے مسٹر ڈیوڈ مارک ہی تھے۔

"ہیلو۔"

"مسٹر ڈیوڈ مارک؟"

"ہاں، میں بول رہا ہوں۔"

"مسٹر ڈیوڈ مارک! میرا نام بڈاسکاٹ ہے۔"

"کیا؟" مسٹر ڈیوڈ مارک چونک پڑے۔

"ہاں، کیا یہ نام آپ کے ذہن میں موجود ہے آر۔ بی سائیڈ کے حوالے سے؟"

"لل ــــ لیکن بڈاسکاٹ!"

"اس کے پس منظر میں جہانگیر جمال شاہ ہے۔"

"اوہ! جہانگیر جمال شاہ کیا یہ آپ ہی بول رہے ہیں؟"

"ہاں مسٹر ڈیوڈ مارک!"

"کہیے، کہاں سے بول رہے ہیں اور کیا پوزیشن ہے آپ خیریت سے تو ہیں ناں؟"

"میں خیریت سے ہوں لیکن آپ کے ہائی پول کا سربراہ خیریت سے نہیں ہے۔"

"کک ــــ کیا مطلب؟"

"میں نے اسے اپنے شکنجے میں کس لیا ہے اور اس وقت وہ میری قید میں بے ہوش پڑا ہوا ہے، کیا آپ اس سے ملنا پسند کریں گے؟"

مسٹر ڈیوڈ مارک کی آواز بند ہو گئی تھی پھر وہ جب بولے تو وہ بری طرح ہانپ رہے تھے۔

"مسٹر جہانگیر جمال شاہ کیا آپ سن رہے ہیں؟"

"آپ کے خیال میں، میں مذاق کر رہا ہوں؟"

"نہیں، میرا مطلب ہے کہ آپ درست کہہ رہے ہیں، یہ ــــ یہ سچ ہے کیا؟"

"ہاں مسٹر ڈیوڈ مارک! تمام تر ثبوتوں کے ساتھ آپ کے ہائی پول کا مقامی سربراہ میرے پاس موجود ہے اور اس کے ساتھ ہی میرے پاس یہ تفصیلات بھی موجود ہیں کہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے بعد وہاں سے لے کر چلے تو مسٹر ڈیوڈ مارک کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا۔

رات کو تقریباً ساڑھے بارہ بجے کچھ افراد میری رہائش گاہ پر پہنچ گئے، ان میں چند فوجی آفیسر بھی تھے۔ بڑی عزت و احترام کے ساتھ مجھے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا گیا اور پھر وزیر اعظم، وزیر داخلہ سے ملا۔ میں نے اُن لوگوں کے سامنے وہ اٹھارہ پوائنٹس کی فلمیں بھی پیش کر دیں اور ان کے لیے فوری طور پر ایک پروجیکٹر مہیا کر لیا گیا۔

مسٹر آر سائن نے درحقیقت میرے اس مسئلے میں جس طرح میری مدد کی تھی، میں تہہ دل سے اُن کا شکر گزار تھا حالانکہ اُن کا اپنا نظریہ کچھ اور تھا لیکن وہ بے چارے بھی بھلا کیا جانتے تھے کہ درحقیقت میں کون ہوں، ان کی فہمائی ہوئی یہ فلمیں تو اتنی مؤثر ثابت ہوئیں کہ وہاں موجود تمام افراد ان جگہوں کے نام بتانے لگے، جہاں ائی پول کے یہ اڈے قائم تھے۔

مقامی فوج کا سربراہ بھی وزیر اعظم کے ساتھ موجود تھا۔ چنانچہ یہ ذمہ داری فوج کے سربراہ کے سپرد کی گئی کہ وہ ان اٹھارہ پوائنٹس پر فوری طور پر کارروائی کرے اور وہاں موجود تمام افراد کو گرفتار کر لے۔ وزیر اعظم نے خصوصی طور پر میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ وہ میری ان خدمات کو کبھی فراموش نہیں کر سکیں گے اور اس کے بعد بھلا اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ وہی عزت و احترام کے ساتھ میری واپسی ہو جائے جیسا کہ اس سے پہلے ہوتا تھا اور میں بھی خوشی خوشی روانگی کے لیے تیار تھا، کم از کم اور کچھ ہے یا نہیں لیکن اس بار ذرا صورت حال مختلف رہی تھی، یعنی مجھے علم تھا کہ میں جس ملک میں بھیجا جا رہا ہوں، وہاں جا کر مجھے کیا کرنا ہے اور درحقیقت مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ اس انداز میں مجھے کام کرنے میں زیادہ آسانی ہوتی ہے اور میں ذہنی طور پر بھٹکتا نہیں رہا ہوں۔ اب اگر آئندہ بھی مجھے اس سلسلے میں کوئی پیشکش کی گئی تو میری اوّل شرط یہی ہو گی۔

جہاز میں بیٹھتے ہوئے میں نے دل میں یہی سوچا تھا اور اس کے بعد میں اس ایئر ہوسٹس میں گم ہو گیا تھا، جس کا تعلق غالباً انڈونیشیا سے تھا لیکن کیا حسین شکل و صورت پائی تھی میں اس کی ایک ایک ادا کو دیکھتا رہا اور میری آنکھوں میں بہت سے چہرے آتے رہے۔ ایئر ہوسٹس کی ہمسفری نے سفر دلکش بنا دیا اور بالآخر میں اپنے وطن کی سرزمین پر پہنچ گیا۔

آفتاب کمال اور اس کے بعد شہباز احمد صاحب سمیت کچھ لوگ جنہوں نے بالآخر مجھے کرنل کا اعزازی عہدہ عطا کر دیا، میرے جیسے جاہل آدمی کے لیے اس قسم کے عہدے کیا حیثیت رکھتے تھے لیکن بعد میں جو کچھ ہوا وہ ذرا مجھے بھی دلچسپ محسوس ہوا، بہترین فوجی نوازشات سے نوازا گیا، گارڈ عطا کیے گئے تھے، ایک شاندار رہائش گاہ دی گئی تھی، گو مجھے اپنا فلیٹ عزیز تھا کیونکہ وہاں زندگی ذرا آزادی سے گزرتی تھی اور ایک فوجی ہونے کی حیثیت سے میں فوجی احکامات کی پابندی ذرا مشکل ہی سے کر سکتا تھا۔ اس کے لیے بھی مجھے خصوصی اجازت دے دی گئی۔ فوج سے مجھے ایک اعزازی عہدہ ضرور ملا تھا لیکن وہ پابندی نہیں لگائی گئی تھی جو فوجیوں کے لیے مخصوص ہوتی ہے اور اس سلسلے میں شہباز احمد صاحب کی سفارشات بھی کارفرما تھیں، یعنی یہ کہ میری کوٹھی میرے گارڈ اور اس سلسلے میں جو اختیارات مجھے سونپے گئے تھے اس وقت کارآمد ہوتے جب میں اپنی کوٹھی میں ہوتا یا مجھے ان کی ضرورت ہوتی۔ باقی آزاد زندگی کہیں بھی گزاری جا سکتی تھی۔ اس سلسلے میں کئی دن تک مذاکرات رہے اور بالآخر میری ضروریات کو تسلیم کر لیا گیا اور مجھے اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کی اجازت دے دی گئی۔ اس اعزاز اور عہدے کے ساتھ ساتھ ہی مجھے بے شمار مالی فوائد بھی حاصل ہوئے تھے لیکن ایک مستانے کو بھلا ان چیزوں کی کیا ضرورت تھی، ہر قسم کے مفادات تو میں اب اپنے ہاتھوں کی تھوڑی سی جنبش سے خود ہی حاصل کر سکتا تھا۔ اب دنیا میری مٹھی میں آ چکی تھی اور میں نے دنیا کو مٹھی میں لینے کے گر سیکھ لیے تھے۔ تاہم یہ زندگی بھی بری نہیں تھی۔ اس بار یہاں آ کر اپنے دوستوں کی خبر گیری کرنے میں ذرا وقت لگ گیا تھا، اجمل ہی ایسے آ پڑے تھے کیا کرتا، غرض یہ کہ یہ مشکلات چند روز کے اندر اندر حل ہو گئیں اور اس کے بعد میں چل پڑا۔ اپنے دوستوں کی تلاش میں۔ بھلا وہ سمندر کے کہاں جاتے۔ بیواؤں کی طرح ایک جگہ بیٹھ کر میرا انتظار کیا کرتے تھے۔ مجھے دیکھ دیکھ کر مصنوعی طور پر بھوں بھوں کر کے روئے اور میں نے دونوں ہاتھوں میں جوتے سنبھال لیے پھر ایک جوتا توفیق کے سر پر پڑا تو باقی سب خود بخود خاموش ہو گئے۔

"یار یہ آدمی بڑا خونخوار ہو گیا ہے، اب اس کے

سے میں ذرا احتیاط رکھنی چاہیے۔ پتا نہیں کس کس پر ہاتھ چھوڑ بیٹھتا ہے۔"

"تم لوگ کیا کر رہے ہو؟"

"جھک مار رہے ہیں۔ ہماری زندگی میں اس کے علاوہ اور ہے ہی کیا؟"

"کتنی بار کہہ چکا ہوں تم سے انسان بن جاؤ، آہستہ آہستہ بوڑھے ہو جاؤ گے اور اس کے بعد کچھ بھی نہ رہے گا۔"

"آہستہ آہستہ ہی ہوں گے ناں، ایک دم تو بوڑھے نہیں ہو رہے، بلاوجہ پریشان پھر رہے ہو، تم سناؤ کیا تیر مار آئے؟"

"میرے تیروں کی بات مت کرو، میرے ترکش میں اتنے تیر ہیں کہ ان کی تعداد بھی نہ گنی جا سکے۔"

"یار سوچ رہے ہیں ہم لوگ شادی کر لیں، تمہاری کیا رائے ہے؟"

"کوئی ایک خاتون تیار ہو گئی ہیں تم چاروں سے شادی کرنے کے لیے؟"

"گگ سے کیا بکواس ہے؟" جون نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کہہ تو ایسے ہی رہے ہو، کیا تم چاروں اجتماعی شادی کر رہے ہو؟"

"اجتماعی شادی، شادی نہیں خودکشی ہوتی ہے۔ ذرا سی اُردو بھی سیکھ لو۔" توفیق نے غصیلے انداز میں کہا۔

"تو پھر کیا مصیبت نازل ہوئی ہے تم پر؟"

"آج کل شادیوں کے اشتہارات بڑے اچھے اچھے آتے ہیں، کوئی بیرونِ ملک بھیجتا ہے، کوئی گرین کارڈ دیتا ہے، کوئی کروڑوں روپے کی جائیداد حوالے کرتا ہے، یار میں کہتا ہوں اس سے اچھا دھندہ اور کوئی نہیں ہے، آدمی بس شادیاں کرتا رہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے میری طرف سے تمہیں اجازت ہے، کم از کم میری جان تو چھوٹے گی۔" ہم لوگ انہی دلچسپ باتوں میں مصروف تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی اور جان اُٹھ کر کھڑا ہوا۔

"دیکھو کون ہے؟" پھر جان جس شخص کے ساتھ واپس آیا اُسے دیکھ کر میں بھی حیرت سے اُچھل پڑا تھا۔ میرا اچھا بھائی طاہر حال ہی تھا۔ طاہر کو بہت دنوں کے بعد دیکھا تھا۔ ایک لمحے کے لیے دل میں ایک عجیب سا احساس پیدا ہو گیا۔ طاہر نے مجھے دیکھا، بڑے ادب سے سلام کیا اور میں نے اُٹھ کر اسے گلے لگا لیا۔

"ارے طاہر! تم یہاں، خیریت؟"

"آپ کی تلاش میں آیا تھا بھائی جان!" طاہر نے جواب دیا۔

"اوہو، گھر میں تو سب خیریت ہے ناں؟"

"جی ہاں، بالکل ٹھیک ہے۔"

"مگر تمہیں میری تلاش کیوں تھی؟"

"بھائی جان آپ سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"خیریت تو ہے ناں طاہر! تمہارا لہجہ بڑا سنجیدہ سا ہے۔ جاؤ تم لوگ باہر جاؤ، میں بات کروں گا ذرا۔" میں نے اُسے کہیں لے جانے کے بجائے اُن چاروں کو ہی کمرے سے نکال دیا، سب چلے گئے تھے۔ طاہر بیٹھ گیا، میں نے اُس سے کہا۔

"امّی، ڈیڈی اور باقی تمام لوگ؟"

"سب ٹھیک ہے بھائی جان، اگر آپ کسی حادثے کے بارے میں غور کر رہے ہیں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے، مجھے خصوصی طور پر آپ کی تلاش تھی۔"

"پہلی بار یہاں آئے ہو؟"

"جی ہاں، مجھے آپ کے ان دوستوں کے بارے میں معلوم تھا، خوش قسمتی سے میری پہلی ہی کوشش کارگر رہی۔"

میں نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی اور گردن ہلا دی۔

"ہاں خوش قسمتی سے ہی۔"

"سمجھا نہیں بھائی جان۔"

"بھئی یہاں بیٹھو گے یا یہاں سے چلیں؟"

"جیسا آپ پسند کریں۔"

"اور پھر کہیں اور بیٹھنے میں چل کر۔" میں نے کہا۔

طاہر کے اس طرح آنے سے نہ جانے کیوں دل میں ایک کدورت سی پیدا ہو گئی تھی۔ بہرطور ان لوگوں کو سمجھا بجھا کر طاہر کے ساتھ باہر آ گیا۔ راستے میں، میں نے پوچھا۔

"تمہارا اس طرح مجھے تلاش کرنا کیا معنی رکھتا ہے طاہر؟"

"امّی نے مجھے آپ کی تلاش کا حکم دیا تھا۔"

"خیریت تو ہے؟"

"ہاں خیریت ہے، اب یہ بتائیے کہاں چلیں؟"

"آؤ میں تمہیں اپنا فلیٹ دکھا دوں۔" میں نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں، طاہر کو اپنے فلیٹ پر لے آیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میرے بڑے بھائی اکبر جمال شاہ صاحب ہمیشہ میری کاٹ میں لگے رہا کرتے تھے۔ نہ جانے کیا کیا تصورات تھے ان کے ذہن میں۔ بہرطور میں نے بھی ان کے لیے راستہ چھوڑ دیا تھا لیکن طاہر کا مسئلہ بالکل مختلف تھا۔ یہ چھوٹا سا بچہ میری ہمیشہ عزت کرتا تھا اور اس نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی تھی جس کی وجہ سے مجھے اس سے کوئی شکایت پیدا ہو۔ اس نے میرا فلیٹ دیکھ کر آنکھیں گھمائیں اور بولا۔

"بڑا خوبصورت فلیٹ ہے آپ یہاں تنہا رہتے ہیں؟"

"تو اور کیا۔"

"میرا مطلب ہے بھائی جان وغیرہ؟"

"ارے نہیں بھئی! اب اتنا بدقسمت بھی نہیں ہوا ہوں کہ تم لوگوں کے بغیر بھائی جان لے آؤں۔"

"خدا کا شکر ہے، اچھا خیر دراصل ایک عجیب و غریب مسئلہ ہے اور امی کی نگاہیں اس کے لیے آپ ہی کی طرف اٹھی ہیں۔"

"کیا بات ہے؟"

"ویسے آپ امی سے بھی ملاقات کریں بلکہ اب تو ایک اور طریقہ میرے ذہن میں آگیا ہے۔"

"کیا؟"

"امی کو یہیں اسی فلیٹ پر لے آؤں گا۔"

"قصہ کیا ہے آخر؟"

"میں آپ کو مختصر طور پر بتائے دیتا ہوں۔" طاہر نے کہا اور میں نے پوری توجہ سے اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"فرید پور یاد ہے آپ کو؟"

"فرید پور!"

"جی!"

"نہیں مجھے یاد نہیں۔"

"یاد تو مجھے بھی نہیں، سنا ہے کبھی بچپن میں ہم لوگ وہاں آتے جاتے رہے ہیں؟"

"اچھا پھر؟"

"اور اس فرید پور میں ہمارے ایک ماموں رہتے تھے۔ امی کے دور کے رشتے دار نام تھا ان کا اختیار حسین۔"

"ٹھیک آگے کہو۔"

"اختیار حسین صاحب غریب آدمی ہیں۔ کوئی اچھی حیثیت کے مالک نہیں ہیں۔ دراصل بھائی جان ان دنوں صرف اچھی حیثیت کے مالک لوگ ہی رشتے دار تسلیم کیے جاتے ہیں۔ اگر کی مالی حیثیت ذرا بھی خراب ہو اس سے بھی بھلا کوئی رشتہ باقی رہ جاتا ہے۔"

"ہاں، بالکل درست کہا تم نے۔"

"چنانچہ ہم لوگ بھی، میرا مطلب ہے ڈیڈی کا تو مسئلہ ہی ذرا مختلف ہے۔ آپ ان کا مزاج جانتے ہیں، ان کا حلقۂ احباب محدود ہے اور وہ صرف ایسے لوگوں سے ملنا پسند کرتے ہیں جو انہیں ذاتی طور پر پسند ہوں۔"

"یقیناً مجھے اندازہ ہے۔"

"چنانچہ بے چارے ماموں اختیار حسین کا ہمارے گھر میں کوئی تذکرہ نہیں تھا۔ غالباً سب لوگ انہیں جانتے بھی نہیں۔ بہرطور ماموں اختیار حسین ہمارے گھر آئے تھے۔ امی کا نام لیتے ہوئے۔ ڈیڈی موجود نہیں تھے۔ انہیں امی تک رسائی کا موقع مل گیا۔ بے چارے ایک مصیبت کا شکار ہیں۔ ان کا بیٹا مختار حسین قتل کے ایک الزام میں پھنس گیا ہے اور اسے عمر قید کی سزا ہو گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ قاتل نہیں ہے یہ ماموں اختیار حسین کا کہنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اسے قتل کے الزام میں پھنسایا گیا ہے۔ ماموں اختیار حسین کا دوسری طرف سے مایوس ہونے کے بعد امی یاد کرتے ہوئے ہمارے گھر پہنچ گئے فرید پور سے کہ ڈیڈی ڈی۔ آئی۔ جی ہیں اور یقیناً وہ ان کی مدد کریں گے۔ امی نے انہیں دلاسا دیا۔ بہرطور رشتہ دار تھے۔ امی کا خون تھے۔ امی نے ان سے کہا کہ وہ ڈیڈی سے اس بارے میں بات کریں گی اور اس کے بعد انہیں وہاں ٹھہرا لیا گیا۔ ڈیڈی صاحب تشریف لائے اور امی نے اختیار حسین کو ان کے سامنے پیش کر دیا۔ اول تو اختیار حسین صاحب ڈیڈی کے لیے ویسے ہی قابل توجہ نہیں تھے۔ ان کی مالی حالت ایسی ہی تھی۔ لیکن بدقسمتی یہ ہوئی کہ جن صاحب کا معاملہ ہے یعنی چوہدری رمضان بیگ وہ ڈیڈی کے گہرے دوست ہیں۔ چوہدری صاحب بہت بڑے آدمی ہیں۔ بہت بڑے بڑے لوگوں سے ان کی شناسائی ہے۔ ڈیڈی سے بھی ان کی واقفیت ہے۔ فرید پور کے سب سے بڑے زمیندار ہیں اور ماموں اختیار کا مسئلہ براہ راست ان سے ہے۔"

"کیسے؟"

"بس یوں سمجھ لیجیے کہ انہوں نے ہی ماموں اختیار کے بیٹے مختار کو قتل کے الزام میں گرفتار کرایا ہے۔ ڈیڈی کے

علم میں یہ بات تھی۔ ہو سکتا ہے ڈیڈی، امی کی وجہ سے ماموں اختیار حسین پر کوئی توجہ دے دیتے لیکن جب انہیں یہ علم ہوا کہ معاملہ چوہدری رمضان بیگ کا ہے تو ہتھے سے اکھڑ گئے۔ کہنے لگے۔ چوہدری رمضان بیگ جیسے آدمی ہونا مشکل ہیں، وہ بہت نیک اور دین دار آدمی ہیں، بھلا وہ جو کچھ کہیں گے، وہ غلط ہو گا۔ امی نے لاکھ اس سلسلے میں باتیں کیں لیکن ڈیڈی نے امی سے کہا کہ اختیار حسین صاحب کو اگر کوئی مالی مدد دی جا سکتی ہے تو دے دی جائے، باقی اس سلسلے میں کسی قسم کی کوئی بات یہاں نہیں ہو سکتی اور نہ ہی ہم ان کے لیے کچھ کر سکتے ہیں۔ ماموں اختیار حسین بے چارے روتے ہوئے واپس چلے گئے لیکن امی کے دل کو لگ گئی۔ ڈیڈی سے خاصی تلخ کلامی بھی ہوئی اور ڈیڈی نے ہمیشہ کی طرح سختی سے کام لیا بس امی ان دنوں ڈیڈی سے ناراض ہیں اور آپ کی تلاش میں ہیں۔"

"ہوں گویا بات یوں ہوئی کہ فرید پور کے ایک بہت بڑے زمیندار رمضان بیگ نے بے چارے ماموں اختیار حسین کے بیٹے مختار حسین کو ایک جھوٹے قتل کے الزام میں سزا دلا دی ہے اور ڈیڈی کی دوستی رمضان بیگ صاحب سے ہے سو طاہر جمال! مزا آجائے گا، کیا خیال ہے تمہارا؟"

"جی!" طاہر حیرت سے میری صورت دیکھنے لگا۔

"خدا کرے مختار بے گناہ نکلے۔ یہ مسئلہ اگر اس شکل میں ہوا تو پھر تو لطف ہی آجائے۔"

"آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہیں بھائی جان۔"

"چلو امی سے مل لیتے ہیں۔"

"نہیں، نہیں، کوٹھی میں جانا خطرناک ہو گا۔ ڈیڈی اور امی کے درمیان خاصی تلخ کلامی ہو چکی ہے اور ڈیڈی نے بڑے سخت الفاظ استعمال کیے ہیں پھر آپ کے مسئلے میں تو وہ بہت ہی سخت ہو رہے ہیں آج کل۔"

"ہوں، ٹھیک ہے، اچھا تو پھر یہ بتاؤ کیا کیا جائے؟"

"میں امی کو یہاں لے آتا ہوں۔"

"برا لگے گا۔"

"نہیں برا بالکل نہیں لگے گا۔ امی نے مجھے آپ کی تلاش پر معمور کیا تھا اور میں مختلف طریقوں سے آپ کو تلاش کرتا پھر رہا تھا پھر مجھے آپ کے ان دوستوں کا خیال آیا۔ اس جگہ کے بارے میں اتفاق سے مجھے ایک بار علم ہو چکا تھا۔ میں نے یہاں آپ کو تلاش کیا، آپ مل گئے اور اب سب سے اچھی بات یہ ہے کہ آپ کا اپنا فلیٹ ہے۔ میں یہیں امی کو لے آؤں گا۔"

"بھئی مجھے بڑا عجیب لگے گا۔"

"کوئی بات نہیں ہے بھائی جان۔"

"تو پھر کب؟"

"جب آپ کہیں۔"

"مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے، جب تم پسند کرو۔"

"آج ہی کر لیتے ہیں یہ کام۔"

"اوکے، میں انتظار کروں گا بلکہ اسی وقت سے انتظار کروں گا۔"

"میں جا رہا ہوں بھائی جان اور جتنی جلدی ممکن ہو سکا امی کو لے کر آجاؤں گا۔ آپ اس دوران یہاں سے کہیں باہر نہیں جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلا دی اور اس کے بعد طاہر فال کو وہاں سے رخصت کر دیا۔ میں نے اسے اپنی کار دے دی تھی کیونکہ وہ ٹیکسی سے آیا تھا۔ میری کار لے کر وہ چلا گیا اور میں اس کا انتظار کرنے لگا۔

ذہن میں طرح طرح کے خیالات آرہے تھے۔ ماں آرہی تھی میری۔ میں نے فوری طور پر کچھ ایسے انتظامات کیے جس سے امی کی خاطر مدارت کر سکوں اور اس کے بعد میں انتظار کرتا رہا۔ شام کے تقریباً ساڑھے چار بجے تھے، جب میری کار میرے فلیٹ کے سامنے آکر رکی۔ طاہر جمال اس میں سے اترا۔ امی اس کے ساتھ تھیں۔ میں ان کے استقبال کے لیے نیچے دوڑا چلا گیا تھا۔ میں نے انہیں سلام کیا اور وہ سنجیدہ سی میرے ساتھ فلیٹ میں آگئیں۔ سب سے پہلے کمرہ پھر کر میرا فلیٹ دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر گردن ہلاتی ہوئی بولیں۔

"ہوں تو تم یہاں رہتے ہو؟"

"جی امی!"

"ٹھیک ہے، میں تم سے کوئی شکوہ شکایت نہیں کروں گی۔ اس وقت ان تمام چیزوں کی گنجائش نہیں ہے۔ طاہر کا کہنا ہے کہ اس نے مختصراً تمہیں تفصیل بتا دی ہے۔ ہمارے ہاں جب تمہارے بارے میں گفتگو ہوتی ہے تو عجیب و غریب خیالات پائے جاتے ہیں۔ اکبر کا کہنا ہے کہ تم نے کچھ ایسے بڑے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لوگوں سے ساز باز کر رکھی ہے جن کا تعلق اعلیٰ عہدے داران سے ہے اور تم ہر مسئلہ حل کر لیتے ہو۔ مجھے اس وقت تمہارا ہی خیال آیا اور میں نے طاہر سے کہا کہ تمہیں تلاش کرے۔ طاہر نے یہ کام کر لیا۔ تفصیل نہیں ہو سکتا ہے معلوم ہو گئی ہو لیکن میں اسے دُہراتے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔

اختیار حسین میرے سگے خالہ زاد بھائی ہیں۔ وہ بہاتی قسم کے آدمی ہیں اور ہمیشہ ہی اپنی زندگی سادہ سادہ انداز میں بسر کر دی۔ مالی طور پر انتہائی کمزور ہیں۔ مختار ان کا بیٹا ہے۔ میں ان لوگوں کے بارے میں کوئی بہت بڑی بات نہیں کہہ سکتی لیکن اتنا ضرور کہہ سکتی ہوں کہ میرے خاندان میں کسی کا خون گندا نہیں ہے۔ قتل جیسا بھیانک جرم ہمارے خاندان کے لوگ نہیں کر سکتے۔ ہم تو پسے ہوئے لوگ ہیں۔ تمہاری ڈیڈی ضرورت سے زیادہ مغرور ہو چکے ہیں۔ اختیار حسین نے بے شک ہم سے کبھی کوئی رابطہ نہیں رکھا اور اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ہم صاحب حیثیت لوگ تھے اور وہ بے چارے غریب۔ میں نے کبھی اس سلسلے میں کسی سے کوئی اعتراض نہیں کیا اور زندگی گزارتی رہی ہوں لیکن اس وقت میرے بھائی کا بیٹا زندگی اور موت کی کشمکش کا شکار ہے۔ اسے عمر قید کی سزا ہو چکی ہے اور اختیار حسین کا اور کوئی بچہ نہیں ہے۔ اکلوتی اولاد ہے۔ ان کی بیوی مر چکی ہے خود بوڑھے ہو چکے ہیں، بھاگ دوڑ نہیں سکتے ہیں، بتاؤ کیا وہ اس قابل ہیں کہ ہم ان کی مدد کریں؟"

"آپ اطمینان رکھیں امی! جو آپ چاہتی ہیں وہی ہوگا۔ کس کی مجال ہے کہ ہمارے راستے روک سکے؟"

"نہیں، میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ اگر مختار حسین قاتل نہیں ہے تو پھر کوئی تکلف نہ برتا جائے، جس طرح بھی بن پڑے تم اسے بے گناہ ثابت کرو اگر چوہدری رمضان اس راستے میں آتا ہے تو تم اپنے ڈیڈی کے اس سے تعلقات نظر انداز کر کے اس کے خلاف کام کرو اور اس کے خلاف ہتک ہتیا کرو۔ اس کا بیٹا چوہدری الیاس بھی اس سلسلے میں ملوث ہے۔ تم تمام تر معلومات حاصل کرو اور مجھے بالکل اعتماد کے ساتھ یہ بات بتاؤ کہ کیا یہ سب کچھ تمہارے لیے ممکن ہے؟"

"آپ کا حکم ملا بس اب یہ سمجھ لیں کہ یہ سب ممکن ہو گیا۔ جہاں تک معاملہ مختار حسین کی بے گناہی کا ہے تو یہ تو وقت ہی بتائے گا لیکن اگر آپ حکم دیں تو اسے ویسے بھی رہا کرایا جا سکتا ہے۔"

"بہت بڑی باتیں کر رہے ہو۔ اتنی بڑی باتیں نہ کیا کرو خدا کو بری لگتی ہیں۔"

"نہیں امی! میں غرور نہیں کر رہا۔ آپ سے صرف آپ کا بیٹا یہ باتیں کہہ رہا ہے اپنی ماں کا احترام کرتے ہوئے۔"

"تم یہ بتاؤ، کیا تمہارے تعلقات ڈی۔ آئی۔ جی صاحب سے بڑے عہدے کے لوگوں سے ہیں؟"

"آپ یہ سمجھ لیجیے کہ ایسا ہی ہے۔"

"تم کہاں تک جا سکتے ہو؟"

"جہاں تک آپ حکم کریں۔"

"تو پھر مجھے یوں سمجھ لو کہ اس مسئلے میں یہ سب میری بھی آن کا مسئلہ ہے۔ میں نے ڈی۔ آئی۔ جی صاحب سے زندگی میں کبھی کچھ نہیں مانگا، کوئی ایسی بات نہیں کی اپنے اہلِ خاندان کے لیے ایک پیسے سے کبھی ان کی مدد نہیں کی لیکن اس وقت ڈی۔ آئی۔ جی صاحب نے اختیار حسین کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا ہے، اس سے یوں سمجھ لو میری نسلوں کی توہین ہو گئی ہے آخر ایسی بھی کیا زندگی۔ وہ بدلتی پوسٹ افسر تو نہیں تھے۔ رفتہ رفتہ اس زندگی میں آئے ایک مزاج بنا، ایک ماحول بنا، لیکن انسانیت کو اس طرح نظر انداز نہیں کر دینا چاہیے۔ چوہدری رمضان کا نام سنتے ہی بھڑک اٹھے اور میرے بھائی کے ساتھ سلوک کیا کہ ——— کہ ———!" امی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

میں سرد نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔ درحقیقت میری ماں نے زندگی میں پہلا کام میرے سپرد کیا تھا۔ مجھ جیسا نالائق اور ناکارہ بیٹا، بھلا اپنی ماں کی کیا خدمت کر سکتا تھا؟ یہ تو میری خوش بختی تھی کہ کوئی ایسا موقع آ گیا تھا۔ میں نے ان سے کہا۔

"آپ کے پاس کتنا وقت ہے؟"

"ڈی۔ آئی۔ جی صاحب دورے پر دوسرے شہر گئے ہوئے ہیں۔"

"اوہو! اس کا مقصد ہے کہ آپ زیادہ وقت میرے ساتھ گزار سکتی ہیں؟"

"ہاں کیوں نہیں؟"

"تو پھر امی! میں آپ کو سیر پور تعاون پیش کرتا ہوں۔ ماموں اختیار حسین اس وقت کہاں ہیں؟"

"وہ شاید واپس فرید پور چلے گئے ہیں لیکن مختار حسین یہیں کی جیل میں ہے۔"

"اگر وہ سینٹرل جیل میں ہے تو۔" میں ایک لمحہ رکا بولا۔

"ٹھیک ہے، اچھا تو میں ذرا ایک دو ٹیلی فون کر لوں، آپ مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دیجیے۔"

"ہاں ضرور۔" انہوں نے کہا۔

میں دوسرے کمرے میں پہنچ گیا۔ میں نے ٹیلی فون پر آفتاب کمال کے نمبر ڈائل کیے اور تھوڑی دیر کے بعد آفتاب نے ٹیلی فون ریسیو کر لیا۔

"جہانگیر جمال شاہ۔"

"سر!"

"ایک ذاتی کام آ پڑا ہے آفتاب کمال۔"

"حکم!"

"مجھے جیل سے ایک قیدی درکار ہے۔"

"جی؟"

"ہاں، سینٹرل جیل سے ایک قیدی درکار ہے، اپنے گھر پر، اپنے فلیٹ پر۔"

"جی۔"

"نام پتا نوٹ کر لو اور فوری طور پر جو کچھ بھی مناسب سمجھ کر کے اسے ایک گھنٹے کے اندر اندر میرے پاس لے آؤ۔"

"سر ایک گھنٹے سے اگر کچھ زیادہ وقت لگ جائے تو؟"

"ڈیڑھ گھنٹہ دیا جا سکتا ہے۔"

"جی بہت بہتر! فلیٹ ہی سے بول رہے ہیں آپ؟"

"ہاں! میں فلیٹ ہی میں تمہارا منتظر رہوں گا۔"

"ایک اجازت اور چاہتا ہوں سر! آفتاب کمال نے کہا۔"

"کیا؟"

"کیا اس سلسلے میں میں شہباز احمد خان سے رابطہ قائم کر سکتا ہوں؟"

"ظاہر ہے آفتاب کمال! میں جانتا ہوں کہ ان کے بغیر یہ کام ہونا ممکن نہیں ہے لیکن میں اس چھوٹے سے کام کے لیے جو ذاتی نوعیت کا ہے خود شہباز احمد صاحب سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔"

"سر آپ بالکل مطمئن رہیں، یہ ساری گفتگو میں کروں گا بس تھوڑا سا وقت درکار ہو گا۔"

"ٹھیک ہے آفتاب! تم یہ کام کر ڈالو میں انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ اس کے بعد میں اپنی ماں کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ میں نے طاہر سے کہا۔

"طاہر! اس فلیٹ میں کیا کیا ملازم وغیرہ نہیں رکھے جو کبھی بھی کھانے پینے کا بندوبست کرنا ہو گا باہر سے کرنا ہو گا تمہیں اس سلسلے میں تکلیف کرنی پڑے گی۔"

"ٹھیک ہے بھائی جان میں کیے لیتا ہوں۔"

"ویسے یہاں کھانے پینے کی ہر چیز موجود ہے، کبھی کبھی میں خود تیار کر لیتا ہوں۔" میں نے کہا اور امی نے فوراً طاہر کو روکتے ہوئے کہا۔

"نہیں بھئی کوئی تکلیف ضروری نہیں ہے، میں اس وقت بہت افسردہ ہوں۔ دراصل تم یہ سوچو جہانگیر کہ میں نے زندگی بھر اپنے رشتے داروں سے کنارہ کشی اختیار کیے رکھی ہے، ہر موقع پر تمہارے ڈیڈی کے احکامات کی تعمیل کرتی رہی ہوں، لیکن میری بھی ایک عزت ہے، میرا بھی ایک وقار ہے، وہ میرا خون ہے، میں کسی ایسے وقت میں بھی اسے چھوڑ دوں جب اُن کی جان پر بنی ہوئی ہے۔ میرے بھائی کا اکلوتا بیٹا ہے مختار، جو کچھ بھی تھا جیسے بھی تھا میں نے زندگی میں کبھی خبر نہیں لی۔ روتے ہوئے میرے پاس پہنچے تھے ایک آس لے کر آئے تھے بیوی ہے اس کی، دو بچے ہیں۔ کیا انسان نہیں ہوں میں، کیا میرا دل نہیں دُکھ سکتا ان کے لیے؟"

"کیوں نہیں امی!"

"اور انہوں نے اس وقت مجھے بالکل سہارا نہیں دیا، اس طرح نظر انداز کر دیا انہوں نے مجھے جیسے میں صرف ایک جانور کی حیثیت رکھتی ہوں جو گھر کے تھان پر بندھا ہوا ہے۔"

میں خاموش رہا، انہوں نے پھر کہا۔

"تمہیں اس سلسلے میں سب کچھ کرنا ہو گا۔ ایک بار پھر میں یہ بات کہتی ہوں کہ وہ اگر بے گناہ ہے تو اسے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرو اور اگر اس نے یہ سب کچھ کیا ہے اور اس میں دہشت شامل ہے تو پھر اللہ مالک ہے، جو کچھ بھی ہے اختیار بھائی کو بھگتنا ہو گا۔"

"یہ بات میں آپ کے سامنے اس سے پوچھوں گا امی!" میں نے کہا۔

"نہیں میرے سامنے نہیں، میں بھلا جیل جاؤں گی، اس سے ملنے کے لیے؟"

"اب آپ نے اپنے بیٹے کے سپرد پہلی بار ایک کام کیا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہے تو کیا وہ آپ کو اس طرح دربدر ہونے دے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر میرے سامنے کیسے پوچھو گے اس سے؟"

"وہ ابھی تھوڑی دیر کے بعد یہاں پہنچ جائے گا۔"

"کیا؟" امی کے چہرے پر عجیب سے آثار پھیل گئے۔ وہ پھر غصیلے لہجے میں بولیں۔

"کیا مذاق کر رہے ہو تم مجھ سے اپنے باپ کی طرح؟"

"میری یہ جرأت ہو سکتی ہے امی؟"

"تو پھر ایک ایسا قیدی جو سزائے عمر قید بھگت رہا ہے یہاں کیسے آ جائے گا؟"

"میں نے عرض کیا ناں کہ آپ سے کہ آپ ٹڈی۔ آئی۔ جی صاحب کی بیگم ہیں بڑے بڑے مسائل حل کرائے ہوں گے آپ نے لوگوں کے، لیکن اپنے معمولی سے بیٹے کو پہلی بار آپ نے ایک ذمہ داری سونپی ہے اب وہ آپ کو اپنی قوتیں دکھا رہا ہے حالانکہ اکبر بھیا کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ وہ مجھے ڈیڈی کی نگاہوں میں زیادہ سے زیادہ ذلیل کریں لیکن بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں امی جان جہاں دوسرے لوگوں کی نہیں چلتی۔ ڈیڈی براہ راست میرے سلسلے میں کئی بار کوششیں کر چکے ہیں لیکن آپ یوں سمجھ لیجئے کہ اب یہ اُن کے بس کی بات نہیں ہے حالانکہ میرے اپنے خیال میں انہیں میرے ان اختیارات پر خوش ہونا چاہئے۔"

"گویا اب گویا آپ بھیا سے آپ، سزائے عمر قید کے قیدی کو اپنے اس فلیٹ پر بلا سکتے ہیں؟" اس بار طاہر نے حیرت سے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میرے خیال میں تو یہ ناممکن ہے حالانکہ میں نے سنا ہے کہ جیل میں سب کچھ ہو جاتا ہے کوئی بھی کام مشکل نہیں ہوتا لیکن بہرطور۔ یہ صرف اخباری خبریں بھی ہو سکتی ہیں۔"

"ہم بجز مانہ طور پر کوئی ایسا عمل نہیں کر رہے طاہر ہے قانون بہرطور قانون ہوتا ہے لیکن کوشش کی جا سکتی ہے۔"

"تو پھر آپ یہ کام کب کر رہے ہیں بھیا؟"

"بیٹھو بھئی ڈیڈی دورے پر گئے ہوئے ہیں، جلدی نہیں ہے تم لوگوں کو ویسے طاہر تم اس سلسلے میں کیوں ملوث ہو گئے؟"

"کیوں بھیا! آپ کا کیا خیال ہے کیا میں بھی فرعون بن جاؤں؟"

"طاہر! زبان کو ذرا احتیاط سے استعمال کیا کرو۔ تم فرعون کا لفظ استعمال کر کے کیا کہنا چاہتے ہو؟" امی نے خود ہی طاہر کو گھور کر دیکھا۔

"نہیں، نہیں بھابی میرا اشارہ ڈیڈی کی طرف نہیں تھا مگر آپ یہ بتائیے امی کہ کیا ہمارا اُن سے رشتہ نہیں ہے ہم اس بات کے ذمہ دار نہیں ہیں کہ ہمارا کوئی اپنا قریبی عزیز کسی مشکل کا شکار ہو اور ہم اس کے لیے اٹھ نہ کھڑے ہوں؟"

"یہ ایک اچھا جذبہ ہے طاہر، میں دل سے اس کی قدر کرتا ہوں۔"

"لیکن بھیا آج مجھے تو کم از کم بتا دیجئے کہ آپ نے یہ چکر کیا چلایا ہوا ہے؟ یہاں رہتے ہیں آپ اور سا۔ اور پتا نہیں کہاں کہاں مارے مارے پھرتے ہیں؟ ایک دو بار گھر میں آپ کے بارے میں جو گفتگو ہوئی ہے وہ میرے لیے بڑی سنسنی خیز تھی۔ ڈیڈی کا خیال تھا کہ آپ نے کچھ ایسے لوگوں سے سازباز کر رکھی ہے جو بہت اعلیٰ سیاسی حیثیت کے مالک ہیں حالانکہ اصولی طور پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ فی زمانہ یہ بات بہت اچھی ہے اپنے پاس کچھ اختیارات ہونے چاہئیں، لیکن کیا یہ سب کچھ درست ہے؟ آپ اپنے طور پر اپنی زندگی گزارنے کے لیے کیا کرتے ہیں؟"

"بس ان باتوں کو رہنے دو طاہر، کبھی موقع ملا تو بتا دوں گا جلدی کیا ہے؟" بعد میں میں نے طاہر نے اور خود امی نے کچن میں جا کر ضروری چیزیں تیار کیں، یہاں سب کچھ موجود تھا چنانچہ ہم لوگ کھانے پینے میں مصروف ہو گئے۔ امی کافی خوش نظر آ رہی تھیں اور میں ان سے دنیا جہان کی باتیں کر رہا تھا انہوں نے بھی مجھ سے بے شمار سوالات کیے تھے۔ میری شادی کے بارے میں پوچھا تھا اور میں بآواز بلند شرمایا تھا جس پر انہوں نے پاؤں سے جوتا اتار لیا تھا۔ غرض ان دو گھنٹوں میں وقت گزرتا رہا پھر دروازے کی بیل بجی اور میں اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے تک پہنچ گیا۔

آفتاب کمال تھا، اس کے پیچھے ایک نوجوان شخص تھا جس سے میری کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اچھی شکل و صورت کا مالک، چہرے پر ہلکی ہلکی چھائی ہوئی، شیو بڑھی ہوئی، جیل کے کپڑے نہیں پہنے ہوئے تھا۔ غالباً اُسے اس کے وکیل کے دے دیئے گئے تھے، جسے پہنے ہوئے اُسے گرفتار کیا گیا تھا۔ پیچھے دو سادہ لباس والے موجود تھے، جن کا تعلق جیل ہی سے ہو گا۔ آفتاب کمال نے پلٹ کر اُن سے کہا۔

"تم جاؤ آرام سے کسی ہوٹل میں بیٹھ کر جھائے پیو، کتنی دیر میں واپس بلاؤں انہیں؟"

"دو گھنٹے کے بعد۔" میں نے کہا اور وہ دونوں سر جھکا کر چلے گئے۔

آفتاب کمال کہنے لگا۔

"سر! میری ضرورت ہے؟"

"نہیں آفتاب! میرا خیال ہے تم بھی کہیں جاؤ وغیرہ پی لو۔ اگر تمہیں کوئی اور ذمہ داری پوری نہیں کرنی ہے دو گھنٹے بہت زیادہ ہیں تقریباً ایک گھنٹے کے بعد تم مجھ سے رجوع کر لینا۔ اگر دیر ہوئی تو دوبارہ تمہیں بتا دوں گا۔"

"ٹھیک ہے چیف، آپ مطمئن رہیں میں مستعد ہوں۔" اُس نے کہا اور باہر نکل گیا۔

میں نے اُس شخص کو دیکھا، ہتھکڑیاں وغیرہ بھی نہیں لگائی گئی تھیں۔ میرے ساتھ یہ تعاون جو کیا جا رہا تھا یہ میری روح میں نئی زندگی دوڑا دیتا تھا اور یہ سب کچھ مجھے بے حد پسند تھا۔ میں اس شخص کو ساتھ لیے ہوئے اندر آ گیا۔ طاہر اور امی اسے دیکھ کر اُچھل پڑے تھے۔ غالباً وہ اُسے پہچانتے تھے۔ امی بے اختیار کھڑی ہو گئیں۔

"مختار! مجھے پہچانتا ہے؟" اور مختار حسین رونا ہوا امی سے لپٹ گیا۔

"پھوپھی جان! پھوپھی جان میں تمہیں پہچانوں گا آپ کو۔ آپ لوگ ہیں یا نہ جانیں لیکن ہم سب ہم سب تو آپ کو بہت یاد کرتے ہیں۔ آپ کی تصویریں ہیں ہمارے پاس سب کچھ ہے۔ آپ۔ آپ۔ مگر مگر یہ سب کچھ۔ آہ! یہ سب کچھ کیا ہے۔ تم۔ تم مجھے جیل سے نکال کر یہاں لایا گیا ہے اس فلیٹ پر اور آپ یہاں موجود ہیں۔ پھوپھی جان یہ۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟"

"بیٹھو، بدقسمتی ہے میری میں اسے اپنی ہی بدقسمتی کہوں گی کہ تم لوگوں سے اتنے فاصلے ہو گئے ہمارے۔ ہم ان کہانیوں کو نہیں دُہرائیں گے، جو ان فاصلوں کا باعث بنیں لیکن۔ لیکن تم ہمارا خون ہو مختار حسین، ہم تمہیں ایسے تو نہیں چھوڑ سکتے۔"

مختار حسین بیٹھ گیا۔ روتا رہا۔ امی نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہارے بھائی جہانگیر جمال ہیں اور یہ طاہر جمال۔"

مختار حسین نے ہم دونوں کی جانب آنسو بھری نگاہوں سے دیکھا اور پھر سسکیاں لیتا ہوا بولا۔

"مگر میں۔ میں اپنے آپ کو آپ کا بھائی نہیں کہہ سکتا۔"

"بالکل مسلمان ہو مختار، جو کچھ ہوا ہے اسے بھول جاؤ جو ہونے والا ہے اس کے سلسلے میں ہماری مدد کرو۔" میں نے کہا۔

امی حیرانی سے میرا چہرہ دیکھ رہی تھیں طاہر بھی ششدر تھا۔ امی نے کہا۔

"تم نے اسے جیل سے چھڑوایا ہے۔"

"جی امی! اس لیے کہ یہ ٹڈی۔ آئی۔ جی صاحب کی کوئی نہیں بلکہ جہانگیر جمال شاہ کا فیلٹ ہے۔"

"بہت بڑی بات ہے۔ بہت بڑی بات ہے اور معمولی آدمی یہ سب کچھ نہیں کر سکتے۔"

"آپ معمولی آدمی کی بات کر رہی ہیں، میں کہتا ہوں عام حالات میں تو یہ ممکن ہی نہیں ہے۔" طاہر نے کہا۔

"ہمیں یہ باتیں نہیں کرنی چاہئیں جتنے مختصر وقت میں ہم مختار سے معلومات حاصل کر سکتے ہیں ہمیں کر لینی چاہئیں۔" میں نے ان لوگوں کی گفتگو کو روکتے ہوئے کہا۔

مختار عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ امی کی اجازت ملنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

"مختار! یہ بات تو اب تمہارے علم میں آ چکی ہے کہ میں تمہارا عزیز ہوں۔ یہ تمہاری پھوپھی ہیں اور میں تمہارا پھوپھی زاد بھائی، طاہر بھی تمہارا بھائی ہے۔ یوں سمجھ لو اس وقت تم بالکل اپنوں میں ہو۔ بے شک تمہارا معاملہ حل ہو چکا ہے اور تمہیں سزائے قید دے دی گئی ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ تمہارے سلسلے میں کچھ کارروائی کروں۔ اگر تم بے گناہ ہو تو تمہاری مدد کروں۔ دیکھو مختار! تم کو سزا ہو چکی ہے۔ عدالت میں تم نے اقبال جرم کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن بہرحال میرے سامنے تم جو کہو گے سچ کہو گے۔ ہو سکتا ہے تم سے غلطی ہو گئی ہے اور تم اسے چھپا رہے ہو۔ مجھے وہ غلطی بھی بتا دینا۔ بہرحال تم مجھ سے صرف سچ بولنا۔ تاکہ صورت حال کو سمجھنے میں مجھے آسانی ہو۔"

"خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں اپنے برے وقت میں خدا کو نہیں بھول سکتا میں۔ جو کچھ کہوں گا جہانگیر بھائی بالکل سچ کہوں گا، جھوٹ نہیں بولوں گا، آپ کے سامنے بس اتنا ہی کہہ سکتا ہوں میں۔"

"یقیناً! مجھے یقین ہے کہ تم جھوٹ نہیں بولو گے۔ واقعہ کیا ہوا تھا۔"

"واقعہ یہ ہوا تھا کہ میں آپ کو ذرا سی تفصیل بتانا چاہوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گاؤں چوہدری رمضان کا نام شاید آپ نے سنا ہو۔ فرید پور کے مالک ہیں ایک طرح سے، ان کا حکم چلتا ہے وہاں۔ بہت بڑے زمیندار ہیں، جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ چوہدری الیاس انہی کا بیٹا ہے۔ بظاہر وہ صحیح دماغ نہیں رکھتا۔ بچوں کی سی ادا کاری کرتا ہے۔ منہ میں چوسنی لگائے رکھتا ہے اور چوہدری صاحب کئی بار اس کا علاج کرانے کی کوشش کر چکے ہیں لیکن اس میں ناکام رہے ہیں۔ چوہدری صاحب اس سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ میں نے بھی چوہدری الیاس کو ایسی ہی حالت میں دیکھا تھا۔ ایک بڑے آدمی کا بیٹا ہے۔ بہت سے آدمی اس کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ انہی میں ایک ملازم غلام شاہ بھی ہے۔ غلام شاہ چوہدری الیاس کی خاص نگہداشت کرتا ہے۔ چوہدری الیاس کے بارے میں بستی کے کچھ لوگوں نے کچھ عجیب و غریب باتیں کہیں۔ میں تفصیل میں نہیں جاؤں گا، یوں سمجھ لیجیے کہ فرید پور کی ایک بچی کی آبرو لوٹ گئی اور اس بچی نے آبرو لوٹنے والے کا چہرہ دیکھ لیا۔ وہ چوہدری الیاس تھا۔ قدرت بھی کچھ ایسی چیزیں اس بچی کے ہاتھ لگ گئیں، جن سے چوہدری الیاس کے خلاف ثبوت بھی ملتا تھا۔ مثلاً اس کے گلے کا تعویذ جو اس بچی کے ہاتھ میں رہ گیا تھا۔ بچی کا باپ چوہدری رمضان سے ملا اور اس نے انہیں ساری صورتِ حال بتائی تو چوہدری رمضان آگ بگولا ہو گئے۔ انہوں نے اس شخص کے بتیس جوتے لگوائے اور اسے اس کی بچی کو فرید پور سے نکلوا دیا اور کہا کہ اگر دوبارہ اسے فرید پور میں دیکھا گیا تو پھر باقی زندگی اسے جیل میں گزارنے پڑے گی۔ کچھ ایسا واقعہ ہوا تھا یہ کہ بستی کے بہت سے لوگ متاثر ہو گئے تھے اور اس کے بعد چوہدری الیاس پر نگاہ رکھی جانے لگی تھی۔ پھر ایسا ہی ایک اور حادثہ ہوا اور اس میں چوہدری الیاس ہی سامنے آیا۔ وہ پاگل بنا ہوا شخص دوسروں کو پاگل بنا کر دھوکا دیتا ہے مگر درحقیقت وہ بہت عیاش فطرت ہے اور اس کے گرگے اس کے لیے کام کرتے ہیں۔ بات بگڑی تو چوہدری رمضان نے پولیس کا سہارا لیا۔ چند لوگوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرائی، تھانے پہنچوا دیا اور اس طرح ایک بار پھر چوہدری الیاس کے بارے میں زبانیں بند ہو گئیں۔ لیکن اس کے بعد بات میری عزت تک آ گئی۔ میری بیوی کا نام نعیمہ ہے۔ نعیمہ ایک غریب باپ کی بیٹی تھی۔ ماں مر چکی تھی۔ مجھ سے شادی ہو گئی۔ باپ بھی مر گیا۔ عزت سے زندگی گزر رہی تھی۔

ایک بار چوہدری الیاس نے اسے دیکھ لیا۔ بس ایسے ہی وہ اپنے گرگوں کے ساتھ بستی کی سیر و سیاحت کرتا رہتا ہے لیکن درحقیقت وہ اپنے شکار تلاش کرتا ہے۔ نعیمہ کو دیکھ کر اس نے کچھ اشارے کیے اور پھر اس دن جب میں گھر پر موجود نہیں تھا۔ ابا جی باہر گئے ہوئے تھے۔ غلام شاہ ہمارے گھر پہنچا۔ اس نے نعیمہ کو کچھ کپڑے، کچھ پیسے اور مٹھائی وغیرہ دیتے ہوئے کہا کہ چوہدری الیاس نے بھجوائی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے کچھ ایسی شرمناک باتیں بھی کہیں کہ نعیمہ نے پاؤں سے جوتا اتار لیا اور غلام شاہ کے دو چار جوتے لگا دیے۔ غلام شاہ اس وقت تو چلا گیا لیکن دو تین دن کے بعد وہ مجھ سے ملا۔ اس نے مجھے الگ لے جا کر کہا کہ چوہدری الیاس کا ایک پیغام وہ مجھے دینا چاہتا ہے۔ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ پیغام کیا ہے تو اس نے بتایا کہ چوہدری الیاس نعیمہ کو پسند کرنے لگا ہے۔ نعیمہ نے اس وقت تک یہ بات مجھے نہیں بتائی تھی۔ شاید اسی لیے کہ کہیں میں غصے سے دیوانہ نہ ہو جاؤں اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھا بیٹھوں جو بعد میں میرے لیے مصیبت کا باعث بن جائے۔ لیکن جب غلام شاہ نے یہ شرمناک فرمائش مجھ سے کی تو میں نے غلام شاہ کو اتنا مارا کہ وہ صحیح طور سے زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد میں مسجد کے مولوی صاحب کے پاس گیا۔ مولوی صاحب فرید پور کے بزرگ ہیں اور ان کی بات کافی مانی جاتی ہے۔ میں نے انہیں تمام صورتِ حال بتائی تو مولوی صاحب نے گردن جھکائی اور کہنے لگے۔

"بہتر یہ ہے مختار میاں کہ تم اپنی بیوی اور اپنے باپ کے ساتھ فرید پور چھوڑ کر چلے جاؤ۔ جس طرح دوسرے لوگ جا چکے ہیں۔"

"گویا آپ یہ بات جانتے ہیں مولوی صاحب کہ وہ شخص بھیڑیے کے روپ میں بھیڑیا ہے، پاگل بنا رہتا ہے لیکن درحقیقت وہ بہو بیٹیوں کی عزت و آبرو کا دشمن ہے۔"

"میاں! میں اپنی زبان سے کچھ نہیں کہوں گا۔ میں بس یہی مشورہ دے سکتا ہوں۔"

"جی نہیں مولوی صاحب! اگر اس نے میرے گھر کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو یوں سمجھ لیجیے کہ خون خرابا ہو جائے گا۔ میں اور کچھ نہیں کر سکتا لیکن چوہدری الیاس کو ضرور قتل کر سکتا ہوں۔"

"خدا تم پر رحم کرے، اس کے علاوہ میں اور کیا کہوں بیٹے!"

مولوی صاحب نے جواب دیا لیکن میں سخت پریشان تھا۔ پھر اس دن وہ واقعہ ہو گیا، جس کا مجھے بھی گمان نہیں تھا۔ میں اپنے دوست احسان کے گھر گیا۔ احسان نے مجھے پیغام دے کر بلوایا تھا، جب میں اس کے گھر میں داخل ہوا تو احسان گھر میں موجود نہیں تھا۔ میں اندر پہنچا تو اس کے کمرے میں مجھے ایک لاش ملی۔ یہ لاش بھی فرید پور کے ایک عزت دار آدمی کی بیٹی کی تھی اور اس انداز میں تھی کہ میری آنکھیں بند ہو گئیں لیکن میں دہشت زدہ ہو گیا تھا۔ مجھے اچانک ہی احساس ہوا تھا کہ یہ ایک بہترین سازش ہے۔ منظم سازش کا میاب رہی اچانک ہی بہت سے لوگ گھر میں گھس آئے اور مجھے پکڑ لیا۔ لڑکی قتل ہو چکی تھی اور اس کا قاتل اس وقت دنیا کی نگاہوں میں میرے سوا کوئی نہیں تھا۔ میں خود بھی نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ اپنے آپ کو بے گناہ کہوں تو کیسے کہوں، احسان گھر پر موجود نہیں تھا۔ میں اس کے گھر میں تھا۔ بعد میں مجھے یہ پتا چلا کہ احسان نے مجھے نہیں بلایا تھا۔ وہ تو خود شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔ یہ سازش میرے خلاف تھی اور مجھے اس جرم میں گرفتار کرایا گیا تھا کہ میں نے غلام شاہ کو مارا تھا اور چوہدری الیاس میری بیوی نعیمہ کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد جہانگیر بھائی آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ کیا ہوا۔ ایک جانب دولت کارفرما تھی اور دوسری جانب ہماری غربت۔ مقدمہ چلا میرے خلاف کوئی عینی گواہ نہیں مل سکا تھا لیکن مجھ پر اس لڑکی کی آبروریزی اور اس کے قتل کے الزام میں مقدمہ چلا اور صرف عینی گواہ نہ ہونے پر سزائے موت کے بجائے عمر قید کی سزا دی گئی۔ میرا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے۔ بوڑھا باپ ہے، جوان بیوی ہے، بچے ہیں۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ میں زندگی سے کنارہ کش ہو چکا ہوں اور اب — اب صرف خدا کو یاد کرتا ہوں۔ سہارا بھی تو نہیں دے سکتا میں اپنی بیوی کو۔ ایک لفظ بھی تو نہیں کہہ سکتا۔ بس اس سے کہ وہ صبر کرے۔ میرا انتظار کرے۔ ظاہر ہے آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اب میرے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں رہ گیا ہے لیکن آپ سے جو کچھ میں نے کہا ہے، وہ ایک سچائی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ میرے لیے اب کچھ ہو سکتا ہے، لیکن آپ نے حقیقت پوچھی تو میں نے بیان کر دی اور کچھ ہو یا نہ ہو لیکن خدارا ایک درخواست قبول کر لیجیے میری، وہ یہ کہ کم از کم آپ — آپ تینوں مجھے مجرم نہ سمجھیں۔ میں اتنا بدکار انسان نہیں ہوں۔ میں اتنا بڑا انسان نہیں ہوں۔"

مختار حسین پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

امی کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ ظاہر کا چہرہ بھی تھک گیا۔ میں البتہ خشک نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا اور میرے ذہن میں وہی نیلا دھبہ ابھرتا آ رہا تھا۔ وہی نیلاہٹ جو جنون کو جنم دیتی ہے اور یہ جنون مختلف شکلیں اختیار کر جاتا تھا۔ مختار حسین کے بھیجے سے کم از کم میں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے، اس میں ایک لفظ بھی غلط نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بھی ایک پہلو تھا ہماری زندگی۔ بیرونی دنیا میں جرائم ہوتے تھے۔ اعلیٰ پیمانے پر ہوتے تھے لیکن جرم کا ایک انداز یہ بھی ہے ایک بے گناہ کو موت کی تحویل میں دے دیا گیا ہے۔ مناسب نہیں ہے، یہ تو مناسب نہیں ہے۔ کچھ دیر سوچتا رہا اور اس کے بعد بہت سے فیصلے ذہن ہی ذہن میں کیے۔ سب خاموش تھے۔

مختار حسین کی آنکھوں سے آنسو مسلسل ٹپک رہے تھے۔ میں نے ماں کی طرف دیکھا اور آہستہ سے کہا۔

"اور آپ یہ چاہتی ہیں کہ میں اس سلسلے میں کام کروں؟"

"میں — بس نہ جانے کیوں میرے ذہن میں تمہارا خیال آ گیا ہے جہانگیر، میں کسی کو برا نہیں کہنا چاہتی ظاہر ہے، وہ میرا گھر ہے، میرا ماضی ہے، میرا مستقبل ہے لیکن جہاں تک معاملہ میرے اپنے اختیارات کا ہے، میں اپنے آپ کو محدود پاتی ہوں۔ ڈی۔ آئی۔ جی صاحب کو سوچنا ضرور چاہیے تھا۔ ضرور سوچنا چاہیے تھا، مگر انہوں نے نہیں سوچا اور پھر یہ بات مزید باعثِ تکلیف ہے کہ چوہدری رمضان ان کا دوست ہے۔ یہ تو ابھی بات نہیں ہے۔ آخر میرے بھائی تو عزیز ہیں یہ۔ جہانگیر تمہارا بھی تو خون ہے ان لوگوں میں۔ تم بتاؤ کیا یہ سب کچھ ممکن ہے۔ کیا ڈی۔ آئی۔ جی صاحب ہم لوگوں پر حکومت کرنے کے لیے پیدا ہوتے ہیں۔ میں ان سے بغاوت نہیں کر رہی لیکن ان کے خیالات سے بغاوت کر رہی ہوں۔ کم از کم انہیں ٹھنڈے دل سے اس مسئلے میں کام کرنا چاہیے تھا۔"

"خیر چھوڑیے، ہاں آپ کو کچھ اور کرنا ہو گا، کریں گی آپ؟"

"کیا؟ دیکھو جہانگیر! میں ان کے خلاف تو کچھ نہیں کر سکتی کسی طرح سے انہیں مجبور نہیں کر سکتی لیکن اگر کوئی ذمہ داری ایسی تم میرے سپرد کرنا چاہتے ہو جس سے سرانجام

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دے سکوں تو میرا خیال ہے کہ میں اپنے اس سے گریز نہیں کروں گی۔ حد ہوتی ہے کسی بھی چیز کی۔ میری بات مانئی چاہئے تھی میری بھی کوئی حیثیت ہے، میں اُن کے بچوں کی ماں ہوں اس گھر میں رہتی ہوں، اُن کی بیوی ہوں، خدمت کی ہے میں نے اُن کی۔ یہ میرے عزیز ہیں، کیسے چھوڑ سکتی ہوں انہیں؟"

"خیر۔۔۔ خیر اتنی آپ جذباتی نہ ہوں۔ ڈیڈی کا معاملہ ذرا مختلف ہے۔ اکبر بھیا، میرا خیال ہے ان کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کافی ہیں، باقی ہم لوگ تو ایسے ہی بس معمولی سی حیثیت رکھتے ہیں۔ خیر ہم کسی کے خلاف محاذ آرائی کرنے کے لیے جمع نہیں ہوئے۔ یہ ماموں اختیار حسین کہاں ہیں اس وقت؟"

"واپس چلے گئے ہوں گے بے چارے فرید پور۔"

"اور فرخندہ کی بیوی؟ میرا مطلب ہے ہماری بھابی نعیمہ فرید پور ہی میں ہے؟"

"ہاں ظاہر ہے۔"

"اور فرید پور میں ایک ایسا شخص موجود ہے جو انہیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ امی آپ نے ابھی تک اس بارے میں کیوں نہیں سوچا؟"

"کیں۔۔۔ کیں۔۔۔ میں کیا سوچوں؟" امی نے کہا۔

"میں بتاتا ہوں۔ ظاہر تمہیں فرید پور روانہ ہونا ہے اور وہاں جا کر فوری طور پر اختیار حسین صاحب، نعیمہ بھابی اور بچوں کو یہاں لے آنا ہے۔ تم اگر یہ محسوس کرتے ہو کہ تمہارے پاس کوئی جگہ نہیں ہے تو پھر یوں کرو انہیں اس فلیٹ میں لے آؤ۔ میرے پاس رہائش کے لیے دوسری جگہ ہے ہے یہاں انہیں اطمینان سے رکھو اور اس کے بعد میں دیکھوں گا کہ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔" امی کے چہرے پر رونق آگئی۔ انہوں نے کہا۔

"ہاں مختار حسین تم بالکل بے فکر رہو ہم آخری دیر تک کوشش کریں گے۔ یقینی طور پر تم بے گناہ ہو۔ ہمیں تمہاری باتوں کا پورا پورا یقین ہے بے شک قانون تمہیں سزا دے چکا ہے لیکن اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے بعض اوقات قانون غلط فہمیوں کی بنیاد پر غلط فیصلے کر سکتا ہے تو ہمیں صحیح راہ دکھا کر صحیح فیصلے کرائے جا سکتے ہیں۔"

"بالکل اطمینان رکھو مختار حسین، نہ صرف یہ کہ تمہاری بے گناہی ثابت ہو جائے گی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ہی میں یہ چوہدری الیاس کو بھی سزا دلاؤں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔"

مختار حسین بے یقینی کے سے انداز میں ہمیں دیکھنے لگا۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تمہاری یہ آنکھیں بتاتی ہیں کہ تمہیں جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اس پر یقین نہیں ہے لیکن بہر حال وقت اس کا صحیح فیصلہ کرے گا۔"

"نہیں، نہیں جہانگیر بھائی! میں صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ مجھ جیسا آدمی جو ہر شخص کے لیے ایک بے کار شے بے مقصد چیز ہے آپ کو آپ کے ان احسانات کا کیا صلہ دے گا۔ وقت جو بھی فیصلہ کرے گا وہ ایک الگ بات ہے لیکن آپ نے اس اپنائیت کا مظاہرہ کر کے میرے دل میں جو گداز پیدا کر دیا ہے ہم۔۔۔ میں۔۔۔ میں اس کے بارے میں کیا کہوں۔"

"اطمینان رکھو، واپس جاؤ اور اپنا وقت گزارو اور اس بات پر پورا پورا بھروسا رکھو کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہو جائے گا۔"

مختار حسین تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے چلا گیا۔ درحقیقت شہباز احمد صاحب نے بھی تو تعاون کیا تھا اور آفتاب کمال بھی کمال کی چیز تھا، بھلا اس جیسے جن کے لیے کون سا کام مشکل تھا۔ امی بعد میں مجھ سے کہنے لگیں۔

"مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے آخر اسے جیل سے اپنے گھر کیسے بلا لیا؟"

ظاہر بولا "امی درحقیقت بھائی جان ڈیڈی کے لیے بڑی فکر انگیز شخصیت رکھتے ہیں۔ پہلے بھی میں نے کچھ اڑتی اڑتی باتیں سنی تھیں اور ڈیڈی نے اکبر بھیا سے باتیں کرتے ہوئے کہا تھا کہ پتا نہیں اس نے کہاں کہاں کیا کیا جال پھیلا رکھے ہیں۔ کسی وقت کوئی بڑی مصیبت آئے گا ہمارے خاندان پر لیکن آپ دیکھئے مصیبت تو نہیں آئی البتہ یہ اتنا بڑا کام ہو گیا جو میرے خیال میں اچھے اچھے لوگوں کے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"تو پھر تم کب روانہ ہو رہے ہو ظاہر؟" میں نے پوچھا۔

"کب کا کیا سوال بھائی جان، آج ہی۔"

"ہاں، وہاں ان دونوں کو خطرے سے نکال لاؤ یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔"

"ایک بات بتاؤ، میں چلی جاؤں جہانگیر؟" امی نے کہا۔

"آپ۔۔۔؟"

"ہاں، ظاہر ہے ڈی۔ آئی۔ جی صاحب تو موجود نہیں ہیں۔"

"نہیں امی! میرا خیال ہے آپ کا جانا مناسب نہیں ہوگا اور ظاہر تم بھی پوشیدہ طور پر وہاں جاؤ۔ آپ کو اندازہ ہے امی کہ چوہدری رمضان ڈیڈی کا دوست ہے، ہو سکتا ہے وہ فرید پور کے حالات سے مکمل طور پر واقفیت رکھتا ہو۔ کون آیا، کون گیا، وہ اس کے بارے میں معلومات بھی رکھتا ہو چنانچہ آپ کا جانا خطرناک ہو سکتا ہے وہ ہوشیار ہو جائے گا اور ظاہر تم بھی بہت ہی خفیہ طور پر وہاں جاؤ، جس طرح بھی بن پڑے اختیار حسین صاحب سے گفتگو کر کے انہیں یہاں آنے پر آمادہ کر لو۔ اُن سے کہو کہ کسی بھی چیز کی پروا نہ کریں۔ کھانا، پینا، کپڑے وغیرہ سب یہاں مہیا ہو جائیں گے۔ کوئی کمی نہیں ہے ان کے لیے آخر رشتے دار ہیں ہمارے۔"

"آپ اطمینان رکھیں، مجھے تو پہلی بار ایسا کوئی کام کرنے کا موقع مل رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"ویسے بھائی جان آپ کے پاس دوسری جگہ کون سی ہے؟"

"ایک مکان ہے، میں وہاں قیام کر لوں گا، پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، ان لوگوں کو پوری طرح خوش رکھا جائے گا۔" ان تمام باتوں کے بعد یہ میٹنگ ختم ہو گئی۔

مختار حسین تو چلا گیا تھا، ہم لوگ دیر تک اپنے خاندانی موضوعات پر گفتگو کرتے رہے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد امی اور ظاہر بھی وہاں سے چلے گئے۔

میں گہری سوچوں میں ڈوب گیا تھا۔ چلو اچھا ہے اس بار ایک ذرا مختلف کام کرنے کا موقع ملے گا۔ ٹھیک ہے یہ بھی تو مجرم ہیں، بین الاقوامی طور پر جو لوگ جرائم کرتے ہیں ان کے لیے حکومتیں سرگرم عمل ہو جاتی ہیں لیکن جو اس قسم کے جرائم کرتے ہیں، ان کا پوچھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ تو ایک طرح کا اشارہ تھا میرے لیے زندگی میں کیا کچھ نہیں کیا تھا ساری ہی بڑائیاں چادر بنا کر سر پر اوڑھ لی تھیں۔ کیا کچھ نہیں کر ڈالا تھا۔ آج تک کی زندگی بالکل بے رنگ گزری تھی اور ایسا کوئی کام نہیں کیا تھا جس سے کسی انسان کو فائدہ پہنچے۔ بین الاقوامی سمگلروں کے پیمانے پر جو کچھ کیا تھا، اس میں بھی اپنا مفاد وابستہ تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری حکومت نے ہمیں ایک مقام دیا تھا۔ تب آفتاب کمال اس سلسلے میں بہت سی کہانیاں سنایا کرتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ میں نے بیرونِ ملک جن جن ملکوں کی امداد کی ہے اور جہاں جہاں کے سربراہوں کو مصیبت سے نکالا ہے، وہاں سے بڑے فائدے حاصل ہوئے ہیں مثلاً یہ کہ بے شمار افراد کو ان ممالک میں ملازمت دی گئی۔ سرکاری طور پر کوٹہ مقرر کیا گیا ہے اور ہر طرح کی امداد کی یقین دہانی کرائی گئی ہے بلکہ اس سلسلے میں خاص کارروائیاں ہو بھی رہی ہیں اور اس میں مجھے پورا پورا حصہ دیا جاتا ہے۔ بہر حال یہ ساری باتیں اپنی جگہ لیکن اگر ایسا کوئی واقعہ علم میں آجائے تو میں سمجھتا تھا کہ اپنی ان صلاحیتوں کو جن کا انکشاف اچانک ہی خود مجھ پر بھی ہوا تھا، استعمال کرنا ضروری ہے پھر میرا ذہن چوہدری رمضان اور اُن کے بیٹے چوہدری الیاس کی جانب چلا گیا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ خود فرید پور جا کر ان لوگوں کی نگرانی کروں۔ البتہ طریقہ کار کیا ہو سکتا ہے، یہ ذرا سوچنا تھا۔

چوہدری رمضان سے میری کبھی کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی بلکہ میں نے تو کبھی ڈیڈی کی زبان سے ان کا نام بھی نہیں سنا تھا لیکن اگر وہاں فرید پور میں جا کر کسی ذریعے سے ڈیڈی کا حوالہ بھی سامنے آجائے تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ کوئی طریقہ کار اختیار کیا جائے، جس سے براہ راست نہیں بلکہ کسی ذریعے سے چوہدری رمضان تک پہنچا جائے اور یہ سب کچھ فرید پور پہنچ کر ہی ہو سکتا تھا۔

آفتاب کمال سے اس بارے میں میں نے گفتگو کی۔ آفتاب کمال کو کسی حد تک تفصیلات بتا دیں اور اس نے پُرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"جی جناب! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہاں پہنچنے کے بعد چوہدری رمضان کے خلاف ثبوت حاصل کیے جا سکتے ہیں میرا خیال ہے اس سلسلے میں بالکل سادہ سا حیلہ کام کیا جائے۔"

"حیلہ ٹھیک ہے، تم اپنا خیال مزید بتاؤ۔"

"دیکھئے بے شک مختار حسین کو سزائے عمر قید ہو چکی ہے لیکن ہم اگر اصل حقائق سامنے لے آتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ کوئی مشکل نہیں پیش آئے گی ان کے خلاف ثبوت حاصل کرنے میں اور مختار حسین کو رہا کرانے میں۔ میں ایسے وکیلوں کا بندوبست کر سکتا ہوں جو اس کیس کو ری اوپن کریں گے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں یہ سب کچھ مجھے کرنا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اور بھی بہت سے معاملات ہوں گے خیر ان پر ہم بعد میں بات کریں گے تو پھر میں یہ کر رہا ہوں آفتاب کمال کہ

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں چلتا ہوں۔ شہباز احمد صاحب اگر میری ضرورت محسوس کریں تو ان سے کچھ وقت کے لیے معذرت کر لینا میں اپنے طور پر کام کر رہا ہوں۔"

"میرا خیال ہے شہباز احمد صاحب کو تھوڑی سی تفصیل بتا دی جائے تو پھر باقی معاملات بھی حل ہو جائیں گے۔"

"ہاں تم یہ تفصیلات بتا دینا۔"

"تو آپ فرید پور کب جا رہے ہیں؟"

"میرا خیال ہے کل ہی چلا جاؤں گا۔"

"بہت بہتر، یہاں کے سلسلے میں آپ پُرسکون رہیے۔"

"اور سنو! میرے اس فلیٹ میں میرے وہ رشتے دار آ کر رہیں گے میرا مطلب ہے افتخار حسین صاحب، ان کی بہو نعیمہ اور دو بچے۔"

"میرے لیے ہدایت؟"

"کسی کو بھیج دینا، ملازم وغیرہ کو جو یہاں ان کے لیے کھانا وغیرہ تیار کر دیا کرے۔"

"ٹھیک ہے یہ انتظام بھی ہو جائے گا اور کوئی حکم؟"

"بس، بس میرے بھائی اور کیا حکم دوں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور آفتاب کمال بھی ہنسنے لگا۔

فرید پور جانے کے لیے میں نے اپنے طور پر جو فیصلے کیے تھے ان پر عمل کرنا تھا چند خاص چیزیں اپنے ساتھ لینے کے بعد بالآخر فرید پور چل پڑا۔ راستے کے بارے میں معلومات حاصل کر لی تھیں۔

فرید پور بہت زیادہ بڑی جگہ نہیں تھی اور یہاں کوئی ایسا مسئلہ بھی نہیں تھا، جس کی بنا پر بہت زیادہ ہوٹل وغیرہ ہوتے۔ بس ایک دو ہوٹل تھے، جو دو منزلہ عمارتوں میں بنا لیے گئے تھے۔ یہ ہوٹل کیا سرائے کہے جا سکتے تھے لیکن قیام کے لیے مجھے ان میں سے ایک ہوٹل میں کمرہ مل گیا۔ دو منزلہ عمارت تھی اور اس میں کل چھ کمرے تھے۔ نیچے ایک بڑا سا حصہ میں کچن بنا لیا گیا تھا۔ غالباً گھر کے رہنے والے ہی ہوٹل کے ملازمین اور مالکان وغیرہ تھے۔ میں نے اس جگہ کو غنیمت سمجھا اور اس کے بعد اپنا کام شروع کر دیا۔

پہلا دن میں نے فرید پور کے اطراف میں چکر لگاتے ہوئے گزارا۔ کم از کم یہ سرسبز و شاداب علاقہ تھا اور اس کے اطراف کافی بھرے پرے تھے۔ جنگلوں میں شکار بھی موجود تھے اور میں ایک شکاری کی حیثیت سے یہاں اپنے آپ کو روشناس کرانا چاہتا تھا۔ شاید اسی قسم کی رائفل وغیرہ میں نے حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ میں چل پڑا اور اس کے بعد کافی وقت میں نے جنگلوں میں صرف کیا۔ اس دوران میں نے تھوڑی بہت معلومات حاصل کر لیں۔ چوہدری رمضان کی حویلی بھی دیکھ لی تھی اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ یہ حویلی شہر کے آخری کنارے پر ایک ایسی جگہ تھی، جہاں سے جنگلوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ چوہدری رمضان کی زمینیں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔ سرسبز و شاداب باغات، کھیت، بہت سے لوگ اس کے لیے کام کرتے تھے لیکن میں نے اپنی رائفل سے ہی گولی چوہدری رمضان کی حویلی سے کچھ فاصلے پر جنگلوں ہی میں چلائی۔ دو تین گولیاں چلائیں تو حویلی کے ملازمین میری جانب متوجہ ہو گئے پھر میں نے دو آدمیوں کو دوڑتے ہوئے اور اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا اور میں مستعد ہو گیا۔ میرا خیال تھا، میرا کام بن گیا ہے۔ وہ دونوں صورت سے خانسامے خوانخوار معلوم ہوتے تھے۔ میرے سامنے پہنچ کر ان میں سے ایک نے کہا۔

"او بندوق والو! بات سن۔ بات سن بھائی بات سن! گولی مت چلا، کس پر گولی چلا رہا ہے؟"

میں نے حقارت آمیز نگاہوں سے انہیں دیکھا اور بولا۔

"کیوں خیریت؟ تمہیں کوئی تکلیف ہے؟"

"ارے بابا کہیں باہر سے آیا ہے یا یہیں فرید پور کا رہنے والا ہے؟"

"بات بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہاں گولی چلانا منع ہے۔ یہاں کے سارے جانور چوہدری صاحب کی امان میں رہتے ہیں۔"

"تو چوہدری صاحب نے انہیں اپنے گھر میں کیوں نہیں رکھ لیا، باہر کیوں کھلا چھوڑ دیا ہے؟"

"ارے ارے، چوہدری رمضان کے بارے میں ایسی باتیں کہہ رہا ہے تو یقیناً فرید پور کا نہیں معلوم ہوتا۔"

"بس میرا خیال ہے تم لوگوں کو یہاں سے بھاگ جانا چاہیے ورنہ جانوروں کو چھوڑ کر میں تمہارا شکار شروع کر دوں گا۔" میں نے کہا۔

"بچو یہ آسان نہیں ہوگا۔"

"تو میں اسے آسان بنائے دیتا ہوں۔" میں نے رائفل ان کی جانب سیدھی کر لی اور وہ دونوں ہکا بکا رہ گئے۔ خود

رہتے تھے، مقابلہ وغیرہ تو خیر کیا ہی کرتے، چند لمحات میری صورت دیکھتے رہے اور اس کے بعد گردن ہلا کر واپس پلٹ گئے۔

"ٹھیک ہے بیٹا، ٹھیک ہے، چلا گولیاں اس کے بعد جو کچھ ہوگا، وہ تو خود جانتا ہے۔"

میں تو اس کے بعد جو کچھ ہوگا وہی جاننا چاہتا تھا چنانچہ ایک درخت کی آڑ میں بیٹھ کر انتظار کرتا رہا۔ میں نے بندوق کی نال صاف کرنا شروع کر دی تھی، پھر میں نے اس قوی ہیکل آدمی کو دیکھا، جو شاندار لباس میں ملبوس تھا۔ بڑا قیمتی کپڑا تھا اس کے لباس کا، لمبے چوڑے بدن کا مالک، بڑی بڑی مونچھیں، آنکھیں سُرخ، اپنی دو افراد کے ساتھ میرے پاس آیا تھا۔ وہ اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے مجھے گھورنے لگا پھر بولا۔

"اٹھو!"

"کیا مطلب ہے؟"

"میں کہتا ہوں اٹھ جاؤ۔"

میں نے حقارت آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر آہستہ سے اٹھ گیا۔

"جی فرمائیے۔"

"کیا نام ہے تمہارا، کہاں سے آئے ہو؟"

"یہ پولیس اسٹیشن ہے کیا، ہر شخص آ کر یہ پوچھتا ہے کہ کون ہو؟ کہاں سے آ رہے ہو؟ ارے بھائی جنگل ہے شکار کر رہا ہوں۔"

"نوجوان ہو، تھوڑے سے سر پھرے بھی لگتے ہو کم از کم کسی جگہ شکار کرنے سے پہلے یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ یہاں شکار کرنے کی اجازت بھی ہے یا نہیں اور پھر یہ جگہ جو تمہیں جنگل نظر آ رہا ہے، درحقیقت جنگل نہیں ہے اگر آنکھیں اٹھا کر دیکھو تو میری حویلی تمہیں سامنے نظر آ جائے گی اور ایسی جگہوں پر کوئی حادثہ بھی ہو سکتا ہے۔ پیار سے سمجھا رہا ہوں تمہیں، میرا خیال ہے سمجھ جاؤ تو زیادہ اچھا ہے۔"

میں نے بے نیازی سے اس شخص کو دیکھا یقین ہو گیا تھا کہ یہی چوہدری رمضان ہے، پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"ٹھیک ہے میں یہاں شکار نہیں کرتا لیکن آپ کے ملازموں نے میرے ساتھ بدتمیزی کی ہے، میں اس پر احتجاج کرتا ہوں۔"

"ہوں شکاری ہو، شکار تو جنگلوں میں کھیلنا چاہیے ویسے کچھ آتا جاتا ہے یا بس یونہی؟"

"مطلب!" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"مطلب یہ ہے کہ اگر شکار کھیلنا ہی ہے تو ہمارے ساتھ کھیلو، کیا خیال ہے چلو گے؟"

"میرا، آپ کا کوئی تعارف نہیں ہے۔"

"شکار کھیلو گے اور اپنے آپ کو تعارف کے قابل ظاہر کر دو گے تو پھر تعارف بھی ہو جائے گا۔"

"آپ مجھے چیلنج کر رہے ہیں؟"

"ہاں، کر تو رہے ہیں، کیونکہ ہمارا خیال ہے کہ ہم سے بڑا شکاری آج تک نہ کوئی پیدا ہوا اور نہ آئندہ اس کے امکانات ہی ہیں۔"

"آپ کا نام کیا ہے؟"

"مقامی لوگ ہمیں چوہدری رمضان کہتے ہیں، تمہارا جو دل چاہے کہہ لو، کہاں سے آئے ہو بتایا نہیں؟"

"دارالحکومت سے۔"

"ہاں ہاں آ جاتے ہیں وہاں سے بھی لوگ آ جاتے ہیں۔ لائسنس تو ہوگا تمہارے پاس؟"

"کیوں نہیں۔"

دفعتاً اس کی نگاہ میری رائفل پر پڑی۔ میں نے خصوصاً یہ رائفل اپنے لیے حاصل کی تھی۔ یہ عام چیز نہیں تھی بلکہ اس کا تعلق جہاں سے تھا، وہ میں ہی جانتا تھا۔ اس نے دلچسپی سے رائفل کو دیکھا، آگے بڑھا اور بولا۔

"دیکھ سکتا ہوں اسے؟"

"نہیں چوہدری صاحب۔"

"اوہو، کیوں بھئی؟"

"میں اپنا ہتھیار کسی اور کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہتا۔"

"خوبصورت چیز ہے، بس اس لیے لے رہا تھا۔ ڈر رہے ہو تو خالی کر دو اسے۔" چوہدری رمضان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ بہت دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے ابھی مجھے شکار کی دعوت دی ہے کیا خیال ہے آپ کا؟"

"ہے تو اچھا خیال اور ویسے بھی ہمارا ارادہ تھا شکار پر جانے کا۔ کہہ رہے تھے کہ شکار کا گوشت کھائیں گے کیا خیال ہے چلو گے؟"

"ضرور چلوں گا۔" میں نے کہا۔

"چلو جاؤ تیاریاں کرو۔" وہ اپنے آدمیوں سے مخاطب

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوا، پھر اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"گھڑ سواری کر لیتے ہو؟"
"جی۔"
"تو پھر ہو جائے آج تماشا، نام کیا ہے تمہارا؟"
"نام بھی اسی وقت بتاؤں گا جب اپنے آپ کو تعارف کے قابل ظاہر کر دوں گا۔"
"واہ مزا آیا، اچھا بھئی ٹھیک ہے، اور پھر چلنے پانی تو پیو ہمارے ساتھ۔"
"نہیں شکریہ، جب ہمارے اور آپ کے درمیان مکمل تعارف ہو گا اسی وقت ساری باتیں ہوں گی۔" میں بھی صورت حال کو ڈرامائی بنانا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس قسم کی باتیں کی تھیں ورنہ اصولی طور پر تو مجھے چوہدری صاحب سے فوراً ہی تعاون کر لینا چاہیئے تھا۔ بہرحال چوہدری نے تھوڑی دیر تک مجھے دیکھا پھر بولے۔
"میں ذرا جا رہا ہوں، بھاگ مت جانا۔"
میں ہنسنے لگا۔
چوہدری رمضان چلا گیا مجھے یہ سب کچھ بہت دلچسپ لگ رہا تھا۔ ابتدائی تعارف واقعی دلچسپ تھا اور اس کے بعد چوہدری رمضان کو متاثر کرنا بہت ضروری تھا۔ کلینڈری طبیعت کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ ویسے چہرے سے ہی دیکھ کر یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ اتنا اچھا آدمی نہیں ہے، جتنا اس کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ پانچ گھوڑے آ گئے۔
بڑے شاندار گھوڑے تھے۔ چار گھوڑوں پر وہ لوگ سوار تھے۔ تین آدمی تو اجنبی تھے، چوتھا چوہدری رمضان تھا۔ پانچواں گھوڑا خالی تھا۔ چوہدری نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"تو پھر آ جاؤ۔"
میں نے گھوڑے کی رکاب پر پاؤں رکھا اور اس کی پشت پر جا بیٹھا۔
پھر ہم نے گھوڑے آگے بڑھا دیئے۔ چوہدری رمضان اپنے گھوڑے کو مجھ سے آگے لے جا رہا تھا۔ راستے میں اس نے کوئی بات نہیں کی۔ ہم لوگ کافی دور نکل آئے۔ ویسے میں صورت حال سے پوری طرح ہوشیار بھی تھا۔ اس قسم کا آدمی کہیں بھی کوئی حرکت کر سکتا تھا۔ ہو سکتا ہے جنگل میں وہ مجھے ہی گھیرے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ہم لوگ کافی دور نکل آئے۔ بلاشبہ یہاں شکار بہت زیادہ تعداد میں موجود تھا۔ ہرنوں کی ڈاریں دوڑی پھر رہی تھیں۔ پہاڑیوں کے ڈھلانوں میں سرسبز و شاداب زمین نظر آ رہی تھی اور جگہ جگہ درخت بکھرے ہوئے تھے۔ جنگل کے مختلف گوشوں میں تالاب بھی نظر آ رہے تھے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ فرید پور کے نواحی علاقے اتنے خوبصورت ہوں گے۔
چوہدری رمضان آگے بڑھتا رہا اور پھر ایک جگہ اس نے رک کر کہا۔
"ہاں تو جوان، پھر ذرا دکھاؤ نشانہ بازی کے کمال، دیکھیں تمہاری رائفل کی کارکردگی۔"
"نشانہ بتایئے چوہدری صاحب، اس کے بعد کام ہو جائے گا۔"
"وہ دیکھو، سامنے ہرن جا رہے ہیں، لگا دو کسی بھی شکار پر نشانہ، ایک آدھ تو مر ہی جائے گا۔"
میں نے مسکراتے ہوئے چوہدری رمضان کو دیکھا اور پھر ایک ہرن کی جانب اشارہ کیا۔
"وہ دیکھیے اس کے سینگ کافی ہیں۔"
"ہاں۔" چوہدری رمضان نے دور دیکھتے ہوئے کہا۔
"میں اسے ایک سینگ سے محروم کر دوں؟"
"صرف سینگ سے؟"
"ہاں۔" میں نے کہا اور چوہدری رمضان نے قہقہہ لگایا۔
میں نے رائفل سیدھی کر لی۔ ایک فائر فضا میں کیا اور ہرن چوکڑیاں بھرنے لگے۔ چوہدری رمضان کا دوسرا قہقہہ بلند ہوا تھا پھر اس نے کہا۔
"تم نے ہوا میں گولی چلا کر ان ہرنوں کو دوڑا دیا، اب نشانہ لگاؤ گے اس پر۔"
"جی چوہدری صاحب۔" میں نے کہا اور رائفل سے نشانہ لینے لگا۔ اس کے بعد میں نے گولی داغ دی۔ دور سے کچھ نظر نہیں آیا تھا لیکن ہرنوں نے رخ تبدیل کر لیا۔ وہ ہرن قلابازی کھا گیا تھا، جس کے سینگ سیاہ تھے اور پھر جونہی قلابازی کھا کر وہ کھڑا ہوا میں نے دوسری گولی اس کے سینے پر ماری پھر ہرن نے دوسری قلابازی کھائی اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔
چوہدری رمضان کی ہنسی رک گئی تھی۔ اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا پھر دو گھڑ سوار برق رفتاری سے دوڑ گئے۔ ان کے ہاتھ میں ہرن کو ذبح کرنے کے لیے چاقو تھا۔ وہ وہاں پہنچے اور ہرن کو ذبح کر کے لے آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد

ہرن چوہدری رمضان کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس کا ایک سینگ غائب تھا اور وہاں سے الگ خون بہہ رہا تھا۔ چوہدری رمضان نے اسے دیکھا اور میری بات کی تصدیق ہو گئی۔ میں نے پہلا نشانہ اس کے سینگ پر ہی لگایا تھا۔
"بھئی واہ! مان گئے، ہمیں چوہدری رمضان کہتے ہیں۔" اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔
"اور میرا نام جہانگیر جمال شاہ ہے۔"
"خوب، خوب! اچھے شکاری معلوم ہوتے ہو، واقعی نشانہ بازی کا کمال دکھایا ہے اور میں ایک ہی بار میں مان لیا کرتا ہوں کہ مدمقابل کیا ہے، کیا نام بتایا تم نے اپنا؟"
"جہانگیر جمال شاہ۔"
"ایں! یہ جمال شاہ کیا ہے؟"
"نام ہے چوہدری صاحب۔"
"نہیں میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ دراصل شہر میں میرے ایک بہت پرانے دوست رہتے ہیں ڈی۔ آئی۔ جی ہیں اور ان کا نام ہے تیمور جمال شاہ!"
"میرے والد ہیں۔" میں نے کہا اور چوہدری رمضان کا منہ حیرت سے کھل گیا۔
"کیا کہہ رہے ہو؟"
"جی ہم تین بھائی ہیں۔ میرے بڑے بھائی کا نام اکبر جمال شاہ ہے، میرا نام جہانگیر جمال شاہ ہے اور میرا چھوٹا بھائی طاہر جمال شاہ ہے۔"
"اوئے تیرے کی اور مجھ سے منہ لگا رہا تھا تو، میں نیچے اتر۔" چوہدری کے انداز میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔
"سمجھا نہیں چوہدری صاحب۔"
"اوئے سمجھا دوں گا نیچے تو اتر۔ تیرے باپ نے کبھی تجھے چوہدری رمضان کے بارے میں نہیں بتایا۔ نیچے اتر بھئی۔" چوہدری کا انداز ایسا تھا کہ میں نیچے اتر گیا۔ چوہدری خود بھی گھوڑے سے اتر آیا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور مجھے کھینچ کر گلے سے لگا لیا۔
"اوئے چاچا ہوں تیرا، سمجھ رہا ہے، چوہدری رمضان کا نام کبھی نہیں بتایا تیرے باپ نے تجھے۔ اول تو اس نے اپنی اولادوں کو مجھ سے ملایا ہی نہیں، ہمیشہ ہی دور دور رہا۔ پولیس والا کہیں کا۔ اب دیکھ خوامخواہ تجھ سے کوئی بری بات ہو جاتی تو کیا منہ دکھاتا اس کو، مگر میرا کیا قصور تھا؟"
"آپ ــــ آپ!" میں نے بھی حیران ہونے کی اداکاری کی۔
"ہاں تیرے باپ کا بچپن کا دوست ہوں، بہت پرانا ساتھی ہوں ہم لوگوں نے ایک اسکول میں ساتھ پڑھا ہے سمجھے؟ اس کے بعد تو بھائی میں پڑھائی وڑھائی سے بھاگ گیا مگر وہ بچپن ہی سے پولیس والا بنا پھرتا تھا اور بالآخر بن گیا۔ ڈی آئی جی لگا ہوا ہے۔ ارے واہ ــــ واہ بیٹا واہ! خوب شکار کھلایا اور ہم ہی سے مٹھ ماری کر رہا تھا۔"
"معافی چاہتا ہوں چوہدری صاحب، مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ میرے والد کے دوست ہیں۔"
"اوئے اتنی اکڑ والا تو ہی ہو سکتا تھا جتنا تو ہے، چل بیٹا گھر چل، چھوڑ شکار وکار کو، کمال ہے بھئی یہ بات دنیا ہو جاتی تو اچھا تھا۔"
"آپ ہی نے تو کہا تھا چوہدری صاحب کہ میں اپنے آپ کو تعارف کے قابل ظاہر کر دوں تو تعارف ہو گا۔"
"اوئے چھوڑ یار یہ کاربار ہیں، دوسروں کے لیے ہیں یہ باتیں تیرے لیے گولی تھیں، تو تو اپنا بچہ ہے، چل چل، چل۔" چوہدری رمضان نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ ہرن گھوڑے پر لاد دیا گیا اور ہم لوگ واپس چل پڑے۔
"اوئے فرید پور کیسے آیا بھئی؟" چوہدری رمضان نے پوچھا۔
"بس کل ہی آیا ہوں۔"
"کہاں ٹھہرا ہے؟"
"ایک ہوٹل میں۔"
"ہوٹل اور فرید پور میں؟"
"ہاں، بس ہوٹل کے نام پر ایک مذاق ہے۔" میں نے کہا۔
"مگر یہاں آتے ہوئے تو نے اپنے باپ کو نہیں بتایا تھا کہ تو یہاں آ رہا ہے؟"
"نہیں چوہدری صاحب۔"
"کیوں بھئی؟"
"بس یوں سمجھ لیجیے چھپ کر آیا ہوں۔"
"ہوں، یہ بات ہے، بہت اچھا ہوا کہ تو مجھے مل گیا ورنہ نہ جانے کب جانے کب کبھی تذکرہ ہوتا تو مجھے کتنی شرمندگی اٹھانی پڑتی۔"
واپسی کا سفر تیزی سے کیا گیا تھا۔ ہم لوگ حویلی پہنچ گئے۔ میرا کام بن گیا تھا۔ چوہدری نے مجھ سے اس ہوٹل کے بارے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ں پوچھا اور پھر اپنے ایک آدمی سے کہا۔

"جاؤ بھئی اس کا سامان اٹھالاؤ۔"

"آپ کو تکلیف ہوگی چوہدری صاحب!"

"اوئے جا کر یہاں سے باپ سے بات کرنا پہلے میرے بارے میں پھر یہ ساری باتیں کرنا بہت بُری بات ہے بیٹا۔ بہت بُری بات ہے۔" چوہدری نے کہا۔ اور بے تکلفی سے میرا ہاتھ پکڑے ہوئے مجھے حویلی کے اندر لے آیا، پھر وہ مجھے لیے ہوئے ایک بڑے خوبصورت سے کمرے میں پہنچ گیا۔

"لو بھئی یہ ہوا تیرا کمرہ، جب تک جی چاہے رہ بیٹا، خوب شکار کھیل، سامنے جنگل تیرے ہیں۔ اوئے یہاں آس پاس کیا شکار ہے، ذرا آگے جا کر دیکھ، ہر جانور مل جاتا ہے تیرا سارا شوق پورا کردوں گا میں، مگر زیادتی کی ہے میرے ساتھ اس ڈی سی آئی۔ جی نے، کہہ نہیں سکتا تھا کہ بیٹا آرہا ہے فرید پور اور پھر تو بھی — تو بھی — سب مل بھگت ہے، اچھی طرح جانتا ہوں — اچھی طرح جانتا ہوں۔" چوہدری بظاہر خاصا بے تکلف آدمی نظر آتا تھا اور اپنے چہرے مہرے کی مناسبت سے بے شک عجیب لگتا تھا لیکن اس کی گفتگو میں تھوڑی سی محبت بھی جھلکتی تھی۔ ہوسکتا ہے یہ صرف بناوٹ ہو۔ بہرطور وہ مجھے اس کمرے میں چھوڑنے کے بعد باہر نکل گیا۔ میں گہری سانس لے کر کمرے کا جائزہ لینے لگا تھا زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ چوہدری ایک عظیم الشان خاتون کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ خاتون کا پھیلاؤ بھی عظیم الشان تھا اور قد و قامت بھی خوب تھا۔ چوہدری سے تقریباً تین گنا زیادہ تھیں، حالانکہ چوہدری بھی کم نہیں تھا۔ تھلتھلاتی ہوئی میرے پاس پہنچیں۔ چوہدری صاحب انہیں باقاعدہ شرارتیں کرتے ہوئے لائے تھے۔ ساندل سا کو انہوں نے مجھے دیکھا تو اوئی اللہ کہہ کر رک گئیں۔

"اوئی اللہ — اوئی اللہ! یہ جان اب اسے کون ہے؟"

"اسے میں کیا جانوں؟" بیگم صاحبہ نے دوپٹا سر پر سیٹ لیا اور چوہدری صاحب نے اپنے مخصوص انداز کا قہقہہ لگایا۔

"جب تک جائے گی نہیں میں بھی نہیں بتانے لگا۔"

"کون ہو بھئی تم خود ہی بتا دو۔"

"آپ میری چچی جان ہیں۔" میں نے کہا۔

"اوئی! میں تمہاری چچی جان کہاں سے ہوگئی بھئی؟"

"اسے اپنے تیمور جمال شاہ کا بیٹا، جہانگیر جمال شاہ ہے اب بول یاد آیا؟"

"اوئی اللہ!" بیگم صاحبہ نے اپنے مخصوص انداز میں کہا اور چوہدری صاحب ہنسنے لگے۔ بیگم صاحبہ میرے قریب آئیں، سر پر ہاتھ پھیرا اور بولیں۔

"بیٹا ہمیں بتایا بھی نہیں کہ تم آرہے ہو۔"

"بس چچی جان! مجھے تو یونہی راستے میں پکڑ لیا گیا ہے۔"

"اوئے ہاں سرائے میں ٹھہرا ہے۔ دیکھو لڑکے کو، کتنی بُری بات ہے، تیمور کو معلوم ہوگا تو کیا سوچے گا وہ ہمارے بارے میں؟"

"سرائے میں کیوں ٹھہرے ہو؟"

"بس چچی جان آگیا تھا ایسے ہی فرید پور بغیر کسی پروگرام کے اور پھر ڈیڈی نے مجھے آپ کے بارے میں بتایا بھی نہیں ورنہ سیدھا آپ کے پاس ہی آتا۔"

"مگر اب تو ہم سے بتائیں گے اپنے بارے میں، چلو کھانے وغیرہ کی بندوبست کرو۔" چوہدری صاحب نے بیگم صاحبہ سے کہا اور پھر میرے پاس بیٹھ گئے۔

"اور سنا بھئی وہاں کیا کرتا ہے تو شہزاد؟"

"بس چوہدری صاحب تعلیم مکمل کی ہے اور اب کوئی نوکری تلاش کر رہا ہوں۔"

"چوہدری نہیں چاچا جی کہہ — چاچا جی — سمجھا؟ چاچا جی!"

"جی چاچا جی! نوکری کروں گا بس میں۔"

"اوئے کیا رکھا ہے نوکری میں۔ وہ ڈی سی آئی۔ جی تو بس بلاوجہ ہی ڈی سی آئی۔ جی بن گیا۔ اوئے ایسے آدمیوں کو محکمہ پولیس میں جانا چاہیے جو رشوت نہ لیں، جو اپنا مستقبل نہ بنا سکیں، جو اپنے بچوں کا مستقبل نہ بنا سکیں۔ ڈی۔ آئی۔ جی! میں تو کہتا ہوں ایک ڈی۔ ایس۔ پی بن جائے آدمی تو سارے خاندان کو پال سکتا ہے۔"

"جی ہاں ڈیڈی ایسے آدمی نہیں ہیں۔"

"غلط ہے — غلط ہے! زمانہ یہی کہتا ہے بیٹا، زمانے سے پیچھے رہو گے تو پھر بہت پیچھے رہ جاؤ گے اور زمانہ پھر کیسے پوچھتا ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

"تو نوکری کے بجائے کاروبار کر، سمجھا کوئی کاروبار پروا مت کر، دیکھیں گے — دیکھیں گے بات کروں گا میں تیرے بارے میں۔ ملا بایا ہی نہیں سسرے نے اپنے بچوں سے، بس روڑ دڑ کہیں نظر آگئے تو ٹھیک ہے، ورنہ مصروفیت —

مصروفیت سے مصروفیت۔"

"جی ہاں، ڈیڈی بہت زیادہ مصروف رہتے ہیں۔"

"اچھا خیر دیکھ، یہاں آرام سے رہنا کوئی تکلف مت کرنا، میں ابھی اس سے بات نہیں کروں گا تیرے بارے میں اور دوسرے لوگوں سے میں تجھے دوپہر کے کھانے پر ملاؤں گا۔"

بہرحال چوہدری صاحب نہ جانے کیا کیا اول فول بکتے رہے۔ چائے بھجوائی گئی، دو تین دفعہ میرے کمرے میں آئے دیکھنے میں ٹھیک ٹھاک ہی معلوم ہوتے تھے۔ ابھی تک یہاں کسی اور شخص سے میری ملاقات نہیں ہوئی تھی سوائے ان ملازموں کے، میں انتظار کرتا رہا۔

دوپہر کو کھانے پر مجھے ایک عظیم الشان کمرے میں طلب کیا گیا۔ بڑی زبردست میز بچھی ہوئی تھی اور اس پر بلاشبہ بہترین قسم کے بے شمار کھانے چنے ہوئے تھے۔ بیگم صاحبہ ایک خاص قسم کی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھیں، چوہدری صاحب بھی موجود تھے پھر رفتہ رفتہ کچھ اور لوگ بھی آنا شروع ہوگئے۔ پانچ خواتین تھیں۔ نوجوان لڑکیاں جو شکل و صورت کی اچھی خاصی تھیں سب کے انداز مختلف تھے۔

چوہدری صاحب نے کہا۔

"دیکھو بھئی! یہ ہے اپنا جہانگیر جمال شاہ اور جہانگیر یہ میری بیٹیاں ہیں۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے مگر اللہ نے اسے دماغ صحیح نہیں دیا۔ بیٹیاں پانچ ہیں۔"

میں نے ان خواتین کو سلام کیا اور ایک ایک کا بھرپور جائزہ لیا۔ مختلف مزاج کی خواتین معلوم ہوتی تھیں، اب دیکھنا یہ تھا کہ میرا مزاج کس سے ملتا ہے پھر ایک بچوں کے کھلونوں میں جو ایک بھونپوں سا ہوتا ہے اس کے بجنے کی آواز سنائی دی اور اس کے بعد منہ سے لیفٹ، رائٹ — لیفٹ رائٹ کی آوازیں نکالتا ہوا ایک گول مول سا نوجوان اندر گھس آیا۔ یہی یقینی طور پر چوہدری الیاس تھا۔ اس کا قد پانچ فٹ سے زیادہ نہیں تھا۔ بدن کا پھیلاؤ اچھا خاصا تھا۔ گال پھولے ہوئے تھے، آنکھوں میں بچوں جیسی شوخی شرارت اور معصومیت سی تھی گلے میں چوستی پڑی ہوئی تھی۔ ہاتھ میں جھنجھنا تھا اور دوسرے ہاتھ میں وہ بھونپوں نما چیز جسے وہ منہ سے لگا کر بگل کی طرح بجاتا ہوا چلا آرہا تھا چوہدری صاحب نے خاموشی سے اسے دیکھا۔ میں حیران سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اندر آنے کے بعد اس نے بگل منہ سے نکالا اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"کھانا!" اس نے بچوں کی طرح چیختی ہوئی آواز میں کہا اور اس کے سامنے فوراً ہی ایک پلیٹ رکھ دی گئی۔ میری طرف اس نے توجہ بھی نہیں دی تھی کسی اور نے بھی نہ اسے میری جانب متوجہ کیا اور نہ اس سے میرا تعارف کرایا۔ نوجوان بچوں کی طرح کھاتا رہا۔ بہت سا کھانا اس کے لباس پر گر پڑا تھا۔ کھانے کے دوران دو بار بگل اٹھا کر بجانے لگتا تھا۔ اس کی خاصی خاطر مدارت ہو رہی تھی۔ کھانا نکال نکال کر اسے دیا جا رہا تھا اور وہ اس پر اپنے تبصرے کرتا جا رہا تھا۔ میں بھی خاموشی سے کھانے میں مصروف رہا۔ پانچوں لڑکیاں بھی کھا رہی تھیں۔ ویسے میں نے دیکھا تھا کہ وہ بار بار مجھے دیکھ رہی ہیں، مگر میں نے اپنے چہرے پر سنجیدگی ہی طاری رکھی پھر کھانا ختم ہوگیا اور چوہدری صاحب نے کہا۔

"ہاں بھئی کھانے کے بعد کیا پیتا ہے تو؟"

"کچھ نہیں چوہدری صاحب!"

"اوئے تم شہری لوگ ہو، شہری چوہے چوہدری صاحب ہنسنے لگے، چائے وغیرہ تو پیتے ہوگے؟"

"اچھا بھئی دیکھ تکلف مت کرنا اور سنو بیگم، تم بھی ذرا خیال رکھنا بچے کا، اب مجھے ذرا تھوڑی دیر کے لیے جانا ہے ہوسکتا ہے رات کے کھانے پر میری ملاقات نہ ہو، اسے کوئی تکلیف نہ ہونے پائے اور سن بھئی آج تو لو آرام کر، اس کے بعد کل تیرے شکار وغیرہ کا بندوبست کردیں گے۔"

"ٹھیک ہے چوہدری صاحب جیسا آپ پسند کریں۔"

"اوئے پھر چوہدری نہ۔"

"نہیں چاچا جی!" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ چوہدری صاحب میرے ساتھ کمرے سے باہر نکل آئے پھر اپنی لڑکیوں کی طرف رخ کرکے بولے۔

"اور دیکھو بھئی تمہیں اپنے بھائی کا خیال رکھنا ہے سمجھیں، چاچا کا بیٹا ہے، یہ تمہارے۔" میرا منہ بگڑ گیا، یوں لگا جیسے کسی نے منہ میں کڑوی گولی رکھ دی ہو بہرطور چوہدری صاحب نے کہا تھا، میں تو اس کو تسلیم نہیں کرتا تھا ظاہر ہے یہ لڑکیاں میری بہنیں نہیں تھیں۔

میں اپنے کمرے کی جانب چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد کمرے میں پہنچ گیا۔ ماحول تو بہت اچھا تھا، بہت اچھا تھا یہاں کا۔ چوہدری الیاس کو بھی دیکھ لیا تھا، چہرے سے بظاہر کوئی خاص اندازہ نہیں ہوتا تھا لیکن یہ شخص درپردہ سانپ ہے، یہ بات ذرا باعث حیرت تھی۔ اس سانپ کو اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے خول سے نکالنا بلاشبہ ایک مشکل کام ہوگا۔ کیا خلیہ بنا رکھا تھا کمبخت نے اور تھا بھی بڑا ڈھیٹ قسم کا آدمی۔ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا، اگر یہ شخص چالاکی سے اپنا کام کر رہا ہے تو — تو — مگر اس میں اگر مگر کا کیا سوال تھا۔ ایک بات کھل کر سامنے آچکی تھی بے چارہ فخار حسین۔ بہرطور مجھے بڑی ہوشیاری سے کام کرنا تھا۔ ویسے ماحول کی دلکشی کو میں نے دل سے تسلیم کر لیا تھا اور ماحول کی اس دلکشی میں سے ایک دلکشی بالآخر میرے کمرے میں گھس آئی۔ دبلے پتلے جسم کی مالک، لمبے قد کی لڑکی تھی۔ اندر داخل ہو کر کہنے لگی۔

"میرا نام یاد ہے آپ کو؟"

"جی؟"

"عرض کیا، میرا نام یاد ہے آپ کو؟"

"جی ہاں، آپ کا نام نغمہ ہے۔"

"بالکل، بالکل، اس کا مقصد ہے کہ آدمی کام کے ہو، بیٹھ جاؤں؟"

"تشریف رکھیے، آپ کا گھر ہے۔"

"نہیں، اس وقت تو یہ تمہارا کمرہ ہے۔"

"جی شکریہ، تشریف رکھیے آپ۔" میں نے کہا اور وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔

"اور جہانگیر جمال شاہ صاحب! ایک بات آپ سن لیجیے ہماری شامت آجائے گی اگر آپ نے ہم میں سے کسی کی شکایت روکر دی۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جس شے کی ضرورت ہو بے تکلفی سے فرما دیجیے گا۔"

"نہیں، اب میں اتنا کمینہ بھی نہیں ہوں۔" میں نے کہا۔

"جی؟" وہ آنکھیں نکال کر بولیں۔

"میرا مطلب ہے ضروریات تو نہ جانے کیا کیا ہوتی ہیں انسان کی، اب ساری باتیں کسی سے کہہ تو نہیں دی جاتیں۔"

"نہیں نہیں، آپ ہم سے ضرور کہیں، کیا چاہیے اس وقت آپ کو۔"

"چھوڑیے نغمہ صاحبہ! برا مان جائیں گی آپ۔" میں نے کہا اور وہ مجھے دیکھنے لگی پھر اچانک ہی اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے اور بولی۔

"ہوں، تو کم آپ بھی نہیں ہیں۔"

"نہیں کم تو نہیں ہوں، مکمل ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"جناب مکمل صاحب! ذرا ہوش و حواس قائم رکھیے گا باتیں احتیاط سے کرنی چاہئیں۔"

"بہتر ہے آئندہ میں آپ سے جو بھی گفتگو کروں گا نہایت احتیاط سے کروں گا مس نغمہ۔"

باہر سے ہنسی کی آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا۔ اس کا مطلب ہے کہ بقیہ خواتین بھی دروازے کے باہر موجود تھیں۔ بہرطور یہ ماحول اپنی جگہ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی جو ایک کرید میرے ذہن میں تھی، اس کے لیے بہرطور مجھے کام تو کرنا ہی تھا۔

"کون ہے باہر؟" میں نے سوال کیا۔

"آجاؤ بھئی، چھپنے سے کیا فائدہ؟" وہ بولی اور اس کے بعد مزید تین لڑکیاں اندر داخل ہو گئیں۔ ان سب کے نام مجھے یاد تھے۔ خواتین کے نام یاد رکھنے میں، میں ہمیشہ بخیلی سے کام نہیں لیتا تھا اور اس سلسلے میں میرے دوست میری یادداشت پر فخر کرتے تھے۔ خاصی تیز و طرار لڑکیاں تھیں، میں نے بہت زیادہ فری ہونے کی کوشش نہیں کی کیونکہ یہ کوشش فوری طور پر نقصان دہ بھی ہو سکتی تھی لیکن ایک بات میں ضرور سوچ رہا تھا۔ کام دلچسپ ہے، کسی طرح بھی اس معیار سے کم نہیں جو بین الاقوامی معیار ہوتا ہے، سمجھ رہے ہیں نا آپ؟"

چوبیسویں رمضان کے ہاں وقت گھنٹوں کے حساب سے گزرنے لگا۔ نغمہ صاحبہ لقمے بکھیر کر چلی گئیں مگر دوسرے گھنٹے کا آغاز ہوا تھا کہ ثریا صاحبہ آگئیں۔ یہ نغمہ سے کچھ بڑی تھیں بغیر کسی اطلاع کے اندر آگئی تھیں۔ نغمہ کی نسبت یہ ذرا اچھے ہاتھ پاؤں کی تھیں اور مستقبل کے کسی دور میں بیگم صاحبہ یعنی بچی جان کی جانشینی کر سکتی تھیں مجھے دیکھ کر مسکرائیں۔

"میں سمجھی آپ سو رہے ہوں گے۔"

"آپ مجھے سوتے میں دیکھنا چاہتی ہیں؟"

"کیا مطلب؟"

"آپ مجھے سوتا سمجھ کر اندر داخل ہوئی تھیں نا۔"

"اوہ میرا مطلب ہے۔۔۔" وہ کچھ شرمندہ ہو گئیں۔

"کوئی مطلب بھی ہے آپ کا؟"

"اس کا مطلب ہے نغمہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔" بالآخر ثریا صاحبہ نے کہا۔

"کیا کہہ رہی تھیں مس نغمہ؟"

"یہی کہ آپ بہت تیز ہیں۔" ثریا صاحبہ ہنس پڑیں۔

"آپ کا کیا خیال ہے۔ آپ کے ہوتے ہوئے میں کچھ چُرا لیتی

آپ کا؟" انھوں نے کہا۔

"جی، اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں ابھی سوئے جاتا ہوں، آپ فوراً مجھے لوٹ لیں۔" میں نے لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔

"بھئی اٹھیے نا کیا شرارت ہے، آپ کو کیسے چرا لوں میں؟"

"یہاں میرے علاوہ سب کچھ آپ کا ہی ہے۔ چرانے کی ایک چیز میں ہی بن جاتا ہوں۔ میں خوشی سے چوری ہونے کو تیار ہوں۔"

"خدا سمجھے آپ سے، حرفوں کے پنے ہوئے ہیں آپ۔ ویسے آپ بھی تو ہمارے ہی ہیں۔"

"بیٹھیے نا۔" میں نے کہا۔

"ارے توبہ، بھول گئی جس کام سے آئی تھی وہ تو رہ ہی گیا۔"

"خیریت! کیا کام تھا؟"

"ملازم آپ کا سامان لے آیا ہے، سوچا تھا خاموشی سے رکھوا دوں مگر آپ کی باتیں۔"

"کہاں ہے ملازم؟"

"باہر کھڑا ہے۔ آجاؤ، اندر آجاؤ۔" محترمہ نے کہا اور ملازم اندر آگیا، مگر اس کے پیچھے فرزانہ صاحبہ تھیں، صاحبزادی قسم کی قدرے سانولی مگر دلکش نقوش کی مالک۔ اس وقت چہرہ تمتما رہا تھا، ثریا انھیں دیکھ کر کچھ گھبرا گئی۔

"یہاں کیا کر رہی ہو؟" فرزانہ صاحبہ نے پوچھا۔

"وہ۔۔۔ سامان۔۔۔ زمان۔۔۔" ثریا نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سامان زمان لایا تھا یا تم اپنے سر پر رکھ کر لائی تھیں؟" فرزانہ نے کہا۔

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں، بابا نے کہا تھا کہ ان کا خیال رکھا جائے۔ میں نے سوچا سامان احتیاط سے رکھوا دوں۔" ثریا سنبھل گئی۔

"صرف تم سے کہا تھا؟"

"آپ سو جو رہی تھیں۔"

"اچھا جاؤ، میں رکھوا دوں گی سامان۔ آرام کرو ورنہ سر شام ہی اونگھنا شروع کر دو گی۔"

"لہجے بے حد خوف آلود تھا۔ پرانا کھلاڑی تھا اک ذرا سی جنبش سے سب کچھ سمجھ لیتا تھا۔ یہ رقابت کا کھیل تھا جو چند گھنٹوں کے اندر شروع ہو گیا تھا۔ سب کچھ میرے حق میں جا رہا تھا۔ ویسے یہ سلونی شام بھی بری نہ تھی بلکہ سانولاہٹ کی چاشنی نے اسے خوب میٹھا میٹھا کر دیا تھا۔ قد سب سے زیادہ تھا اور غالباً موصوفہ ورزش کی عادی تھیں ایسا ہی لگ رہا تھا۔ ثریا پاؤں پٹختی باہر نکل گئی۔ خاتون میری طرف دیکھ کر مسکرائیں جیسے بتانا چاہتی ہوں کہ میں فارغ ہوں، اس کا خیال رکھا جائے۔" پھر وہ ملازم سے بولیں۔

"تو گدھا ہے کیا؟"

"نہیں جی!" وہ گھبرا کر بولا۔

"پھر ادھر کیوں کھڑا ہے؟"

"تو کیا کروں؟" وہ بولا۔

"سامان اتار کر نیچے رکھ اور یہاں سے دفعات ہو جا۔" فرزانہ صاحبہ نے کہا اور ملازم نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ وہ سامان نیچے رکھ کر باہر نکل گیا۔ فرزانہ صاحبہ ایک قدم پیچھے کی جانب مڑیں، جیسے دروازہ بند کرنا چاہتی ہوں لیکن پھر کچھ سوچ کر رک گئیں اور میری طرف رخ کر کے بولیں۔

"معاف کیجیے گا، آپ دن میں سوتے نہیں ہیں؟"

"اگر سو رہا ہوتا تو بہت افسوس ہوتا۔" میں نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"آپ جو آئی تھیں آپ سے باتیں نہ ہو سکتیں۔"

"اوہ ہاں، بس میں تو ایسے ہی آگئی۔ دراصل یہاں دوپہر کو بڑی باقاعدگی سے سونے کا رواج ہے اور پھر گرمیں بھی گیا، ہم لوگ بور ہوتے رہتے ہیں، گھر کا ماحول بڑا سست ہے بس یوں سمجھیے سمجھ کے کام کاج دوپہر تک ختم ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد ہمارے پاس کرنے کے لیے کچھ نہیں رہتا تو سو جاتے ہیں۔"

"جی جی، تشریف رکھیے۔" میں نے کہا اور فرزانہ بیگم بیٹھ گئیں۔

"میرے خیال میں تو آپ کے ہاں کا ماحول کافی خوبصورت ہے۔"

"ماحول؟" فرزانہ نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔

"ظاہر ہے جہاں آپ جیسے حسین چہرے موجود ہوں اس ماحول میں خود بخود رنگینی پیدا ہو جاتی ہے۔ معاف کیجیے گا میں ذرا بے تکلفی سے اپنے خیالات کا اظہار کر دینے کا عادی ہوں۔"

"دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں آپ جہانگیر جمال شاہ صاحب! یہ بتائیے اس سے پہلے آپ نے کبھی اس جانب کا رخ کیوں نہیں کیا؟"

"آپا جان سے واقف ہیں آپ؟" میں نے پوچھا۔

"کہاں، ملاقات تو نہیں ہوئی۔ بابا جی کا کہنا ہے کہ آپ کے والد اور وہ بچپن کے دوست ہیں۔ مگر بابا جی کو کیا کہا جائے گھر کو قید خانہ بنا رکھا ہے۔ ہم لوگ کسی سے ملتے ہی نہیں ہیں۔ بورنیت نہ ہو تو اور کیا ہو؟"

"واقعی یہ تو تکلیف دہ بات ہے۔"

"ایک وعدہ کریں گے آپ؟" فرزانہ بیگم بولیں۔

"ہزاروں وعدے کرنے کے لیے تیار ہوں۔ آپ کہیں تو سہی۔"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں نے کہا اور فرزانہ بیگم مسکرا پڑیں۔

"بہت بولتے ہیں آپ؟"

"کمال ہے، نہیں بولوں گا تو آپ مجھے مغرور سمجھیں گی۔"

"بہت عرصے رہیں یہاں، جاتے کی نہ سوچیں، ہم لوگوں، میرا مطلب ہے ہم ہم لیعنی میں۔۔۔"

"جی، جی فرمائیے۔"

"آپ ہمارے لیے بہت قیمتی ہیں، اول تو یہاں کوئی آتا ہی نہیں آتے ہیں تو بوڑھے ٹھوڑے لوگ آجاتے ہیں، اپنی بیگمات کے ساتھ قیام بھی کرتے ہیں اور ہماری بوریت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ہماری دوست نہ ہونے کے برابر ہیں، شہروں میں زیادہ رہتی ہیں، معروف ہیں، شادیاں ہوگئی ہیں ان کی، کوئی آتا ہی نہیں۔ آپ دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔"

"بہت جلدی فیصلہ کر لیا آپ نے میرے بارے میں!"

"کیوں، بیوقوف سمجھا ہے ہمیں؟"

"ہم سے آپ کی کیا مراد ہے فرزانہ صاحبہ؟"

"ارے آپ کو میرا نام یاد ہے۔"

"تعجب ہے آپ صرف نام کی بات کر رہی ہیں۔ میری نگاہوں میں اس وقت سے آپ ہی کا چہرہ گھومتا رہتا ہے جب سے میں نے آپ کو دیکھا ہے۔"

فرزانہ کا منہ حیرت سے کھل گیا، مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"خدا کی قسم میں نے اتنا تیز آدمی اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"کیوں؟" میں نے گھبرا کر پوچھا۔ گمان گزرا تھا کہ کہیں محترمہ فرزانہ بیگم، ثریا بیگم سے میری ہونے والی گفتگو نہ سنتی رہی ہوں۔

"بس باتوں میں کمال حاصل ہے آپ کو۔ خوب کمال حاصل کیا ہے۔"

"اوہ، ابھی آپ کہہ رہی تھیں کہ آپ کو باتیں کرنے والے اچھے لگتے ہیں اور اب آپ اس پر اعتراض کر رہی ہیں۔"

"بڑی اچھی گزرے گی آپ کے ساتھ مگر دیکھیے آپ کو تعین کرنا ہوگا۔"

"کس بات کا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"دوستوں کا۔ یہاں ہم لوگ میرا مطلب ہے ہم ساری بہنیں، دوستی کے معاملے میں بڑی۔۔۔ میرا مطلب ہے ہمارے درمیان لڑائی جھگڑا چلتا رہتا ہے۔ کوئی دوست ہو کسی کا تو کھل کر ہو۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ ہم اپنے دوستوں پر اپنے حقوق تھوڑے تھوڑے سے دوسروں میں تقسیم کر دیں۔"

"مل بانٹ کر کھانا اچھی بات ہوتی ہے۔" میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے ہر چیز یعنی دوستی وغیرہ بھی۔"

"جی نہیں، یہ میری مرضی پر منحصر ہوگا۔ آپ بتائیے آپ ہم میں سے کس کو اپنا دوست بنانے کے لیے تیار ہیں؟"

مجھے ہنسی آگئی میں نے کہا۔ "محترمہ فرزانہ! بات یہ ہے کہ آپ سب ہی چودھری صاحب کی بیٹیاں ہیں، میرے لیے تو برابر ہیں، جس کسی سے احتراز کروں گا وہی ناراض ہو جائے گی۔ آپ سب میری دوست ہیں براہِ کرم اس موضوع پر مجھے مجبور نہ کریں، خوامخواہ چودھری صاحب بھی ناراض ہوں گے۔"

فرزانہ بیگم نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی پھر بولیں۔

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے، اچھا اب آپ یہ بتائیے سونے کا ارادہ ہے آپ کا؟"

"جی نہیں، میں دن میں سونے کا عادی نہیں ہوں۔"

"اوہ گڈ گڈ! اس کا مقصد ہے کہ دوپہر کا وقت آپ سے ملاقاتوں کے لیے بہت موزوں ہوگا۔"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے بتایا ناں کہ یہاں تو سب لوگ سو جاتے ہیں۔ بس دوپہر کا وقت موزوں رہے گا۔ ایک بات اور سن لیجیے آپ، بابا میاں کے ساتھ شکار کے چکر میں نہ پڑ جائیے۔ جنگلوں میں نکل گئے تو پھر واپسی مشکل ہو جائے گی۔"

"کیا مطلب؟"

"بابا میاں کی زمینیں بہت وسیع ہیں اور انھوں نے بڑی اچھی اچھی شکارگاہیں بنا رکھی ہیں۔ گو ہم ان شکارگاہوں پر نہیں لے جائے جاتے لیکن بابا میاں جب ادھر نکلتے ہیں تو سب کچھ دکھانے پر تُل جاتے ہیں۔"

"ارے باپ رے، یہ تو بڑی خطرناک بات ہوگی۔"

"بالکل ہوگی۔ میں نے کہا ناں کہ آپ چکر میں نہ پڑیں۔ ویسے ایک بات ہے، شاید کچھ کام بن جائے۔"

"کیا؟"

"بابا میاں کے تین چار مقدمات ہیں اور بابا میاں مجھ سے سارے کام لیتے ہیں یعنی ایک طرح سے یوں سمجھ لیجیے کہ میں ان کی سیکریٹری ہوں، ان مقدمات کی تاریخ ایک ایک دن کے بعد پڑ رہی ہے ہو سکتا ہے بابا میاں چند روز کے لیے شہر چلے جائیں۔ آہ، کاش ایسا ہو جائے۔"

"اگر مقدمات ہیں تو پھر انھیں شہر جانا ہی پڑے گا۔"

"نہیں بعض اوقات وکیلوں سے بھی کام چلا لیتے ہیں، زمینوں کے مقدمات ہیں۔"

"چلیے کوئی بات نہیں ہم دونوں مل کر دعا کرتے ہیں۔" میں نے کہا اور فرزانہ بیگم ہنسنے لگیں۔ پھر میں نے ہی پوچھا۔

"ایک بات بتائیے فرزانہ بیگم۔"

"جی!"

"آپ میں سے بڑی، چھوٹی کون کون ہیں؟"

"بس یوں سمجھ لیجیے کہ منویر سب سے چھوٹی ہے۔ اس سے بڑی نغمہ ہے، پھر ثریا، پھر میں اور میرے بعد شاہانہ، یہ ہے ہماری ترتیب۔"

"خوب ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے کہ ترتیب خوب ہے۔ کتنا فرق ہے آپ لوگوں میں؟"

"فرق ہی تو نہیں ہے۔"

"تت۔۔۔ تو کیا، گگ۔۔۔ گگ۔۔۔ میرا مطلب ہے گھنٹوں کا فرق ہے یا منٹوں کا۔"

"اب ایسی بھی ضرارت کی بات نہ کریں آپ۔ ہم سب میں پورے سوا سو سال کا فرق ہے۔"

"خدا کی پناہ، چودھری صاحب بڑے باقاعدہ آدمی ہیں۔" میں نے کہا اور وہ بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔ پھر میں چونک کر بولا۔

"اور ہاں، وہ درمیان میں میرا مطلب ہے جناب چودھری الیاس صاحب؟"

"جی ہاں وہ درمیان میں ہی ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پھر چونک کر پوچھا۔

"بہنوں کے بارے میں پوچھا تھا ناں آپ نے۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ وہ ثریا سے بڑے ہیں۔ میرا مطلب یہ کہ سوا سال ان کے نکل گئے۔ ثریا مجھ سے ڈھائی سال چھوٹی ہے۔"

"اوہو اچھا اچھا۔" مجھے ہنسی آگئی مگر میں نے اس ہنسی کو روک لیا۔ محترمہ فرزانہ اپنے آپ کو ثریا سے ڈھائی سال بڑا نہیں بتانا چاہتی تھیں اور درمیان میں چودھری الیاس کو غائب کر گئی تھیں۔ میں نے کہا۔

"بہرحال محترمہ آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی اور حقیقت یہ ہے کہ آپ میرے جانے کی بات کر رہی ہیں میں تو کہتا ہوں کہ مستقل ہی مجھے یہاں رکھ لیجیے، بڑے کام کی چیز ہوں میں۔"

فرزانہ بیگم کی آنکھوں میں شرم و حیا کے تاثرات ابھر آئے پتا نہیں مستقل یہاں رکھ لینے سے وہ کیا مطلب سمجھی تھیں، بہرحال یہ اندازہ بھی تھا انھیں کہ ثریا غائب ہی نہ ہو گئی ہو چنانچہ انھوں نے میرا سامان اٹھا اٹھا کر رکھنا شروع کر دیا اور میں نے کہا۔

"ارے ارے آپ کیوں زحمت کر رہی ہیں، یہ کام میں خود کر لوں گا۔" میں نے کہا۔

"اب مجھے خوشی ہوگی آپ کا کوئی کام کرتے ہوئے۔" فرزانہ بیگم کی آواز میں لجاہٹ گھل گئی۔ انھوں نے جن نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا وہ مجھے بھی مجبور کر رہی تھیں کہ جواب میں، میں بھی آنکھوں کے زاویے ٹیڑھے کر لوں لیکن ذرا صبر ضروری تھا۔ فوراً ہی اگر کوئی کھیل شروع ہو گیا تو مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جائے گا۔ بہرحال وہ بھی محتاط تھیں اس لیے زیادہ دیر نہ رکیں۔ جاتے ہوئے انھوں نے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولیں۔

"جو گفتگو آپ نے میرے دل پر چھوڑا ہے وہ آسانی سے زائل نہ ہوگا۔" یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئیں۔

"صاحب چائے لگ گئی ہے، باہر پی جائے گی، آپ تیار ہو کر تشریف لے آئیے۔" میں تیار ہونے لگا۔ ایک خوبصورت سا لباس پہننا مجھے کیا پتا تھا کہ یہاں پانچ پانچ نقنے موجود ہوں گے جو میرے عقل و ہوش پر بجلیاں گرائیں گے ورنہ لباسوں کی تہہ اور کچھ زیادہ کر لیتا بہرحال تیار ہو کر باہر نکلا آیا ملازمہ ہی نے میری رہنمائی اس سمت کی جہاں چائے لگائی گئی تھی اور میں اس جانب پہنچ گیا۔ سارا خاندان موجود تھا سوائے چودھری رمضان کے۔ خاص طور پر اس وقت چودھری الیاس قلاش دیدہ تھے۔ پھولدار قمیص نیکر پہنے ہوئے تھے سر پر ہیٹ لگا رہا تھا، ہاتھ میں ایک خوبصورت سا کھلونا موجود تھا جس سے آوازیں نکلتی تھیں۔ انھوں نے میری جانب رُخ بھی نہیں کیا تھا اور گھاس پر بیٹھے کھلونے سے کھیلتے رہے تھے۔ کھلکھلاتی ہوئی بیگم صاحبہ بھی موجود تھیں انھوں نے بڑی نغمہ بار آواز میں میرا استقبال کیا، کنی لگا کر بولیں نے مجھے اپنے اپنے طور پر دیکھا تھا۔ بیگم صاحبہ کہنے لگیں۔

"چودھری صاحب بہت مصروف ہیں ابھی آئے نہیں، رات تک ہی آئیں گے، آؤ بیٹھو، کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی تمھیں؟"

"نہیں بی جان بالکل نہیں۔"

"اپنے گھر کی سناؤ، چودھری صاحب تو عجیب آدمی ہیں اتنے اچھے اچھے لوگوں سے نہیں ملاتے نہیں، تمھارے گھر میں کون کون ہے؟" اور میں گھر بلو گفتگو کرنے لگا کہ کبھی کبھی یہ بھی لطف دے جاتی ہے۔ بیگم صاحبہ مجھ سے باتیں کرتی رہیں، چائے کا دور چلا اور بہت ساری باتیں ہو گئیں، انھوں نے کہا۔

"یہاں تمھیں ملازم بہت سے مل جائیں گے، باقی سیر و سیاحت کے لیے فرید پور کوئی بہت بڑی جگہ نہیں ہے۔ گھوڑا لے کر جب چاہے نکل جانا، سب کچھ تمھارے لیے موجود ہے۔ جیپ بھی موجود ہے اگر جیپ سے چاہو تو جیپ سے سیر و تفریح کرنا اور اگر پیدل گھومنے کو دل چاہے تو پیدل چلے جانا، راستہ بھٹکنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میں بچہ تو نہیں ہوں چچی جان۔"

"ہمارے لیے تو بچے ہی ہو۔" چچی جان نے کہا اور ہنس پڑیں پھر ان کی نظر چودھری الیاس پر پڑی اور ان کے چہرے پر دکھ کے آثار نمودار ہو گئے۔ میں نے بھی ان کے ساتھ ہی چودھری الیاس کو دیکھا تھا۔ چودھری الیاس نے اچانک ہی میری طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

"اماں، طوطا۔" اور بیگم صاحبہ دوسری طرف دیکھنے لگیں۔

"اماں طوطا۔" چودھری الیاس نے کھلونا پھینک کر کہا۔

"ہاں بیٹے طوطا۔"

"میں لوں گا۔" چودھری الیاس بولا اور اٹھ کر میرے قریب پہنچ گیا۔ میں دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ارے ارے کیا کر رہے ہو کیا بدتمیزی ہے چودھری۔"

"نہیں میں طوطا لوں گا۔"

"لو لے لو۔" میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیے اور چودھری الیاس میرے قریب پہنچ گیا۔ اس نے میری بغلوں میں ہاتھ ڈال دیے۔ لڑکیوں کا چہرہ دھواں ہو گیا تھا۔ چودھری الیاس بہت اچھے تن و توش کا آدمی تھا لیکن یہی تو موقع تھا جب میں اس کے کو اس کی اوقات بتانا چاہتا تھا۔ وہ زور لگاتا رہا مگر میں اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کر پایا تھا۔ اس نے بالآخر تھک کر ہانڈھال ہوتے ہوئے کہا۔

"اماں بھاری ہے۔" لڑکیاں بے اختیار ہنس پڑی تھیں۔ چودھری الیاس پھر اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا اور کھلونے ہی سے کھیلنے پر اکتفا کی۔

چچی جان دل میں بہت سے سوالات ابھرتے ہیں لیکن آپ کی دل آزاری کی وجہ سے کچھ پوچھ نہیں سکتا۔"

"الیاس کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو گے؟" بیگم صاحبہ نے کہا۔

"جی ہاں، دل تو یہی چاہتا ہے لیکن اگر اس سے آپ کی دل آزاری ہوتی ہو تو مجبور نہیں کروں گا۔"

"تم غیر تو نہیں ہو بیٹے، اپنے ہو اور پھر سچائیاں چھپائی تو نہیں جا سکتیں۔"

"ان کی یہ کیفیت پیدائشی ہے؟"

"نہیں، کہاں، چند سال ہی تو ہوئے ہیں۔"

"اوہ، اس سے پہلے؟"

"پڑھا لکھا ہے اس نے۔ ایک ہٹیا ہونے کی وجہ سے ہر ایک کی آنکھ کا تارا ہے۔ چودھری صاحب تو دیوانے ہیں اس کے۔ خوب لاڈ پیار سے پالا، ہر خواہش پوری کی، بھلا ہے کوئی بات تالی ہو چند سال پہلے اچانک دماغ الٹ گیا۔"

"کیسے؟"

"چھت سے گر پڑا تھا۔"

"سر پر چوٹ لگی تھی؟"

"اندرونی، بیرونی چوٹ نہیں تھی۔"

"پھر؟"

"بس اس وقت سے یہی حالت ہے۔"

"اوہ تعجب ہے، علاج نہیں کرایا؟"

"کوئی ایک علاج، کیا کیا نہ کیا مگر ڈاکٹر کہتے ہیں کہ علاج نہ کرایا جائے۔"

"کیوں؟"

"آپریشن کرنا پڑے گا۔ بہت خطرناک آپریشن ہو گا اور اس میں زندگی چلے جانے کا خطرہ ہے۔"

"مگر اس طرح تو۔۔۔"

"چودھری صاحب یہ خطرہ مول نہیں لینا چاہتے۔ وہ بیٹے کو بہت چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں جیسا بھی ہے ٹھیک ہے۔ ہمیں اس کی زندگی درکار ہے موت کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔" بیگم صاحبہ نے سسکی لے کر کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔ تو یہ معاملہ ہے، اس طرح چودھری نے اپنی ساری حرکتوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ ٹھیک ہے بیٹے تیرا آپریشن میں کروں گا اور تجھے بالکل ٹھیک کر دوں گا۔ میں نے دل میں سوچا۔

رات کے کھانے پر چودھری رمضان اچانک پہنچ گیا۔ اس وقت سب لوگ کھانے کی میز پر آ چکے تھے۔

"سناؤ جی شہزادے، کیسا گزرا تیرا دن؟"

"بہت اچھا چودھری صاحب!

"ہمارے اتنے اچھے چاچا، چاچی یہاں موجود ہیں اور تمہیں ان سے ملایا نہیں گیا۔"

"اوہو، یہ تیرے باپ کی غلطی ہے۔ اچھا سن ایک خاص بات کہنی ہے تجھے۔"

"جی چاچا جی!"

"یار کچھ مقدموں کا چکر لگا ہوا ہے میرے پیچھے۔ وکیلوں کو لگا رہتا مگر میرا جانا ضروری ہو گیا ہے۔ کوئی ایک ہفتہ لگ جائے گا واپسی میں۔ ایک بات سن۔"

"جی؟"

"بھاگ مت جانا میرے پیچھے۔ تیرے ساتھ شکار کھیلنے کا مزا آئے گا۔ بڑا سچا نشانہ ہے تیرا اور کیوں نہ ہو پولیس والے کا بیٹا ہے پستول بندوق ہی سے کھیلا ہو گا۔"

"نہیں بھاگوں گا چاچا جی۔"

"وعدہ!"

"جی وعدہ، مگر ایک وعدہ آپ کو بھی کرنا ہو گا؟"

"کیا؟"

"ڈیڈی کو نہ بتائیے گا کہ میں یہاں ہوں۔"

"کیوں؟"

"فوراً کوئی کام نکال کر مجھے بلا لیں گے۔ ان کا کہنا ہے کہ آدمی کو بیکار نہیں رہنا چاہیے۔"

"اوئے میں جانتا ہوں، تو بے فکر ہو جا۔ واپسی میں خود تجھے ساتھ لے کر چلوں گا ان کے پاس۔" چودھری صاحب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ بہتر رہے گا چودھری صاحب۔"

"بالکل چاچا جی آپ فکر نہ کریں۔" میں نے جواب دیا خاصی دیر تک چودھری رمضان سے باتیں ہوتی رہیں۔ وہ میرے بارے میں پوچھتا رہا اور میں اسے الٹی سیدھی کہانیاں سناتا رہا۔ اس دوران عورتوں میں سے کوئی ہمارے نزدیک نہیں آیا تھا۔ میں نے محسوس کر لیا تھا کہ چودھری رمضان گھر کا سربراہ ہے بس اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے غالباً اس کی بیٹیاں اس کے زیادہ قریب آنا پسند نہیں کرتی تھیں۔ بہرطور ابھی تو اس ماحول کا جائزہ لینا تھا۔ چودھری الیاس کو بھی اس دوران دوبارہ نہیں دیکھا میں نے۔ رات کو میں اپنے کمرے میں پہنچ گیا اور نہ جانے کیا کیا خیالات میرے ذہن میں گردش کرتے رہے۔ یہ مشغلہ مجھے غیر دلچسپ نہیں لگ رہا تھا بلکہ سچی بات یہ ہے کہ اس تبدیلی سے جی خوش ہوا تھا۔ کام کرنے کا ایک نیا انداز سامنے آیا تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ بے شک شہباز احمد صاحب نے مجھے بڑے اعزازات دلوا دیے ہیں، لیکن اوروں کے ساتھ ساتھ ہی میں اگر اپنے طور پر بھی کچھ کروں تو یہ ایک دلچسپ کام ہے۔ یہ مسئلہ تو میری والدہ نے میرے سپرد کر دیا تھا اور ایک رشتے دار کی بات تھی لیکن اور بھی بہت سے ایسے مسائل ہوں گے جن کے بعض پہلو بڑے دردناک ہوں گے چنانچہ بہتر ہے کہ شہباز صاحب سے درخواست کی جائے کہ ایسے معاملات کے لیے بھی مجھے استعمال کریں۔ خیر یہ تو بعد کی بات تھی معاملہ اس وقت چودھری الیاس سے تھا جس کی سرپرستی یقینی طور پر چودھری رمضان کرتا تھا اور اب ان دو خطرناک آدمیوں سے نمٹنا تھا مجھے۔

رات کے کسی حصے میں نیند آ گئی

"ناشتا تیار ہے صاحب! سب لوگ انتظار کر رہے ہیں۔" اس نے کہا اور پھر فرق سے باہر نکل گئی۔ عورت نگاہوں کے معاملے میں بہت ذہین ہوتی ہے چاہے اس کا تعلق کسی بھی طبقے سے ہو۔ نوجوان ملازمہ کو میری پہلی نگاہ خاصی خطرناک محسوس ہوئی تھی۔ میں غسل خانے میں گیا لباس تبدیل کیا، باہر نکلا اور یہ دیکھ کر بے اختیار ہنسی آ گئی کہ دروازے میں کھڑی ہوئی تھیں، یعنی وہی ملازمہ۔ میں نے اسے دیکھا تو وہ کہنے لگی۔

"آئیے صاحب ناشتے کے کمرے میں پہنچا دیں۔" میں مسکراتا ہوا اس کے ساتھ چل پڑا۔ راستے میں میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"جمیلہ۔"

"یہیں رہتی ہو؟"

"جی ہاں۔" اس سے زیادہ بات نہ کر سکا کیونکہ سامنے سے شریا آتی نظر آئی تھی۔ فوراً ہی لپک کر میرے قریب پہنچ گئی۔

"آئیے، میں آپ ہی کو بلانے جا رہی تھی۔"

"خوب خوب چلیے۔" میں اس کے ساتھ ناشتے کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ شریا غالباً میرے ساتھ ناشتے کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کچھ محسوس کر رہی تھی۔ سبھی تھے وہاں۔ چودھری الیاس بھی ایک کرسی پر تشریف فرما تھے۔ بیگم صاحبہ نے مسکراتے ہوئے میرے سلام کا جواب دیا۔ "آؤ میرے ساتھ۔" میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ تھی تھی کرتی ہوئی بیگم صاحبہ مجھے اپنے کمرے میں لے گئیں اور بیٹھنے کا اشارہ کر کے بولیں۔

"تمہیں یہاں درحقیقت کسی قسم کا تکلف نہیں کرنا چاہیے بیٹے! بات تو بہت بڑی ہے لیکن کہتے ہوئے جھجک ہوتی ہے کیونکہ تم سے ابھی بہت زیادہ بے تکلفی بھی نہیں ہوئی۔"

"اگر آپ تکلف قائم رکھنا چاہتی ہیں چچی جان تو دوسری بات ہے ورنہ میں تو حاضر ہوں۔"

"بس یوں سمجھ لو کہ چودھری رمضان ذرا سخت فطرت کے مالک ہیں، اپنے آپ میں مگن رہتے ہیں، حالانکہ زندگی کے بے شمار مسائل ہوتے ہیں اس لیے انسان دنیا سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتا۔ اب جیسے تم ہی ہو اتنے اچھے گھرانے کے فرد ہو لیکن بدقسمتی سے تمہارے خاندان سے بھی ہمارے تعلقات نہیں قائم ہو سکے، جبکہ چودھری رمضان کا کہنا ہے کہ تمہارے والد اور وہ بچپن کے ساتھی ہیں۔"

"آپ کچھ کہتے کہتے رک گئی ہیں چچی جان!"

"نہیں، اللہ نہ کرے میں چودھری صاحب کی کوئی برائی نہیں کر رہی۔ بس میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ انھیں لوگوں سے ملنا جلنا کچھ زیادہ پسند نہیں ہے۔ رات کو تمہارے خاندان کے بارے میں تفصیلی بات چیت ہوئی تھی چودھری صاحب سے۔ بتانے لگے کہ تم لوگ کون ہو، دوسرے بھائی بھی ہیں۔ بس اسی لیے سوچ رہی تھی کہ کہیں تم اپنے ذہن میں کوئی غلط خیال نہ لے آؤ۔ اچھا خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ دیکھو چودھری صاحب تو ابھی موجود نہیں ہیں۔ الیاس کا میں نام نہیں لے سکتی جو کچھ بہ تمہارے سامنے ہے لیکن باقی اس گھر کے معاملے میں کوئی تکلف نہ برتنا۔ لڑکیاں تمہاری زیادہ رہنمائی نہیں کر سکتیں۔ اس لیے کہ وہ بھی اسی ماحول میں پروان چڑھی ہیں۔ لیکن تم بے تکلفی سے ان سے ملنا جلنا ہمارے ہاں کوئی بہت زیادہ پابندیاں نہیں ہیں۔ اور پھر اپنوں سے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تو دُور رہا بھی نہیں جا سکتا۔ سیر و تفریح کے لیے تمام انتظامات موجود ہیں۔ اگر کہیں جانا چاہو تو ملازم کو لے جانا سائقہ گھوڑے بھی ہیں، گاڑی بھی ہے جس پر دل چاہے گھوم پھر آنا۔ ویسے فرید پور بہت زیادہ بڑی جگہ نہیں ہے۔ لیکن اس کے آس پاس کے علاقے بہت خوبصورت ہیں خصوصاً چودھری رمضان کی شکارگاہیں بڑا نام رکھتی ہیں اور ان کے بعض دوست ان شکارگاہوں میں شکار کھیلنے آیا کرتے ہیں مگر چودھری کہہ گئے تھے کہ وہ شکار تمہارے ساتھ ہی کریں گے۔"

"آپ میرے سلسلے میں بالکل مطمئن رہیں چچی جان! میں بھی ماحول سے گھبرا کر بھاگا ہوں۔ شہری زندگی بڑی بوجھل ہوتی ہے اور یہاں فرید پور کی زندگی میں مجھے بڑا حسن نظر آیا ہے۔"

"ٹھیک ہے بس یہی چند باتیں تم سے کرنا تھیں۔ دل چاہے بیٹھو چاہو آرام کرو۔ کہیں نکل جانا چاہو نکل جاؤ جیسی تمہاری مرضی۔"

"جی چچی جان۔" میں نے کہا اور باہر نکل آیا خواتین تاک میں تھیں ثریا کو غالباً موقع مل گیا تھا بیگم صاحبہ کے کمرے کے آس پاس ہی منڈلا رہی تھی فوراً ہی مجھے چھاپ لیا۔

"آئیے۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"کیا باتیں ہو رہی تھیں امی سے؟"

"آپ کو بتانا ضروری ہے؟"

"نہ بتائیے۔ ویسے آپ یہاں بہت زیادہ مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔" اچھا کس کس کے درمیان؟"

"سب ہی کے درمیان۔ خدا کی پناہ یہ خواتین تو جیسے ہماری ناک ہی میں رہتی ہیں۔ دیکھ لوں گی انھیں اچھی طرح۔" ثریا نے دُور سے فرزانہ کو آتے دیکھ کر کہا اور پھر برا سا منہ بنا کر ایک جانب بڑھ گئی۔ لیکن فرزانہ نے شاید ہمیں نہیں دیکھا تھا یا دیکھا بھی تھا تو جان بوجھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔ وہ ایک دوسری راہداری میں مڑ کر کمرے میں چلی گئی اور میں تنہا ہی رہ گیا۔ لیکن اس موقع سے فائدہ اٹھا کر میں بھی پھرتی سے ایک گوشے میں سرک گیا تھا پھر وہاں سے گھومتا ہوا باہر نکل آیا تھا۔ چودھری رمضان کی یہ حویلی کافی وسیع و عریض تھی بہت بڑا احاطہ گھیرے ہوئے تھی۔ چاروں طرف درخت لگے ہوئے تھے۔ سامنے کا بڑا دروازہ نظر آ رہا تھا۔ حویلی کئی حصوں میں تقسیم تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان حصوں کو مختلف اوقات میں تعمیر کرایا گیا ہے۔ میں حویلی کی سیر کرنے لگا۔ کوشش یہ کر رہا تھا کہ لڑکیوں کی نگاہوں سے محفوظ رہوں۔ ذرا حویلی کا جائزہ لے لینا چاہتا تھا۔ اندرونی حصے میں تمام لوگوں کی رہائش تھی۔ چودھری الیاس کی رہائش میرے لیے خصوصاً باعث توجہ تھی اور میں کسی مناسب موقع پر اس کی رہائش گاہ کی تلاشی بھی لینا چاہتا تھا۔ ویسے چودھری الیاس باہر نظر نہیں آیا تھا۔ میں گھومتا رہا۔ حویلی کے مختلف حصوں میں جو حصے مگ تھلگ تھے ہوئے تھے ان میں ایک حصہ بہت قدیم معلوم ہوتا تھا۔ اس کی طرز تعمیر یہی بتاتی تھی کہ شاید وہ اس حویلی میں تعمیر ہونے والا سب سے پہلا حصہ تھا۔ دوسرے حصوں میں خاصی جدت پائی جاتی تھی۔ میں اس جانب بڑھ گیا۔ بے شک یہاں کوئی نہیں رہتا تھا۔ ملازموں کے رہائش گاہیں بھی یہاں سے دُور تھیں لیکن یہ حصہ بھی صاف ستھرا رکھا گیا تھا اور غالباً اس کی باقاعدہ دیکھ بھال ہوا کرتی تھی۔ میں ایک پتلے سے دروازے سے اندر داخل ہو گیا دوسری سمت چھوٹی سی راہداری تھی جو داہنی طرف گھوم کر ذرا اونچی ہو جاتی تھی اور اسی سمت سے اندرونی حصوں کا داخلے کا راستہ تھا۔ ویسے یہاں ویرانی برسا رہی تھی اور کوئی موجود نظر نہیں آتا تھا۔ بس یونہی تفریحاً ہی میں اندر داخل ہوا اور جیسے ہی میں نے ایک کمرے میں قدم رکھا ایک آہٹ سی مجھے سنائی دی اور میں چونک کر ٹھہر گیا۔ غالباً میرے قدموں کی چاپ محسوس کر کے اندر جو کوئی تھا وہ باہر نکل آیا تھا۔ یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی وہ تنویر تھی۔ چودھری صاحب کی سب سے چھوٹی بیٹی۔ میری نظریں سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ تنویر نے مجھے دیکھا ایک لمحے کے لیے ساکت رہی اور پھر زبردستی ہونٹوں پر مسکراہٹ لے آئی۔

"خیریت آپ یہاں کیسے؟"

"بس یونہی ٹہلتا ہوا آ گیا تھا مس تنویر۔ معافی چاہتا ہوں اگر آپ کے کسی کام میں مداخلت کی ہے۔"

"ارے نہیں نہیں۔ بس یونہی آ گئی تھی۔ یہ جگہ بڑی خوشگوار محسوس ہوتی ہے مجھے۔ ایک کتاب پڑھ رہی تھی۔" اس نے کہا۔

"خوب! ذرا دیکھ سکتا ہوں کون سی کتاب؟" میں نے کہا اور وہ واپس مڑ گئی۔ میں دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ صاف ستھرا کمرہ تھا۔ پورے کمرے میں درمیان میں ایک قالین کا ٹکڑا بچھا ہوا تھا اور اس پر ایک کتاب واقعی رکھی ہوئی تھی جو درمیان سے کھلی ہوئی تھی لیکن غالباً تنویر نے قدموں کی آہٹ پا کر۔ اسے اسی طرح دو حصوں میں تقسیم کر کے رکھ دیا تھا۔ میں اندر داخل ہو کر کمرے کا جائزہ لینے لگا اور پھر میں نے کہا۔

"غالباً یہ حصہ بالکل ہی خالی پڑا رہتا ہے۔"

"تین حصے خالی پڑے رہتے ہیں۔ اس ایک حصے ہی میں ہماری رہائش گاہ ہے۔"

"اور آپ کو یہ جگہ پُرسکون معلوم ہوتی ہے۔"

"ہاں کیوں؟" اس نے عجیب سے انداز میں مجھے دیکھا۔

"نہیں۔ میرا خیال ہے آپ تنہائی پسند ہیں۔ ویسے بھی اپنی دوسری بہنوں کی نسبت آپ الگ تھلگ رہنے کی عادی ہیں۔"

تنویر خاموش ہو گئی کچھ سوچنے لگی پھر آہستہ سے قالین پر بیٹھ گئی۔ اور بولی۔

"اگر آپ پسند کریں تو بیٹھ جائیے۔"

"آپ کی پسند سے۔" میں نے کہا اور قالین کے ایک کونے پر بیٹھ گیا۔

"آپ کے کیا مشاغل ہیں شہر میں؟"

"بس یوں سمجھ لیجیے آوارہ گردی کرتا ہوں۔"

"ڈی آئی جی کے بیٹے ہیں آپ؟"

"جی ہاں، ڈیڈی محکمہ پولیس میں ملازم ہیں۔"

"آپ کو تو بڑے بڑے انوکھے واقعات کا سامنا کرنا پڑتا ہوگا؟"

"مثلاً؟"

"مثلاً یہی کہ جرم و سزا کی زندگی سے آپ کا گہرا واسطہ ہوگا۔"

"نہیں میرا نہیں، میرے ڈیڈی کا واسطہ ہے۔"

"پھر بھی گھر کا جو ماحول ہوتا ہے انسان کا مزاج اسی کے مطابق بن جاتا ہے۔"

"آپ خصوصی طور پر اس سلسلے میں کوئی تذکرہ کرنا چاہتی ہیں۔" میں نے سوال کیا تو تنویر چونک پڑی پھر بولی۔

"نہیں، بالکل نہیں۔ بس ایسے ہی برائے گفتگو یہ الفاظ کہہ دیے تھے میں نے۔"

"آپ کے کیا مشاغل ہیں تنویر صاحبہ؟"

"جھک مارتی ہوں۔" اس نے بڑے سکون سے جواب دیا۔

"خوب اچھا مشغلہ ہے۔ تنہا یا کوئی ساتھی بھی ہوتا ہے۔" میں نے سوال کیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"آپ مذاق اُڑا رہے ہیں میرا؟"

"ہرگز نہیں، میں تو آپ کی اجازت سے یہاں آیا ہوں۔ اس وقت بھی آپ کو آزادی ہے کہ اگر چاہیں تو مجھ سے جانے کے لیے کہہ سکتی ہیں۔ میں اعتراض نہیں کروں گا۔"

"اب میں اتنی بداخلاق بھی نہیں ہوں۔"

"تو پھر گفتگو کیجیے۔ آپ کا انداز کچھ عجیب عجیب سا ہے۔"

"نہیں بس میں ایسے ہی سوچ رہی تھی کہ کیا باتیں کروں آپ سے۔ دراصل آپ نے ہمارے یہاں کے ماحول کا اندازہ لگا لیا ہوگا ہم سب جانوروں کی طرح زندگی گزار رہے ہیں۔ خاموش خاموش تنہا تنہا۔ کوئی نہیں آتا ہمارے ہاں۔ گھر کے ملازم ہیں اور ہم ہیں۔ ہمارے مشاغل ہمارے آپس ہی میں تقسیم ہیں۔ اب انسان آپس میں زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتا ہے۔ چنانچہ کوفت ہی ہوتی رہتی ہے اس ماحول سے۔"

"چودھری صاحب نے آپ لوگوں کو ایک طرح سے قید کر رکھا ہے؟" میں نے سوال کیا اور وہ پھر چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"نہیں آپ یہ بات تو نہیں کہہ سکتے۔"

"دیکھا، دراصل یہی اندازہ لگانا چاہتا تھا میں کہ آپ اپنے والد سے ناراض تو نہیں ہیں۔"

"اور اس کے بعد اگر ہم اظہار کر دیں اس کا تو آپ کیا کریں گے؟"

"آپ سے ہمدردی۔" میں نے جواب دیا اور تنویر میرا چہرہ دیکھنے لگی اور پھر بے اختیار مسکرا دی۔

"خیر آپ تیز آدمی ہیں، خاصی چالاکی سے گفتگو کر لیتے ہیں۔ معاف کیجیے گا صرف ایک بات کہنا چاہتی ہوں آپ سے۔"

"جی بھی ضرور۔"

"دیکھیے ہم سب لوگوں کو آپ کی آمد سے خوشی ہے اور ہماری ذات سے آپ کو تکلیف نہیں پہنچے گی لیکن کیا یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ آپ کی ذات سے بھی ہمیں کوئی تکلیف نہ پہنچے؟"

"یقیناً۔ بھلا میں کیا تکلیف دے سکتا ہوں آپ کو؟"

"مطلب یہ کہ کوئی ایسی ویسی بات منہ سے نہ نکل جائے جو کہیں اور نہ چلی جائے۔"

"اوہ نہیں مس تنویر! ایسا بالکل نہ ہوگا۔ آپ اطمینان رکھیں۔"

"شکریہ! میں اس بور ماحول کا تذکرہ کر رہی تھی۔ آپ خود اندازہ لگا لیجیے ہم پانچ بہنیں ہیں اور ایک بھائی۔ اور بھائی کا انداز آپ نے لگا لیا ہوگا کہ کیسی فطرت کا مالک ہے۔ میرا مطلب ہے اس کی شخصیت۔ ماں ہیں وہ بے چاری صرف ہم لوگوں کی نگہداشت کرتی رہتی ہیں۔ حالانکہ ملازمین کی ایک پوری فوج ہے۔ اب آپ خود ہی بتائیے کہ جہاں دوست نہ ہوں احباب نہ ہوں وہاں زندگی کا کیا رنگ ہو سکتا ہے؟"

"ہاں یہ تو بالکل ٹھیک ہے مگر چودھری صاحب بظاہر تو اتنے سخت گیر نہیں معلوم ہوتے۔ خود بھی تفریح پسند ہیں۔"

"بظاہر نہیں ہیں لیکن ہم لوگوں کو آزادی دینے کے قائل نہیں ہیں۔"

"چودھری الیاس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟" میں نے پوچھا اور تنویر ایک بار پھر چونک پڑی۔

"کیوں؟ وہ تو جو کچھ ہیں نظر آتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"کیا واقعی ایسا ہی ہے مس تنویر؟" میں نے سوال کیا۔ وہ ایک دم خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آئے اور وہ کسی قدر بدحواس سی ہو گئی۔ اچانک ہی وہ قالین سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ایک بات کہوں، تنہا یہاں بیٹھنا درست نہیں ہے۔ ماحول بے شک بہت آزاد ہے اور آپ ہمارے لیے ایک محترم شخصیت، لیکن باہر کے لوگوں کی زبانیں کوئی نہیں بند کر سکتا۔ براہِ کرم آ جیے۔ یہ جگہ بڑی پُراسرار ہے۔ اگر مجھے اور آپ کو یہاں دیکھ لیا گیا تو مجھے مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"اوہو معاف کیجیے گا۔ مجھے واقعی اس کا احساس نہ رہا تھا۔"

"کوئی بات نہیں۔ آپ یوں کریں، آپ چلیں۔ آپ سے پھر کبھی تفصیلی گفتگو ہو گی۔ میں آپ کے جانے کے بعد یہاں سے باہر نکلوں گی۔" میں نے فوراً ہی یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ چودھری الیاس کے نام پر تنویر کی یہ کیفیت ہوئی تھی ورنہ اس سے پہلے وہ خاصی پُرسکون تھی۔ اس کا مقصد ہے کہ لڑکیوں کو تھوڑا بہت احساس ہے چودھری الیاس کے بارے میں، گڈ، ویری گڈ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان پانچوں لڑکیوں میں کون میرے لیے کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔ حویلی کے بقیہ حصے ابھی باقی تھے۔ اور انھیں بھی دیکھ لینا مناسب تھا چنانچہ میں آوارہ گردی کرتا رہا۔ شکر ہے کہ اس دوران کوئی اور خاتون مجھ تک نہیں پہنچ پائی تھیں پھر میں نے سوچا کہ اب حویلی سے باہر نکل جانا چاہیے۔ یہاں ویسے تو خاصا وقت گزارا جا سکتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ بیکار وقت گزارا جائے چنانچہ تھوڑی سی سیر و سیاحت ہی سہی۔ دوپہر کے کھانے پر واپسی کے لیے کہا گیا تھا سو آ جاؤں گا۔ ذرا فرید پور کا جائزہ لے لوں۔ خاموشی سے باہر نکل آیا۔ پیدل ہی نکلا تھا۔ رائفل وغیرہ وہیں چھوڑ دی تھی۔ ظاہر ہے شکار وغیرہ تو کرنا نہیں تھا۔ بہرحال گھومتا ہوا ادھر اُدھر گشت کرتا اور بہت دُور تک نکل آیا۔ ویسے بھی فرید پور زیادہ بڑی جگہ نہیں تھی اور کسی طرف سے گزرتا چودھری رمضان کی حویلی پر آسانی پہنچ سکتا تھا۔ ملی جُلی آبادی تھی کچے پکے مکانات بکھرے ہوئے تھے چھوٹے چھوٹے بازار تھے جن میں ضرورت کی اشیا سجی ہوئی تھیں۔ بس ایسی ہی معمولی زندگی تھی کہ اسے صرف زندگی ہی کہا جا سکتا ہے پھر مجھے ایک مسجد نظر آئی اور اس کے ساتھ ہی مختار حسین کے الفاظ بھی۔ مسجد کے مولوی صاحب یقینی طور پر اختیار حسین وغیرہ سے واقفیت رکھتے تھے۔ میں مسجد کی جانب چل پڑا اور کچھ دیر کے بعد دروازے پر پہنچ گیا۔ اس وقت نماز کا کوئی وقت نہیں تھا خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ مسجد صاف ستھری اور پُرسکون تھی۔ میں جوتے اتار کر اندر داخل ہو گیا۔ سامنے ہی مجھے ایک صاحب نظر آئے۔ صورت شکل ہی سے نیک آدمی معلوم ہوتے۔ بزرگ تھے۔ میں ان کے پاس پہنچ گیا انھیں سلام کیا اور وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے۔

"جی صاحب کوئی کام ہے ہم سے؟" ان کا اندازِ گفتگو بہت ہی اچھا تھا۔

"یہاں پیش امام صاحب کون ہیں؟"

"میں ہی ہوں، کہیے؟" انھوں نے کہا۔

"آپ سے کچھ بات کرنی ہے پیش امام صاحب!"

"آپ فرید پور سے تو تعلق نہیں رکھتے؟"

"جی نہیں، باہر سے آیا ہوں۔"

"کسی کا پتا پوچھنا ہے؟"

"جی ہاں۔"

"فرمایئے، کس سے ملنا ہے آپ کو؟"

"ملنا تو نہیں ہے بس ایک معلومات کرنی تھی۔ یہاں ایک اختیار حسین صاحب رہتے ہیں، کہیں آس پاس۔ یہ معلوم نہیں کہ کہاں رہتے ہیں۔"

"اختیار حسین، وہ تو نہیں جن کے بیٹے کا نام مختار حسین ہے۔"

"جی جی، انہی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"میاں وہ تو یہاں سے کافی فاصلے پر ہیں۔"

"آپ مجھے بس یہیں سے بتا دیجیے۔ بے حد شکر گزار ہوں گا۔"

"ٹھیک ہے آؤ میرے ساتھ دروازے تک آؤ۔" وہ مجھے مسجد کے دروازے تک لائے اور پھر بتا بھانے لگے۔ فاصلہ خاصا تھا لیکن میں نے پتا پوری طرح ذہن نشین کر لیا۔ مولوی صاحب سے فی الحال اور کوئی گفتگو کرنا مناسب نہیں تھا۔ ذرا یہ معلوم کر لوں کہ ظاہر اختیار حسین صاحب اور مختار حسین کی بیوی بچوں کو یہاں سے لے گیا یا نہیں۔ میرے اندازے کے مطابق تو ظاہر کو یہ کام فوری طور پر کر لینا تھا چونکہ میرے کام شروع کرنے سے پہلے اس کام کا ہو جانا لازمی حیثیت رکھتا تھا ورنہ بعد میں کچھ مشکلات پیش آ سکتی تھیں۔ پیش امام صاحب سے رخصت ہونے کے بعد میں ان کے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑا۔ کچھ اور لوگوں سے تھوڑی سی معلومات حاصل کرنا پڑیں اور پھر اختیار حسین صاحب کے گھر کے بالکل سامنے پہنچ گیا۔ پتلی سی گلی تھی آمنے سامنے مکانات بنے ہوئے تھے۔ ایک مکان میں ایک معمر شخص نے چھوٹی سی پرچون کی دکان کھولی ہوئی تھی۔ میں نے اختیار حسین صاحب کے گھر کے دروازے پر تالا پڑا ہوا دیکھا اور ایک گہری سانس لے کر گردن ہلائی۔ اس کا مقصد ہے اختیار حسین صاحب چلے گئے۔ ظاہر نے مناسب کام کیا تھا تاہم سامنے والے دکان دار سے میں نے اختیار حسین صاحب کے بارے میں پوچھا۔ دکان دار نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"کہیں باہر سے آئے ہیں آپ؟"

"جی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ غالباً فرید پور کے لوگ باہر والوں کو فوراً پہچان لیا کرتے تھے۔

"اختیار حسین صاحب کل رات ہی چلے گئے۔ اپنی بہو اور پوتے کو لے کر۔"

"کہاں گئے ہیں اس بات کا علم ہو سکتا ہے؟"

"نہیں صاحب، ہمیں بتا کر نہیں گئے ورنہ ضرور بتا دیتے۔ بس کل رات کو چلے گئے وہ۔ اتفاق سے ہم سے ملاقات ہو گئی تھی۔ کہنے لگے کہ ذرا کام سے جا رہے ہیں۔"

"یہ بھی اندازہ نہیں ہے کہ کب تک واپسی ہو گی ان کی؟"

"نہیں میاں انتہائی شرمندہ ہیں، یہ ہمیں نہیں معلوم۔" میں وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ کم از کم یہ اطمینان تو ہو گیا تھا کہ نعیمہ اور اختیار حسین صاحب یہاں موجود نہیں ہیں۔ وہاں سے واپس پلٹا اور نہ جانے کہاں کہاں آوارہ گردی کرتا رہا۔ وقت گزر گیا اور اس کے بعد میں واپس حویلی پہنچ گیا۔ حویلی میں داخل ہوا تو تقریباً سوا بارہ بج رہے تھے۔ فوراً ہی فرزانہ صاحبہ کا نزول ہوا۔ مجھے دیکھ کر بولیں۔

"کہاں چلے گئے تھے آپ؟"

"جی، بس وہ، ایسے ہی باہر آوارہ گردی کرنے نکل گیا تھا۔"

"ابھی کچھ گھنٹے بھی نہیں ہوئے آپ کو ہمارے ساتھ اور آپ آوارہ گردی کرنے نکل گئے۔ اس کا مقصد ہے کہ ہم آپ کے ذہن تک پہنچنے میں ناکام رہے ہیں۔"

"جی ہاں، اتفاق کی بات ہے محترمہ فرزانہ کہ آپ ذہن کے بجائے دل تک پہنچ گئی ہیں۔"

"دل... دل... میرا مطلب ہے یہاں۔" میں نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور فرزانہ کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔

"پتا نہیں آپ کس قماش کے آدمی ہیں؟"

"کیوں خیریت، کیا ہوا؟"

"دل سے بات کرتے بھی ہیں یا نہیں؟"

"اب دل تک آپ کی آمد ہو گئی ہے تو آپ خود دل سے سوال کر لیجیے گا۔"

"آپ کے یہ الفاظ مجھے بہت دُور لے جا سکتے ہیں۔"

"نہیں نہیں، خدا کے لیے آپ میرے نزدیک رہیں کیا ہو رہا ہے، کیا کر رہی ہیں آپ؟"

"کچھ بھی نہیں کر رہی۔ ناشتے کے بعد یہ سوچا تھا کہ تفصیل سے آپ سے کچھ باتیں ہوں گی لیکن آپ غائب ہو گئے۔"

"ہوں، بچی جان کیا کر رہی ہیں؟"

"ان کا محبوب مشغلہ آرام ہے، زیادہ تر اپنے کمرے میں ہی رہا کرتی ہیں۔ ویسے پوچھ رہی تھیں آپ کو۔ میں نے کہا حویلی میں تو نظر نہیں آ رہے، چوکیدار نے بتایا کہ آپ باہر گئے ہوئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے اب کیا حکم ہے؟"

"اب کیا حکم ہونا۔ دن تو گزار ہی دیا آپ نے، اچھا دوپہر آؤں گی آپ کے کمرے میں، میرا انتظار کیجیے گا۔ سمجھ رہے ہیں نا، اب جا رہی ہوں۔"

"کہاں؟"

"اندر اور کہاں۔"

"تو چلیے میں بھی چلتا ہوں۔"

فرزانہ صاحبہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اندر چلی گئیں۔ غالباً دوسروں پر اپنی آمد کا اظہار نہیں کرنا چاہتی تھیں، اس کے بعد ثریا وغیرہ سے ملاقات ہوئی۔ ساری کی ساری دلچسپ لڑکیاں تھیں۔ ہم لوگ مجمع لگا کر بیٹھ گئے۔ بیگم صاحبہ ہمارے درمیان موجود نہیں تھیں۔ نہ ہی تنویر یا شہانہ نظر آئی تھیں۔ شہانہ کے بارے میں بھی میں نے اندازہ لگایا تھا کہ خاموش طبع لڑکی ہے اور زیادہ گھلنا ملنا پسند نہیں کرتی۔ بہرطور یہ تین ہی کافی تھیں۔ اور یہ اس قدر گھل رہی تھیں کہ خطرہ تھا کہ کہیں میرے وجود میں تحلیل نہ ہو جائیں۔ دوپہر کا کھانا ہوا۔ اس کے بعد آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔ فرزانہ صاحبہ دوپہر کو آنے کی دھمکی دے گئی تھیں اور انھوں نے یہ دھمکی پوری بھی کر دکھائی۔ تیار لباس پہن کر آئی تھیں اور خاصی بھینچی بھینچی سی نظر آتی تھیں۔

"کیا سوچتے ہوں گے آپ بھی میرے بارے میں!"

"کوئی خاص بات نہیں، کیوں؟"

"میرا مطلب ہے کہ میں نے آپ کو کچھ زیادہ ہی پریشان کر ڈالا ہے۔"

"ہاں، یہ بات تو ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اب زیادہ وقت آپ کے بارے میں سوچتے ہوئے گزرتا ہے۔" میرے ان الفاظ پر فرزانہ کے چہرے پر خوشی کے تاثرات پھیل گئے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"ٹھیک کہتے ہیں آپ!"

"ہاں فرزانہ صاحبہ!"

"آپ یہ سوچ لیجیے کہ آپ کے یہ الفاظ مجھے زندگی بھر کے لیے الجھا سکتے ہیں۔"

"نہیں نہیں، خدا کے لیے آپ زندگی بھر نہ الجھیں۔ بس میں نے تو، میرا مطلب ہے..." میں نے کہا۔ باہر بھرپور قہقہا ہٹیں سنائی دیں اور فرزانہ کا منہ بگڑ گیا۔

Uploaded By

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ان لڑکیوں میں یہ بہت بُری بات ہے۔"

"کن لڑکیوں میں؟"

"یہ جو دروازے کے باہر کھڑی ہوئی ہیں۔ اندر آجاؤ تم لوگ باہر کیوں مصیبت بنی کھڑی ہوئی ہو۔" فرزانہ غالباً اپنی بہنوں کے بارے میں صحیح طور پر اندازہ لگا سکتی تھی۔ میں تو کچھ نہ بولا۔ جب باہر سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ خود اُٹھ کر گئی اور دروازہ کھول کر باہر جھانکا پھر گہری سانس لے کر اندر داخل ہوگئی۔

"سمجھتی ہوں۔ سب کچھ سمجھتی ہوں۔" اس نے اس بار دروازہ کھلا ہی چھوڑ دیا تھا۔

"کون تھا؟"

"ارے وہی شریا اور نغمہ ہوں گی بس عادت ہے ان لوگوں کی۔"

"باہر نہیں ملیں؟"

"نہیں بھاگ گئیں میری آواز سن کر۔" فرزانہ نے کہا اور پھر میری جانب دیکھنے لگی پھر بولی۔

"میں آپ پر مسلط تو نہیں ہو رہی؟"

"نہیں!"

"اچھا ایک اجازت چاہتی ہوں۔"

"کیا؟"

"میرا جب جی چاہے یہاں آسکتی ہوں۔"

"کیسی باتیں کرتی ہیں، آپ کا گھر ہے۔"

"میں آپ کے گھر کی بات کر رہی ہوں۔" فرزانہ معنی خیز لہجے میں بولی۔

"میرا گھر؟"

"ہاں جہاں کے بارے میں آپ نے مجھے دھوکا دیا ہے۔"

"اب بھی نہیں سمجھا۔"

"میرا مطلب ہے آپ کے دل کی بات کر رہی ہوں۔" فرزانہ نے کہا۔

"اوہو، اوہو۔ وہاں تو پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے آپ کو۔"

"بس تو پھر آپ اپنے ان الفاظ کو یاد رکھیے گا۔" فرزانہ نے کہا اور میں خاموش ہوگیا۔ کافی دیر تک وہ میرے پاس بیٹھی رہی ایسی ہی بے تکی باتیں کرتی رہی لیکن میں اب اس قدر بدتمیز بھی نہیں تھا کہ ضرورت سے زیادہ ہی آگے بڑھ جاتا۔ غیر ملکوں کی بات اور ہوتی ہے۔ وہاں کی خواتین بہت سے معاملات میں اس قدر بے باک ہوتی ہیں کہ ان سے کچھ کہتے سننے کی نوبت ہی نہیں آتی لیکن یہ میرا اپنا وطن تھا۔ مشرق بہرطور مشرق ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ابھی طویل عرصے تک مشرق بہت دُور تک نہیں جا سکتا۔ اس کے جانے کے بعد میں غالباً سو گیا تھا۔ شام کو ساڑھے چھ بجے آنکھ کھلی۔ جاگا اور ٹہلتا ہوا باہر نکل آیا۔ لڑکیاں وغیرہ غالباً کسی کام میں مصروف تھیں البتہ سامنے کے لان پر مجھے چودھری الیاس نظر آیا سر جھکائے بیٹھا کسی سوچ میں گم تھا۔ میں کافی فاصلے سے اسے دیکھتا رہا۔ اس کے سامنے کھلونے بکھرے ہوئے تھے اور وہ یالتی مارے بیٹھا ہوا ان کھلونوں سے کھیل رہا تھا۔ میں تشویش زدہ نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتا رہا۔ اس زبردست اداکار سے کیسے نمٹا جا سکتا ہے۔ میں نے سوچا پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا میں آگے بڑھا اور چودھری الیاس کے پیچھے پہنچ گیا۔ بڑے قیمتی اور شاندار کھلونے بکھرے ہوئے تھے۔ اور وہ انھیں مختلف ترتیبوں سے رکھ رہا تھا۔ میں نے آہستہ سے آواز نکالی تو وہ اچھل پڑا اور گھاس پر لمبا لمبا لیٹ گیا اس کے چہرے پر شدید خوف کے آثار تھے اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر جب اس نے میرا چہرہ بغور دیکھ لیا تو مسکراتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا طوطے۔"

"تم ڈرتے ہو بھینسے؟" میں نے اسے مخاطب کر کے کہا اور وہ غصیلی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے اپنا ایک ہاتھ آنکھوں پر رکھا اور زور سے منہ سے قیں کی آواز نکالی اور کہنے لگا۔

"اماں مجھے بھینسا کہتا ہے۔" لیکن سننے والا کوئی نہیں تھا۔ میں نے اس کے شانے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں چودھری الیاس! بھینسا تو میں بھینسے کو کہہ رہا تھا۔ تمھیں تو نہیں کہہ رہا تھا۔"

"نہیں تم مجھے کہہ رہے تھے۔"

"بالکل نہیں۔"

"مگر میں تو تمھیں طوطا کہوں گا۔"

"تمھاری مرضی ہے جو دل چاہے کہہ لو۔"

"بیٹھ جاؤ کھلونے سے کھیلو گے میرے ساتھ؟"

"اگر تم کھلاؤ گے تو ضرور کھیلوں گا۔" میں نے کہا۔

"تو پھر بیٹھو نا۔" اس نے کہا اور میں اس کے سامنے ہی بیٹھ گیا۔

"دیکھو یہ بندر ہے۔" اس نے ایک کھلونے کی طرف اشارہ کر کے کہا جو بالکل بندر نہیں تھا۔

"یہ بندر نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"ہے نا۔ میں کہہ رہا ہوں اس لیے ہے۔"

"اچھا، جو تم کہتے ہو وہ بالکل درست ہوتا ہے۔"

"تو اور کیا۔ میں بہت پڑھا لکھا ہوں سمجھے۔"

"لگتے ہو، چہرے ہی سے لگتے ہو۔"

"تمھیں کیسا لگتا ہوں میں؟"

"بہت پیارے، بہت اچھے۔"

"مجھ سے دوستی کرو گے؟"

"بالکل کروں گا۔"

"تو ملاؤ ہاتھ۔" اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ گول مٹول سا ہاتھ تھا میں اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ دل چاہتا تھا کہ اس سے کچھ کہوں لیکن احتیاط لازم تھی چنانچہ میں اس کے ساتھ بچوں ہی کے انداز میں پیش آتا رہا اور وہ خوش ہوتا رہا اس نے اپنے سارے کھلونوں کا مجھ سے تعارف کرایا اور یہ تعارف بالکل غلط تھا لیکن میں اس کی شخصیت کا جائزہ لے رہا تھا اور مجھے دانتوں پسینے آرہے تھے۔ ایک لمحہ دل میں یہ خیال بھی گزرا تھا کہ چودھری الیاس کے بارے میں دی گئی یہ اطلاع مجھے غلط تو نہیں ملی تھی۔ یہ شخص کیا اتنا ہی خطرناک ہو سکتا ہے بظاہر تو نہیں لگ رہا تھا لیکن میں نے بڑے بڑے ہیرو بے دیکھے تھے ہو سکتا ہے اس نے بھی کوئی بہروپ ہی بھرا ہو۔ البتہ ایک اندازہ ضرور ہوگیا تھا کہ اس کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرنے میں کافی مشکلات پیش آئیں گی۔ پھر دوسروں نے ہمیں دیکھ لیا اور سب ہی ہمارے گرد جمع ہوگئے۔ یہاں تک کہ بیگم صاحبہ بھی باہر نکل آئیں کہنے لگیں۔

"تمھیں چائے پینے کے لیے تلاش کیا جا رہا تھا۔ چائے کا وقت گزر بھی چکا۔ پیو گے؟"

"نہیں بچی جان، میں کوئی خاص شوقین نہیں ہوں۔"

"پھر بھی شام کی چائے تو پی ہی جاتی ہے۔ میں نے منگوالی ہے تمھارے لیے۔"

"اگر منگوالی ہے تو ٹھیک ہے۔"

"کیا ہو رہا ہے؟"

"بس الیاس میاں کے ساتھ کھیل رہا ہوں۔" میں نے کہا اور بیگم صاحبہ احسانمند نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگیں۔ اس وقت پانچوں ہی لڑکیاں ان کے قریب تھیں، سب گھاس پر بیٹھ گئے۔ میں نے کہا۔

"چودھری صاحب کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی؟"

"وہ تو ایک ہفتے سے پہلے نہیں آئیں گے۔ تم بتاؤ تمھیں کوفت تو نہیں ہوئی یہاں؟"

"نہیں بچی جان، بالکل نہیں۔ آپ کیسی باتیں کرتی ہیں۔ مجھے یہاں کوفت ہوگی۔ مجھے تو یہاں بہت لطف آرہا ہے۔"

"دیکھو بھئی اب آخری بار کہہ رہی ہوں کہ اپنی پسند سے یہاں وقت گزارو۔ تمھارے اوپر کوئی پابندی نہیں ہے جہاں چاہو بیٹھو اٹھو، جس کے ساتھ چاہو ہنسو بولو، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"جی جی آپ بالکل مطمئن رہیں۔"

رات کا کھانا کھایا گیا پھر آرام کرنے لیٹ گیا۔ پہلی رات گزری دوسرے دن کا آغاز ہوا۔ دوسرے دن پھر میں دس گیارہ بجے کے قریب باہر نکل آیا تھا۔ شہر کا جو حصہ دیکھا تھا وہ تو دیکھ ہی لیا تھا اب ذرا ویرانوں کی طرف کا رُخ کرنا چاہتا تھا۔ بہت سی جگہوں کی نشاندہی کی گئی تھی۔ ان کا جائزہ لے لینا بھی ضروری تھا چنانچہ اس بار میں نے ایک بالکل نیا راستہ منتخب کیا اور تھوڑی دیر کے بعد شہر سے دُور نکل گیا۔ کھیت بکھرے ہوئے تھے۔ سرسوں پھول رہی تھی۔ سرسوں کی پیلاہٹ چاروں طرف بکھری ہوئی تھی۔ موسم بھی خوشگوار تھا۔ ہوا میں بادل ہی چھائے رہتے تھے۔ غالباً یہ موسم کی وجہ سے تھا۔ بہت دُور نکلنے کے بعد مجھے ایک مکان سا نظر آیا۔ مکان کیا ٹوٹا پھوٹا کھنڈر تھا جو خاصی وسعتوں میں پھیلا ہوا تھا۔ مجھے اس کھنڈر کی کہانی یاد آگئی تھی۔ اس کے بارے میں اختیار حسین صاحب نے تفصیلات بتائی تھیں۔ اور پھر میں اس جانب چل پڑا۔ غالباً زمانہ قدیم کی کوئی حویلی تھی۔ مجھے اس کے بارے میں کوئی تفصیل معلوم نہیں تھی لیکن چاروں طرف ویرانی برس رہی تھی۔ اینٹوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ البتہ کچھ حصے سالم تھے۔ میں حویلی میں داخل ہوگیا تھوڑی ہی دُور چلا تھا کہ دفعتاً مجھے ایک عجیب سی آواز سنائی دی آواز کسی انسان ہی کی تھی۔ میں ٹھٹک کر رُک گیا اور پھر میں نے چند لمحات دیکھتے رہنے کے بعد زور سے پوچھا۔

"کون ہے؟"

"تم کون ہو؟" مجھے آواز سنائی دی۔ اور اس بار میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ عجیب سی ممنماتی ہوئی آواز تھی۔ میں چاروں طرف دیکھتا رہا پھر چند قدم آگے بڑھا تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر میں نے ایک اینٹ ہاتھ میں اٹھائی اور ایک بار پھر غرایا۔

"سامنے آؤ کون ہو تم؟"

"سامنے تو ہوں میں تمھارے۔ یہ اینٹ کیوں اٹھا رکھی ہے ہاتھ میں۔" جواب ملا۔ میں آواز کی سمت کا اندازہ لگانے لگا اور پھر مجھے اندازہ ہوگیا کہ یہ آواز کس طرف سے آرہی ہے۔ دفعتاً میں نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے آواز ابھری تھی لیکن صاف محسوس ہوا تھا کہ کوئی دوسری جانب مڑ گیا ہے۔ میں نے وہاں سے پلٹ کر دوسری جانب دیکھا لیکن اس بار بھی کوئی نظر آیا تھا۔ یہاں ایسی بہت سی جگہیں تھیں جہاں چھپا جا سکتا تھا۔ میں مسلسل اینٹ ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا۔ میں نے کہا۔

"دیکھو تم جو کوئی بھی ہو سامنے آجاؤ۔ ورنہ اگر میں نے تمھیں دیکھ لیا تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔" جواب مجھے ایک قہقہہ سنائی دیا

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھا۔ ویسا ہی منمناتا ہوا قہقہہ پھر کسی نے کہا۔

"میں آسیب ہوں، حویلی کا آسیب۔"

"میں اپنے اچھے آسیبوں کو درست کر چکا ہوں۔ تم میرے سامنے آجاؤ ورنہ اچھا نہ ہوگا۔" میں نے آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے کھسکتے ہوئے کہا۔ اس بار بھی میں نے چھلانگ لگائی۔ وہ بڑی پھرتی تھی لیکن اس بار بھی مجھے یہ محسوس ہوا کہ جو کوئی بھی وہاں ہے اس جگہ سے ہٹ گیا ہے۔ البتہ اس بار میں اپنی جگہ پر کا نہیں بلکہ فوراً ہی پیچھے دوڑ پڑا تھا اور تھوڑے ہی فاصلے پر مجھے ایک کالے لباس میں ملبوس سایہ سا نظر آیا۔ ایک عجیب سا لباس پہنا ہوا تھا اس نے، ڈھیلا ڈھالا میلا کچیلا۔ سر کے بال بڑھے ہوئے تھے۔ وہ دوڑ رہا تھا۔ میں نے اس کے پیچھے چھلانگ لگائی لیکن ادھر پہنچا ہی تھا کہ وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور اس بار میں اسے تلاش نہیں کر سکا۔ آسیب ہوں۔ میں نے دل ہی دل میں اپنے آپ پر لعنت بھیجی۔ اب وہ آسیب مجھے نظر نہیں آیا تھا نہ ہی اس کی آواز سنائی دی تھی۔ کافی دیر تک میں اس ٹوٹے پھوٹے کھنڈر میں گردش کرتا رہا لیکن اب میں نے کسی آسیب کو نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی کوئی آواز سنائی دی تھی۔ یہ کیا چکر ہے۔ میں نے دل میں سوچا۔ بہرطور پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا لیکن ذہن سوچوں میں گم تھا۔ اس قسم کے واقعات پر میں یقین نہیں کر سکتا تھا۔ اور یہ بھی اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اگر واقعی کوئی ہے وہاں تو اس نے مجھے مخاطب کرنے کی کوشش کیوں کی ہے۔ ظاہر ہے ابھی یہاں کسی کو میرے بارے میں کوئی خطرہ تو پیدا نہیں ہوا پھر یہ سب کچھ کیوں کیا گیا۔ اور پھر ایک ہی اندازہ لگا سکا وہ یہ کہ وہ جو کوئی بھی ہے مجھے اس کھنڈر سے دور رکھنا چاہتا ہے اور اس وقت صرف اپنے ایک مخصوص طرز عمل کے ذریعے ہی اس نے مجھے مخاطب کیا ہے تاکہ میں دوبارہ ادھر کا رخ نہ کروں اور حقیقت بھی یہی تھی کہ اس ویرانے میں ایسی کوئی آواز سن کر اچھے اچھے کی ہوا خراب ہو سکتی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں خوفزدہ نہیں ہوا تھا بلکہ میں نے یہ سوچا تھا کہ اس آسیب کے روپ میں یقینی طور پر اس عمارت کو یا اس کھنڈر کو محفوظ رکھا جاتا ہوگا۔ بہرحال اس وقت تو میں نے مناسب یہی سمجھا تھا لیکن دل میں ایک فیصلہ بھی کر لیا تھا کہ ان آسیب صاحب سے اچھی طرح تفصیل سے ملاقات کروں گا۔ اس کے بعد وہی معمول شام ہو گئی۔ فرزانہ صاحبہ کچھ اور بے تکلف نظر آنے لگی تھیں۔ نغمہ اور ثریا غالباً ان کے حق میں دستبردار ہو گئی تھیں۔ ہو سکتا ہے انھوں نے ہماری باتیں سن لی ہوں۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد وہی معمول، وہی گپیں۔ اور اس کے بعد آرام۔ میں آرام کرنے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ تقریباً ساڑھے دس یا گیارہ بجے ہوں گے کہ عمارت کی روشنی چلی گئی اور اندھیرا پھیل گیا۔ موسم بہتر تھا اس لیے صرف کھڑکی کھول لینے سے ہی کام چل گیا۔ کھڑکی کھول لینے سے بھی کوئی روشنی اندر نہیں آئی تھی۔ گھر کے مکین شاید سونے کے لیے لیٹ چکے تھے اس لیے کوئی آواز نہیں ہوئی تھی۔ میں خاموشی سے سوچوں میں گم ہو گیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ باہر نکلوں لیکن پھر سوچا کہ کیا ضرورت ہے خوامخواہ اندھیرے میں بھٹکنے کی۔ دفعتاً دروازے پر آہٹیں ہوئیں اور میں چونک پڑا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"کون ہے؟" لیکن مجھے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کون ہے؟"

"خاموش رہو، کیوں شور مچائے جا رہے ہو۔" سرگوشی کے انداز میں کہا گیا اور مجھے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ وہ فرزانہ ہے۔ دل دھڑک اٹھا۔ فرزانہ کی اس وقت آمد اور اس طرح چور راہا کی مانند مجھے بہت عجیب سی لگی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے نزدیک آ بیٹھی۔ میں نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"اس وقت کیا یہاں آنا مناسب ہے؟"

"ہاں سب سو رہے ہیں۔" وہی سرگوشی مجھے پھر سنائی دی میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ذہن میں چیونٹیاں رینگنے لگی تھیں۔ میں خاموشی سے بیٹھا رہا۔ فرزانہ کی خاموشی بہت سی کہانیوں کا اظہار تھی اور پھر نہ جانے کیوں میرے ذہن میں ایک عجیب سا احساس جاگ اٹھا میں نے فرزانہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولا۔

"تمہارا اس طرح آنا مناسب نہیں تھا۔" فرزانہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں آہستہ آہستہ اپنے آپ سے بیگانہ ہونے لگا اور فرزانہ بھی میرے ساتھ تعاون کرنے لگی۔ لیکن اچانک ہی روشنی واپس آ گئی۔ چونکہ میرے کمرے کا بلب جلا ہوا تھا اور میں نے اسے بجھایا نہیں تھا اس لیے تیز روشنی ہو گئی پھر اس تیز روشنی نے میرے ذہن کو جھٹکا دیا وہ قابل دید تھا۔ وہ فرزانہ نہیں بلکہ شہانہ تھی، سب سے بڑی بہن خاموش اور نڈھال سی میرے سامنے بیٹھی ہوئی تھی میں چونک کر اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں، پریشان کیوں ہو گئے؟"

"شش... شہانہ... آپ... آپ..."

"ہاں میں۔"

"مم... مگر..."

"بس میں آ گئی۔ مجھ سے اس بارے میں کوئی سوال نہ کرو۔"

"جی جی، لیکن... لیکن..."

"کچھ نہیں، کیا میں انسان نہیں ہوں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں نہیں... کیوں نہیں... لیکن... دراصل آپ... آپ..."

"ہاں میں تم سے ان سب کی طرح بے تکلف نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ میرے پاس وہ تمام الفاظ نہیں ہیں جو ادا کیے جاتے ہیں۔" لیکن میں خاموشی سے شہانہ کا چہرہ دیکھتا رہا۔ اس چہرے پر بہت سی تحریریں درج تھیں پھر میں نے آہستہ سے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"بہرحال مس شہانہ! مجھے آپ کی آمد سے کوئی کوفت نہیں ہوئی بلکہ صرف حیرت ہوئی ہے۔" شہانہ نے گردن جھکا لی کچھ دیر بیٹھی رہی اس کے بعد اچانک اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلتی ہوں۔"

"ارے کیوں؟"

"بس چلتی ہوں۔" اس نے کہا اور آگے بڑھی تو میں اس کے راستے میں آ گیا۔

"مس شہانہ آپ کو احساس نہیں ہے کہ میری کیفیت کیسی ہو جائے گی۔"

"تو میں کیا کروں، مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟"

"بیٹھیے، آپ پریشان کیوں ہو گئیں؟"

"اور اگر... اور اگر کوئی اس طرف آ گیا تو؟"

"تو کیا فرق پڑتا ہے۔ چچی جان نے ہم سب کو آزادی دی ہے دراصل آپ کا اس طرح آنا اور پھر اس طرح چلے جانا میرے لیے باعث حیرت ہے۔"

"پاگل ہوں میں، تھوڑی سی پاگل ہوں۔ براہ کرم محسوس نہ کرنا۔"

"آپ بالکل پاگل نہیں ہیں مس شہانہ! اور حقیقت میں آپ کے گھر کے معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتا لیکن آپ لوگوں کی ذہنی کیفیت دیکھ کر مجھے شدید کوفت ہوتی ہے۔"

"کیوں؟"

"بس مجھے احساس ہے کہ آپ کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔"

"نہیں، کوئی زیادتی نہیں ہو رہی ہے ہمارے ساتھ۔ بس یوں سمجھ لیں کہ ہم غلط ماحول میں پیدا ہو گئے ہیں۔"

"چودھری رمضان اس سلسلے میں کچھ زیادتی نہیں کر رہے ہیں؟"

"پتا نہیں۔" اس نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"آپ بیٹھیے تو۔ کچھ دیر بیٹھیے۔"

"دیکھو، مجھے چلے جانے دو۔ اچھا نہیں ہوگا۔ مجھے احساس ہے کہ یہ سب کچھ غلط ہوا ہے لیکن..."

"مس شہانہ! براہ کرم آپ بیٹھیے۔ میں آپ سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے ایک نگاہ مجھے دیکھا پھر آہستہ سے واپس پلٹی اور مسہری پر جا بیٹھی۔

"چلو پوچھو، ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ پتا چل جانا... لوگوں کو پتا چلنا چاہیے۔" پتا چلنا چاہیے، آخر ہر بھی تو کسی کی نظر ہو۔ ہم تو جنگلی گھاس پھونس کی مانند ہیں۔ بس اُگ آئے سو اُگ آئے کوئی ہماری جانب توجہ نہیں دیتا۔"

"آپ کو اپنے گھر والوں سے بہت شکایت ہے؟"

"کوئی شکایت نہیں ہے مجھے، کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ بس مل کر دل کی اور یہ لوگ عمل ہی سے نہیں گئے سمجھے۔"

"نہیں مس شہانہ آپ کو احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ اب دیکھیے ناگھر کا ماحول کیسا عجیب ہے۔ چودھری الیاس کو دیکھتا ہوں تو دل بے پناہ دکھتا ہے۔" اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور دانت پیس کر بولی۔

"مت دکھو، مت دکھو، سمجھے، مت دکھو۔ یہاں سب بہروپیے ہیں۔ یہاں کوئی بھی اپنی اصل شکل میں نظر نہیں آئے گا نہیں۔ سمجھ رہے ہو نا۔ محتاط رہنا کہیں نقصان نہ اٹھا جاؤ۔ آئے تفریح کرنے کے لیے ہو لیکن... لیکن..."

"کیا مطلب ہے مس شہانہ آپ کا؟"

"تم خود بتاؤ کیا تم اپنے گھر کی برائیاں کر سکتے ہو؟"

"بالکل نہیں۔"

"میں بھی نہیں کر سکتی مگر تمھیں ہوشیار کر دینا چاہتی ہوں۔ ان سب بہروپیوں سے ہوشیار رہو۔ کوئی بھی اصلی زبان میں گفتگو نہیں کرے گا تم سے۔ خدا کے لیے مجھے جانے دو ورنہ کہیں مجھے خود کشی ہی نہ کرنا پڑے۔" وہ اٹھی اور دوڑتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔ میں حیران نگاہوں سے دروازے کو دیکھتا رہ گیا تھا۔ عجیب الجھے ہوئے کردار تھے۔ مجھے ان کرداروں میں نہیں الجھنا چاہیے۔ شہانہ کا اس طرح آ جانا بہت ہی حیرت ناک واقعہ تھا۔ یقیناً وہ خود کو لیے دیے رہتی تھی لیکن میں اس کی نفسیاتی گرہ سمجھ رہا تھا۔ وہ لوگ جن ذہنی کیفیتوں کا شکار تھیں ان کا مجھے اندازہ ہو گیا تھا لیکن اب ظاہر ہے کہ میں ان سب کو درست کرنے کے لیے تو نہیں آیا تھا بلکہ مستقبل میں اس خاندان سے میرے تعلقات جس قدر خراب ہونے والے تھے مجھے اس کا بخوبی اندازہ تھا چنانچہ ان لوگوں سے بہت زیادہ گہرائیوں میں دوستی نہیں کی جا سکتی تھی۔ البتہ ان کی جو حرکات تھیں وہ خود انہی کے لیے نقصان دہ ہو سکتی تھیں۔ بہرطور یہ ان کا اپنا مسئلہ تھا۔ ایک بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ چودھری رمضان نے چودھری الیاس کی پرورش کی تھی۔ ان کے ہاتھوں بہت سی بے گناہ لڑکیاں موت کے گھاٹ اتر چکی تھیں۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چنانچہ اگر یہ سب کچھ ان کے ساتھ بھی ہو جائے تو کوئی بُری بات نہیں ہے۔ حالانکہ لڑکیاں بے گناہ تھیں لیکن گیہوں کے ساتھ گھُن بھی پس جاتا ہے البتہ اب یہ میرا عمل تھا کہ میں اسے گیہوں کا گھُن سمجھوں یا نہیں۔ بہرحال واقعہ عجیب تھا۔ میں نے اٹھ کر روشنی بند کی اور پھر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ یہاں جو واقعات پیش آ رہے تھے وہ آنے والے وقت میں انتہائی خوفناک رُخ اختیار کر سکتے تھے۔ بہتر یہ تھا کہ ان میں الجھنے کی بجائے مجھے اپنا کام کرنا چاہیے۔ ماموں اختیار حسین جا چکے تھے اور اب ان کے لیے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ چنانچہ میں زیادہ آزادی سے اپنے کام کا آغاز کر سکتا تھا چوہدری رمضان کے آ جانے کے بعد شاید مجھے اس کا موقع نہ ملے۔ میں نے آخری بات یہی سوچی تھی کہ ایک یہ موقع ملا ہے۔ مجھے چوہدری رمضان کی غیر موجودگی میں جس قدر معلومات حاصل کر سکتا ہوں کر لوں۔ پھر اچانک ہی میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں چونک پڑا۔

اتنا وقت گزر چکا ہوں یہاں لیکن ابھی تک چوہدری الیاس کے بارے میں کچھ بھی نہیں کیا۔ اس کے مشاغل، کم از کم یہ اندازہ تو ہو کہ وہ کیا کر رہا ہے، کہاں رہتا ہے، کیا کرتا ہے اور جو شخصیت اس نے بظاہر بنا رکھی ہے در پردہ اس کا دوسرا روپ کیا ہے۔ میں نے اپنے آپ پر لعنت بھیجی ابھی تک یہ خیال ذہن میں نہیں آیا تھا بس لڑکیوں ہی میں الجھا رہا تھا چنانچہ ایک دم ہی میرے انداز میں پھرتی آ گئی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور خاموشی سے باہر نکل آیا۔ دروازہ بند کر دیا تھا۔ میں یہ معلوم کر چکا تھا کہ چوہدری الیاس کا کمرہ کون سا ہے بلکہ خود بخود ہی معلوم ہو گیا تھا چنانچہ مجھے ذرا سا یہ اندازہ لگانا تھا کہ چوہدری الیاس اپنے کمرے میں موجود ہے یا نہیں۔ چوروں کی طرح دبے پاؤں چلتا ہوا مختلف حصّوں سے گزرتا رہا۔ بیگم صاحب کے کمرے کے برابر ہی چوہدری الیاس کا کمرہ تھا۔ لڑکیوں کے کمرے الگ الگ تھے۔ میں نے خاموشی سے چوہدری الیاس کے کمرے کے سامنے رُک کر چند لمحات گزارے۔ اندر مدھم روشنی ہو رہی تھی۔ غالباً نائٹ بلب جل رہا تھا۔ میں دروازے کے ہول کے سامنے بیٹھ گیا اور میں نے ہول سے آنکھ لگا دی لیکن یہاں سے کچھ دیکھنا ممکن نہیں تھا البتہ وہ عقبی کھڑکی مجھے اس ہول ہی سے نظر آئی تھی جو کھُلی ہوئی تھی۔ میں چوتک پڑا اور پھرتی سے لمبا چکّر کاٹ کر عقبی کھڑکی کے نزدیک پہنچ گیا اس کھڑکی میں سلاخیں نہیں لگی ہوئی تھیں۔ ویسے بھی اس کا فاصلہ زمین سے زیادہ نہیں تھا اور اس کے دونوں پٹ کھلے ہوئے تھے۔ میں نے بڑی احتیاط سے اندر جھانکا۔ مدھم روشنی میں مجھے مسہری خالی نظر آئی تھی۔ میرے پورے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس کا مقصد ہے کہ چوہدری الیاس اپنے کمرے میں موجود نہیں ہے۔ پھر کہاں ہے وہ لیکن اس سے پہلے موقع اور کوئی نہیں مل سکتا تھا۔ میں پھرتی سے کھڑکی پر چڑھا اور اندر کود گیا۔ مدھم روشنی میں تے بند نہیں کی تھی۔ اندر سے پہنچ چوہدری الیاس کے کمرے کے دروازے کو بند دیکھا۔ ویسے کھڑکی سے اوپر چڑھتے ہوئے میں نے یہ اندازہ بھی لگا لیا تھا کہ کھڑکی میں سلاخیں یا گرل لگی ہو گی لیکن اس وقت یہ گرل اس میں موجود نہیں تھی اور یہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کہ کھڑکی کی گرل تھوڑے فاصلے پر رکھی ہوئی تھی۔ میرا ذہن سناٹے میں آ گیا۔ چوہدری الیاس کا ایک کارنامہ تو میرے علم میں آ گیا تھا۔ دن کی روشنی میں یقینی طور پر اس کھڑکی میں گرل لگی رہا کرتی ہو گی لیکن اسے اتنا ڈھیلا کر لیا تھا کہ اسے بہ آسانی کھڑکی میں سے نکال کر ضرورت کے وقت ایک سمت رکھا جا سکے اور کھڑکی سے باہر جانے میں آسانی ہو جائے گڈ۔ ویری گڈ! اس کا مقصد یہ ہے کہ چوہدری الیاس کے خلاف یہ پہلا ثبوت مجھے مل گیا تھا۔ کم از کم اس سے یہ اندازہ تو ہو جاتا تھا کہ چوہدری الیاس نے جو روپ بنا رکھا ہے وہ اصلی نہیں ہے بلکہ اس پاگل پن کی آڑ میں اس نے بہت سے مفادات حاصل کر لیے ہیں۔ اس کے بعد میں نے کمرے کی تلاشی لینا شروع کر دی میں بڑی تلاش نہایت گہری نگاہ سے لے رہا تھا اور میرے ذہن میں یہ تصوّر تھا کہ ہو سکتا ہے یہاں سے کوئی ایسی چیز مل جائے جو چوہدری الیاس کے خلاف ثبوت کے طور پر استعمال ہو سکے۔ لیکن مجھے خود بھی اس بات کی امید نہیں تھی۔ ظاہر ہے یہ کاغذات وغیرہ کا معاملہ تو تھا نہیں یہ تو ایک عیاش انسان کی عیاشیوں کی داستان تھی جس نے بہت سی زندگیوں کو تباہ کر دیا تھا۔ بہت دیر تک چوہدری الیاس کے کمرے میں تلاشی لیتا رہا۔ باہر سے کسی مداخلت کا کوئی امکان نہیں تھا۔ کوٹھی کے مکین آرام کی نیند سو رہے تھے اور کسی کو اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ کوئی تلاشی لیتا پھر رہا ہے۔ پھر اس کے بعد میں اسی کھڑکی سے نکل کر میں واپس اپنی رہائش گاہ میں آ گیا اور بہت دیر تک بستر پر لیٹا آئندہ کے لیے فیصلے کرتا رہا۔ دوسرا دن بھی معمول کے مطابق ہی تھا۔ لیکن نہیں میں اسے معمول سے ذرا مختلف کہوں گا۔ خود ہی ناشتے کی میز پر پہنچا تھا۔ بیگم صاحب موجود تھیں۔ تنویر، ثریا، لرزانہ اور نغمہ بھی تھیں۔ شہانہ موجود نہیں تھی۔ غالباً اس کا انتظار بھی نہیں کیا جا رہا تھا۔ کیونکہ میرے پہنچنے کے بعد ناشتے کا آغاز ہو گیا۔ میں نے گہری نگاہوں سے ایک ایک لڑکی کا جائزہ لیا۔ سب کے چہروں پر بیزاری کے آثار تھے۔ نہ جانے کیوں مجھے یہ نہیں آیا تھا کسی نے ایک دوسرے سے بات بھی نہیں کی۔ سب نہایت خاموشی سے ہو گیا۔ سب سے پہلے تنویر اٹھ کر باہر نکل گئی

پھر ثریا اٹھی اور فرزانہ رہ گئی تھیں۔ اس نے ملازم سے ناشتے کے برتن وغیرہ ہٹوائے۔ بیگم صاحبہ نے کہا۔

"آؤ جہانگیر بیٹے کر باتیں کریں گے۔ کوئی پروگرام تو نہیں ہے تمہارا؟"

"نہیں چچی جان! جب تک چوہدری صاحب واپس نہ آ جائیں پروگرام کیا ہو سکتا ہے۔ بس یونہی گھوم پھر آؤں گا۔" میں بیگم صاحبہ کے ساتھ ان کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں نے وہاں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ایک بات سمجھ میں نہیں آئی چچی جان۔"

"کیا؟"

"کیا ان تمام خواتین میں جھگڑا ہو گیا ہے؟"

"نہیں، بس یونہی آج سب پر بیزاری سوار ہے۔"

"ایک ساتھ سب پر؟" میں نے کہا۔

"ہاں!"

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔"

"ہاں، بس کیا بتائیں تھیں۔ جہانگیر جمال شاہ! یہ حویلی بہت خوب صورت ہے۔ یہاں عیش و عشرت ہے ہر چیز ضرورت سے زیادہ ہے۔ کسی کو کوئی مالی پریشانی نہیں ہے لیکن یہاں کے ماحول میں کافی خرابیاں ہیں۔ میں اپنے شوہر کی کوئی بُرائی نہیں کرنا چاہتی لیکن چوہدری صاحب نے ہم سب کے ساتھ کبھی اچھا سلوک نہیں کیا۔"

"چچی جان، مجھے اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ میں آپ سے آپ کے گھریلو حالات کریدوں لیکن جب آپ نے یہ الفاظ کہے ہیں تو میرے دل میں یہ خواہش اُبھری ہے کہ تھوڑی سی معلومات حاصل کروں۔"

"تم نے خود بھی اندازہ لگا لیا ہو گا بیٹے، ہر انسان بھروسا دار ہوتا ہے۔ چوہدری صاحب بہت اچھے آدمی ہیں، اپنے بچّوں کے ساتھ ان کا رویّہ کبھی خراب نہیں رہتا۔ لڑکیوں سے بھی محبت کرتے ہیں اور جیسا کہ میں نے بتایا کہ الیاس پر تو وہ جان دیتے ہیں۔ لیکن ایک سخت مزاجی ان کے اندر ہمیشہ سے ہے۔ ہر بات میں صرف اپنی مرضی چلانا چاہتے ہیں۔ لڑکیوں کو انھوں نے کبھی اتنی آزادی نہیں دی کہ وہ اپنے طور پر کسی سے کوئی بات کر سکیں اس چیز نے ان کے اندر بغاوت پیدا کر دی ہے۔ وہ یہ سوچتی ہیں کہ ان کا مستقبل غیر محفوظ ہے۔ چوہدری صاحب کا رویّہ گھر والوں کے ساتھ ہی نہیں باہر والوں کے ساتھ بھی ایسا ہی رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بچیوں کا کبھی کوئی رشتہ نہیں آیا۔ ایک آدھ جگہ سے سلسلہ شروع بھی ہوا تو چوہدری صاحب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد وہ لوگ وہیں کے وہیں خاموش ہو گئے بس ایسی ہی کچھ باتیں ہیں جن کی بنا پر لڑکیاں بھی بددل رہتی ہیں کبھی کبھی ذہن خراب ہو جاتا ہے تو اسی طرح خاموش ہو جاتی ہیں۔"

"ہوں، آپ بھی کافی پریشان رہتی ہیں۔"

"کیا ہر بیٹے بیٹی میں ان بچیوں کی ماں ہوں۔" بیگم صاحبہ نے کہا۔

"اس کا کوئی حل نہیں سوچا آپ نے؟" میں نے سوال کیا اور بیگم صاحبہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگیں پھر بولیں۔

"تم خود بھی غور کر سکتے ہو۔ میں عورت ہوں، ایک محکوم عورت۔ بھلا میں کیا حل سوچ سکتی ہوں چوہدری صاحب زیادہ تر اپنے بیٹے کے بارے میں سوچتے ہیں، بیٹیوں کو انہوں نے نظر انداز ہی کر دیا ہے اب تم دیکھو نا اچھی خاصی عمریں ہو گئی ہیں۔ تنویر تک پوری طرح جوان ہے اور شہانہ! شہانہ تو اب کچھ بیزاری کا شکار ہو گئی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ وہ یونہی بوڑھی ہو جائے گی۔" میں دیر تک بیگم صاحبہ سے باتیں کرتا رہا۔ ظاہر ہے یہ سارے مسائل میرے لیے نئے نہیں تھے۔ ویسے بھی میں یہاں اس گھر میں، میں دوسری حیثیت سے داخل ہوا تھا۔ ان لوگوں کو اصلیت معلوم کر کے جو دھچکا پہنچے گا اس کا بھی مجھے پورا پورا احساس تھا لیکن ظاہر ہے اپنے فرائض کی انجام دہی تو میرا فرض تھا۔ دن کو گیارہ بجے کے قریب نکل آیا۔ بیگم صاحبہ سے کہہ کر نکلا تھا کہ ایسے ہی سیر و سیاحت کے لیے جا رہا ہوں ہو سکتا ہے دیر ہو جائے فکر نہ کریں اور اس کے بعد میں فرید پور کی گلیوں اور سڑکوں کو ناپنے لگا۔ ذہن میں بہت سے خیالات تھے۔ ایک بار پھر مسجد کی طرف چل پڑا۔ وقت ایسا تھا کہ مسجد کے پیش امام صاحب فارغ ہی ہوں گے۔ میں وہاں پہنچ گیا۔ بہت نیک انسان تھے مسجد ہی میں بیٹھے ہوئے ملے۔ میں نے سلام کیا تو بڑے اہتمام سے جواب دیا اور مسکرا کر بولے۔

"کہیے میاں خیریت، کل بھی آپ آئے تھے نا؟"

"جی مولوی صاحب!"

"وہ اختیار حسین کا مکان تو تمہیں مل گیا تھا نا؟"

"جی ہاں، اختیار حسین صاحب شہر چھوڑ گئے ہیں اچانک اپنے اہل خاندان کے ساتھ۔" مولوی صاحب ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئے۔ میں نے کہا۔

"مولوی صاحب، اختیار حسین صاحب کے ساتھ جو حادثہ پیش آیا تھا آپ اس سلسلے میں مجھے کچھ بتا سکتے ہیں؟" مولوی صاحب نے چونک کر مجھے دیکھا اور بولے۔

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میاں ساری باتیں تو تمہارے علم میں آچکی ہوں گی۔ اب ہم سے کیا پوچھتے ہو۔ کوئی الٹی سیدھی بات کہنا بُری بات ہے۔ ہمیں گناہ گار نہ کرو تو اچھا ہے۔"

"لیکن حقائق پر سے پردہ اٹھانا بھی تو انسانیت کا ایک حصہ ہے۔" میں نے کہا اور مولوی صاحب ایک بار پھر مجھے دیکھنے لگے پھر انھوں نے کہا۔

"حقائق ہیں ہی کیا۔ چند سیدھی سیدھی باتیں ہیں جو مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو۔ بستی کے کسی بھی شخص سے پوچھ لو وہی بتائے گا جو زیادہ سے زیادہ میں بتا سکتا ہوں۔"

"نہیں مولوی صاحب۔ بستی والے وہ نہیں بتا سکتے جو آپ بتا سکتے ہیں۔"

"کک... کیا مطلب...؟"

"آپ دیندار آدمی ہیں اور ایک دیندار شخص سچ بولنے کو گناہ نہیں سمجھتا بلکہ اسے جہاد سمجھتا ہے۔ اگر کوئی خوف آپ کے دل میں ہے تو اسے نکال کر اپنے فرائض پورے کیجیے۔ مجھے وہ بتائیے مولوی صاحب جو مجھے بستی کا کوئی آدمی نہیں بتا سکتا۔" مولوی صاحب کے چہرے پر کشمکش کے آثار نظر آنے لگے۔ چند لمحے خاموش رہے پھر چونک کر مجھے دیکھتے رہے اس کے بعد آہستہ سے بولے۔

"میاں ایک بات بتاؤ، سی۔ آئی۔ ڈی والے ہو؟"

"نہیں مولوی صاحب! میں سی۔ آئی۔ ڈی والا نہیں ہوں۔"

"پھر کون ہو اور اس سلسلے میں کیوں جاننا چاہتے ہو؟"

"اختیار حسین کا رشتے دار ہوں۔ مختار حسین کے بارے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا واقعی وہ آتشباد فطرت انسان تھا کہ اس نے ایک زندگی ختم کر دی۔" مولوی صاحب خاموش ہو گئے پھر بولے۔

"حقیقتیں تو صرف اللہ جانتا ہے۔"

"آپ جو جانتے ہیں مولوی صاحب وہ مجھے بتائیے۔"

"میاں ہم کچھ نہیں جانتے سوائے اس کے کہ چودھری رمضان صاحب سخت گیر آدمی ہیں گاؤں کے بہت سے لوگ ان کے بیٹے، چودھری الیاس کے بارے میں باتیں کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ چودھری الیاس پاگل نہیں ہے بلکہ بنا ہوا پاگل ہے اور بہت سی برائیوں میں وہی حصے دار ہے۔"

"مولوی صاحب اگر ایسی کوئی بات ہے تو کیا بستی والوں کو کبھی اس بات کی جرأت نہیں ہوئی کہ وہ چودھری الیاس کے خلاف تحقیقات کریں اور اسے رنگے ہاتھوں پکڑیں۔"

"میاں اگر ایسا ہوا بھی تو دس بیس پچاس آدمیوں کا مر جانا معمولی سی بات ہوگی اور کون مرنا چاہتا ہے بے موت۔"

"مگر انتظامیہ، میرا مطلب ہے پولیس وغیرہ؟"

مولوی صاحب نے مغموم انداز میں گردن ہلائی اور بولے۔

"فرائض کی بجا آوری بہت کم رہ گئی ہے میاں۔ بعض لوگ اپنی اپنی ذات کے مسئلے میں اُلجھے رہتے ہیں۔ اب دیکھو نا کسی پریشانی کی بات ہے آپ کے دل میں نیکی اُبھرتی ہے آپ اللہ کے احکامات کی تعمیل کرنا چاہتے ہیں لیکن باہر کا ماحول سازگار نہیں ہے آپ اپنی جان دے دیں بات ختم ہو جائے گی۔ لوگ صرف ہنسیں گے آپ پر اور یہ کہیں گے کہ بڑے دین دار بننے کی کوشش کی تھی۔"

"مگر مولوی صاحب ایک بات بتائیے کیا یہ بات آپ کو اللہ کے راستے پر جانے سے روک سکتی ہے؟"

"نہیں میاں، یہ گناہ ہے۔ گناہ عظیم ہے۔"

"تو پھر آپ کھل کر یہ بات کیوں نہیں کہتے کہ چودھری الیاس ہی غلط انسان ہے۔"

"فرض کیجیے میں کہہ بھی دوں تو بھائی میں ثبوت کہاں سے لاؤں گا لوگ میری ہی داڑھی پکڑ کر اکھاڑ دیں گے اور کیا کر سکیں گے۔" میں نے مولوی صاحب کی باتوں پر غور کیا اور پھر کہا۔

"احسان نامی ایک شخص یہاں رہتا ہے؟"

"ہاں میاں، یہاں سب ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ احسان کا گھر تھوڑے فاصلے پر ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس کے گھر سے لاش برآمد ہوئی تھی۔"

"ہوں، آپ ذرا مجھے اس کے مکان کا پتا بتا دیجیے۔"

"وہ تو زیادہ فاصلے پر نہیں ہے مسجد سے سامنے والی گلی میں چلے جاؤ جہاں وہ ختم ہو بس سمجھ لو وہی احسان کا مکان ہے۔ احسان وہیں رہتا ہے۔"

"اس وقت ملے گا؟" میں نے سوال کیا اور مولوی صاحب گردن ہلا کر بولے۔

"ملنا تو چاہیے۔"

"ٹھیک ہے مولوی صاحب، بہت بہت شکریہ!"

"میاں ایک بات سنیے۔ اگر کوئی اشد ضرورت پیش آجائے تو کسی مسئلے میں ہمارا نام لیں ورنہ آپ کی مہربانی ہوگی کہ ہمیں کسی مسئلے سے دُور ہی رکھیں۔"

"آپ مطمئن رہیں مولوی صاحب! اور یہ باتیں جو میرے اور آپ کے درمیان ہوئی ہیں اسے سمجھ لیجیے کہ میرے اور آپ کے درمیان ہی ہیں۔ آپ کبھی اس کا اعتراف نہ کریں کہ میں نے آپ سے کچھ معلومات حاصل کی ہیں۔" مولوی صاحب کو تسلی دینے کے بعد میں وہاں سے نکل آیا۔ اس کا مقصد ہے کہ بستی کے لوگ چودھری الیاس کے بارے

میں مشکوک ہیں۔ پتا نہیں کیا مصلحت ہے ورنہ بہت سے لوگ اگر ایک ساتھ مل جائیں تو میں سمجھتا تھا کہ چودھری ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا لیکن یہ اندازہ بھی ہو رہا تھا کہ ان لوگوں کے رہن سہن کو دیکھ کر کہ بے چارے انتہائی غریب لوگ ہیں آٹے دال ہی کے چکر میں اُلجھے رہتے ہوں گے ایسے مسئلوں میں کہاں سے پڑیں۔ میں راستہ عبور کر کے مسجد کے سامنے والی گلی کے آخری مکان پر پہنچ گیا۔ دروازے کی زنجیر ہلائی تو دروازہ ایک نوجوان نے کھول دیا۔ بھلی شکل و صورت کا مالک تھا۔ میں نے کہا۔

"احسان سے ملنا ہے۔"

"میرا نام ہی احسان ہے۔"

"تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں احسان! کیا مجھے کچھ وقت دے سکو گے؟"

"آپ کون صاحب ہیں؟"

"تم مجھے نہیں جانتے لیکن میں تمہیں جانتا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ گردن ہلا کر بولا۔

"آپ اندر آجائیے۔ ویسے میں نے آپ کو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"گھر میں کچھ اور لوگ ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں، کوئی نہیں ہے۔" میں اندر داخل ہو گیا۔ چھوٹا سا گھر تھا۔ ایک دالان، ایک کمرہ، چھوٹا سا صحن جس میں شریفوں کے تین درخت لگے ہوئے تھے۔ برآمدے میں چارپائی پڑی ہوئی تھی۔ میں وہیں پہنچ گیا اور چارپائی پر بیٹھ گیا۔ احسان پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"میرا کوئی ایسا کام نہیں ہے احسان تم سے جس کے لیے تم پریشان ہو۔ بس تھوڑی سی معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔"

"کس سلسلے میں؟"

"پہلے یہ بتاؤ کہ یہاں تمہارے اہلِ خاندان کیوں نہیں ہیں؟ کیا تم اکیلے ہو یا...؟"

"نہیں اکیلا تو نہیں ہوں۔ ماں باپ ہیں، بہنیں ہیں دو، لیکن وہ یہاں نہیں رہتے۔"

"کہاں رہتے ہیں؟"

"ایک دوسری بستی میں، مگر صاحب یہ تو بتا دیجیے کہ آپ ہیں کون؟ اور مجھ سے یہ سوالات کیوں کر رہے ہیں؟"

"بتا دوں گا احسان۔ صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ میرے سلسلے میں پریشان مت ہونا میری ذات سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ مختار حسین کو جانتے ہو؟" میں نے کہا اور احسان چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر خوف کے آثار اُبھر آئے پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں، کیوں نہیں۔"

"کیا تعلق تھا تم سے اس کا؟"

"وہ مت تھا میرا۔"

"ہوں، اور نثار حسین تمہارے ہی گھر سے گرفتار ہوا؟"

"نہیں، گرفتار تو اپنے گھر سے ہوا تھا لیکن لاش... یہ اطلاع ہے لاش...؟"

"ہاں، ہاں یہی میرا مقصد تھا۔ احسان تم کیسے دوست ہو کہ تم نے اپنے دوست کی کوئی مدد نہیں کی۔"

"کیا مطلب ہے، میں کیا مدد کر سکتا تھا؟"

"تمہیں کم از کم صحیح باتیں پولیس کو بتانی چاہیے تھیں۔ خیر چھوڑو میرا خیال ہے ہم نے غلط انداز میں گفتگو کا آغاز کیا ہے۔ تمہاری بہنیں جوان ہیں؟" احسان کے چہرے پر پھر خوف کے آثار اُبھر آئے اس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

"ہاں، چھوٹی ہیں ابھی۔"

"مگر وہ لوگ تمہارے ساتھ کیوں نہیں رہتے اور تم یہاں تنہا کیوں رہتے ہو؟"

"پہلے سب لوگ ساتھ رہتے تھے۔ بعد میں ابا فرید بوبھوڑ گئے۔ اپنے بڑے بھائی کے پاس جا کر رہنے لگے۔"

"تم وہاں کیوں نہ چلے گئے؟"

"چلا جاؤں گا۔ زیادہ عرصہ نہیں ہوا ہے ان لوگوں کو گئے ہوئے۔"

"ہوں، اس کا مقصد ہے کہ میرا خیال درست ہے۔"

"کون سا خیال؟"

"تم نے اپنی نوجوان بہنوں کو خطرے کے تحت یہاں سے روانہ کر دیا ہے۔"

"آپ کون صاحب ہیں، بتائے کیوں نہیں؟"

"مختار حسین کا دوست، اختیار حسین صاحب کا رشتے دار ہوں۔"

"اوہو، اوہو۔ اچھا مگر... مگر مختار حسین بے چارے کو تو سزا ہو چکی ہے۔"

"یہی تو افسوس ہے احسان کہ تم جیسے دوستوں کے وجود ہوتے کے باوجود اس بے گناہ کو سزا ملی ہے۔"

"ہم کیا اور ہماری اوقات کیا۔ ہم کب اس قابل ہیں۔ ہم کیا کر سکتے ہیں سوائے گردن کٹوانے کے۔"

Uploaded By

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"سچ بولنا بہت بڑا ثواب ہے۔"

"ہاں، اور ثواب کمانے کے بعد قبر میں سو جانے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہوتا۔" اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

"اچھا خیر چھوڑو، میں تم سے ساری تفصیل پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"اور اپنے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے آپ؟"

"بتا تو چکا ہوں کہ مختار حسین کا دوست ہوں، کیا اتنا کافی نہیں ہے۔ دوستوں کی بھی قسمیں ہوتی ہیں احسان، کچھ دوست ایسے ہوتے ہیں جو اپنے دوست کے بے گناہ ہونے کا ثبوت رکھنے کے باوجود خاموش ہو جاتے ہیں اور کچھ دوست میرے جیسے ہوتے ہیں جو یہ معلوم کرنے کے بعد کہ مختار حسین بے گناہ ہے جان کی بازی لگا کر چل پڑے ہیں کہ اسے بے گناہ ثابت کر کے رہیں گے۔" احسان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس نے آہستہ سے کہا۔

"میں اتنی ہمت نہیں رکھتا۔"

"چلو چھوڑو، میں تم سے یہ بات نہیں کہتا کہ تم ہمت کرو، لیکن کم از کم مجھے تو ساری تفصیل بتا سکتے ہو؟"

"کیا بتاؤں، مجھے معلوم ہی کیا ہے۔ بس موجود نہیں تھا اسے، اسے میرے نام سے یہاں بلایا گیا اور... اور اس کے بعد... اس کے بعد..."

"کس نے بلایا تھا؟"

"خدا کی قسم، مجھے نہیں معلوم۔"

"شبہ تو کر سکتے ہو۔"

"کر سکتا ہوں لیکن کہہ نہیں سکتا، چاہے تم میری گردن کاٹ دو۔"

"اچھا یہ بتاؤ گئے کہاں تھے؟"

"ابا کے پاس گیا تھا کچھ کام تھا ان سے۔"

"یہ بات کسے معلوم تھی؟"

"سب ہی کو معلوم تھی۔"

"مختار کو نہیں معلوم تھی؟"

"ہاں، اس بے چارے ہی کو نہیں معلوم تھی ورنہ اسے حیرانی تو ہوتی، وہ یہ تو سوچتا کہ میں یہاں موجود نہیں ہوں پھر میں نے اسے کیسے بلایا ہے۔"

"تم سے کسی نے کہا تھا کہ چلے جاؤ۔"

"نہیں، بالکل نہیں۔" احسان نے جواب دیا۔

"احسان! چودھری الیاس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" احسان کا چہرہ بری طرح بھیگا پڑ گیا۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"وہ چودھری رمضان کے بیٹے ہیں۔"

"پاگل ہے؟"

"ہاں پاگل ہیں۔"

"تمہیں اس پر کوئی شبہ نہیں ہے؟"

"نہیں صاحب مجھے کوئی شبہ نہیں ہے۔ اور کیا خدمت کر سکتا ہوں میں آپ کی؟"

"بس اتنا ہی کافی ہے احسان، لیکن ایک بات کہے جا رہا ہوں تم سے۔ سینے کے اندر ضمیر نام کی ایک چیز ہوتی ہے اگر ضمیر پریشان کرے تمہیں تو کوئی الٹا سیدھا قدم مت اٹھانا بلکہ مجھ سے بات کرنا۔ میں ہر حیثیت پر مختار حسین کو اس قید سے آزاد دلانا چاہتا ہوں۔ تم جانے کے لیے کہہ رہے ہو اس لیے جا رہا ہوں ورنہ کچھ اور باتیں بھی کرنا ہیں تم سے۔" میں اٹھا تو احسان مضطربانہ انداز میں بولا۔

"بیٹھیے بیٹھیے، خدا کے لیے بیٹھیے۔ آپ پولیس والے تو نہیں ہیں؟"

"نہیں احسان، میں پولیس والا نہیں ہوں اور ایک بار پھر تم سے کہے دیتا ہوں کہ جو گفتگو میرے اور تمہارے درمیان ہوئی ہے وہ میرے سینے تک ہی رہے گی تم بھول کر بھی یہ نہ سوچنا کہ میں تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کر سکتا ہوں۔"

"جب آپ کو اتنی ساری باتیں معلوم ہیں تو پھر آپ چودھری الیاس کے بارے میں تحقیقات کیجیے۔ ہم جیسے غریب لوگوں سے کیوں معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ ہم اول تو آپ کو سچ بتائیں گے نہیں اور اگر بتا بھی دیا تو آپ یقین کیجیے کہ اس کے بعد ہم صرف اپنی موت کا انتظار کریں گے۔"

"کسی کو یہ معلوم ہی نہیں ہو سکے گا کہ تم نے مجھے کچھ بتایا ہے۔ میں تو صرف اپنے طور پر معلومات حاصل کر رہا ہوں۔"

"بس یہی معلومات ہیں ہمیں جو ہم نے آپ کو بتا دیں۔"

"پولیس کو تم نے کیا بیان دیا تھا؟"

"پولیس کو کوئی بیان ہی نہیں دیا تھا میں نے۔" احسان نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"کوئی بیان نہیں لیا تھا پولیس نے ہمارا۔"

"مگر لاش تمہارے گھر سے برآمد ہوئی تھی اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے تم نے یہ بتایا تھا کہ تم نے مختار حسین کو نہیں بلکہ تم تو موجود ہی نہیں تھے۔"

"صاحب یہ ساری باتیں بس کیا کہیں آپ سے۔ پولیس نے لکھی ہوں گی اور ہم سے دستخط کرا لیے ہوں گے۔ ہمیں تو پتا بھی نہیں کہ پولیس نے ہم سے جو دستخط کرائے تھے اس کاغذ میں کیا لکھا گیا تھا۔"

"او ہو اچھا اچھا۔ گویا پولیس نے تمہارا باقاعدہ بیان نہیں لیا تھا۔"

"بالکل نہیں لیا تھا۔ ہم سے تو ایک بات بھی نہیں کی تھی کسی پولیس والے نے۔"

"گڈ، ویری گڈ۔ اچھا احسان کہیں جانے کا ارادہ تو نہیں ہے ان دنوں؟"

"نہیں، کہیں نہیں، مگر آپ ہمیں پریشان کر کے چل پڑے ہیں۔"

"بالکل فکر مت کرو۔ میں ایک بار پھر تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر میں کسی شریف باپ کا بیٹا ہوں تو تم پر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا۔"

"سنیے کیا نام ہے آپ کا؟"

"جہانگیر جمال شاہ۔"

"شاہ صاحب! میں آپ کو شاہ صاحب ہی کہہ سکتا ہوں۔ میرا دل اپنے دوست کے لیے تڑپتا ہے۔ یہ بات میں بھی اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ بے قصور ہے اور مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی ہے کہ اختیار حسین صاحب اپنی بہو اور مختار کے بچوں کو لے کر یہاں سے کہیں چلے گئے ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ میرے ابا اور اماں میری بہنوں کو لے کر صرف اسی لیے یہاں سے نکل گئے ہیں کہ یہاں انہیں خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ یہاں کسی کی بہو بیٹی کی عزت محفوظ نہیں ہے۔ بس میں کسی کا نام نہیں لوں گا لیکن ایک بات آپ سن لیجیے اگر میرا دوست رہا ہو جائے اور اس کے کوئی امکانات ہوں تو میرا دل بھی چاہتا ہے کہ میں اس کے لیے کچھ کروں۔"

"احسان مجھے اگر تمہاری ضرورت پیش آئی تو میں تمہیں استعمال کروں گا اور ایک بات تم کان کھول کر سن لو کہ بالآخر اس بات کو منظر عام پر آنا ہے کہ مختار حسین بے گناہ ہے کہ نہیں؟"

احسان مجھے باہر تک چھوڑنے آیا تھا۔ پھر ادھر ادھر دیکھ کر اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا۔ میں جانتا تھا کہ وہ کس قدر خوفزدہ ہے۔ ماحول بے حد پُراسرار اور خطرناک تھا۔ میرے ذہن میں وہی کھنڈرات ابھر آئے۔ اچھی جگہ تھی۔ ذرا ان کھنڈرات کا ایک بار پھر جائزہ لے لیا جائے چنانچہ میں ٹہلتا ہوا اس جانب روانہ ہو گیا۔ موسم خراب نہیں تھا، دھوپ میں بھی کوئی سختی نہیں تھی۔ میں آہستہ آہستہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ بستی سے باہر جانے والے راستے پر نکل آیا اور تھوڑی دیر بعد میرے سامنے وہی کھنڈرات تھے۔ آج بھی میں کھنڈرات کے آسیب سے ملاقات کرنے کے لیے بے چین تھا چنانچہ میں دیر تک کھنڈرات میں گھومتا رہا۔ آج میں نے کھنڈرات کو زیادہ بہتر طریقے سے دیکھا۔ اس کے بعض حصے بالکل محفوظ اور مضبوط تھے۔ میں ان حصوں کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیتا رہا کہیں کوئی ایسا نشان نہیں ملا تھا جو باعث توجہ ہوتا یا جس سے کوئی ایسا اشارہ ملتا کہ ان کھنڈرات کو کسی اور مقصد کے لیے بھی استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

مایوسی ہوئی تھی۔ ویسے اس جیسا شخص یعنی چودھری الیاس جو اس فن کی شاندار ادائیگی کر سکتا تھا ذہانت کے اعلیٰ معیار پر پہنچا ہوا ہی آدمی معلوم ہوتا تھا۔ مجھے دلچسپی کے ساتھ ساتھ حیرت بھی ہو رہی تھی کہ چھوٹے موٹے جرائم میں ملوث افراد بھی اعلیٰ پیمانے کی کارروائی کر سکتے ہیں۔ چودھری الیاس کی مثال سامنے تھی۔ میں کھنڈرات سے باہر نکل گیا۔ دُور دُور تک دیکھا۔ ایک جگہ کافی درختوں کے جھنڈ نظر آئے۔ بڑی خوب صورت جگہ محسوس ہوتی تھی۔ میں اس سمت بڑھ گیا۔ کھنڈرات سے ان کا فاصلہ کوئی ڈیڑھ فرلانگ کا ہوگا۔ وہاں پہنچ گیا۔ نیچے ایک چھوٹی سی جھیل نظر آ رہی تھی۔ یہ جگہ تو بڑی شاندار تھی۔ پتا نہیں اس طرف لوگ متوجہ کیوں نہیں ہوتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ آسیبی کھنڈرات کا معاملہ ہو۔ اطراف میں کھیت پھیلے ہوئے تھے اور یقینی طور پر چودھری رمضان کی شکارگاہ یہاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہوگی۔ دفعتاً مجھے سرسراہٹیں محسوس ہوئیں اور اس کے ساتھ ہی ایک مدھم سی کراہ۔ میں چونک پڑا۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھا۔ دُور دُور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ کراہ نیچے سے سنائی دی اور اس بار میں نے آواز کی سمت کا اندازہ لگا لیا۔ میں تیزی سے دوڑتا ہوا اس سمت پہنچ گیا اور پھر میری نگاہوں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ ایک نوجوان اور خوب صورت سی لڑکی تھی جو شاید ڈوبی تھی لیکن اب اس کا جسم آہستہ آہستہ گردش کر رہا تھا۔ میرے رونگٹے ایک بار پھر کھڑے ہو گئے۔ میں تیزی سے آگے بڑھا اور لڑکی کے قریب پہنچ گیا۔ وہ دونوں ہاتھ لگا کر اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ آنکھیں بند تھیں۔ لباس بے ترتیب تھا البتہ مجھے اس کے جسم پر نہ تو خون کا کوئی دھبا نظر آ رہا تھا اور نہ ہی کوئی ایسی چیز جس سے یہ احساس ہو کہ اس کی یہاں موجودگی کیا معنی رکھتی ہے۔ چند لمحات میں سوچتا رہا پھر لڑکی کے قریب بیٹھ گیا۔ میں نے اس کے رخساروں پر تھپڑ لگائے اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ دفعتاً وہ ہوش میں آ گئی اور اس کے بعد اس کے حلق سے دلخراش چیخیں نکلنے لگیں۔

"نہیں نہیں، خدا کے لیے نہیں... نہیں..."

"ہوش میں آؤ لڑکی، ہوش میں آؤ۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ ہوش میں آؤ۔ ہوش میں آؤ۔"

وہ دیر تک چیختی رہی۔ میں نے اسے بُری طرح دبوچ لیا تھا۔ ورنہ شاید وہ اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کرتی۔ البتہ وہ مجھے بہت زیادہ لاغر نظر آ رہی تھی۔ جب وہ چیختے چیختے تھک گئی تو اس نے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ میرا چہرہ دیکھتی رہی۔ انداز ہ یہ ہو رہا تھا جیسے اسے میری صورت نظر ہی نہ آ رہی ہو۔ پھر رفتہ رفتہ جیسے اس کی بینائی واپس آ گئی۔ اس کے ہونٹ بند ہو گئے۔ دانت ایک دوسرے پر بھنچ گئے اور وہ مجھے انتہائی سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ میں نے نرم اور مشفق لہجے میں کہا۔

"تمھیں مجھ پر اعتبار کرنا چاہیے۔ میں تمھاری اس بستی فرید پور میں اجنبی ہوں۔ بھٹکتا ہوا اس طرف نکل آیا تھا۔ یہاں درختوں کی آڑ میں پڑے ہوئے دیکھا اور تمھارے کراہنے کی آوازیں سنیں تو اس سمت آ گیا ہوں۔ مجھے اپنا دوست اور ہمدرد سمجھو۔ اطمینان رکھو، جو قسم چاہے لے لو تمھیں میری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ صاف محسوس ہو رہا تھا کہ میرے الفاظ اس کے ذہن تک پہنچ رہے ہیں پھر اس کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکلی اور اس کے بعد اس نے رونا شروع کر دیا۔ وہ ہاتھ سے اپنی گردن مسل رہی تھی۔

"میں بچ گئی، کیا میں زندہ بچ گئی؟ آہ کیا میں زندہ بچ گئی؟" اس نے دردناک آواز میں کہا۔

"کیا تمھیں قتل کرنے کی کوشش کی گئی تھی؟"

"مجھے قتل کر دیا گیا تھا۔ ہاں... آہ مجھے... مجھے... یہ زندگی... آہ... آہ...!" وہ پھر چیخ کر رونے لگی میں نے اسے سنبھالتے ہوئے کہا۔

"دیکھو اپنے آپ کو سنبھالو، ہوش میں آؤ۔ کیا ہو گیا ہے تمھیں، مجھے پورا واقعہ تو سناؤ۔"

"کچھ نہیں بتاؤں گی۔ آہ کچھ نہیں بتاؤں گی۔ تم مجھے خدا کے لیے مار دو۔ وہ لوگ مجھے ہلاک کرنے میں ناکام رہے۔ انھوں نے۔ انھوں نے میری گردن دبائی تھی... دیکھو میری گردن دیکھو، میری گردن دبا دی تھی انھوں نے۔ دم گھٹ گیا تھا میرا۔ مگر میں زندہ کیوں بچ گئی آہ میں زندہ کیوں بچ گئی۔" وہ روتی رہی، میں اسے دلاسے دیتا رہا۔ پھر میں نے اس سے کہا۔

"اگر ہمت ہو تو اٹھو، تھوڑے فاصلے پر پانی ہے۔ منہ ہاتھ وغیرہ دھو لو۔ تم کہاں کی رہنے والی ہو، کیا یہاں فرید پور کی؟"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اسے سہارا دے کر آگے لایا۔ میری نگاہیں ادھر اُدھر کا جائزہ لے رہی تھیں۔ لڑکی کے بارے میں مجھے تقریباً یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ فرید پور میں موجود بہت سی داستانوں میں سے ایک داستان کی حامل ہے۔ ایک نئی داستان کی حامل۔ اور پچھلی رات چودھری الیاس اپنے کمرے سے غائب تھا۔ کھڑکی کی گرل اتری ہوئی تھی۔ اور نہ جانے کیا کیا سوچیں میرے ذہن میں آنے لگیں۔ لڑکی کو میں بمشکل تمام پانی کی جھیل تک لے گیا اور پھر میں نے اس کا منہ ہاتھ دھلانے میں اس کی مدد کی۔ لڑکی کو شاید میرے انداز میں ہمدردی کا احساس ہو گیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ رو رہی تھی۔ اس کے حلق سے ایک عجیب سی مسلسل آواز نکل رہی تھی جیسے اس کا دل اندر سے رو رہا ہو۔ میں نے محبت سے اس کے بال سنوارے اور آہستہ سے بولا۔

"دیکھو میں تمھاری ہر طرح کی مدد کرنے کے لیے تیار ہوں جو کچھ تم پر بیتی ہے وہ یقینی طور پر دردناک کہانی ہو گی لیکن تم زندہ بچ گئی ہو۔ زندگی بہت قیمتی چیز ہے۔ درندے اس دنیا میں جگہ جگہ بکھرے پڑے ہیں کچھ انسانی جسم کو چیر پھاڑ ڈالتے ہیں اور کچھ اسے دل دکھ دیتے ہیں۔ لیکن اپنے آپ کو سنبھالنا پڑتا ہے۔ میں تمھارے لیے ہر طرح کا کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تم اطمینان رکھو جو بات تم کسی کو بتانا چاہو گی بتا دینا جو نہ بتانا چاہو وہ کبھی مت بتانا۔ البتہ مجھے اپنا ہمدرد جانو۔ بس تھوڑی سی صورت حال بتا دو۔"

"میں نہیں جانتی، خدا کی قسم میں کچھ نہیں جانتی۔ بس میں اپنے گھر سے نکلی تھی۔ میں اپنی ایک دوست کے ہاں جا رہی تھی۔ اماں سے کہہ کر گئی تھی کہ تھوڑی دیر میں واپس آ جاؤں گی مگر۔ ایک سنسان سی سڑک سے گزر رہی تھی کہ کسی نے میرے اوپر چادر ڈال دی اور اس کے بعد میرا منہ بھینچ لیا گیا۔ وہ شاید کئی آدمی تھے۔ وہ مجھے اٹھا کر لے چلے میں چیخی چلائی مگر میرا منہ بند تھا۔ انھوں نے میری ناک بھی بند کر دی میرا دم گھٹنے لگا اور کچھ دیر کے بعد میں بے ہوش ہو گئی۔ مجھے رات کو ہوش آیا اس وقت جب اندھیرا پھیل چکا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون سی جگہ تھی اور مجھے نہیں معلوم کہ میں کہاں تھی۔ میری آنکھوں پر مضبوطی سے پٹی کس کر باندھ دی گئی تھی۔ میرے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا اور میں کچھ نہیں دیکھ سکتی تھی میرے ہاتھ باندھ دیے گئے تھے۔ میں جدوجہد کرنے لگی پھر مجھے کچھ انسانی ہاتھ محسوس ہوئے اور اس کے بعد..." اس کی آواز ہچکیوں میں ڈھل گئی۔ وہ دیر تک روتی رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"پھر انھوں نے میری گردن دبانا شروع کر دی۔ اتنی گردن دبائی کہ میں بے ہوش ہو گئی اور اس کے بعد مجھے اب ہوش آیا ہے آہ... میں... میں کہاں ہوں... میں کہاں ہوں؟"

"تم فرید پور ہی کے علاقے میں ہو۔ سامنے ہی کھنڈرات بکھرے ہوئے ہیں۔ اور میں فرید پور میں ایک مہمان کی حیثیت سے آیا ہوں۔ لڑکی تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے کسی کی آواز سنی تھی؟"

"نہیں، وہ جو کوئی بھی تھا خاموش تھا۔"

"تم نے اور کوئی ایسی بات محسوس کی؟"

"کچھ نہیں، خدا کے لیے کچھ نہیں۔ ایک کام کر سکتے ہو، تم کر دو تو احسان ہو گا مجھ پر۔"

"کیا؟"

"میری گردن دبا دو۔ وہ لوگ مجھے ہلاک کرنے میں ناکام رہے مگر تم، تم یہ کام کر دو۔ میں اب زندہ نہیں رہنا چاہتی۔"

"نہیں، میں تمھیں مرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ سنو اگر تم مر جاؤ گی تو بہت سی بدنامیاں ہوں گی۔ لوگ پوچھیں گے کہ تم کیوں مر گئیں۔ مگر چاہو تو اپنے والدین کی عزت بچا سکتی ہو۔ خاموش ہو جاؤ، خاموش رہو جو کچھ ہوا ہے اس کو صبر و سکون سے برداشت کر جاؤ۔ کبھی کسی کے سامنے کوئی اعتراف نہ کرو۔ اس طرح تمھارے ماں باپ کی عزت رہ جائے گی۔ میں تمھیں ایک دوستانہ مشورہ دے رہا ہوں۔"

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"اور لوگ یہ نہ پوچھیں گے کہ میں کہاں رہی ہوں، کیا کرتی رہی ہوں؟"

"پوچھیں گے ضرور پوچھیں گے۔ اس کے لیے تم کوئی کہانی تیار کر لو۔"

"کیا کہانی تیار کر لوں؟"

"تم کہہ دو کہ کسی آسیبی چکر میں پھنس گئی تھیں۔ تم نے ایک ایسا انسان دیکھا جس کے شانوں پر سر نہیں تھا اور جو تمھیں اٹھا کر لے گیا۔ اور پھر تم بے ہوش ہو گئیں۔ اس کے بعد تم ہوش میں آ کر واپس آ گئیں۔"

"کون یقین کرے گا اس کہانی پر۔ کیسی بچوں جیسی باتیں کرتے ہو تم!"

"اس کے باوجود تمھیں یہی کہانی سنانی ہے۔ کیا نام ہے تمھارا؟"

"فریدہ۔" اس نے جواب دیا۔

"فریدہ میری بات مانو۔ تمھارے والدین کہاں رہتے ہیں؟"

"میرے باپ کا نام حافظ جمیل احمد ہے۔ بس ماں باپ ہیں میرے۔ میں ہوں اور ایک چھوٹا بھائی ہے۔ یہ ہے ہمارا گھرانہ۔"

"ایک سوال کر سکتا ہوں تم سے فریدہ؟"

"پوچھو، کیا پوچھنا چاہتے ہو۔"

"چودھری الیاس کو جانتی ہو؟" میں نے سوال کیا اور وہ مجھے دیکھنے لگی

"ہاں کیوں نہیں، چودھری رمضان کا بیٹا ہے۔"

"کبھی تمھارا سامنا ہوا اس سے؟" فریدہ کچھ سوچنے لگی پھر بولی۔

"تین چار روز قبل ہی میرا سامنا ہوا تھا اس سے۔"

"اس سے پہلے اس نے تمھیں دیکھا؟"

"کبھی نہیں۔ کبھی نہیں۔" وہ پُرخیال انداز میں بولی۔

"تمھارا سامنا کہاں ہوا تھا اس سے؟" میں نے سوال کیا۔

"میں بازار کی طرف جا رہی تھی، اکیلی تھی۔ وہ ہاتھ میں طرح طرح کے کھلونے لیے ہوئے ادھر سے گزرا۔ چونک کر مجھے دیکھا، زور سے ہاتھ میں پکڑا ہوا بھونپو بجایا اور اس کے بعد ہنستا ہوا میرے سامنے سے بھاگ گیا مگر تم نے اس کے بارے میں کیوں پوچھا؟"

"بس ایسے ہی۔" وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

"سنو، تم کون ہو خدا کے لیے مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"شہر سے آیا ہوا ایک اجنبی۔ میرا نام جہانگیر ہے۔"

"ایک بات کہوں تم سے۔ میرے رازدار بن گئے ہو تم۔ اچانک ہی میرے رازدار بن گئے ہو، ایک بات کانوں میں ڈال لو۔ وہ... وہ جو میرا قاتل ہے، وہ جو میری آبرو کا قاتل ہے چودھری الیاس ہو سکتا ہے مجھے۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہوں گی۔ تم اگر کچھ سمجھ سکتے ہو تو سمجھ لو۔ وہ چودھری الیاس ہی ہو سکتا ہے۔"

"تم اپنی زبان بند رکھو گی فریدہ۔ جو کچھ بھی سمجھو مجھے۔ کوئی نہیں ہو تم تمھارا۔ ایک ہمدرد کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں، یہ بات اپنے ذہن میں رکھنا کہ تمھیں زبان بند رکھنی ہے۔ بھولے سے بھی کسی سے ایک لفظ نہیں بس جو کچھ میں نے کہا ہے وہی کہنا ہے۔ میں تمھارے ساتھ حافظ جمیل احمد کے ہاں نہیں جاؤں گا۔ تم خود جاؤ گی اور خاموشی سے یہ کہانی سناؤ گی اپنے ماں باپ کو۔ فریدہ اس کے بعد میں تمھاری مدد کروں گا اطمینان رکھنا۔ لیکن اگر کہیں تم نے کوئی کمی دکھائی تو یہ سمجھ لینا اچھی طرح سے کہ اس کے بعد تمھارے گھرانے کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔" اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر چند لمحوں کے بعد دھیرے سے بولی۔

"مگر میں یہ حلیہ کیسے طے کروں گی؟"

"میرے ساتھ، میں تمھیں بستی کے اس کنارے تک چھوڑ دوں گا جہاں سے تم اپنے گھر جا سکتی ہو۔"

"مجھے میرے گھر تک چھوڑ دو۔ خدا کے لیے مجھے میرے گھر تک چھوڑ دو ورنہ، ورنہ میرا دماغ پھٹ جائے گا۔"

"چلو ٹھیک ہے، چلو!" میں نے کہا اور پھر میں اسے ساتھ لیے بستی کی طرف چل پڑا۔

۵

لڑکی کے چہرے پر مُردنی چھائی ہوئی تھی۔ میں نے دو تین بار اس کا جائزہ لیا۔ ایک بار وہ چلتے چلتے ٹھٹک کر رُک گئی اور مجھے بھی رکنا پڑا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"کیوں کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں... میں..." اس نے ہاتھوں کو مسلتے ہوئے کہا۔

"ہاں، کہو کیا بات ہے؟"

"میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ رُک جاؤ ابھی آگے نہ بڑھو۔ رُک جاؤ۔" وہ رُندھے ہوئے لہجے میں بولی۔

"ہاں کہو، میں رُک گیا۔"

"دیکھو ایک بار پھر غور کر لو۔ ایک بار صرف چند لمحوں کے لیے خود کو میری جگہ رکھ کر سوچو۔ کیا میرا گھر جانا مناسب ہے؟"

"میں نے تمھیں جو کچھ سمجھایا ہے تمھاری سمجھ میں نہیں آیا؟" میں نے اسے عجیب نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آیا بھی ہے اور نہیں بھی آیا۔"

"کیوں؟"

"کیا اب میرا شمار پاکباز لڑکیوں میں رہا کیا اب میں ایک شریف لڑکی کہلا سکتی ہوں؟"

"تمھارے بارے میں کسی کو کچھ نہیں معلوم۔ جو کہانی میں نے تمھیں بتائی ہے وہی تم دوسروں کو سناؤ گی۔"

"جھوٹی کہانی؟"

"ہاں، کسی مصلحت کے تحت۔"

"اور دوسرے اسے سچ سمجھ لیں گے؟"

"اگر تم نے خود کو سنبھالے رکھا۔"

"اور میں ساری زندگی خود کو سنبھالے رکھوں گی۔" اس نے دردناک مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ساری زندگی جھوٹ بول سکوں گی میں؟ ہر ایک سے جھوٹ بول سکوں گی میں؟ میری اپنی نظروں میں میرا مقام کیا ہوگا؟ اب کوئی میں نوخیز کنواری نہیں ہوں جو تم سے شرماؤں۔ میری منگنی ہو چکی ہے۔ کچھ عرصے کے بعد شادی ہو جائے گی۔ اور میں اپنے شوہر کے سامنے پاکباز بن کر جاؤں گی۔ زندگی کے نئے آغاز پر میں جھوٹ بولوں گی اس سے؟"

"یہ جھوٹ تمھارے لیے نہیں تمھارے خاندان کے لیے ہوگا۔ اصلیت سب کو پتا چلے گی تو تمھارے والد خودکشی کر لیں گے تمھارا گھر برباد ہو جائے گا۔ بات تمھاری نہیں تم سب کی بھی ہے لڑکی۔" وہ سوچ میں ڈوب گئی پھر اس نے کہا۔

"آہ! یہ کیا ہو گیا۔ یہ کیا ہو گیا؟"

"دیکھو فریدہ! تم گناہ گار نہیں مظلوم ہو۔ اگر تمھارا خاندان کسی المیے کا شکار ہو گیا تو کسی کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ نقصان صرف تمھارا ہوگا۔"

"ویسے بھی کسی کا کیا بگڑے گا؟" وہ تلخی سے بولی۔

"اس کا فیصلہ تم مت کرو۔"

"کیا مطلب؟"

"تمھیں انتظار کرنا ہوگا۔ خود کو نقصان پہنچانے والے کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھنا ہوگا۔"

"تو کیا یہ ممکن ہے؟"

"یہ میرا وعدہ ہے فریدہ!" میں نے کہا اور وہ آگے بڑھ گئی۔ بڑی احتیاط سے لگا ہوں سے بچتے ہوئے ہم شہر میں داخل ہوئے۔ میں نے اسے اس کے گھر پر چھوڑا۔ اور جب وہ گھر میں داخل ہو گئی تو میں واپس چل پڑا۔ چودھری الیاس کا ایک اور شکار مگر بڑی دردناک سچوئشن تھی۔

میں حویلی میں پہنچ گیا۔ اسی ملازمہ نے آکر پوچھا۔ "کھانا لے آؤں؟"

"نہیں کھا، نہیں کھاؤں گا۔" میں نے کہا۔ ملازمہ چلی گئی مگر بیگم صاحبہ آ گئیں۔

"کیا بات ہے جہانگیر طبیعت ٹھیک ہے؟"

"ہاں چچی جان!"

"کھانا کیوں نہیں کھا رہے؟"

"وہ بس، باہر کچھ کھا لیا تھا۔"

"اوہ باہر کی چیزیں مت کھایا کرو، بیمار پڑ جاؤ گے اور پھر چودھری صاحب ہماری خبر لے ڈالیں گے۔"

"آئندہ خیال رکھوں گا چچی جان۔" میں نے کہا۔

"اچھا تو پھر آرام کرو۔"

وہ واپس چلی گئیں۔ میں مسہری پر لیٹ کر سوچوں میں ڈوب گیا بے چاری لڑکی کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا تھا اس کا اندازہ بخوبی لگا سکتا تھا میں۔ اپنی دانست میں انھوں نے اسے قتل کر کے پھینک دیا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد اس کی لاش دستیاب ہو جاتی۔ حافظ جمیل احمد کا گھرانہ کیسا ہے۔ بہر طور ان کے ساتھ جو دردناک واقعہ پیش آیا تھا اس نے مجھے لرزا دیا تھا یہ میری موجودگی میں پہلا چشم دید واقعہ تھا۔ اور میرے پاس معلومات بھی موجود تھیں۔ چودھری الیاس پچھلی رات اپنے کمرے میں نہیں تھا میں سمجھ گیا کہ وہ کہاں ہوگا لیکن اس سلسلے میں کھنڈرات کے قریب یہ جگہ جو نظر آئی تھی، قابلِ توجہ تھی۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ کھنڈرات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ بہت سی باتیں میرے ذہن میں واضح ہوتی چلی گئیں۔ اس کا مقصد ہے کہ ان کھنڈرات کو جان بوجھ کر آسیب زدہ بنایا گیا ہے۔ اوپر سے یقینی طور پر وہ ناقابلِ استعمال

تھے۔ اور بہ ظاہر ان میں کوئی ایسی جگہ نظر نہ آئی تھی لیکن میں یہ سوچ رہا تھا کہ کھنڈرات میں بلاشبہ ایسی کوئی جگہ موجود ہے جسے چودھری الیاس اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے اس جگہ کو بھی تلاش کرنا ہوگا۔ لیکن خاصے فطرات مول لینا پڑیں گے۔ کیا کرنا چاہیے اس سلسلے میں؟ اب مزید کیا کرنا چاہیے؟ ذہن نہ جانے کب تک سوچوں میں ڈوبا رہا۔ اور میں اس طرح ان سوچوں میں کھویا کہ وقت گزرنے کا اندازہ ہی نہ ہو سکا۔ البتہ اس دوران میں بہت سے فیصلے کیے تھے میں نے۔ میرا خیال تھا کہ یقینی طور پر حویلی کا کوئی ملازم بھی چودھری الیاس کے ساتھ ملا ہوا ہوگا۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ چودھری الیاس پر جس طرح عنایتوں کی بارش ہوتی تھی اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ روپے پیسے کی اسے کوئی کمی نہیں ہوگی۔ رمضان کا منہ چڑھا بیٹا اور باپ بیٹے پر جان دیتا تھا، بلکہ جان کیا دیتا تھا۔ صحیح معنوں میں وہی بیٹے کی سرپرستی بھی کرتا تھا۔ پتا نہیں کیوں چودھری رمضان نے مستقبل کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک دولت مند نے اپنے بیٹے کو دنیا کی تمام آزادیاں دے دی ہوں۔ لیکن خیر یہ تو ممکن ہی نہیں ہوتا کہ کسی کے لیے کسی کی زندگی قربان کی جاتی رہے۔ چودھری رمضان مجبور ہے لیکن قانون مجبور نہیں ہے۔ میں چودھری الیاس کو ایسی سزا دلواؤں گا کہ چودھری رمضان اپنی موت کو یاد رکھے۔ چودھری رمضان کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ تھا۔ اب مجھے اس ملازم کا جائزہ لینا تھا جسے چودھری الیاس کے زیادہ قریب محسوس کروں اور یہ کام ایک آدھ دن کوٹھی میں گزار کر بہ آسانی ہو سکتا تھا۔ خصوصی طور پر چودھری الیاس پر نظر رکھنی ہوگی۔

شام ہو گئی میں نہا دھو کر باہر نکل آیا۔ اس وقت عموماً کوٹھی کے ماحول میں چہل پہل ہوا کرتی تھی لیکن نہ جانے کیوں ایک عجیب سی اداسی یہاں چھائی ہوئی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر مجھے مس نغمہ نظر آئی۔ اور میں نے مسکراتے ہوئے اسے سلام کیا نغمہ رُک گئی۔

"کوئی کام ہے مجھ سے؟" اس نے خشک لہجے میں سوال کیا۔

"جی ہاں۔"

"جی، جی فرمائیے۔"

"آپ سے کچھ دیر باتیں کرنی ہیں، باہر لان پر بیٹھ کر۔"

"سوری، میں مصروف ہوں۔"

"نغمہ!"

"عرض کیا نا مصروف ہوں۔ اب یہ میری ذمے داری تو نہیں ہے کہ میں آپ سے باتیں بھی کروں۔" اس نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ میں حیرانی سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔ غصہ بھی آیا تھا لیکن غصے کے علاوہ یہ سوچ بھی ذہن میں تھی کہ یہ اچانک تبدیلی کیوں رونما ہوئی ہے؟ ایک دم ہی یہ احساس بھی ہوا کہ لڑکیوں پر میری طرف سے بے زاری طاری ہو گئی ہے۔ اس کی وجہ۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ شہباز بھی ذہن میں آئی تھی۔ لیکن شہانہ اس کی وجہ نہیں ہو سکتی۔ خود شہانہ بھی اس کے بعد سے اب تک میری جانب متوجہ نہیں ہوئی تھی۔ پھر یہ سب کچھ کیوں ہوا ہے۔ ایک نئی کرید ذہن میں بیدار ہو گئی۔ آخر اس کا کوئی مقصد تو ہوگا۔ میں لڑکیوں کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ اور پھر مجھے پائیں باغ میں ثریا نظر آ گئی۔ وہ کیاری کے پاس کھڑی ہوئی پھولوں کو دیکھ رہی تھی۔ میں دبے دبے قدموں سے اس کے نزدیک پہنچا۔ ثریا نے بالآخر میرے قدموں کی آہٹ محسوس کر لی۔ چونک کر پلٹی اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ میں ان تاثرات کا اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن کوئی صحیح اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔

"کہیے ثریا صاحبہ کیا ہو رہا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ بس ایسے ہی چہل قدمی کرنے نکلی تھی۔"

"بھئی یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ لوگ میری آمد سے بور ہو گئے ہوں۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر آپ لوگوں سے اجازت ہی طلب کرنی پڑے گی۔"

"میں کیوں بور ہوتی؟" ثریا نے تلخی سے کہا۔

"اچانک ہی یوں لگ رہا ہے جیسے سب کے سب مجھ سے ناراض ہو گئے ہوں۔"

"نہیں پلیز ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" ثریا نے نرم لہجے میں کہا اور پھر بولی۔

"ویسے بھی آپ ابو کے آنے سے پہلے تو نہیں جا سکتے۔"

"ہاں ٹھیک ہے لیکن میں آپ لوگوں کی اس بے رخی پر احتجاج ضرور کروں گا۔" ثریا ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ جیسے کسی سوچ میں ڈوبی ہو۔ پھر اس نے کہا۔

"معافی چاہتی ہوں کچھ کام ہے۔ آپ اطمینان سے یہاں بیٹھیے اگر کہیں تو کسی کو بھیج دوں۔"

"کسے بھیجیں گی آپ؟" میں نے پوچھا۔

"جسے آپ کہیں۔" اس نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ثریا! میرے دل میں بہت سی شکایتیں بیدار ہو گئی ہیں۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں کچھ زیادہ رہ گیا یہاں۔ بہر حال دیکھ لو تم لوگ۔ بہتر ہے کہ مجھ سے کھل کر کہہ دیا پھر میں چچی جان سے بات کروں گا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"تو پھر تم ہی بتا دو جمیلہ۔" میں نے دلچسپی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ پھوہڑ پنے سے ہنسنے لگی اور میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھ کر کہا۔

"چھوٹی بیبیوں کی بات نہیں ہے سرکار!"

"کیا ہے؟"

"ارے ہمیں سب پتا ہے، ہم یہیں پلے بڑھے جوان ہوئے۔ چھوٹی بیبیاں ہم پر پورا پورا اعتبار کرتی ہیں۔ ساری باتیں ہمارے سامنے کر لیا کرتی ہیں۔ ہمیں ایک ایک بات معلوم ہے ان کی۔ آپ سمجھتے ہیں کہ ہم صرف نوکرانی ہی ہیں؟"

"نہیں جمیلہ، یہ بات تو میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اگر تمہیں اور چھوٹی بیبیوں کو ایک ساتھ ایک جیسے کپڑے پہنا کر کھڑا کر دیا جائے تو درحقیقت تم ان سب سے پیاری لگتی ہو۔" میرے ان الفاظ نے جمیلہ کا چہرہ گلنار کر دیا۔ عورت ہمیشہ اپنی تعریف سے خوش ہو جاتی ہے، چاہے وہ کسی بھی سطح کی عورت ہو۔ جمیلہ کی آنکھوں میں مستیاں اُبھر آئیں۔ کہنے لگی۔

"ہماری بات چھوڑیں سرکار، شکل و صورت جیسی بھی ہے، ہوں تو نوکرانی۔"

"خیر مجھے اس بات کا افسوس ہے جمیلہ کہ تم نوکرانی ہو۔ تمہیں تو صحیح معنوں میں کسی گھر کی مالکن ہونا چاہیے تھا۔ مگر وہ چھوٹی بیبیوں کی کیا بات ہے؟"

"سرکار! سب نے ایکا کر لیا ہے۔ سب کہہ رہی تھیں کہ آپ ہر جائی ہیں سب کو بے وقوف بنا رہے ہیں۔ سب کی سب ایک دوسرے سے باتیں کر کے ہوشیار ہو گئی ہیں آپ کی طرف سے۔ کہہ رہی تھیں کہ کوئی بھی آپ سے بات نہ کرے۔ آپ ہر ایک کو بے وقوف بنا رہے ہیں۔ اور سرکار ساری کی ساری شاہانہ بی بی سے جل گئی ہیں۔"

میں چونک پڑا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"شاہانہ بی بی سے؟"

"تو اور کیا، شاہانہ بی بی کو رات کو آپ کے کمرے سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا گیا تھا اور فرزانہ بی بی نے انھیں دیکھا تھا۔"

"ارے باپ رے۔" میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا اور جمیلہ پھر ہنسنے لگی۔

"تم ہنسنے جا رہی ہو اور میری جان نکل گئی ہے۔"

"ڈر گئے سرکار؟"

"بھئی ڈرنا ہی ہے۔ اب تم خود بتاؤ شاہانہ بی بی اپنے کسی کام سے میرے کمرے میں آئی تھیں۔ باتیں کر کے چلی گئیں اور اس کے بعد انھیں دیکھ لیا گیا۔ اب یہ سارے لوگ غلط فہمی کا شکار ہو جائیں تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟" جمیلہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ساری کی ساری آپ کے کمرے کے دروازے پر جمع تھیں سرکار آپ نے جو باتیں شاہانہ بی بی سے کی ہوں گی سب نے سن لی ہیں۔ بڑی چالاک ہیں یہ سب کی سب۔"

"میرے خدا، میرے خدا۔ اب میں ان لوگوں کے دل سے کیسے یہ بات نکالوں کہ شاہانہ سے میری کوئی ایسی ویسی بات نہیں ہوئی ہے۔" میں نے بہ ظاہر لو کھلاتے ہوئے کہا۔

"ہم کیا جانیں سرکار، ہم نے تو جو تھا آپ کو بتا دیا۔"

"اچھا جمیلہ! پھر تو تم بھی میرے کمرے میں نہیں آؤ گی۔"

"ارے ناک چوٹی کٹانی ہے کیا ہمیں اپنی؟ ہم تو چلتے ہیں۔ اتنی دیر میں اگر کسی نے ہمیں باتیں کرتے ہوئے دیکھ لیا تو ہماری تو موت ہی آ جائے گی۔" جمیلہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ اور میں سر کھجاتا رہ گیا۔

فخرو کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات جمیلہ سے حاصل ہو گئی تھیں۔ میں جو کچھ کرنا چاہتا تھا اس کے لیے یہ معلومات ضروری تھیں لیکن یہ نئی کہانی سنا گئی تھی وہ مجھے۔ اور یہ کہانی بھی خاصی دلچسپ تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ سب ایک دوسرے کی ٹوہ میں رہتی ہیں اور یہاں کوئی قدم اٹھانا بڑا خطرناک ہے۔ چودھری الیاس جیسے کمینے انسان کے خلاف کچھ کرتے ہوئے بار بار دل میں یہی خیال آتا تھا کہ اسے وہی ضرب لگائی جائے جو وہ دوسروں کو لگاتا پھر رہا ہے۔ یہ بے وقوف لڑکیاں تو میرے ایک اشارے کی بھی نہیں تھیں۔ ان میں سے ایک ایک کو اپنے جال میں پھانس سکتا تھا اور اس کے بعد کسی بھی لمحے کسی کے بھی ساتھ چودھری الیاس کو طلب کیا جا سکتا تھا تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ وہ جو کچھ دوسروں کے ساتھ کرتا رہا ہے وہ اس کے ساتھ بھی ہو رہا ہے۔ لیکن دل کے کسی گوشے میں کوئی انسان بھی چھپا ہوا تھا شاید خاندان کے برائے ہونے کی وجہ سے دل اس طرف مائل نہیں ہوتا تھا۔ پارسا نہیں تھا۔ بیرونی دنیا میں اور خود اپنے ذہن میں نہ جانے کیسی کیسی کہانیاں میرے نام سے منسوب تھیں۔ لیکن ہر جگہ یہ کہانیاں نہیں دہرائی جا سکتیں۔ کم از کم انسانیت سے کوئی رشتہ تو رہنا ہی چاہیے چنانچہ یہ ساری خیال بیکار ہی تھا۔ اور یہ سب کچھ سوچنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ جو کچھ کرنا ہے اپنے طور پر کیا جائے سب بیکار باتیں ہیں۔

رات کے تقریباً ساڑھے بارہ بجے تھے۔ حویلی میں مکمل سناٹا تھا۔

چودھری رمضان کا کوئی پتا نہیں تھا۔ وہ اپنے معاملات میں اُلجھا ہوا تھا۔ میں نے تیاریاں کر لیں۔ چہرے پر ایک ایسا سیاہ رنگ کا کپڑا باندھ لیا جو پورے چہرے کو چھپا سکتا تھا۔ لباس وغیرہ بھی اسی انداز میں تبدیل کیا کہ کسی کو کوئی احساس نہ ہو سکے۔ دل میں یہی خیال تھا کہ فخرو کے کوارٹر میں داخل ہوں گا اور اس سے چودھری الیاس کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔ فخرو کا کوارٹر حویلی کے اگلی حصے میں تھا اور مجھے اس کے لیے ایک لمبا چکر کاٹ کر بائیں سمت سے گزر کر کیاریوں کے ساتھ ساتھ اس کے کوارٹر تک پہنچنا تھا۔ یہ تو پتا چل گیا تھا مجھے کہ وہ اپنے کوارٹر میں اکیلا رہتا ہے۔ سارے ملازم کوارٹروں میں گھسے ہوئے تھے۔ ماحول بالکل سنسان تھا۔ میں کیاری کی آڑ لیتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ یہ کیاریاں احاطے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ گئی تھیں۔ اور ان میں بہ آسانی اپنے آپ کو چھپایا جا سکتا تھا۔ چنانچہ مجھے آگے بڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔ اور فخرو کا کوارٹر سامنے ہی نظر آنے لگا تھا دفعتاً میں ٹھٹک کر رک گیا۔ احاطے کی دیوار کو دکر کوئی اندر داخل ہوا تھا بس مجھ سے ایک آدھ فٹ کا فاصلہ ہی رہ گیا تھا۔ اگر ایک قدم آگے بڑھا ہوتا تو وہ یقینی طور پر وہ میرے اوپر ہی گر پڑتا لیکن ظاہر ہے اس عالم میں اس نے مجھے بھی دیکھ لیا اور دوسرے ہی لمحے میری آنکھوں کے سامنے ایک تیز چمک لہرا گئی۔ اگر انتہائی پھرتی سے کام لے کر اپنے جسم کو ایک سمت نہ موڑ لیتا تو یقینی طور پر وہ چمک میرے سینے میں اُتر گئی ہوتی۔ کسی نے بجو پر خنجر سے وار کیا تھا۔ تاروں کی مدھم روشنی میں خنجر کی اس چمک کو میں نے ایک لمحے کے لیے دیکھ لیا تھا اور یہی لمحہ مجھے بچانے کا باعث بن گیا تھا ورنہ کام تمام ہو جاتا۔ اور جب مجھے یہ علم ہو جائے کہ میرا مدِمقابل مجھے ختم کرنے پر آمادہ ہے تو پھر بھلا مدِمقابل کی کیا مجال تھی کہ وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جائے۔ دوسرا وار بھی اس نے بڑی پھرتی سے کیا تھا۔ لیکن انداز میں اناڑی پن نمایاں تھا۔ میں نے اس کی کلائی پر ہاتھ ڈال دیا اور اس کے بعد ایک مخصوص انداز میں اسے موڑا تو وہ قلابازیاں کھا کر چاروں شانے چت زمین پر جا پڑا۔ میں نے اپنا پاؤں اس کی کلائی پر رکھا تو اس کے منہ سے ہلکی سی آواز نکل گئی۔ وہ پتلے دبلے جسم کا مالک تھا۔ بہرطور میں نے اسے صرف ایک لمحے میں قابو کر لیا۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ اس نے اپنے منہ سے کوئی آواز نہیں نکالی تھی۔ میں اس کے سینے پر بیٹھ گیا۔ اس نے بھی چہرے پر کپڑا لپیٹا ہوا تھا۔ اور میری ہی طرح اپنے آپ کو چھپائے ہوئے تھا۔ پتا نہیں اس نے میری شکل دیکھی یا نہیں۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے سے کپڑا نوچ ڈالا اور یہ دیکھ کر رہ گیا کہ وہ ایک نوعمر لڑکا تھا۔ سولہ ستر سال سے زیادہ عمر نہیں ہو گی۔ خنجر کا استعمال شاید اس کے لرزشوں کو بھی نہیں معلوم تھا لیکن اناڑی بعض اوقات صحیح طریقے سے کام دکھا جاتے ہیں۔ اگر خنجر میرے سینے تک پہنچ چکا ہوتا تو ظاہر اس کا کام آسان ہو جاتا۔ میں نے اسے دیکھا وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے غراتے ہوئے پوچھا۔

"کون ہو تم؟"

"نہیں بتاؤں گا۔" اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"یہی خنجر میں تمہارے سینے میں بھی اتار سکتا ہوں۔"

"مرد کے بچے ہو تو ایسا کر کے دکھاؤ۔" اس نے کہا۔ اور میں حیران رہ گیا۔ اس کی آواز بھی بالکل معصوم تھی۔ پتا نہیں یہ مجھے اس نے کس لیے کہے تھے حالانکہ اب وہ میرے قبضے میں تھا میں خنجر اٹھا کر بہ آسانی اسے قتل کر سکتا تھا لیکن اس نے یہ چیلنج کر ڈالا تھا میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے اگر میں اس وقت تمہاری گردن پر یہ خنجر پھیر دوں تو تم میرا کیا مقابلہ کر سکتے ہو؟"

"پھیر کر دیکھو۔"

"بے وقوف آدمی، میں کہتا ہوں مجھے کیوں غصہ دلا رہے ہو۔"

"تمہیں غصہ کب آ رہا ہے۔"

"اوہو، اس کا مقصد ہے تم مجھے غصہ دلانا چاہتے ہو۔"

"ہاں، میں تمہیں غصہ دلانا چاہتا ہوں تاکہ تم اپنا قول پورا کر دو۔"

"یعنی تمہیں مار دوں؟"

"ہاں!"

"تم مرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں، میں مرنا چاہتا ہوں۔"

"خوب خوب، بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر کسی ایسے آدمی سے مل کر مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے جو مرنا چاہتا ہے۔ اچھا اب اٹھو اور شرافت سے میرے ساتھ جدھر میں لیے جا رہا ہوں چلے آؤ۔ تم بڑی محدود حالت میں یہاں موجود ہو۔ میں اگر ذرا سی آواز لگا دوں تو تمہارے لیے مصیبت بن سکتی ہے۔ چنانچہ بہتر یہ ہے کہ میرے ساتھ تعاون کرو۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ تم بلاوجہ ہی مجھے قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔"

"میں اس وقت ساری دنیا کو قتل کر دینا چاہتا ہوں۔ سب کو مار ڈالنا چاہتا ہوں میں۔" اس نے رُندھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں، ہاں مار دینا۔ بعد میں مار دینا۔ اب اتنی جلدی بھی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کیا ہے دُنیا کو ختم کرنے کی۔ دُنیا تو بہت وسیع ہے میرے دوست! انسان کو عقل سے کام لینا چاہیے۔" وہ کچھ نہ بولا۔ میں نے اس کے بازو پر تھپکی دی۔ اور اسے کھڑا کرتے ہوئے بولا۔

"دیکھو بھاگنے کی کوشش مت کرنا ہو سکتا ہے ہماری یہ ملاقات تمھارے لیے بھی کارآمد ہو۔" اس نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"میں ناکام ہو گیا ہوں کیا تم مجھے جانے دو گے۔"

"بالکل جانے دوں گا بس تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سب تم کیوں کر رہے ہو؟"

"تم کون ہو اور تم نے چہرے پر یہ کپڑا کیوں لپیٹا ہوا ہے؟"

"واہ دوست، بہت چالاک ہو مجھ سے ہی میرے بارے میں معلومات حاصل کرنے پر تل گئے۔" وہ کچھ نہ بولا۔ میں نے اس سے کہا۔

"دیکھو دوست، میرے ساتھ آؤ ہو سکتا ہے تم جس مقصد کے لیے یہاں آئے ہو، اس میں، میں تمھاری مدد کر سکوں۔ کیا تم چوری کرنے آئے تھے یہاں؟"

"لعنت بھیجتا ہوں میں چوری پر۔"

"تو پھر یہاں کیوں آئے تھے اور وہ بھی خنجر ہاتھ میں لے کر۔"

"میں۔۔۔ میں چودھری الیاس کو قتل کرنا چاہتا ہوں مجھے تم میں چودھری الیاس کو قتل کر دینا چاہتا ہوں۔" دفعتاً میرے ذہن میں بجلی سی کوند گئی۔ لڑکے کے چہرے کے خدوخال اور نقوش مجھے کچھ کچھ شناسا محسوس ہوئے تھے۔ "کون ہے یہ کون ہے؟" میں نے دل ہی دل میں سوچا اور پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا تم فریدہ کے بھائی ہو؟" وہ بُری طرح چونک پڑا۔ اور پھر اس نے کہا۔

"تم۔۔۔ تم فریدہ کو کیسے جانتے ہو؟"

"مجھے پہلے جواب دو۔ کیا تم فریدہ کے بھائی ہو؟"

"ہاں، میں اس کا بھائی ہوں اور میرا نام نعیم ہے۔"

"حافظ جمیل احمد کے بیٹے؟"

"ہاں، مگر تم یہ ساری باتیں۔۔۔ میں تو۔۔۔ آہ کیا تم مجھے اپنا چہرہ نہیں دکھاؤ گے؟"

"اگر تم وعدہ کرو اس بات کا کہ خاموشی سے میرے ساتھ چلو گے اور جیسا میں کہوں گا ویسا کرو گے تو میں اپنا چہرہ بھی دکھا سکتا ہوں تمھیں۔" وہ سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے پکڑا گیا ہوں، تم نے مجھے اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔ اب جو کچھ تم کہو گے ویسا ہی کروں گا۔"

"نہیں، تم میرے قبضے میں نہیں ہو۔ دیکھو وہ سامنے احاطے کی دیوار ہے اسے کُود کر جا سکتے ہو۔ میں تمھارا راستہ نہیں روکوں گا۔ لیکن جو کچھ میں تم سے کہوں اسے ایک دوست کی حیثیت سے قبول کر لو۔ تو مجھے زیادہ خوشی ہو گی۔" وہ عجیب سے انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا۔

"ٹھیک ہے اگر تم یہ بات کہتے ہو تو میں تمھاری بات مان لیتا ہوں، لیکن میرے ساتھ دغا مت کرنا۔ میں بہت مظلوم ہوں۔ ہم بہت مظلوم ہیں۔ ہم تباہ و برباد ہو چکے ہیں۔ ہمارے پاس کچھ نہیں رہا۔ خدا کے لیے ہمارے ساتھ کوئی ایسا سلوک مت کرنا۔" اس کی آواز میں آنسو گھٹتے ہوئے تھے۔ میں نے اس کی پشت تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔ میرے دوست میرے ساتھ آؤ۔ میں تمھارا دوست ثابت ہوں گا دشمن نہیں۔" وہ آہستہ آہستہ میرے ساتھ چل پڑا۔ فخرو کا معاملہ میں نے ملتوی کر دیا تھا۔ پہلے ان حضرت کو دیکھنا تھا کہ یہ کس رنگ میں ہیں۔ میں اسے ساتھ لیے اپنے کمرے میں آ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ اس وقت کوئی نہیں جاگ رہا اور اسے ساتھ لے جانے میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

"تم۔۔۔ تم یہیں رہتے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"تمھارا کیا خیال ہے؟"

"میرا کیا خیال ہو سکتا ہے۔ میں نے تو اپنا چہرہ اس لیے چھپایا تھا کہ کوئی مجھے پہچان نہ لے۔ مگر تم نے نہ جانے اپنا چہرہ کیوں چھپایا ہے۔ اگر تم اس جگہ کے رہنے والے ہو تو۔۔۔"

"تم بہت ذہین لڑکے ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چھوڑو ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔" اس نے بیزاری سے کہا۔ پھر بولا۔ "اگر تم مجھ سے مخلص ہو تو مجھے اپنا چہرہ دکھاؤ۔" میں نے اپنا چہرہ کھول دیا۔

"اب بتاؤ مجھے پہچانتے ہو؟"

"نہیں۔"

"پھر تو میرا چہرہ دیکھنا تمھارے لیے بیکار تھا۔"

"میں نے تمھیں پہلی بار دیکھا ہے۔"

"یہاں رہنے والے سارے لوگوں کو جانتے ہو؟"

"کافی حد تک۔"

"وہ کیسے؟"

"کئی بار یہاں آ چکا ہوں۔"

"اوہو، تبھی اتنے اطمینان سے یہاں آ گھسے تھے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"مگر تم کون ہو؟"

"تمھارا دوست!"

"میرا دوست اس کوٹھی میں کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یہ خنجر لیے، چہرہ ڈھکے تم یہاں کیا کرنے آئے تھے؟"

"ایک شیطان کا خاتمہ کرنے۔"

"کون ہے وہ شیطان؟" میں نے پوچھا۔ وہ مجھے گھورنے لگا پھر بولا۔

"چودھری الیاس۔"

"تمھارا اس سے کیا دشمنی ہے؟"

"اس نے۔۔۔ اس نے میری بہن کی عزت لوٹی ہے۔ اس نے میری معصوم بہن کو زندہ درگور کر دیا ہے۔"

"اوہ تو فریدہ نے اصل بات بتا دی۔ حالانکہ میں نے اسے منع کیا تھا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور وہ چونک پڑا۔

"تم نے؟"

"فریدہ نے کیا بتایا ہے گھر جا کر۔" میں نے پوچھا اور اس نے رندھے ہوئے لہجے میں ساری کہانی سنا دی۔ اس میں میرے دیے ہوئے مشورے کا بھی تذکرہ تھا۔ میں نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

"اب تمھیں اندازہ ہو گیا کہ میں کون ہوں؟"

"اوہ تم۔۔۔ مگر تم۔۔۔ کیا تم وہی ہو جس نے میری بہن کی مدد کی تھی۔"

"ہاں۔"

"اور تم یہاں رہتے ہو؟"

"میں یہاں مہمان آیا ہوں۔ تم بہت نوعمر ہو۔ لیکن کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ وحشی جس نے تمھاری بہن کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے وہ چودھری الیاس ہی ہے۔"

"سو فیصدی وہی۔"

"کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"میں نہیں، پورا فرید پور یہی کہتا ہے۔ لیکن تھانے دار زمین خاں نے سب کی زبان بند کر رکھی ہے۔ اس نے سب سے کہہ رکھا ہے کہ اگر کسی نے چودھری صاحب کے خلاف زبان کھولی تو اسے زندگی بھر جیل میں رہنا ہو گا۔ اسی لیے کوئی ان کے خلاف کچھ نہیں کہتا۔"

"تھانے دار زمین خاں، خوب یہ نیا نام بتایا ہے تم نے مجھے۔ بہت خوب، اب یہ بتاؤ نعیم بیٹے کہ تم اپنے باپ کو بتا کر آئے ہو کہ تم یہ کرنے جا رہے ہو؟"

"نہیں۔"

"چھپ کر آئے ہو؟"

"ہاں!"

"تو اب میری ایک بات مانو۔ اسی طرح چھپ کر یہاں سے چلے جاؤ کہ میں تمھارا دوست نہیں بڑا بھائی ہوں۔ اس طرح فریدہ تمھاری ہی نہیں، میری بھی بہن ہوئی۔ اپنی بہن کی آبرو کا انتقام لینا بڑے بھائی کا کام ہے۔ اپنے والد سے کہہ دینا کہ فریدہ کا بدلہ لیا جائے گا۔ میں بہت جلد ان کے پاس آؤں گا۔ اور ان سے بات کروں گا۔"

وہ سسک سسک کر رونے لگا۔ بمشکل میں نے اسے خاموش کیا پھر پوچھا۔ "بولو میری بات مانو گے؟"

"ہاں!" اس نے کہا۔ اس کے بعد میں اسے احاطے تک چھوڑنے آیا۔ احاطہ عبور کر کے اسے باہر نکالا اور جب وہ چلا گیا تو میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ ترتیب ہی بدل گئی تھی۔ سارا پروگرام اُلٹا ہو گیا تھا۔ اب وہ سب کچھ ضروری نہیں تھا جو میں نے سوچا تھا بلکہ ان حالات کی روشنی میں نئے پروگرام طے کرنے تھے۔ ان پر سوچنا تھا۔ رفتار سست کر دینی تھی۔ کام ٹھوس بنیادوں پر ہونا ضروری تھا۔

دوسری صبح حیرت انگیز طور پر چودھری رمضان صبح کے ناشتے پر نظر آئے۔ مجھے دیکھ کر مسکرائے۔

"اوستا بھتی کیسی گزر رہی ہے تیری، جہانگیر جمال شاہ!"

"ٹھیک ہوں چودھری صاحب!"

"او بھئی شہر میں ڈی آئی جی صاحب سے ملاقات ہو گئی۔"

"ڈیڈی سے؟" میں اچھل پڑا۔

"اُو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا تیرا وعدہ تھا کہ میں انھیں نہیں بتاؤں گا۔ سو میں نے نہیں بتایا۔"

"اوہ!" میں نے گہری سانس لی۔

"گھر لے گئے تھے مجھے اپنے ساتھ زبردستی۔ ہماری ان کی یاری بنی ہے۔ مگر کیا کریں وہ اپنے دھندوں میں پھنس گئے اور ہم یہاں زمینوں کے غلام ہو گئے۔ بڑی باتیں باتیں ہوئیں۔ میں نے وہاں تیری تصویر دیکھی۔"

"تصویر؟"

"ہاں فریم میں لگی ہوئی ہے گروپ فوٹو ہے۔ سب ساتھ ہو تم لوگ، یاد نہیں ہے؟"

"جی ہاں، یاد ہے۔"

"مزے لیے میں نے، میں نے پوچھا یہ کون کون ہے اور تیور نے مجھے بتایا تیرے بارے میں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو جانتا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہے کیا کہا اس نے؟"

"کیا کہا؟" میں نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا۔

"کہنے لگے یہ بیرون ملک گیا ہوا ہے۔ ان دنوں کینیڈا میں ہے۔ دل میں بڑی ہنسی آئی تھی۔ یہ اپنا فرید پور کینیڈا کلب سے ہو گیا ہے؟"

"جی، میں نے یہی بہانہ کیا تھا۔" میں نے صورتِ حال سمجھتے ہوئے کہا۔ اس کا مطلب ہے کوئی مخطرناک صورتِ حال پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اور حالات قابو میں تھے۔ چودھری صاحب کہنے لگے۔

"او بھئی اتنا لمبا بہانہ! بھئی سیر کرنے کا ارادہ ہے کیا؟"

"جی چودھری صاحب، بری طرح اکتا گیا تھا گھر سے۔ اسی بہانے گھر سے نکل سکتا تھا۔"

"ہاں بھئی یہ نئی نسل بڑی کتائی ہوئی ہے اپنے ماحول سے۔ ایک ہمارا زمانہ تھا کنویں کے مینڈک کی طرح گزار دی کبھی سوچا بھی نہیں کہ زندگی اس سے آگے ہو سکتی ہے۔ خیر چھوڑ آج تجھے سیر کرا دی جائے۔"

"آپ کا کام ختم ہو گیا؟"

"او ابھی کہاں پتر۔ بس لمبا جگڑا چل گیا ہے۔ گھر کی خبر لینے آ گیا تھا۔ کل پھر چلا جاؤں گا۔ تو پھر کریں تیاریاں؟"

"جو آپ کی مرضی۔" میں نے جواب دیا۔ حالانکہ میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ یہ چودھری بھلا مجھے کیا سیر کرائے گا۔ مگر کوئی مسئلہ نہیں، تمہارے بھی اندر جھانک کر دیکھ لیا جائے۔ میں نے اپنی شاندار رائفل صاف کی۔ ادھر چودھری رمضان نے بھی تیاری کی۔ یہ تیاری بھی نہیں تھی، کیونکہ مجھے اطمینان تھا کہ اسے دوسرے دن جانا ہے۔ ویسے بھی اس کی یہاں موجودگی میں میرے لیے کام کرنا مشکل ہو جاتا۔ شکار پر چودھری کے ساتھ چار ملازم تھے۔ ضروری سامان گھوڑوں پر بار کر لیا گیا تھا۔ مجھے بھی ایک شاندار گھوڑا دیا گیا۔ دوسرے لوگ اس سارے پروگرام سے لاتعلق رہے تھے۔ ہم لوگ نکل آئے۔ اور چودھری رمضان نے فرید پور سے باہر جانے والے راستے کی سمت اختیار کی۔ یہی وہ سمت تھی جہاں کھنڈرات تھے۔ جب ہم ان کے سامنے سے گزرے تو میں نے ایک دم کہا۔

"یہ کھنڈرات کیسے ہیں؟"

"اور جیسے کھنڈرات ہوتے ہیں۔"

"مجھے آثارِ قدیمہ سے بھی دلچسپی ہے چودھری صاحب! میں انھیں دیکھنا چاہتا ہوں۔" اس وقت میری نظریں چودھری صاحب کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں اور میں اس کے چہرے کے ایک ایک تاثر کو نوٹ کر رہا تھا۔ میں نے اس کے چہرے پر خفیف تبدیلی دیکھی مگر اس نے خود کو فوراً سنبھال لیا اور بولا۔

"او کمال ہے بھئی۔ تو آثارِ قدیمہ دیکھنے نکلا ہے شکار کھیلنے؟ مجھے صاف محسوس ہوا تھا کہ چودھری ادھر کا رخ کرتے ہوئے ہچکچا رہا ہے۔

"نہیں بس ایسے ہی۔" میں نے کہا۔

"وہ آثارِ قدیمہ نہیں ہے پتر۔ اپنی پرانی حویلی ہے۔ ٹوٹی پھوٹی پڑی ہے۔ لوگ اسے آسیب زدہ کہتے ہیں۔"

"آسیب زدہ؟"

"ہاں بھئی۔"

"تو کیا وہ آسیب زدہ ہے؟"

"او نہیں یار! انسان سب سے بڑا آسیب ہوتا ہے۔ سارے آسیب اس سے گھبراتے ہیں اور اس سے دور بھاگتے ہیں۔ بھلا آسیب بے چارے انسانوں کے پاس کیوں آ کر رہیں گے۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"او بس بھئی، لوگوں کے پاس اور کچھ کہنے کو نہیں ہوتا تو وہ یہ کرتے رہتے ہیں۔ اور کیا کریں۔"

"یہ حویلی آپ کی ہے؟"

"ہاں جہاں تک تو گھوڑا دوڑائے گا وہاں تک اپنی زمینیں ہیں۔ چل رفتار تیز کر۔" اور اس کے ساتھ ہی چودھری صاحب نے اپنے گھوڑے کی رفتار تیز کر دی۔ میں نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔ میرے دل میں یہ کرید پیدا ہو گئی تھی کہ خود چودھری رمضان اپنے بیٹے کے جرائم سے کس حد تک واقف ہے اور اس وقت میں اس پر اور بھی کاری ضرب لگانا چاہتا تھا مگر رک رک کر، مسلسل جھٹکوں سے اسے جھنجلاہٹ میں مبتلا کر سکتی تھیں۔

بہترین شکارگاہ تھی۔ کافی دور جانے کے بعد چودھری رمضان ایک آبشار کے نزدیک جا رکا۔ جنگل گھنا ہوا تھا اور جگہ جگہ شکار نظر آ رہا تھا۔

"کیسی جگہ ہے؟" چودھری نے فخریہ انداز میں پوچھا۔

"شاندار ہے چودھری صاحب!"

"اپنی ہے۔ بڑا شوق رہا ہے ہمیں شکار کا۔ کیا کھیلے گا؟ اور ہاں اب تیرا نشانہ دیکھنا ہے۔"

"شکارگاہ خالی ہو جائے گی چودھری صاحب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا

"او، ایسا نہیں ہو گا۔ اتنے کارتوس نہیں ملیں گے تجھے کہ یہ شکارگاہ خالی کر دے۔ مگر میں تجھے چیلنج نہیں کروں گا۔ جانوروں سے مجھے محبت ہے۔ ایک ہرن مار کر کھائیں گے۔ ویسے نشانے بہت

ہیں۔ وہ دیکھ۔ وہ تیتروں کا غول دیکھ رہا ہے۔"

"ہاں!"

"ذرا ان پر نشانہ دکھا۔"

"غول پر؟"

"ہاں اس غول پر۔"

"ان پر سولہ نمبر کا کارتوس استعمال کرنا پڑے گا چودھری صاحب، کیونکہ چھوٹے پرندے ہیں۔ بڑی گولی سے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

"وہ تو ہے۔"

"اور سولہ نمبر کے کارتوس میں بہت سے چھرے ہوتے ہیں۔"

"تو پھر؟" چودھری نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"غول میں کوئی نہ کوئی شکار ہو جائے گا۔ اس میں نشانہ بازی کا کیا کمال ہو گا؟"

"بہت بڑا ڈینگیا ہے بھئی تو اپنے باپ کی طرح پھر کیسے مارے گا انھیں؟"

"نو نمبر کے کارتوس سے، آپ کی پسند کے تیتر کو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور چودھری کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔

"او کیا بکواس کر رہا ہے۔ وہ تیتر ہیں بھینسے نہیں ہیں۔ ابھی ابھی تو کہہ چکا ہے کہ بڑی گولی سے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

"میں آپ کی پسند کے تیتر کو نو نمبر کے کارتوس سے شکار کروں گا۔ اس کے پنجے اڑا دوں گا باقی جسم خراب نہ ہونے دوں گا۔"

"اوڈیکھیے اس سے پہلے بھی تیتر مارا ہے۔ جادو دکھائے گا تو مجھے۔ ایسا کام جادو سے ہی ہو سکتا ہے۔"

"یہ نو نمبر کا کارتوس ہے — ہے نا۔"

"ہاں ہے۔"

"غول کا کوئی ایک تیتر بتائیے۔" میں نے رائفل لوڈ کرتے ہوئے پوچھا۔ اور چودھری مجھے گھورنے لگا پھر بولا۔

"وہ کٹھے والا۔ وہ جو گردن میں جس کی سفید کنٹھا نظر آ رہا ہے۔ مگر وہ غول میں چھپا ہوا ہے۔" میں نے گردن ہلائی اور تیار ہو گیا۔ دوسرے ملازم بھی پوری دلچسپی لے رہے تھے۔ کچھ مسکرا رہے تھے۔ یہ شکار سے واقفیت رکھتے تھے اسی لیے چودھری نے انھیں اپنے ساتھ لیا تھا مگر یہی کمال دکھانے کا وقت تھا۔ میں نے نشانہ درست کیا۔ پھر منہ سے تیز سیٹی کی آواز نکالی۔ تیتروں کے غول میں ابتری پھیل گئی۔ انھوں نے عادت کے مطابق چھلانگ لگائی اور اس وقت میں نے گولی داغ دی۔ مطلوبہ تیتر کے پاؤں اڑ گئے۔ اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ چودھری بے اختیار اس کی طرف دوڑ پڑا تھا، باقی تیتروں کا اب نشان بھی نہیں تھا۔ چودھری نے تڑپتے ہوئے تیتر کو ہاتھ میں اٹھا لیا۔ اور اس کے نیچے دیکھنے لگا۔ اس نے عالمِ حیرت میں اسے ذبح کرنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ میں پُراعتماد قدموں سے چلتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ چودھری کا چہرہ پھیکا نظر آ رہا تھا۔ اس نے تیتر کو زمین پر ڈالتے ہوئے مجھے دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"بڑی بات ہے بھئی۔ بہت بڑی بات ہے۔"

"آپ کا بچہ ہوں چودھری صاحب۔" میں نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

"ایں۔ ہاں کیوں نہیں بھئی۔ کیوں نہیں۔" چودھری نے میری کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد وہ کچھ منفعل ہو گیا تھا۔ مزید شکار کیا گیا۔ اسی آبشار کے پاس ڈیرہ لگا لیا گیا۔ ملازم شکار تیار کرنے لگے۔ چودھری گھاس پر دراز ہو گیا تھا۔ میں اس کے قریب جا بیٹھ گیا۔

"چودھری الیاس کو شکار کا شوق نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ایں — وہ — وہ تو۔"

"نہیں میرا مطلب ہے جب وہ ٹھیک تھے۔"

"نہیں، وہ شکار نہیں کھیلتا تھا۔"

"انھیں ہو کیا گیا آخر؟"

"خدا جانے۔"

"ان کا علاج تو ہو سکتا ہے؟"

"بڑی کوشش کر چکا ہوں۔"

"بیرونِ ملک لے جائیے۔" میں نے مشورہ دیا۔

"ہاں پتر بات چل رہی ہے۔" چودھری نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔ میں خاموش ہو گیا تھا۔ شام کو واپسی ہوئی۔ آج کا دن چودھری کی نذر ہو گیا تھا۔ جمیل احمد کے ہاں جانا تھا۔ مگر آج اس کے امکانات نہیں تھے۔ خصوصاً چودھری کی موجودگی میں۔ شکار سے واپس آنے کے بعد رات تک چودھری سے ملاقات نہیں ہوئی۔ البتہ رات کے کھانے پر وہ موجود تھا۔ چودھری الیاس بھی تھا۔ میں نے چودھری رمضان کو اس وقت بھی مضمحل ہی دیکھا۔ مجھ سے بولا۔

"پتر شکارگاہ کو نکل جایا کر، دو چار دن کا کام اور رہ گیا ہے میرا۔ اس کے بعد تیرا میرا ساتھ ہو گا۔"

"جی چودھری صاحب۔"

"آس پاس بھی بہت سی زمینیں ہیں میری، وہاں جانا

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چاہے تو آدمی دے دوں تجھے۔"

"نہیں چودھری صاحب۔"

"ابا کو تو اچھا ہیے۔" چودھری الیاس بولا اور چودھری رمضان چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ "کوا لوں گا۔" وہ پھر بولا۔ چودھری اٹھ گیا تھا۔

میں واپس اپنے کمرے میں آگیا۔ چودھری مجھے کافی ڈسٹرب نظر آرہا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے اس پر شک ہوگیا۔ رات کو میں اپنے کمرے سے نکل آیا۔ غالباً چھٹی حس نے یہ احساس دے دیا تھا۔ باہر میں نے چودھری رمضان کو الیاس کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ میں نے کامیابی سے اس کا پیچھا کیا تھا۔ اور ایک ایسی جگہ تلاش کرلی تھی جہاں سے دونوں کو دیکھ سکوں۔ الیاس کے کمرے میں روشنی تھی۔ چودھری الیاس اسے دیکھ رہا تھا۔

"تیار بیٹھے ہو پتر؟" چودھری نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"نہیں ابا، سونے جارہا ہوں۔"

"کہاں پتر؟"

"چارپائی پر۔"

"چارپائی زیادہ اچھی جگہ ہے بیٹا؟"

"ابا مجھے شہر جانے دو۔"

"شہر؟"

"ہاں ابا، بستی اب چھوٹی لگتی ہے۔"

"شہر میں تیرا علاج ہوجائے گا بیٹا۔"

"نہیں ہوگا ابا جانے دو نا۔"

"دیکھ الیاس اب بھی باز آجا کب تک بستی والوں کو روکے رکھوں گا میں۔ کب تک مجھے بلیک میل کرتا رہے گا؟"

"ابا شہر جانے دو۔"

"اوئے شیر کے بچے وہاں تیری دیکھ بھال کرنے والا کون ہوگا؟"

"میں خود ابا۔"

"اوئے چپ کر جا۔ اونٹ پہاڑ کے نیچے نہیں آیا ابھی آئے گا تو پتا چلے گا تجھے۔"

"نہیں آئے گا ابا۔"

"دیکھیں گے، دیکھیں گے۔ ابھی تجھ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔"

"کیا؟"

"گھر میں مہمان آیا ہوا ہے۔ اپنا بچہ ہے مگر ڈمی آئی جی کا بیٹا ہے۔ پولیس والے کا خون ہے خطرناک بھی ہوسکتا ہے۔"

"کیوں آیا ہے؟"

"او بس آگیا ہے تو خیال رکھنا۔"

"خیال رکھوں گا ابا مگر مجھے شہر بھیجو اور۔"

"بھیجوا دوں گا مگر ایسے تو نہیں انتظام کرنا پڑے گا۔ یہ بتانا تھا تجھے، چلتا ہوں۔" چودھری نے کہا اور میں وہاں سے ہٹ گیا۔ اب بھی صورتِ حال نہ سمجھتا تو مجھ سے زیادہ بے وقوف کوئی نہ ہوتا۔ مگر یہ بلیک میلنگ کا کیا معاملہ ہے؟ یہ کیا قصہ ہے؟

دوسری صبح پُرسکون تھی۔ چودھری ناشتے سے پہلے جاچکا تھا۔ میرا ناشتا کمرے میں ہی آیا۔ پھر ناشتے سے فارغ ہوا تھا کہ شاہانہ آگئی۔ میں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔

"ہیلو شاہانہ۔"

"ہیلو! کیسے ہو؟" وہ بولی۔

"بہت دیر کے بعد خیال آیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔

"ہاں، مجھے احساس ہے۔ بس یوں سمجھ لو خوفزدہ ہو گئی تھی۔"

"کس سے؟"

"سب سے اور اپنے آپ سے۔"

"سمجھا نہیں۔"

"کیا سمجھاؤں؟ اس قیدخانے کے بارے میں تمہیں اندازہ ہوگا۔ یہاں ایک شہنشاہ ہے جس نے اپنی رعایا یا قیدیوں کے لیے سونے کا پنجرہ بنوا دیا ہے۔ اس میں اس نے تمام آسائشیں مہیا کردی ہیں مگر قیدی کو آزادی درکار ہوتی ہے۔ اس کے لیے آزادی سے زیادہ قیمتی اور کوئی شے نہیں ہوتی۔ ہم سب یہاں قیدی ہیں، میری ماں سمیت۔ حکمراں صرف ایک شخصیت ہے چودھری رمضان۔"

"بغاوت!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں، میں کیا بغاوت کروں گی۔ بس یونہی جنون طاری ہوا ہے چودھری صاحب کی ایک ڈانٹ سے ختم ہوجائے گا۔"

"ہوا کیا ہے؟"

"مجھے تمہارے پاس دیکھ لیا گیا تھا۔ یہ لڑکیاں بُری نہیں ہیں، بدکردار نہیں ہیں۔ دھتکاری ہوئی ہیں۔ اس قید سے بُری طرح جھلا گئی ہیں۔ ان کے سامنے کوئی راستہ نہیں ہے۔ بس جو کچھ بھی نظر آتا ہے اسی کی جانب دوڑ پڑتی ہیں۔ یقینی طور پر ان میں سے ہر

ایک نے تم میں دلچسپی لینے کی کوشش کی ہوگی اور اپنے طور پر تم پر چھا جانا چاہا ہوگا۔ لیکن میں بھی ان ہی میں ایک ہوں۔ جو کچھ یہ کرنا چاہتی تھیں وہی میرے بھی ذہن میں تھا۔ اور میں نے بھی اسی کمزوری کا اظہار کیا۔ یہ اس بات سے واقف ہوگئیں مجھ سے کنارا کشی اختیار کرلی انھوں نے۔ تمہارا بھی بائیکاٹ کردیا۔ بس یہ چپقلش ہے ہمارے درمیان۔ میں خوفزدہ ہوگئی کہ کہیں یہ کوئی انتہائی قدم نہ اٹھالیں۔ جھنجھلایا ہوا انسان بہت خطرناک ہوتا ہے۔ چنانچہ میں بھی تمہارے پاس نہیں پہنچ سکی۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ جو کچھ ہو رہا ہے مناسب نہیں ہے۔ ہمیں جرأت سے کام لینا چاہیے۔ چنانچہ میں سب کچھ ٹھکرا کر پھر تمہارے پاس آگئی ہوں۔"

"مگر یہ حل تو نہیں ہے شاہانہ!"

"حل کوئی بھی نہیں ہے ہمارے پاس۔ دیکھ لینا، تم دیکھ لینا اس خاندان کا المیہ۔ دیکھ لینا جس گھر کے سربراہ اپنوں سے آنکھیں چرالیں، وہاں کہیں خوشیاں اور خوشحالی آتی ہے وہاں صرف المیے جنم لیتے ہیں۔ بدترین المیے۔" شاہانہ کی آواز غم میں ڈوب گئی۔ میں اسے غور سے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

"شاہانہ اس کا مطلب ہے کہ چودھری صاحب کا رویہ تم لوگوں کے ساتھ اچھا نہیں ہے۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم ایک فرمائش کرتے ہیں اور وہ ایک لمحے میں پوری ہوجاتی ہے۔ جو کھانا چاہیں، جو پہننا چاہیں جتنی بھی رقم کی ضرورت ہوتی ہے ہمیں مل جاتی ہے۔ بس اس سے زیادہ ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے، کوئی مقام نہیں ہے۔ اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہیں ہم۔ ہماری آرزوئیں، ہمارے جذبات، ہماری عمر سب چودھری صاحب بھگتے ہوئے ہیں۔"

"پھر ایک سوال کرنا چاہتا ہوں برا تو نہیں مانو گی؟"

"نہیں مانوں گی، برا کیسے مانوں گی۔ جہاز جلا دیے ہیں تمہارے لیے۔" وہ کہنے لگی۔

"چودھری صاحب کا رویہ الیاس کے لیے تو اتنا خراب نہیں۔ کیا خیال ہے، میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ وہ الیاس کی خوشی کے لیے سب کچھ کرنے پر آمادہ ہیں۔" شاہانہ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ کہنے لگی۔

"ہاں اس خاندان کی یہی ریت ہے، یہی رسم ہے۔ بہت پہلے بھی اس خاندان میں صرف مردوں کو انسان سمجھا جاتا تھا عورتیں تو گھاس کوڑا ہوتی ہیں۔ ان کی حیثیت صرف اتنی ہوتی ہے کہ گھر سنبھالیں اور مردوں کی ہر فرمائش پوری کریں۔ بس یہی اس گھر کا طریقہ کار ہے۔ الیاس خان ان کا بیٹا ہے۔ جو کچھ بھی ہے سب کچھ اس کے لیے ہے۔ اور چودھری صاحب۔ چودھری صاحب بس یوں سمجھ لیں کہ اگر دنیا میں انھیں کسی سے کوئی رغبت ہے تو وہ چودھری الیاس ہے۔ اس کی ہر جا اور بے جا فرمائش انھوں نے بچپن سے پوری کی ہے اور آج تک پوری کرتے چلے آرہے ہیں۔"

"شاہانہ کیا چودھری الیاس اسی لاڈ پیار کی وجہ سے تو اس کیفیت کا شکار نہیں ہوگیا۔ بعض اوقات بہت سے کیس نفسیاتی طور پر ایسے الجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ بچے جنھیں بچپن سے ہر خواہش پوری ہوجانے کی آسودگی مل جاتی ہے کوئی خواہش باقی نہ رہنے کی وجہ سے ذہنی خلل کا شکار ہوجاتے ہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کون سی فرمائش کریں۔ جس کی تکمیل ہو اور یہ جھنجھلاہٹیں ذہن معطل کردیتی ہیں۔ کیا چودھری الیاس کے بارے میں اس انداز سے کبھی سوچا گیا؟"

"نہیں معلوم مجھے نہیں معلوم۔ بس یوں سمجھ لیں کہ ان کا رالبطہ چودھری رمضان سے رہتا ہے۔ وہ کیا کرتے ہیں، کیسے جیتے ہیں۔ چودھری صاحب ان کے لیے کیا کرتے ہیں۔ آپ یقین کریں نہ یہ باتیں ہمیں بتائی جاتی ہیں نہ ان کے بارے میں ہمیں پوچھنے کی اجازت ہے۔"

"تعجب ہے اتنا آسودہ اور پُرآسائش ماحول اور اس میں آپ جیسے دکھی لوگ۔"

"چلتی ہوں ورنہ، اور نہ۔۔۔" شاہانہ نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور پھر چلی گئی۔ بات بن نہیں پائی تھی۔ میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ یہ جذبات کیفیت ہوسکتا ہے کچھ انکشافات کا باعث بن جائے لیکن شاہانہ سمجھداری سے میری بات کو ٹال گئی تھی۔ اتنا میں بھی جانتا تھا کہ چودھری الیاس پانچ بہنوں کا اکلوتا بھائی ہے۔ بہنیں کسی بھی طرح اپنے ماحول سے برگشتہ ہوں لیکن اپنے اکلوتے بھائی کے نقصان کے بارے میں انہیں سوچیں گی چنانچہ احتیاط ضروری ہے اور پھر رات کو میں نے چودھری رمضان اور چودھری الیاس کی جو گفتگو سنی تھی وہ بھی مجھے انتہائی متاثر رہنے کی ہدایت کرتی تھی بلکہ اب چودھری الیاس سے تو خاص طور سے ہوشیار رہنا تھا کیونکہ چودھری رمضان نے اسے ہوشیار کردیا تھا۔ جو منصوبہ میرے ذہن میں پرورش پا رہا تھا اس کی تکمیل کا ایک دن گزر چکا تھا۔ حافظ جمیل احمد کے ہاں جانا بے حد ضروری تھا۔ نہ جانے فریدہ بے وقوف کوئی اور اقدام کرے گی یا نہیں۔ گھر میں اس کا سچائی سے تذکرہ کردینا اس کی سچی فطرت کی دلیل تھی۔ وہاں جاکر حالات سنبھالنا بھی بے حد ضروری تھا۔

تیاریاں کرکے نکلنے ہی والا تھا کہ غیر متوقع طور پر چودھری

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

الیاس اندر آگیا۔ منہ میں لگے ہوئے بچوں کے بلاجے کو اس نے زور سے پھونک کر بجایا پھر ہاتھ میں پکڑے ہوئے جھنجھنے سے چھن چھنن کرنے لگا۔ اور مسکراتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا میں نے دلچسپ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ اور مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"اخاہ، چھوٹے چودھری صاحب آئیے آئیے، کیسے کیسے مزاج ہیں؟"

"طوطے" الیاس خاں نے بڑے پیار سے مجھے مخاطب کیا۔

"جی حکم"

"تم بولتے ہو"

"جی ہاں میں بولتا ہوں"

"دوستی کرو گے مجھ سے؟" چودھری الیاس بولا اور میں اسے مسکراتی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"کرلیں گے چودھری جلدی کیا ہے؟"

"جلدی کرلو تو اچھا ہے دونوں کا فائدہ ہوگا اس میں طوطے"

"سوچنے دیں، چودھری جی کہیں آپ مجھے بھی پنجرے میں بند نہ کر دیں"

"نہیں بند کریں گے مگر تم بہت بھاری ہو۔ دوستی کرو تو کرلو بڑے مزے کریں گے دونوں، گھومنے پھرنے چلیں گے، سیر کریں گے۔ اچھی اچھی چیزیں دیکھیں گے، کیا سمجھے، اچھی اچھی اچھی"

"ہاں یہ تو ہے، آپ کے ساتھ رہ کر واقعی بڑی اچھی اچھی چیزیں دیکھنے کو ملیں گی چودھری صاحب مگر ذرا ایک دو روز رک جائیے۔ دوستی ہمیشہ گہری ہونی چاہیے۔ ہم کچی دوستی نہیں کرتے"

"پکی کرلو، پکی کرلو نا" اس نے کہا اور اس کے پیچھے اس کی ماں تھل تھل کرتی ہوئی آگئی۔ بیگم صاحبہ بھی عام حالات میں چودھری الیاس کا بہت خیال رکھتی تھیں انھوں مجھے دیکھا اور پھر چودھری کو اور پھر سکوت سے بولیں۔

"میں سمجھی کہیں کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں کر دیا جو تمہیں پریشان کر دے بیٹے"

"نہیں بچی جان، آپ کیا سمجھتی ہیں کیا مجھے اندازہ نہیں ہے حالات کا؟" بچی جان افسردہ ہو گئی تھیں پھر انھوں نے کہا۔

"آؤ الیاس چلیں"

"اماں طوطا لوں گا" چودھری الیاس نے میری طرف اشارہ کرکے کہا

"لے لینا بیٹا، لے لینا جلدی کیا ہے" میں نے کہا اور بیگم صاحبہ اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گئیں۔ دل ہی دل میں میں نے سوچا کہ بیٹے طوطا تو تجھے ایسا دوں گا کہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔

چودھری الیاس کے جانے کے بعد میں نے دیر نہیں لگائی تھی اور تیزی سے باہر نکل آیا تھا۔ البتہ رات کے واقعات کی بنا پر یہ خیال ذہن میں رکھنا تھا کہ چودھری الیاس اگر کوئی کارروائی کرے تو وہ میرے علم میں ہو۔ کیونکہ چودھری رمضان نے اسے ہوشیار کر دیا تھا۔ فرید پور کے لمبے لمبے چکر لگانے لگا۔ ہر اس شخص کو ذہن میں رکھا جس پر شبہ ہو کہ وہ میرا تعاقب کر رہا ہے۔ اور جب اس بات کا یقین ہو گیا کہ ایسی کوئی شخصیت آس پاس موجود نہیں ہے تو میں نے حافظ جمیل احمد کے گھر کی طرف رخ کیا اور چھپتا چھپاتا وہاں پہنچ گیا۔ فریدہ کو اس کے گھر تک پہنچاتے ہوئے میں نے یہ گھر دیکھ لیا تھا۔ دروازے پر دستک دی تو ایک عمر رسیدہ خاتون نے دروازہ کھولا۔ چہرہ غم و یاس کی تصویر بنا ہوا تھا۔ شرافت چہرے پر بکھری ہوئی تھی میں نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے جواب دے کر سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"حافظ صاحب تشریف رکھتے ہیں، ان سے ملنا چاہتا ہوں"

"آپ کا نام کیا ہے بھائی؟" خاتون نے پوچھا۔

"جہانگیر جمال شاہ" میں نے جواب دیا۔ اور خاتون اندر چلی گئیں۔ لیکن شاید حافظ جمیل احمد صاحب نے کسی کی بات کرنے کی آواز سن لی تھی۔ خاتون مڑی ہی تھیں کہ وہ نظر آگئے اور انھوں نے پوچھا۔

"کون ہے؟"

"کوئی جہانگیر میاں ہیں۔ آپ دیکھ لیجیے"

"کون صاحب ہیں؟" حافظ صاحب باہر آگئے۔ میں نے انھیں بھی سلام کیا اور کہا۔

"آپ میرے بارے میں فریدہ یا نعیم میاں سے پوچھ سکتے ہیں کہ میں کون ہوں" حافظ صاحب جلدی سے پیچھے ہٹ کر بولے۔

"اندر تشریف آئیے، براہ کرم اندر تشریف لے آئیے" میں سمجھ گیا کہ انھوں نے مجھے پہچان لیا ہے۔ اندر قدم رکھا تو نعیم باہر نکل آیا۔ دن کی روشنی میں میں نے نعیم کو دیکھا بڑے سادہ سے خدوخال کا مالک، زیادہ سے زیادہ سترہ سالہ نوجوان تھا اس نے بھی مجھے پہچان اور سلام کرکے بولا۔

"ابو، یہی وہ صاحب ہیں"

"میں سمجھ گیا تھا۔ آئیے جہانگیر میاں اندر آجائیے۔ نعیم ذرا دروازہ باہر سے بند کر دو بیٹے" اور میں حافظ جمیل احمد کے

ساتھ ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس غم میں ڈوبے ہوئے ماحول کا مجھے بخوبی اندازہ تھا۔ حافظ صاحب کے کہنے پر میں بیٹھ گیا۔ وہ میرے سامنے بیٹھ کر بولے۔

"عزیزی، ہم تو سولی پر لٹکے ہوئے تھے"

"اوہ! میں معذرت خواہ ہوں کہ کل نہ آسکا"

"ہمیں تمہارے آنے کی امید بھی نہ تھی"

"وہ کیوں؟"

"برا تو نہیں مانو گے ہماری سچائی کا؟"

"بالکل نہیں"

"وعدہ کرتے ہو"

"جی ہاں"

"نعیم کی عمر صرف سترہ سال ہے۔ صرف سترہ سال اور یہ عمر تجربے سے خالی ہوتی ہے"

"یقیناً" میں نے اعتراف میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بیٹے۔ میں بھی اپنے آپ کو بہت زیادہ تجربے کار نہیں سمجھتا۔ فرید پور جیسی جگہ میں عمر گزاری ہے اور یہ چھوٹی سی بستی بہت محدود ہے۔ میں نے اس بستی کے گرم و سرد دیکھے ہیں۔ بہت زیادہ بڑے لوگ نہیں رہتے یہاں۔ ایک دوسرے سے محبت بھی کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دکھ درد کے ساتھی بھی ہیں۔ بہرحال یہ ایک الگ بات ہے جس کا تذکرہ وقت سے کچھ پہلے کر دیا میں نے۔ ایک بات میرے لیے بڑی تعجب خیز ہے جو میرا چھوٹا سا تجربہ مجھے بتا رہا ہے" میں دلچسپی سے حافظ جمیل احمد صاحب کا چہرہ دیکھتا رہا۔ وہ کہنے لگے۔

"مجھے صرف یہ حیرت ہے کہ تم جیسا شخص چودھری رمضان کا مہمان کیوں ہے؟"

"میں اس بارے میں آپ کو بتا دوں گا حافظ صاحب پہلے میں اس سلسلے میں تفصیل سننا چاہتا ہوں۔ جہاں تک میرے چودھری رمضان کا مہمان ہونے کا تعلق ہے تو یوں سمجھ لیجیے کہ میں بے شک ان کا مہمان ہوں لیکن کوئی عزیز یا رشتے دار نہیں، نہ ہی میں ان کا براہ راست دوست ہوں۔ بلکہ یوں سمجھ لیجیے کہ کچھ دلچسپ عوامل ہیں جن کی بنا پر میں اس کوٹھی میں مقیم ہوں"

"بیٹے تم چہرے سے ایک شریف نوجوان معلوم ہوتے ہو۔ ہمارے کچھ تصورات ہی تو ہوتے ہیں جو ہم کسی اجنبی پر اعتماد کر لیتے ہیں۔ بہرحال میرے لیے اب اعتماد اور بے اعتمادی بالکل فالتو چیزیں رہ گئی ہیں۔ ہم جس حادثے سے دوچار ہو چکے ہیں وہ بڑا اعصاب شکن ہے۔ خوف تھا، مجھے خطرہ تھا مگر یہ امید نہیں تھی کہ یہ سب کچھ ایسے ہو جائے گا۔ چودھری رمضان سے میرے تھوڑے بہت تعلقات تھے۔ بہ ظاہر وہ میری عزت کرتے رہے ہیں۔ مجھے امید نہیں تھی کہ ایسا کوئی واقعہ خود میرے ساتھ بھی پیش آجائے گا۔ لیکن غلط فہمی تھی میری۔ مجھے مزید ہوشیار رہنا چاہیے تھا۔ میری بچی جو کچھ بھی ہے کوئی کہانی نہیں سناؤں گا میں اس کے بارے میں۔ بس یوں سمجھ لو بڑی سادہ سی زندگی گزاری ہے اس نے، تھوڑا بہت لکھا پڑھا بھی ہے میں نے اسے اور یہ مزید بدقسمتی ہے کیوں کہ اس کی سوجھ بوجھ اس تعلیم نے کچھ اور گہری کر دی ہے۔ ہم پر کیا گزرے گی، ہم پر کیا بیتے گی اس کا فیصلہ تو آنے والا وقت ہی کرے گا لیکن جو بنی ہو گئی ہے اس کے لیے تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے علم ہے بیٹے کہ اس وقت تم نے فریدہ کو سہارا دیا تھا۔ جب وہ موت کی منتظر تھی۔ وہ گم ہوئی اور ایسے غائب ہو گئی کہ یقین نہیں آتا تھا۔ میرا ذہن صرف اسی سمت گیا تھا اور میں بھی بھٹکے میں پڑ کر بس یہی گتھی سلجھاتا تھا کہ خداوند عالم ہماری رہنمائی کرے ہمیں راستہ دکھا۔ اللہ کی مصلحت بیٹے اللہ ہی جانتا ہے، وہ جس کے لیے جو متعین کرتا ہے وہی ہوتا ہے۔ یہ پہاڑ ہم پر ٹوٹنا تھا۔ خدا جانے اس میں اس کی کیا مصلحت ہے۔ لیکن ہم کم عقل، نابھجھ لوگ اس کی مصلحتوں کو سمجھ نہیں پاتے۔ جو کچھ ہوا اسے ایک باپ کی زبان سے دوبارہ نہ سنو۔ تمام صورت حال تمہارے علم میں آگئی۔ تم نے اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ خاموشی اختیار کرلے لیکن بیٹے وہ اپنے ضمیر کو قتل نہیں کر سکی۔ اُسے قتل کر دیا گیا ہے، اسے فنا کر دیا گیا ہے، اُسے فنا کر دیا گیا ہے۔ لیکن ضمیر کو قتل کرنا اس کے بس میں نہیں تھا۔ اس نے سب کچھ بتا دیا اپنی والدہ کو اور اس کی والدہ نے مجھے۔ وہ خودکشی کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے صرف یہ کہا کہ اس کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے وہ انسان کا گناہ ہے وہ اس گناہ میں شریک نہ ہو تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خودکشی سے نفرت کا اظہار فرمایا ہے۔ اور اسے ایک برا فعل قرار دیا ہے۔ میں نے اپنی بچی سے یہی کہا ہے وہ زندہ درگور تو ہو گئی ہے لیکن خدا کی نافرمانی نہ کرے۔ قصور انسان کا ہے۔ بہرطور تمہارے منع کرنے کے باوجود اس نے یہ سب کچھ بتا دیا۔ میری بدقسمتی یہ کہ نعیم نے بھی یہ سب سن لیا۔ بچہ ہے جانتا تھا کہ مجھ سے اظہار کرے گا تو میں اسے کچھ نہ کرنے کی ہدایت کروں گا اور کسی غلط کام کی اجازت نہیں دوں گا۔ لیکن جوش جذبات میں وہ دیوانہ ہو گیا تھا، کہیں سے خنجر حاصل کرکے وہاں جا پہنچا۔ میرے تو فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ ایسی کوئی حرکت کرنے جا رہا ہے۔ بیٹی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے تو ہاتھ دھو ہی بیٹھا ہوں۔ وہ تو موت کی دہلیز پر جا کھڑی ہوئی ہے، بیٹا بھی چلا جاتا اس میں۔ کیا کر سکتا تھا میں۔ میرے نزدیک تو تم فرشتہ رحمت ہی ہو کہ تم نے نعیم میاں کو روکا، سمجھایا اور سمجھا بجھا کر واپس کر دیا۔ یہ یہاں واپس آئے تو ہمیں پہلے سے علم ہو چکا تھا کہ یہ کچھ کرنے گئے ہیں۔ اب میرے جسم کو دیکھو میں لاتعداد بیماریوں کا شکار ہوں۔ بھلا کیا جدوجہد کر سکتا ہوں۔ زندگی بھر کی کمائی یہی دو بچے تھے۔ انہی پر انحصار کیے ہوئے بیٹھا تھا کہ بڑھاپا کم از کم عزت سے گزر جائے۔ بس یوں سمجھ لو نعیم میاں، اگر کچھ کر بھی ڈالتے تو اس کا نتیجہ کیا ہوتا، ہم لوگ تباہ و برباد ہو جاتے۔ بیٹے سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا۔ تم نے بڑا احسان کیا ہے ہم پر۔ جب نعیم میاں واپس آئے تو جو کچھ بھی میں کہہ سکتا تھا ان سے میں نے کہا۔ وہ خاموشی سے سنتے رہے لیکن جس جذبے کا اظہار انہوں نے کیا میں اس سے کیسے گریز کر سکتا تھا۔ پھر تمہاری بات نکل آئی اور نعیم میاں نے مجھے یہ تفصیل بتائی۔ میں لرز تا تھا، یہ سوچ کر کہ پتا نہیں تم کون ہو۔ جب چودھری رمضان کے ہاں رہ رہے ہو تو ہمارے ہمدرد کیسے ہو سکتے ہو؟ بیٹے معاف کرنا اس صاف گوئی کو اور کیا سوچتا میں۔"

میں خاموشی سے حافظ جمیل احمد کو دیکھتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں آپ کی سوچ بالکل بجا تھی۔ لیکن جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ آسمانوں سے جو کچھ ہوتا ہے وہ بہتری کے لیے ہوتا ہے۔ میں نے بھی اتفاق سے نعیم کو دیکھ لیا اور سمجھا بجھا کر واپس کر دیا۔ حافظ صاحب میں شہر سے آیا ہوا ہوں۔ کچھ ایسے تعلقات ہیں چودھری رمضان کے گھرانے سے جن کی کوئی بڑی حیثیت نہیں ہے۔ چودھری صاحب نے مجھے اپنے گھر رکھا ہوا ہے اور یہیں رہ کر میری تھوڑی بہت معلومات چودھری الیاس کے بارے میں ہو گئی ہیں اور اب یہ بات کسی شبے کا باعث نہیں ہے کہ چودھری الیاس پاگل پن کی آڑ میں بھیانک ڈرامے کھیل رہا ہے۔ وہ ایک ہوس پرست نوجوان ہے جس نے شیطنیت اپنا لی ہے اور اس نے اپنی شیطنیت کا شکار اس بستی کی معصوم لڑکیوں کو بنایا ہے۔ بہرحال ایک انسان ہونے کے ناطے جو جذبہ نعیم کے دل میں ابھرا ہے۔ وہی میرے سینے میں بھی موجود ہے۔"

"ہاں نعیم نے مجھے بتایا تھا۔ تمہارے الفاظ سناتے تھے۔ اس نے کہا تھا کہ میری بیٹی نعیم ہی کی بہن نہیں۔ تمہاری بھی بہن ہے اور نعیم کا دوسرا بھائی بہن کا انتقام لینے کے لیے وہاں موجود ہے۔ بہت بڑے الفاظ ہیں بیٹے، یہ میرے لیے لیکن بدنصیب شخص یعنی میں تمہیں ان کا صلہ نہیں دے سکتا خیر اب مجھے یہ بتاؤ کہ میری تقدیر کا آئندہ فیصلہ کیا ہے؟"

"جمیل احمد صاحب، جو واقعہ ہو چکا ہے میری رائے ہے کہ یہ سوچ کر یہ گناہ آپ کی بیٹی کا نہیں ہے بلکہ یہ تو صرف ایک حادثہ ہے آپ اس بات کو بالکل ہی ہضم کر جائیے کیا ضرورت ہے دنیا کو اس بارے میں بتانے کی۔ کون آپ کا ساتھ دے گا، میں نے جس قدر میری معلومات ہیں یہ سنا ہے کہ اس بستی کا رہنے والا کوئی بھی شخص چودھری رمضان کے بارے میں زبان نہیں کھول سکتا۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ۔ کوئی بھی یہ نہیں کہے گا کہ آپ کی بیٹی کو کوئی حادثہ پیش آ چکا ہے۔ فریدہ کو بھی سمجھائیے۔ میں نے اسے سمجھایا تھا۔ پھر کسی وقت فریدہ سے بات کروں گا۔ لیکن فی الحال ایک سوال پیدا ہوتا ہے جمیل احمد صاحب کہ کیا اس شیطان کے خلاف بستی کا کوئی بھی فرد کچھ کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔ آپ بھی تو اس حادثے کا شکار ہوئے ہیں کیا اس کی برائی سے آپ کو انکار ہے۔ اگر انکار نہیں ہے تو اس سلسلے میں اپنا تھوڑا بہت فرض ادا کیجیے گا۔"

"بیٹے! جان کی قربانی دے کر اگر اس شیطان سے نجات مل سکے تو خدا کی قسم میں تیار ہوں۔ مگر رہنمائی درکار ہوگی۔ میرے بوڑھے ہاتھوں میں تو اتنی طاقت بھی نہیں ہے کہ نعیم کی طرح وہاں پہنچ کر اس شخص کو ہلاک کرنے کی کوشش کروں۔"

تو پھر یوں سمجھیے کہ جو کچھ میں نے آپ سے کہا یعنی نعیم سے کہا، وہ ایک سچ ہے۔ میں، نعیم اور آپ مل کر فریدہ کا انتقام لیں گے اور اس سلسلے میں آپ کو میرا کچھ کام کرنا ہوگا۔"

"خلوص دل سے تیار ہوں۔ جان کا نذرانہ دے کر بھی یہ سب کچھ کروں گا۔"

پہلا سوال یہ ہے کہ کیا چودھری رمضان اپنے بیٹے چودھری الیاس کی ان حرکتوں سے واقف ہے؟"

"سو فیصدی بیٹے، سو فیصدی۔ بھلا اس جیسے سخت انسان کی رضا کے بغیر چودھری الیاس یہ سب کچھ کر سکتا ہے؟"

"مگر اس کی اجازت چودھری رمضان نے چودھری الیاس کو کیوں دی ہے؟"

"اس لیے کہ وہ اس کا اکلوتا بیٹا ہے۔ چودھری رمضان یا گھلوں کی طرح اسے چاہتا ہے، اس کی ہر خواہش پوری کرنے کے لیے چودھری رمضان نے نہ جانے کیا کیا، کیا ہے۔ پوری بستی

اس بات کی گواہ ہے۔"

"مگر یہ اجازت دینا؟"

"ہاں چودھری رمضان کا ماضی بھی بہت اچھا نہیں رہا ہے۔ جب سے اس کی بیٹیاں جوان ہوئی ہیں۔ تب سے اس نے اپنی حرکتوں کو چھوڑا ہے، البتہ اس کا باپ یعنی چودھری الیاس کا دادا ایک نیک انسان تھا۔ چودھری رمضان کی جوانی کی داستانیں بہت کچھ سنی ہیں۔ بیٹا بھی انہی راہوں پر چل رہا ہے اور چودھری رمضان نے اس کی محبت سے مجبور ہو کر اسے ہر طرح کی آزادی دے رکھی ہے۔"

"یہ بھول کر کہ کسی نہ کسی لمحے وہ کسی نہ کسی کا شکار ہو جائے گا۔"

"ہاں دولت کے نشے میں چور لوگ یہ ساری باتیں بھول جاتے ہیں۔ وہ اپنے گرد حصار قائم کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ اب اس حصار کو عبور کرنے والا روئے زمین پر کوئی نہیں رہ گیا۔ لیکن اس حصار کو عبور کرنے والا ایک انسان ضرور ہوتا ہے۔ بیٹے میرا ایمان ہے کہ ایسا انسان ضرور ہوتا ہے۔"

"وہ انسان آپ ہو سکتے ہیں حافظ صاحب، نعیم ہو سکتا ہے۔"

"ہم؟" حافظ صاحب بولے۔

"کیوں نہیں حافظ صاحب۔"

"ہم بے وسیلہ ہیں۔ بستی کے بہت سے لوگ ہم سے زیادہ طاقتور ہیں۔ لیکن وہ بھی ظلم سہہ رہے ہیں۔"

"حافظ صاحب ہمت کریں۔ یہ ذمے داری قبول کریں۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو بیٹے؟ جو کچھ کہنا چاہتے ہو کھل کر کہو۔" حافظ جمیل احمد نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں چودھری الیاس کو اس کے گناہوں کی سزا دلوانا چاہتا ہوں۔ یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔"

"اگر تم یہ حوصلہ رکھتے ہو تو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔"

"جو کچھ کروں گا میں کروں گا آپ کو صرف میرا ساتھ دینا ہوگا۔"

"میں تیار ہوں۔"

"آپ کو دارالحکومت جانا ہوگا۔"

"دل و جان سے، مگر ایک سوال کر سکتا ہوں۔"

"کیجیے!"

"چودھری سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔"

"ہے۔"

"کیا؟" حافظ صاحب نے حیرانی سے پوچھا۔

"میرے اور ان کے درمیان نفرت کا رشتہ ہے۔ محبت تو سب ہی اپنے بچوں سے کرتے ہیں مگر دوسروں کو جانور سمجھ لینا انسانیت تو نہیں ہے۔ وہ اپنے جنونی بیٹے کی ہوس پوری کرنے کے لیے جو کچھ کر رہا ہے وہ قابل نفرت ہے اور میرا اس سے یہی رشتہ ہے۔ میں اسے کتے کی موت مار دینا چاہتا ہوں۔"

"تب یوں سمجھ لو تمہارے مقصد کی تکمیل کے لیے میری زندگی کا نذرانہ پہلی قربانی ہوگی۔"

"میں آپ کو ایک پتا ذہن نشین کرائے دیتا ہوں۔ آپ کو میرا ایک خط وہاں لے جانا ہوگا۔"

"میں یہ کام پوری خوشی سے کروں گا۔"

"براہ کرم مجھے کاغذ اور قلم مہیا کر دیں۔" میں نے کہا اور حافظ صاحب مستعدی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے مجھے میری مطلوبہ چیزیں مہیا کر دی تھیں۔ اور پھر وہ میرے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ میں یکسوئی سے اپنا کام کروں۔ میں نے آفتاب کمال کو خط لکھا۔

"ڈیئر آفتاب! اس بار میرے پاس ذرا ایک مختلف قسم کا کیس ہے جس میں نہ کوئی بین الاقوامی مجرم ہے، نہ ملک کے خلاف کوئی سازش ہوئی ہے۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ ملک کے خلاف سازش صرف وہی نہیں ہوتی جو غیر ملکی ایجنٹ کیا کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات اندر جو کچھ ہوتا ہے وہ بے حد خوفناک ہوتا ہے۔ شہباز احمد صاحب نے ملک کی سلامتی کا ایک حصہ ہمارے سپرد کیا ہے اور ہم اسی پر کام کرتے ہیں۔ ملک کی صرف زمین اور مٹی کی سلامتی نہیں ہے بلکہ اس میں بسنے والے لاتعداد انسانوں کو زندگی کی تمام سہولتیں فراہم کرنا بھی ہمارے فرائض میں داخل ہے۔ اس بار ہمارا سابقہ ایک ایسے مجرم سے ہے جو ایک خونخوار بھیڑیا ہے۔ اس خونخوار بھیڑیے نے ایک پنجرہ بنایا ہوا ہے۔ اس پنجرے میں لاتعداد معصوم پرندے موجود ہیں۔ بھیڑیا انہیں دیکھتا ہے، مسکراتا ہے اور جب اس کا دل چاہتا ہے اس میں سے ایک پرندہ نکال کر اسے چیر پھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ میں نے مختصراً انکشاف فرید پور کے بارے میں بتایا تھا اور یہ بھی بتایا تھا کہ میں جا کر کچھ کام کرنا چاہتا ہوں۔ سو میں کام کر رہا ہوں۔ مزید تفصیل یوں سمجھو کہ فرید پور کا سب سے بڑا زمیندار چودھری رمضان ہے۔ چودھری رمضان ایک بااثر اور بارسوخ آدمی ہے۔ اس کا ایک بیٹا ہے جو بظاہر ولیانہ بنا ہوا ہے لیکن درحقیقت وہ ایک وحشی انسان ہے۔ ہوس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے ہاتھوں ستایا ہوا، موت برسانے والا۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کا باپ چودھری رمضان اس کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے لیکن اس لیے وہ اپنے بیٹے کے کرتوتوں پر پردہ ڈالتا رہتا ہے کہ وہ اس کا اکلوتا بیٹا ہے۔ چہیتا اور اکلوتا۔ یقینی طور پر بیٹے نے اسے اسی طرح مجبور کر دیا ہوگا کہ اب وہ بیٹے کے ہاتھوں بلیک میل ہو رہا ہے۔ مائی ڈیئر آفتاب کمال بہت سے خطرناک کیس تم نے بھی نمٹائے ہیں لیکن یہ مسئلہ ذرا مختلف ہے۔ یہ اثر و رسوخ والا باپ اپنے بیٹے کے گرد حصار قائم کر چکا ہے۔ یہاں اس بستی میں انسان، انسان کا مالک ہے۔ اور سب کمر جھکے اور سسکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہمیں یہ حصار توڑنا ہے۔ اور باپ بیٹے کو آخری انجام تک پہنچانا ہے۔ میرا خیال ہے تم سمجھ گئے ہوگے۔ میں اسی کوٹھی میں مقیم ہوں۔ جہاں وہ رہتا ہے۔ ان سب لوگوں سے میری شناسائی ہے۔ اور میری نگاہوں میں ایسے مشکوک کردار آ چکے ہیں جن سے میں صورتِ حال کا اندازہ لگا سکتا ہوں لیکن ہمیں ثبوت درکار ہوں گے۔ میں چاہوں تو اسے خاموشی سے گردن کاٹ کر ختم کر دوں اور اس طرح یہ کھیل ہی ختم کر آؤں۔ یہ میرے لیے بالکل مشکل کام نہیں ہے لیکن ایک اور مسئلہ ہے اس شخص کے جرم کا شکار ایک ایسا شخص ہے جو بے گناہ ہے اس لیے قتل کے الزام میں سزا بھگت رہا ہے کہ وہ اس کا رازدار بن گیا تھا ایک ظلم کا شکار ہو کر اگر ہم نے اس کے خلاف ثبوت حاصل نہ کیے تو وہ شخص رہا نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ مجبوری ہے۔ یہ ساری کہانی میں نے تمہارے گوش گزار کر دی۔ اور اس کے بعد فیصلہ تم کر سکتے ہو کہ تمہیں کرنا ہے میں صرف اتنا کہوں گا کہ یہاں مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ ہمیں ٹھوس ثبوت فراہم کرنے ہوں گے اور اس کے سارے انتظامات تمہیں کرنے ہیں۔ اس اثر و رسوخ والے شخص نے مقامی داروغہ کو بھی اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔ اس شخص کا نام زمین خاں ہے اور یہاں کے تھانہ چوکی پر وہ انچارج ہے۔ چنانچہ اسے بھی دیکھنا ہے۔ میرے خیال میں بس اتنا کہہ دینا کافی ہے۔ جو صاحب یہ خط تمہارے پاس پہنچیں گے وہ یہاں کے ایک معزز شخص ہیں، نام ہے جمیل احمد۔ اور وہ بھی اس شخص کے ظلم کا شکار ہیں۔ رضاکارانہ طور پر تم تک آنے کے لیے تیار ہوئے ہیں۔ احترام کے ساتھ انھیں خوش آمدید کہنا اور بہتر یہ ہوگا کہ تم ان کے ساتھ ہی فرید پور آ جانا۔ یہاں تم کس طرح آؤ گے، یہ بات مجھ سے زیادہ تم بہتر جانتے ہو۔

جہانگیر جمال شاہ۔"

"خط بند کر کے میں نے حافظ جمیل احمد صاحب کے حوالے کر دیا۔ اور انھوں نے بڑے احترام سے اپنے لباس میں رکھ لیا کہنے لگے۔

"دوپہر تک روانہ ہو جاؤں گا کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ ہاں تم ذرا ان دونوں کو اور سمجھا دو۔ میری مراد فریدہ اور نعیم سے ہے یہ کوئی ایسا عمل نہ کریں کہ جس سے ہمارا سارا مقصد ادھورا رہ جائے۔"

"ہاں ہاں، کیوں نہیں۔ نعیم میاں تو سامنے موجود ہی ہیں ان سے میں اتنا کہوں گا کہ جب کسی کے خلاف کوئی کارروائی کی جاتی ہے تو اس کے لیے احتیاط اور رازداری شرط ہوتی ہے ہم صرف جذبات میں مارے جاتے ہیں۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں بس اس بات پر یقین رکھا جائے کہ اس کے نتائج صرف اور صرف یہ برآمد ہوں گے کہ چودھری الیاس کو سزائے موت ملے گی۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ یہ میرا عہد ہے اور اس میں نعیم مجھے تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔ اپنے آپ کو بالکل غیر جذباتی بنا لو۔ کسی کو شبہ تک نہ ہونے دو کہ تم کسی ذہنی کشمکش کا شکار ہو۔ ہاں اگر میں اس کوشش میں ناکام ہو جاؤں تو تم سے اعتراف کر لوں گا اور اس اعتراف کے بعد تمہیں اختیار ہوگا کہ جو تمہارا جی چاہے کرو۔"

"آپ مطمئن رہیں میں جو کچھ کر چکا ہوں اسے کبھی نہیں دہراؤں گا۔" نعیم نے کہا اور اس کے بعد فریدہ سے سامنا ہوا وہ مضمحل اور نڈھال نظر آ رہی تھی میں نے اس سے چند الفاظ کہے تھے۔

"فریدہ! ہم سڑک پر چل رہے ہوتے ہیں اور کوئی حادثہ پیش آ جاتا ہے ہمیں۔ وہ حادثہ ہمیں جسم کے ایسے حصوں سے محروم کر دیتا ہے جو ہماری زندگی کی اہم ترین ضرورت ہوتے ہیں۔ لیکن حادثہ صرف حادثہ ہوتا ہے اور اس کے بعد جینا بھی پڑتا ہے۔ میں تم سے صرف اتنا کہوں گا کہ جو کچھ ہو چکا ہے بیشک بہت برا ہے لیکن اسے دوسروں کے لیے دکھ نہ بناؤ۔ مجرم کو سزا مل جائے گی اور اس کے بعد تم ذہنی طور پر اپنے آپ کو اپنے لیے نہیں تو اپنے والد بھائی اور والدہ کے لیے مطمئن کرنے کی کوشش کرو۔ بس اس سے زیادہ تم سے کچھ اور کہنا بے مقصد ہی ہے۔"

کچھ دیر وہاں رکنے کے بعد میں حافظ جمیل احمد صاحب سے اجازت لے کر نکل آیا اور اس کے بعد خواہ مخواہ کافی دیر تک فرید پور کی گلیوں اور سڑکوں پر گھومتا رہا۔ اور اس کے

بعد کوٹھی واپس چلا آیا۔ یہاں کوئی خاص بات نہیں تھی تنویر سے اندر داخل ہوتے ہوئے ملاقات ہو گئی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تو اس نے رخ تبدیل کر لیا۔

"تنویر صاحبہ!" میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ سپاٹ چہرہ لیے میرے قریب آ گئی۔

"جی فرمائیے۔"

"میں سخت بور ہو رہا ہوں۔" تنویر نے ہونٹ کھولے لیکن پھر خاموش ہو گئی۔ اور چند منٹ تک اسی طرح کھڑی رہی۔

"تنویر صاحبہ! میں بور ہو رہا ہوں۔" میں نے پھر کہا۔

"اتفاق سے چودھری رمضان صاحب نے جاتے ہوئے ہمیں یہ ہدایت نہیں کی کہ ہم آپ کی دلبستگی کا سامان بھی کریں۔" اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

"آپ کا وہ اخلاق کہاں گیا جس کا مظاہرہ آپ ابتدا میں کرتی رہی ہیں؟"

"پتا نہیں۔" اس نے جواب دیا۔ ثریا تھوڑے فاصلے پر گزرتے ہوئے کھڑی ہو گئی تھی۔ تنویر نے اسے آواز دی اور کہنے لگی۔

"ثریا باجی، جہانگیر صاحب بور ہو رہے ہیں آپ ادھر آ جائیے۔" یہ کہہ کر تنویر آگے بڑھ گئی میرے دل میں تتلیاں مچل رہے تھے۔ بڑا لطف آ رہا تھا ان لوگوں کی اس کیفیت سے۔ بہرحال انھیں میری وجہ سے ایک المیے سے دوچار ہونا پڑے گا۔ یہ بات وہ نہیں جانتی تھیں، میں جانتا تھا۔ ثریا قریب آ گئی کہنے لگی۔

"جی جہانگیر صاحب!"

"بھئی آپ لوگوں نے کیا رویہ اختیار کیا ہوا ہے میرے ساتھ۔ کوئی غلطی ہو گئی ہے تو اس کی نشان دہی کر دیجیے گا۔ یہ کیا بات ہے کہ یہاں میں بالکل اکیلا ہو گیا ہوں۔" ثریا خاموشی سے مجھے دیکھتی پھر اس نے کہا۔

"آپ نے جس کھیل کا یہاں آغاز کیا ہے کم از کم ہمارے والد بزرگوار اس کے لیے ہمیں مجبور نہیں کر سکتے۔ جہانگیر صاحب ہم نے آپ کو غلط سمجھا تھا۔ بہتر ہے کہ جتنا وقت آپ یہاں گزارنا چاہتے ہیں گزاریے اور ہم کو اس کے لیے مجبور نہ کیجیے کہ ہم آپ سے کوئی تلخ بات کہیں۔"

"ٹھیک ہے، میرا خیال ہے آپ سب نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ میرے ساتھ یہ سلوک کیا جائے گا۔ اس کے بارے میں

کچھ وقت یہاں ضرور گزاروں گا کیونکہ چودھری صاحب کا حکم ہے۔"

"تو پھر حکم ماننے میں ہمیں کیا اعتراض ہے۔" ثریا بھی آگے بڑھ گئی۔ لے دے کر شام باندرہ جاتی تھی۔ جو شام کو پانچ ساڑھے پانچ بجے لوٹی ملی، اور مجھ سے بہت دیر تک باتیں کرتی رہی۔ آفتاب کمال کے آنے تک میں ہر قسم کے عمل سے دور رہنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی مجرسلوں ہی گزرا۔ میں نے اس دوران الیاس خان پر بھی کوئی توجہ نہیں دی تھی، اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ دراصل میں کسی کو بھی موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ آفتاب کمال کا انتظار دوسرے دن بھی کیا۔ میں جانتا تھا کہ اتنی جلدی اس کا پہنچنا ممکن نہیں ہوگا۔ البتہ تیسرے دن تقریباً گیارہ بجے میں معمول کے مطابق کوٹھی سے نکل کر ادھر ادھر گھومتا ہوا حافظ جمیل احمد صاحب کے گھر پہنچ گیا۔ تو وہاں میں نے آفتاب کمال کو دیکھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے سلام کیا تھا۔ اور میں مسکراتا ہوا اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا تھا۔

"کہیے سر، کیسی گزر رہی ہے؟"

"بالکل ٹھیک۔ تم کب آئے؟"

"ابھی آدھا گھنٹہ ہوا ہوگا۔" حافظ جمیل احمد صاحب خاموش بیٹھے ہوئے تھے میں نے کہا۔

"تمہیں میرا خط مل گیا؟"

"ظاہر ہے۔"

"انتظامات کر لیے؟"

"یقیناً سر!"

"گڈ، ویری گڈ۔ تنہا آئے ہو؟"

"نہیں۔" آفتاب کمال بولا۔ اور میں چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ آفتاب کمال نے فوراً کہا۔

"نہیں سر میں تنہا نہیں آیا بلکہ تقریباً آٹھ افراد میرے ساتھ ہیں۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ فرید پور کے بائیں سمت ایک گیسٹ ہاؤس مل گیا ہے۔ زوار و دراز علاقے میں ہے گزرتے ہوئے اسے دیکھ لیا تھا۔ بائی روڈ آیا ہوں چنانچہ ان لوگوں کو میں نے گیسٹ ہاؤس منتقل کر دیا ہے۔ گیسٹ ہاؤس میں ایک بوڑھا چوکیدار ہے جو بڑا تعاون کرنے والا ہے۔ اپنی عمر بیوی کے ساتھ وہیں رہتا ہے۔"

"اوہ گڈ، ویری گڈ۔ میں نے تو اس گیسٹ کو دیکھا ہی نہیں تھا۔"

Uploaded By

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اتفاق ہے سر اور پھر آپ بائی روڈ کہاں آئے تھے؟"

"وہ جگہ اطمینان بخش ہے؟"

"نہ ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میرے آدمی اطراف کی پوری پوری نگرانی کریں گے۔" حافظ جمیل احمد کہنے لگے۔

"آفتاب صاحب تو بہت شاندار شخصیت کے مالک ہیں۔ جہانگیر میاں میں تو ان سے مل کر بہت متاثر ہوا ہوں۔ البتہ کچھ باتیں میرے ذہن میں بُری طرح کھٹک رہی ہیں۔" حافظ جمیل احمد بولے۔

"جی وہ کیا؟"

"ان کا تعلق براہ راست کسی خاص تصور سے نہیں ہے بلکہ ذرا کچھ عجیب عجیب سا لگ رہا ہے یہ سب اس لیے پوچھ رہا ہوں۔" وہ رُکے۔

"نہیں نہیں۔ آپ پوچھیے۔"

"یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ لوگوں کا تعلق کسی بھی طور خاتون کا تحفظ کرنے والے اداروں سے ہے؟"

"اگر آپ یوں سمجھ لیں حافظ صاحب کہ ہمارا تعلق ان افراد سے ہے جو اپنے وطن سے برائیاں دُور کرنا چاہتے ہیں تو اس میں سب کچھ شامل ہو جاتا ہے۔"

"یقیناً بیٹے درست کہا آپ نے فرض تو سب ہی کا بنتا ہے لیکن سب با اختیار نہیں ہوتے۔ بہرحال میں اس کی بہت زیادہ کرید نہیں کروں گا۔ میرے لیے کیا خدمت ہے؟"

"بس حافظ صاحب، آپ سے اجازت درکار ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں آفتاب کو اپنے ساتھ لے جاؤں؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں اس سلسلے میں؟" انھوں نے کہا اور میں آفتاب کمال کے ساتھ باہر نکل آیا۔ وہ خالی ہاتھ ہی تھا سادہ سے لباس میں ملبوس اس طرح کہ کوئی اس کی جانب خصوصی توجہ نہ دے۔ آفتاب کمال جن بے پناہ صلاحیتوں کا مالک تھا ان کا اعتراف تو مجھے بھی ہمیشہ ہی سے تھا۔ ہم لوگ چھپتے چھپاتے گیسٹ ہاؤس کی جانب چل پڑے۔ مجھے تو یہ بات انتہائی متاثر کر رہی تھی کہ آفتاب نے کوئی ایسی جگہ تلاش کر لی ہے پہلے ہی مرحلے میں وہ بلاشبہ کچھ سوچ سمجھ کر یہاں آیا ہوگا۔ میں راستہ خاموشی سے طے کرتا رہا اور کچھ دیر کے بعد ہم گیسٹ ہاؤس پہنچ گئے۔ بہت زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ اور پیدل وہاں تک جانے میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے اس بوسیدہ گیسٹ ہاؤس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر چودھری الیاس کے پاس وہ ٹوٹی حویلی نہ ہوتی تو اس کا دوسرا بہترین ٹھکانا یہ گیسٹ ہاؤس ہی ہو سکتا تھا مگر تمھاری دریافت خوب ہے آفتاب کمال۔ کسے ساتھ لائے ہو؟"

"سر اسٹاف کے افراد کو لے آیا ہوں۔ ان میں ایک خاتون بھی ہیں۔"

"کون۔ ہمارے اسٹاف میں خاتون کون ہیں؟"

"وہ بہت دن سے ہمارے اسٹاف میں شامل ہونے کی کوشش کر رہی ہیں میں نے انھیں باز رکھنے کی کوشش کی ہے۔"

"تم نے؟"

"جی سر!"

"مگر کبھی میرا تعارف نہیں کرایا تم نے ان سے۔"

"سر شرم آتی تھی۔" آفتاب کمال نے گردن جھکا کر کہا۔

"ہیں؟" میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"جی ہاں۔ میری کزن لگتی ہیں لیکن بہ ضد ہیں کہ مستقبل کے کسی بھی حصے میں ان سے شادی کر لوں۔"

"لو ہو مائی گاڈ۔ تو یہ مسئلہ ہے۔ خوب خوب۔ گویا زندگی میں پہلی بار جناب آفتاب کمال صاحب آپ نے اپنے کسی ذاتی مسئلے کا مجھ سے تذکرہ کیا ہے؟"

"سر اس کے لیے موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ آپ ایک مسئلے سے نمٹنے کے بعد دوسرے میں مصروف ہو جایا کرتے تھے۔ اور پھر میں نے یہ سوچا تھا کہ زندگی ذرا کسی مناسب زاویے پر آ جائے تو اس کے بعد آپ ہی کو اس سلسلے میں زحمت دوں گا۔ آپ کو علم ہے کہ میرا اور تو کوئی ہے نہیں۔"

"کیا نام ہے ان خاتون کا؟"

"رضوانہ!"

"اور اس وقت ان کے یہاں لانے کا مقصد؟"

"آپ پر اپنی کارکردگی کا اظہار کرنا چاہتی ہیں تاکہ آپ انھیں بھی اپنے ٹیم ورک میں شامل کر لیں۔"

"بھئی بہت خوب۔ میں تو سمجھتا ہوں ضرورت بھی تھی اور پھر ایک شخصیت چلو ذرا ان سے ملاؤ جلدی سے مجھے۔"

رضوانہ بہت خوب صورت لڑکی تھی۔ چہرے ہی سے ذہانت کا پیکر نظر آتی تھی۔ مجھ سے بڑے خلوص سے ملی اور کہنے لگی۔

"سر آپ مجھے اپنے بارے میں کچھ بتائیں۔ میرا خیال ہے جتنا آپ اپنے بارے میں جانتے ہیں اتنا میں بھی جانتی ہوں۔"

"عجب ہوا ہے مجھے یہ الفاظ سن کر میں تو سمجھتا ہوں میری شناسائی بہت کم ہے؟"

"جتنی بھی کم ہے سر اکم از کم میں آپ سے واقف ہوں؟"

"اچھا یہ بتاؤ آفتاب کہ مس رضوانہ کو یہاں لانے کا کوئی خاص تصور ہے تمھارے ذہن میں؟"

"جی سر۔" آفتاب کمال نے کہا۔

"وہ کیا؟"

"ان کے سامنے بتانے میں کوئی حرج نہیں سمجھا آپ نے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا ہے جو حسن پرست ہے اور اپنی ہوس پرستی کو ہر شکل میں استعمال کر لیتا ہے۔ میرا خیال ہے رضوانہ اس شخص کو شاندار طریقے سے کنٹرول کر سکتی ہیں، اگر ضرورت پیش آئے۔" میں نے حیران نگاہوں سے آفتاب کمال کو دیکھا تو وہ بولا۔

"مس رضوانہ پر مجھے مکمل اعتماد ہے۔ اور پھر اپنی کارکردگی کا اظہار انھوں نے اسی انداز میں کرنا چاہا ہے۔"

"بھئی آئیڈیا بھی بہت اچھا ہے لیکن ابھی ہم اس پر غور کریں گے ویسے کیا یہ تمام لوگ اس گیسٹ ہاؤس میں کچھ زیادہ عرصے قیام کر سکتے ہیں؟"

"سر کوئی مشکل نہیں ہے۔ ہمارے پاس گاڑی بھی موجود ہے اور یہاں آتے ہوئے ہم نے خورد و نوش وغیرہ کا بھی معقول بندوبست کر لیا ہے یہ سوچ کر کہ شاید انھیں کہیں جنگلوں وغیرہ میں چھپنا پڑے۔ اگر یہ گیسٹ ہاؤس نہ ملتا تب بھی میں انھیں بستی فرید پور نہ لاتا۔ بلکہ کوئی ایسی پوشیدہ جگہ تلاش کرتا جہاں یہ لوگ منظرِ عام پر نہ آ سکیں۔ دراصل ایسی بستیوں میں اجنبیوں کو فوراً ہی شناخت کر لیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد بہت سی مشکلات راستے میں آ جاتی ہیں۔ اس لیے میں نے یہ تصور بھی ذہن میں رکھا تھا۔"

میں نے تحسین آمیز نگاہوں سے آفتاب کمال کو دیکھا۔ اس کی شخصیت کے باکمال ہونے کا اعتراف تو ہزاروں بار کر چکا تھا۔ اس بار بھی اس نے اپنی ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ بعد میں اس نے مجھے بہت سی چیزیں دکھائیں ان میں خصوصی قسم کے چھوٹے چھوٹے کیمرے تھے۔ مووی کیمرے بھی تھے اور ڈکٹو فون بھی۔ یہ ساری چیزیں وہ اس لیے لایا تھا کہ کسی بھی چیز کی ضرورت کسی بھی لمحے پیش آ سکتی ہے۔ میں نے اس کی کارکردگی پر اظہارِ اطمینان کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے یقین تھا آفتاب کمال کہ تم مکمل طور پر تیار ہو کر آؤ گے۔ اچھا اب ذرا اس موضوع پر بات ہو جائے۔ میں تمھیں مزید تفصیل بتائے دیتا ہوں۔" میں نے کہا اور چودھری الیاس کے بارے میں ساری تفصیلات بتانے لگا۔ چودھری رمضان کے اور اس کے درمیان ہونے والی گفتگو بھی آفتاب کمال کو بتائی اور آفتاب نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"سر، اس کا مطلب ہے کہ سب کچھ چودھری رمضان کی نگرانی میں ہو رہا ہے۔ یہ بھی ایک نفسیاتی معاملہ ہے۔ باپ بیٹے کے ہاتھوں مجبور ہو گیا ہے اس کی محبت سے۔ اور خود بھی ان جرائم کا باقاعدہ حصے دار بن گیا ہے۔"

"دلچسپ بات یہ ہے آفتاب کہ چودھری رمضان ڈی۔ آئی۔ جی تیمور جمال کے دوست ہیں!"

"جی؟" آفتاب اچھل پڑا۔

"ہاں، یہ ایک بالکل ہی الگ مسئلہ ہے۔ لیکن بہرحال یہ کوئی موضوع نہیں ہے۔ ظاہر ہے ڈی۔ آئی۔ جی صاحب یہ نہیں جانتے ہوں گے کہ چودھری رمضان نے فرید پور میں کیا کیا آفت مچائی ہوئی ہے یا اس کے بیٹے نے کیا کچھ کیا ہے حافظ جمیل احمد کا مسئلہ دیکھ لو۔ ان کی بیٹی زندہ درگور ہے۔ وہ بھی چودھری الیاس کی درندگی کا شکار ہوئی ہے۔"

"سر ایک بات ہے اتنا بڑا اداکار دیکھنے کی چیز ہوگا۔"

"ہاں وہ بچہ بنا رہتا ہے اور شاید اس کے تمام ہی گھر والے یہ بات جانتے ہیں کہ وہ اداکاری کر رہا ہے اگر ایسا نہ ہوتا اور وہ کسی ذہنی کجی کا شکار ہوتا تو میرے خیال میں چودھری رمضان اسے پوری دُنیا میں علاج کے لیے لے جا سکتا تھا۔"

"یقیناً یقیناً لیکن بہرحال اس نے چودھری الیاس کو مجرمانہ طور پر تحفظ فراہم کیا ہے۔ وہ بھی اس کے جرم میں برابر کا شریک ہے۔"

"بالکل اور اسے بھی اس جرم کی سزا ملے گی۔ اچھا اب ایک اور کردار ہے جسے ہمیں سامنے رکھنا ہے۔ وہ جیسا کہ میں نے تمھیں بتایا علاقے کا داروغہ ہے، نام ہے اس کا زمین خان۔ جیسا کہ عموماً ہوتا آیا ہے وہ چودھری رمضان کے اثر میں ہے اور چودھری کے خلاف کوئی کام کبھی نہیں ہونے دیتا۔ صاف ظاہر ہے اسے تحفظ فراہم کیا گیا ہوگا اور اس کا تبادلہ نہ ہونے دیا گیا ہوگا۔ وہ بھی من مانی کرتا ہوگا۔ لیکن اس سلسلے میں وہ اہم گواہ ہے۔" آفتاب کمال کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"یقیناً سر یہ بات بھی لازمی ہے کہ چودھری الیاس کو قانون کے حوالے کر کے ہمیں اس شخص کے بارے میں ثبوت فراہم کرنا ہوں گے جو بے گناہ سزا بھگت رہا ہے اور اس کے لیے ہمیں چند گواہوں کی ضرورت پیش آئے گی۔ یہ سارا کیس تو ہمیں

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خود ہی دیکھ لوں گا۔ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے لیکن اہم بات گواہوں کو اکٹھے کرنا ضروری ہے۔"

"تو پھر زمین خان کے بارے میں کیا فیصلہ کیا؟"

"سر اسے دارالحکومت کی سیر کرا دیتے ہیں۔"

"کیسے؟"

"ہو جائے گا، یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

"مگر مجھے بتاؤ تو سہی کیا کرو گے؟" آفتاب کمال مسکرا دیا پھر اس نے کہا۔

"ایک آدمی اس کے پاس رپورٹ لے کر جائے گا۔ اور اس سے کہے گا کہ یہاں گیسٹ ہاؤس میں کوئی ایسا مجرم چھپا ہے جس کے پاس لاکھوں روپے موجود ہیں یا پھر کوئی اور ایسی کہانی سنا دے گا اسے۔ جس کی بنیاد پر وہ یہاں پہنچ جائے گا۔ اور اس کے بعد یہاں سے ہم اسے دارالحکومت روانہ کر دیں گے۔"

"گویا، گویا۔"

"جی سر!"

"میرا خیال ہے یہ ایک دلچسپ مسئلہ ہے۔ ایسا کرو آج رات کی پہلی کارروائی یہی کر لو۔ زمین خان کو ہم یہاں بلا لیتے ہیں لیکن اگر ایسی کسی بات کا تذکرہ تم نے اس سے کیا تو اس کے ساتھ پولیس کے مزید افراد بھی آئیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ کوئی اور چکر چلاؤ۔" آفتاب کمال کچھ سوچنے لگا پھر اس نے کہا۔

"تو پھر آپ اطمینان رکھیے سر، میں اسے یہاں کسی ایسی رقم کے بارے میں بتا دوں گا جو بیگ میں بھری ہوئی ہے۔ اور لاد ادرک پڑی ہے ایسے وقت میں وہ تنہا ہی آئے گا۔"

"کس وقت کرو گے یہ کام؟"

"رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ نو بجے سر!"

"بس پھر ٹھیک ہے۔ میں بھی تمہیں یہیں گیسٹ ہاؤس میں ملوں گا۔" میں نے کہا اس کے بعد میرے اور آفتاب کمال کے درمیان بہت سی باتیں ہوتے لگیں۔ بہت سے مسئلے طے کیے۔ رضوانہ کے مسئلے میں ابھی خاموشی اختیار کر لی گئی۔ کیونکہ میں نے آفتاب کمال کو بتایا تھا کہ میرے چودھری الیاس سے ایسے تعلقات نہیں قائم ہو سکے اور خصوصاً ایسے وقت جب کہ چودھری رمضان نے اسے ہوشیار کر دیا ہے چودھری الیاس ایسے کسی مسئلے میں پھنسنے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس کی کارروائیوں کی پوری تفصیل کیمرے میں اتار لی جائے اور اس کے بعد ایسا کوئی عمل کیا جائے جس سے ہم اس پر ہاتھ ڈال سکیں۔"

"ٹھیک ہے سر اسی انداز میں کام کر لیا جائے گا۔"

"تم لوگوں کو یہاں تکلیف تو ہوئی۔"

"نہیں سر پکنک ہو گئی ہے اچھی خاصی، تمام ہی لوگ خوش ہیں۔"

"ویسے محتاط رہنا پڑے گا۔ کیونکہ علاقہ بہت زیادہ وسیع نہیں ہے۔"

"آپ اطمینان رکھیں، ہم پورا پورا خیال رکھیں گے۔" اسی رات میں ایک بار پھر کوٹھی سے نکل کر گیسٹ ہاؤس میں پہنچ گیا۔ حافظ جمیل احمد کے گھر کو ویسے تو ہم نے برانچ آفس بنایا ہوا تھا لیکن ابھی اسے مشکوک بھی نہیں کرنا چاہتے تھے مجھے باہر آنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ اور کسی نے میرا راستہ نہیں روکا تھا۔ جو غلط فہمی ان لڑکیوں کے درمیان آپس میں ہو گئی تھی اس سے مجھے بھی فائدہ پہنچا تھا اور فائدہ یہ تھا کہ انھوں نے میرا پیچھا چھوڑ دیا تھا۔ گیسٹ ہاؤس میں، میں رضوانہ سے باتیں کرتا۔ باقی افراد میرا احترام کرتے تھے۔ اور دوسرے کمروں میں تھے۔ چوکیدار اور اس کی بیوی کو ان لوگوں نے بہ آسانی سنبھال لیا تھا۔ اور وہ ان کی مسلسل خدمت گزاری کر رہا تھا۔ غالباً اس گیسٹ ہاؤس میں کوئی بھی قیام کرنے نہیں آتا ہوگا اس کی تفصیل ہمیں چوکیدار سے معلوم ہو گئی تھی گیسٹ ہاؤس کی حالت بھی یہی بتاتی تھی۔ جو جگہ ان لوگوں نے اپنی رہائش کے لیے استعمال کی تھی اس کی بھی انھوں نے خود ہی صفائی ستھرائی کر لی تھی۔ تقریباً ساڑھے نو بجے تھے کہ آفتاب کمال گیسٹ ہاؤس میں داخل ہو گیا۔ اس کے ساتھ ایک موٹا تازہ آدمی سادہ لباس میں ملبوس تھا۔ البتہ یہ لوگ پولیس جیپ میں ہی آئے تھے۔ آفتاب کمال نے دلچسپ حلیہ بنایا ہوا تھا وہ ایک سادہ سا دیہاتی معلوم ہوتا تھا۔ آنکھوں میں کاجل اور سر پر پگڑی پہن کر اس نے اپنے آپ کو بالکل دیہاتی بنا لیا تھا۔ تمام لوگ چونکہ پہلے سے اس پروگرام سے واقف تھے اس لیے چھپ گئے تھے۔ آفتاب کمال، زمین خان کو ساتھ لیے ہوئے اس کمرے میں آ گیا۔ جہاں میں موجود تھا۔ زمین خان مجھے دیکھ کر چونک پڑا۔ اس نے پھٹی پھٹی نظروں سے آفتاب کمال کو دیکھا اور بولا۔

"یہ کون ہے بھئی؟"

"یہی تو وہ بیگ ہے جس میں نوٹ ہی نوٹ بھرے ہوئے ہیں۔"

"کیا؟" زمین خان نے آنکھیں پھاڑ لیں۔ آفتاب کمال مجھ سے کہنے لگا۔

"یہی زمین خان صاحب ہیں۔ یہاں کی چوکی کے داروغہ۔ اب آپ وہ نوٹوں سے بھرا ہوا بیگ ان کے حوالے کر دیجیے جو درحقیقت قانون کی ملکیت ہے۔ اور ہم کسی طرح اپنی تحویل میں نہیں رکھ سکتے۔"

"اوہ بھئی، تو تو بڑی بڑھیا زبان بولنے لگا۔" زمین خان نے آفتاب کمال کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

"ہاں بھئی کہاں ہے وہ نوٹوں کا بیگ؟ اسے قانون کے حوالے کر دو۔"

"آفتاب دروازہ بند کر دو۔" میں نے کہا اور آفتاب نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔ زمین خان حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔

"تمہارا نام زمین خان ہے؟"

"اوہ جی ہم اس علاقے کے داروغہ ہیں۔"

"داروغہ جی کچھ کام ہے ہمیں آپ سے۔"

"کیا بکواس ہے؟"

"ہمیں آپ سے کچھ کام ہے داروغہ جی؟"

"کیا کام ہے؟"

"کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں آپ سے۔"

"او کیا بکواس کر رہے ہو۔ وہ نوٹوں کا بھرا ہوا بیگ کہاں ہے؟"

"نوٹوں کا بیگ تو یہاں کوئی نہیں ہے داروغہ جی، بس یوں سمجھ لیجیے کہ آپ کو بلایا گیا تھا۔"

"دھوکا اور چار سو بیسی قاتلانہ حملہ۔" زمین خان نے کہا۔

"قاتلانہ حملہ ابھی نہیں ہوا آپ پر لیکن ہو سکتا ہے دھوکا فراڈ، چار سو بیسی ہم نہیں، آپ کرتے رہے ہیں۔"

"سنو بھئی میں تم دونوں کو ایک بات بتا دوں، میں بڑا ٹیڑھا آدمی ہوں۔ اور تم مجھے دھوکا دے کر یہاں لائے ہو۔ اس آدمی نے کہا تھا کہ اس نے گیسٹ ہاؤس میں نوٹوں سے بھرا ہوا ایک بیگ دیکھا۔ شاید کوئی مجرم اسے یہاں چھپا کر چلا گیا ہے۔ اس میں لاکھوں روپے کے نوٹ بھرے ہوئے ہیں۔ میں اسے قانون کی تحویل میں لینے آیا تھا۔ مگر پتا چلتا ہے کہ تم نے مجھے دھوکے سے بلایا ہے۔ اوہ بھئی کیا معلومات حاصل کرنی ہیں مجھ سے اور کیا تمہیں یہ پتا نہیں کہ میں تم دونوں کو گرفتار کر کے لے جاؤں گا۔"

"آپ اکیلے آئے ہیں نا زمین خان صاحب؟"

"لو میں اکیلا ہی تم سب کے لیے کافی ہوں۔ آجاؤ ذرا ہو جائیں وہ، وہ ہاتھ پہلوانی کی بے دھیانی تک۔" زمین خان تیار ہو گیا اور میں مسکراتا ہوا آگے بڑھ آیا۔

"تو پھر آئیے زمین خان صاحب، پہلے ہم آپ کو زمین بوس بچھا دیں اس کے بعد آپ سے بات ہو جائے گی۔"

"دیکھو جھگڑا کرنا شریفوں کا کام نہیں ہے۔ میں تمہیں بتائے دیتا ہوں بس ہاتھ پاؤں ٹوٹ جائے گا تمہارا۔ میں نے بہت دن سے پہلوانی چھوڑی ہوئی ہے مگر بڑے داؤ پیچ جانتا ہوں میں۔"

"تو پھر آئیے نا ہو جائے۔"

"نہیں بھئی میرے کپڑے خراب ہو جائیں گے۔ بیٹھ باتیں کرو کیا چاہتے ہو؟"

"یہی تو ہم بھی کہہ رہے تھے خان صاحب، بہتر طریقہ یہی ہے کہ آپ ہم سے بات کریں۔ اچھا اب یہ بتائیے کہ چودھری رمضان سے آپ کب سے واقفیت رکھتے ہیں؟"

"چودھری رمضان سے؟ اوہ بھئی جب سے یہاں نوکری کی ہے۔"

"کتنا عرصہ ہو گیا آپ کو یہاں نوکری کرتے ہوئے؟"

"کوئی چھ سال ہو گئے۔"

"تبادلہ نہیں ہوا آپ کا؟"

"اوہ بھئی یہ بڑی اچھی جگہ ہے۔ آب و ہوا بھی بہت اچھی ہے ہم تبادلہ خود ہی نہیں کرانا چاہتے۔"

"اور آپ کی مدد چودھری رمضان نے کی ہے۔"

"چودھری صاحب تو سب ہی کی مدد کرتے ہیں یہاں۔ مگر قصہ کیا ہے؟ چودھری صاحب کی بات بیچ میں کیوں آ گئی۔"

"جو معلومات ہم تم سے حاصل کرنا چاہتے ہیں نا زمین خان صاحب وہ چودھری رمضان ہی سے متعلق ہے۔"

"اور ان کے خلاف ہے؟" زمین خان نے پوچھا۔

"خلاف بھی ہو سکتی ہے۔"

"تو ان کے خلاف ہم ایک لفظ بھی نہیں بولیں گے۔ سمجھے اور تم یہ کیا کر رہے ہو؟ اسے پولیس سے سوال کر رہے ہو۔ تمہیں یہ نہیں پتا کہ پانچ پانچ سال کی قید کرا دوں گا تم لوگوں کو اس الزام میں۔ پولیس کو دھوکا دینا آسان بات نہیں ہے تم نے قانون کو دھوکا دیا ہے۔"

"دیکھیے زمین خان صاحب آپ جس ادارے سے تعلق

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رکھتے ہیں وہ ہمارے لیے بھی باعثِ احترام ہے لیکن یہاں معاملہ بالکل انفرادی ہو گیا ہے۔ اور ویسے بھی آپ سادہ لباس میں ہیں۔ چنانچہ اگر آپ کے ساتھ کوئی زیادتی ہو گئی تو آپ ترانہ مہائے گا۔ ہم قابلِ معافی ہوں گے۔"

"او بھئی عجیب بات کرتے ہو تم لوگ۔ گھیر لیا ہے ایک تو مجھے۔"

"چودھری رمضان کے بارے میں بتائیے ہمیں۔"

"او کیا بتاؤں۔ بہت شریف آدمی ہے۔ اتنا نیک آدمی ہے کہ پورے فرید پور میں کوئی دوسرا نہیں ہو گا۔"

"اور اس کا بیٹا چودھری الیاس؟"

"چودھری الیاس کو کیا ہوا؟" زمین خان نے کہا۔

"وہ کس قسم کا آدمی ہے؟"

"او بھئی وہ آدمی ہے ہی کہاں۔ بے چارہ پاگل ہے پاگل۔ پاگل ہو چکا ہے وہ۔ دماغ خراب ہے اس کا۔"

"اور اس کے باوجود وہ یہاں وارداتیں کرتا رہتا ہے۔"

"وہ وارداتیں کرتا ہے۔ کیسی وارداتیں؟"

"ایک قتل ہوا تھا یہاں۔ احسان کے گھر پر۔"

"ہاں ہوا تھا۔"

"کس نے قتل کیا تھا؟"

"وہ ایک لڑکا تھا، شاید مختار نام تھا اس کا۔"

"آپ نے تفتیش کی تھی؟"

"ہاں کی تھی۔"

"اور ثبوت مل گئے تھے آپ کو؟"

"ثبوت نہ ملتے تو قانون اسے سزا کیسے دیتا؟"

"آپ نے گواہی دی ہو گی اس کے خلاف؟"

"ہاں دی تھی۔"

"اور یہ گواہی دینے کے لیے آپ کو چودھری رمضان نے مجبور کیا ہو گا؟"

"او تھیں کیا۔ ہمارا اور اس کا معاملہ ہے۔"

"زمین خاں صاحب آپ پھنس چکے ہیں۔ اور یہ سمجھ لیجیے کہ ایسے جال میں پھنس چکے ہیں کہ نوکری کا تو خیر کوئی مسئلہ نہیں ہے، زندگی کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ آپ کو ساری تفصیل عدالت میں بتانا ہو گی۔ یہ بتانا ہو گا کہ چودھری الیاس اصل میں اس لڑکی کا قاتل ہے اور آپ نے چودھری رمضان کے کہنے پر اس کا فیور کیا تھا۔"

"ہم یہ عدالت میں بتائیں گے ہمارا دماغ خراب ہے کیا؟"

"آپ کو بتانا ہو گا۔ کیوں کہ یہ حقیقت ہے۔"

"او بھئی ٹھیک ہے، حقیقت ہے مگر کیا تم چودھری رمضان کے سامنے بھی یہ بات کہہ سکتے ہو؟"

"زمین خان صاحب! اس وقت ہمارا مسئلہ آپ سے ہے چودھری رمضان سے تو بعد میں بات ہو گی۔"

"او چھوڑو اے چھوڑو۔ کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑ گئے ہو۔ آخر تم لوگ ہو کون۔ چودھری رمضان کے دشمن لگتے ہو۔ اگر کوئی دشمنی ہے تو ہم تمہاری ان سے بات کرا دیں۔ کیا چاہیے؟"

"آپ بات کرا سکتے ہیں زمین خان صاحب؟"

"او بھئی چودھری صاحب ہماری بات مانتے ہیں اور ہم چودھری صاحب کی بات مانتے ہیں۔ الیاس نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ ہمیں معلوم ہے لیکن چودھری رمضان اس سلسلے میں بڑی بڑی رقمیں خرچ کر دیتے ہیں۔ جو مانگو گے مل جائے گا۔"

"اس لڑکی کو قتل الیاس ہی نے کیا تھا؟"

"ہاں بھئی وہ اس بات پر تل گئی تھی کہ سب کو تفصیلات بتا دے گی۔"

"اور آپ کو یہ بات معلوم تھی؟"

"او کہہ تو دیا نا، ہمارے چودھری صاحب سے بڑے تعلقات ہیں۔ مگر تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس ٹیپ ریکارڈر پر ریکارڈ کرنے کے لیے۔" میں نے آفتاب کمال کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ آفتاب کمال عقب میں موجود تھا اور ٹیپ ریکارڈر میں زمین خاں کی ساری باتیں ریکارڈ ہو رہی تھیں۔ زمین خان کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ میں نے آفتاب سے کہا۔

"آفتاب جن لوگوں کے ساتھ زمین خان صاحب کو روانہ کرنا ہے وہ تیار ہیں؟"

"جی سر! بالکل تیار ہیں۔"

"بلاؤ۔" آفتاب کے کہنے پر دو تین افراد اندر آ گئے۔ اور زمین خان کو چکر آ گیا۔ لیکن ہم نے اسے زمین پر گرنے نہیں دیا۔ آفتاب کمال نے کلوروفارم سے بھیگا ہوا رومال اس کی ناک پر رکھا۔ اور زمین خان دو چار بار ہاتھ پاؤں مار کر رہ گیا۔ دو آدمیوں کو اس کے ساتھ شہر روانہ کر دیا گیا تھا۔

آفتاب کمال ہنسنے لگا۔

"عجیب آدمی تھا۔ کیسا عجیب و غریب اور کتنا ڈیٹ

"مجھے تو بڑے تجربات ہو رہے ہیں آفتاب کمال۔ ہم بیرونی دنیا میں ان خطرناک لوگوں کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں جو ہمارے ملک کے دشمن تھے۔ ملک انسانوں سے ہوتا ہے اور ہمارے شہری اس بات کے مستحق ہیں کہ انھیں بھی قانون پورا پورا تحفظ فراہم کرے۔ لیکن چودھری رمضان جیسے لوگ کس طرح قانون کو اپنے لیے کھلونا بنا لیتے ہیں۔ اور اس سے من مانی کھیل کھیلتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے خلاف کام بھی ایک اہم کام ہے۔ یوں سمجھو اس کیس کے سلسلے میں میری رہنمائی ہوئی ہے اور یہ اشارہ ملا ہے مجھے کہ ایسے تمام واقعات کو علم میں لا کر ان لوگوں کو سزائیں بھی دلواؤں جو اپنے آپ کو بہت طاقتور سمجھ لیتے ہیں۔"

"سر! یہ ایک نیک کام ہے اور آپ اطمینان رکھیں جب بھی آپ نے مجھے اس جانب متوجہ کیا ایسے بہت سے معاملات لا کر آپ کے سامنے رکھ دوں گا۔ سر قانون کے لحاظ سے مکمل ہوتا ہے اور اس میں کوئی لچک نہیں ہوتی لیکن قانون کی آنکھ صرف ثبوت دیکھتی ہے۔ ظاہر ہے جو ثبوت اسے فراہم کیے جائیں گے وہ انھیں کے تحت اپنے احکامات صادر کر سکتی ہے لیکن چودھری رمضان جیسے لوگ قانون کو دھوکا دیتے ہیں۔ بے شمار بے گناہ افراد قانون کی بس نشان دہی کے ذریعے سزائیں بھگت رہے ہیں اور ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے۔ آپ جب بھی کہیں گے میں ایسے لوگوں کے بارے میں تفصیلات حاصل کروں گا۔"

"ہم اس سلسلے میں ایک باقاعدہ پروگرام ترتیب دیں گے آفتاب کمال یہ کام کرنا ہے۔ اچھا ہمیں اس سلسلے کے دوسرے اہم قدم کا فیصلہ کرنا ہے۔ میرے خیال میں بہت زیادہ گھماؤ پھراؤ کی ضرورت نہیں ہے۔ فقرو نامی ملازم میرے قبضے میں آ چکا ہے۔ یہ شخص چودھری الیاس کے لیے ہر طرح کے کام انجام دیتا ہے۔ ایک رات میں نے اس پر ہاتھ ڈالنے کا فیصلہ بھی کر لیا تھا لیکن درمیان میں کچھ دوسرے مسائل آ گئے اس لیے رک گیا۔ میرے خیال میں اب فقرو کو ہم تک پہنچانا ہوں۔"

"سر آپ اس کی نشان دہی کر دیجیے۔ میں خود اسے اٹھا لاؤں گا۔"

"نہیں، کل کا دن تو بہرحال ہے۔ کل کی رات ہمیں یہاں گزارنی ہو گی۔ فقرو میرے ساتھ ہو گا۔" آفتاب کمال کو ہدایات دینے کے بعد میں ایک بار پھر کوٹھی پہنچ گیا۔ کوٹھی کے ماحول میں کوئی تبدیلی نہیں تھی البتہ آج چچی جان یعنی بیگم صاحبہ خصوصی طور پر مجھ سے میرے کمرے میں ملاقات کی۔ عجیب سے چہرے کے ساتھ اندر داخل ہوئی تھیں۔

"خیریت چچی جان، مجھے طلب کر لیا ہوتا۔"

"نہیں بیٹے۔ بس یونہی دل چاہا تو تمہارے پاس آ گئی۔"

"فرمائیے۔ کوئی خاص بات تو نہیں ہے؟"

"بالکل خاص بات نہیں ہے۔ بس یہ پوچھ رہی تھی کہ یہاں تمھیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

"نہیں چچی جان کوئی تکلیف نہیں۔"

"یہ لڑکیوں سے تمہاری کچھ ان بن ہو گئی ہے کیا؟"

"نہیں تو کس نے کہا آپ سے؟"

"نہیں شروع میں سب تمھارے گرد پھیلی ہوئی تھیں۔ اور اب کچھ کھنچی کھنچی سی رہتی ہیں۔"

"میں اس سلسلے میں کیا عرض کر سکتا ہوں چچی جان! آپ کا بھی مہمان ہوں اور ان کا بھی جو رویہ وہ میرے ساتھ رکھیں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"بس میں معلوم کرنا چاہتی تھی۔"

"چچی جان آپ کا کیا خیال ہے؟ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"خیر چھوڑیے۔ الیاس کیا کر رہا ہے؟" میں نے سوال کیا اور چچی جان چونک کر مجھے دیکھنے لگیں۔ پھر بولیں۔

"اپنے کمرے میں ہے آرام کرنے چلا گیا ہے۔"

"چچی جان، وہ آپ کا اکلوتا بیٹا ہے۔"

"تو پھر؟"

"میرا خیال ہے آپ نے اس کی ذہنی حالت درست کرنے میں ایک ماں کی حیثیت سے اپنا کردار سرانجام نہیں دیا۔" میرے ان الفاظ پر بیگم صاحبہ کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے غم کے تاثرات ابھر آئے۔ پھر انھوں نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں شاید ایسا ہے۔"

"وہ درست ہو سکتا تھا۔ اس کی تربیت بہتر ہو سکتی تھی۔ کیوں توجہ نہ دی آپ نے چچی جان؟" بیگم صاحبہ نے سرد آہ بھر کر کہا۔

"اس لیے کہ مجھے اس سے دور رکھا گیا۔ بیٹے شوہر کی برائی شاید ہی کوئی عورت کر سکے۔ لیکن بعض اوقات دل کے آبلے اتنے خراب ہو جاتے ہیں کہ پھوڑے بغیر چارہ کار نہیں ہوتا۔ چودھری رمضان کا تعلق ایک ایسے خاندان سے ہے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جہاں عورت کو صحیح معنوں میں پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا ہے۔ اور اس کی حدود مقرر کر دی جاتی ہیں۔ بیٹیوں کو بالکل بے حقیقت بنا دیا جاتا ہے۔ چودھری رمضان بھی اپنے خاندانی رسم و رواج پر عمل پیرا ہیں۔ بیٹے کو دیوانوں کی طرح چاہتے ہیں۔ اور بیٹیوں کی جانب کوئی توجہ نہیں ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ اگر چودھری رمضان چاہتے تو الیاس کی یہ کیفیت نہ ہوتی۔"

"گویا باجی جان۔" میں نے کہنا چاہا لیکن بیگم صاحبہ نے ہاتھ اٹھا کر مجھے روک دیا۔

"بس خدا کے لیے بس۔ یہ میری زندگی کا تاریک پہلو ہے۔ یہ میری دکھتی ہوئی رگ ہے اس پر ہاتھ نہ ڈالو۔"

"آپ کسی بہت بڑے دکھ سے بھی دوچار ہو سکتی ہیں چچی جان۔ کیا ماں کی حیثیت سے چودھری الیاس کو پیش آنے والے کسی حادثے کو آپ محسوس نہیں کریں گی۔"

"خدا نہ کرے اسے کوئی حادثہ پیش آئے لیکن اگر میں ایسا کروں گی بھی تو چودھری صاحب مجھے اس کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"آپ کو احتجاج کرنا چاہیے تھا۔" میں نے کہا اور بیگم صاحبہ پھیکے سے انداز میں ہنس دیں پھر بولیں۔

"ہمارے ہاں احتجاج نہیں ہوتے اور اگر ہوتے بھی ہیں تو ان کے نتائج بہت خراب نکلتے ہیں۔" میں خاموش ہو گیا اس ماں کو غم برداشت کرنا پڑے گا۔ حقیقت ہے کہ بیگم صاحبہ کو شدید غم کا سامنا کرنا ہو گا۔ اب یہ ان کے اپنے معاملات ہیں کہ کس سلسلے میں وہ کہاں مجبور ہیں۔ اور کہاں مجبور نہیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ چلی گئیں۔ اور میں بہت سی باتیں سوچتا رہا۔ دوسری صبح ناشتے پر چودھری الیاس ملا تھا جب معمول تھا۔ مجھے طوطا طوطا کہتا رہا۔ اس سے آگے اس کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ البتہ اس نے بیگم صاحبہ سے شکایت کرتے ہوئے کہا۔

"اماں یہ دوستی نہیں کرتا۔"

"کیوں بیٹے! کیوں نہیں کرتے یہ تم سے دوستی؟"

"برا ہے اماں۔ بہت برا ہے یہ۔" میں مسکرا دیا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں چودھری الیاس! در حقیقت میں بہت برا ہوں۔ لیکن میں نہیں چاہتا کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔" کسی نے اس بات پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ بہر طور وقت گزر گیا۔ چودھری الیاس اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ میں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ فقرو کو میں نے باہر لان پر پکڑا تھا۔ اور بڑی محبت سے مخاطب کیا تھا۔ فقرو چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔

"کیا کر رہے ہیں فقرو صاحب!" میرے فقرو صاحب کہنے پر وہ خوش ہو گیا۔ کہنے لگا۔

"صاحب نمک حلالی کر رہے ہیں۔ دو روٹیاں کما رہے ہیں اور کیا کریں گے ہم جیسے غریب لوگ۔"

"ارے واہ، تم تو مجھے بہت شاندار آدمی نظر آتے ہو فقرو۔ تم غریب کیسے ہو گئے؟" فقرو ہنسنے لگا پھر بولا۔

"لیجیے صاحب بھلا نوکر بھی شاندار ہونے لگے۔ شاندار تو آپ لوگ ہیں صاحب۔ شان تو آپ کی ہے۔"

"کیا بات ہے فقرو کیسی باتیں کر رہے ہو۔ میرا تو خیال ہے کہ تمہیں بہت سے انعام وغیرہ مل جاتے ہوں گے اس گھر سے۔ اور ملنے بھی چاہئیں۔ تم جیسا آدمی جو مالکوں کا اتنا وفادار ہو اسے مالکوں سے بھی کوئی شکایت ہو۔"

"نہیں صاحب کوئی شکایت نہیں ہے ہمیں۔ بس آپ نے بات کی اور ہم نے جواب دے دیا۔"

"لیکن تم نے مجھے دکھی کر دیا فقرو۔ کیا تم مالی پریشانیوں کا شکار رہتے ہو فقرو؟"

"ہم نے کب کہا صاحب!"

"تم، تمہارے چہرے پر غم کے سائے لہرا رہے ہیں۔ اس کا مقصد ہے ضرور کوئی بات ہے۔ خیر۔ فقرو میں اور تو تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ یہ ایک چھوٹی سی رقم ہے۔" میں نے سو سو کے دس نوٹ نکالے اور فقرو کے ہاتھ پر رکھ دیے فقرو منہ پھاڑے کھڑا رہ گیا تھا۔

"صاحب۔۔۔ صاحب۔"

"رکھ لو یار۔ روزانہ مجھ سے اتنے پیسے لے لیا کرو میں کسی کے چہرے پر غم کے سائے نہیں دیکھ سکتا۔ یہ میری کمزوری ہے۔"

"صاحب آپ بہت عظیم ہیں۔ بہت بڑا دل رکھتے ہیں آپ۔ اتنا بڑا دل تو یہ حویلی والے بھی نہیں رکھتے۔ صاحب کسی کا دکھ سمجھنا اور اسے دور کرنا عام آدمیوں کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ ایسے دل خدا کسی کسی کو ہی دیتا ہے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ صاحب۔ میری جان بھی آپ کے لیے حاضر ہے۔"

"نہیں یار مجھے کسی کی جان نہیں چاہیے۔ بس میرے دل نے کہا کہ تم دکھی ہو۔ میں نے اپنی اوقات کے مطابق تمہاری مدد کر دی۔" فقرو پر سو، سو کے یہ نوٹ بجلی بن کر گرے

تھے۔ سارا دن میری خاطر مدارات میں لگا رہا۔ شام کو لوٹا تو بے وہ مجھے ملا تو میں نے اس سے کہا۔

"تمہاری چھٹی کس وقت ہوتی ہے فقرو؟"

"چھٹی ہر وقت ہوتی ہے صاحب۔ جب کوئی حکم ہوتا ہے بتا دیا جاتا ہے، ورنہ چھٹی ہی چھٹی۔"

"بس یونہی سوچ رہا تھا کہ تمہارے ساتھ تھوڑی بہت سیر کی جائے۔ اکیلا بور ہو رہا تھا۔"

"ارے چلیں صاحب ایسی کیا بات ہے۔ جدھر دل چاہے چلیں۔ گھوڑے تیار کر لوں؟"

"پیدل ہی چلیں گے یار۔ بس بستی کے ایک دو چکر لگائیں گے۔ اور واپس آ جائیں گے۔ لیکن اگر تمہیں کوئی کام ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

"کوئی کام نہیں ہے صاحب ابھی تیار ہو جاتا ہوں۔" فقرو نے کہا اور ہم تھوڑی دیر کے بعد ٹہلتے ہوئے باہر نکل آئے۔ فقرو مجھ سے شہر کی باتیں پوچھ رہا تھا۔ اور میں اسے ایسی ایسی حیرت انگیز کہانیاں سنا رہا تھا کہ اس کا ذہن ان کہانیوں میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ شہر کے بارے میں جو داستانیں میں نے اسے سنائیں انھوں نے اسے بہت متاثر کیا۔ کہنے لگا۔

"صاحب ہمارے صاحب کا بھی یہی خیال ہے کہ چھوٹے سرکار کو بھی شہر بھیج دیا جائے۔ چھوٹے سرکار بھی بہت دنوں سے ضد کر رہے ہیں کہ شہر جاؤں گا۔ میں نے بھی صاحب سے سفارش کی کہ صاحب آپ الیاس چودھری کو شہر بھیج دیں۔ میں ان کی پوری پوری نگرانی کروں گا۔ ہو سکتا ہے ہمارے صاحب تیار ہو جائیں۔ صاحب وہاں شہر میں آپ ہمیں ملیں گے نا۔"

"کیوں نہیں فقرو بلکہ جب تم وہاں آؤ تو پہلے مجھے اطلاع دے دینا۔ ہر طرح کے انتظامات کر دوں گا۔"

"بہت دل چاہتا تھا صاحب شہر دیکھنے کو۔ ہم تو کنویں کے مینڈک ہیں۔ یہیں فرید پور میں پیدا ہوئے اور یہیں مر جائیں گے۔ ہمارے ابا بھی ایسے ہی یہاں پیدا ہو کر یہیں مر گئے تھے۔ باہر نکلنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ بس دل چاہتا ہے کہ ایک بار شہر ضرور دیکھیں۔"

"جب شہر آؤ فقرو تو تم خاص طور سے میرے مہمان رہنا۔ تم مجھے بہت دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو۔" فقرو کو اس طرح بہلاتے باتوں کے جال میں پھنسایا کہ بستی سے دور گیسٹ ہاؤس کے علاقے میں نکال لایا۔ اور میں نے بہ خوبی دیکھ لیا کہ آفتاب کمال کے آدمی اب آس پاس بکھرے ہوئے ہیں۔ اور ہمارا پیچھا کر رہے ہیں۔ تاریکی پھیل گئی۔ فقرو نے چونک کر کہا۔

"اب واپس چلیں صاحب۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔"

"کوئی جلدی ہے فقرو؟"

"نہیں بس ہم غلط جگہ نکل آئے ہیں۔ ادھر کوئی آتا جاتا نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"بس ایسے ہی صاحب بس ویران سی جگہ ہے۔ وہ تھوڑے فاصلے پر ایک گیسٹ ہاؤس ہے۔ بس ایک چوکیدار اور اس کی بیوی وہاں رہتے ہیں۔ مگر اتنا ٹوٹ پھوٹ چکا ہے کوئی اس کی طرف جاتا نہیں۔ سنسان ہی پڑا رہتا ہے یہ علاقہ۔"

"کیا اس علاقے میں کبھی کوئی ایسی واردات ہوئی فقرو جس سے لوگ خوفزدہ ہیں۔"

"ہوتی رہتی ہیں صاحب۔ بُرے لوگ تو ہر جگہ ہوتے ہیں۔ ایک دو بار اغوا کی وارداتیں ہوئی ہیں۔" میں نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے۔ گیسٹ ہاؤس اب اتنی دور رہ گیا تھا کہ یہاں سے فقرو کو بہ آسانی وہاں لے جایا جا سکتا تھا۔ میں یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ فقرو میرے ساتھ گیسٹ ہاؤس تک نہیں جائے گا۔ چنانچہ اب اس کو اٹھا کر لے جانے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ آس پاس کا ماحول بھی اس کام کے لیے مناسب تھا۔ ہاتھ اٹھانے کا مطلب یہ تھا کہ اب آفتاب کمال کے آدمی اپنا کام کر لیں۔ چنانچہ وہ چہرے پر رومال باندھے ہوئے ہمارے پاس آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں پستول دبے ہوئے تھے۔ اور انھوں نے آتے ہی بڑی خطرناک آوازیں نکالی تھیں۔ فقرو کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ انھوں نے میری کمر پر بھی پستول رکھ دیا تھا۔ اور پھر ان میں سے ایک نے غرائی ہوئی آواز میں کہا تھا۔

"چلو۔"

"کک۔۔۔ کہاں۔"

"چلتے ہو یا گولی اتار دیں تمہارے سینے میں۔" اس شخص نے مجھ سے کہا اور میں دونوں ہاتھ اٹھائے آگے بڑھنے لگا۔ فقرو بھی میری دیکھا دیکھی خوفزدہ انداز میں قدم اٹھاتا ہوا گیسٹ ہاؤس کی جانب چل پڑا تھا۔ آفتاب کمال کے آدمی ہمیں لیے ہوئے گیسٹ ہاؤس میں داخل ہو گئے۔ فقرو خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ گیسٹ ہاؤس میں پہنچنے کے بعد ہمیں اس مخصوص کمرے میں لے جایا گیا جہاں آفتاب کمال اپنے بھرپور ڈرامے کے ساتھ موجود تھا۔ اس نے چہرے پر نقاب پہنی ہوئی تھی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں نے ایک نظر میں جائزہ لے لیا کہ کمرے میں اس نے تمام معقول انتظامات کر رکھے ہیں۔ تیز روشنی ہو رہی تھی اور مجھے علم تھا کہ ویڈیو کیمرہ آن ہے۔ ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ آفتاب کمال نے غراتے ہوئے انداز میں مجھ سے کہا۔

"تم اس طرف کھڑے ہو جاؤ۔" میں سہمے ہوئے قدموں سے چلتا ہوا اس کی اشارہ کی ہوئی جگہ پر پہنچ گیا۔ اور آفتاب کمال اپنی جگہ سے اٹھ کر فقرو کے سامنے آگیا۔ فقرو کا بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ آفتاب کمال نے کہا۔

"تمہارا نام فقرو ہے؟"

"جی صاحب، فقرو ہے میرا نام۔"

"چودھری رمضان کے ہاں کام کرتے ہو؟"

"جی سرکار۔" وہ بولا۔

"کیا کام کرتے ہو؟"

"بس سرکار، بہت سے حکم۔ جو چودھری صاحب کہتے ہیں وہ کر لیتا ہوں۔"

"اور چودھری الیاس کے لیے کیا کرتے ہو تم؟"

"جی۔۔۔ جی۔" فقرو کانپ گیا۔

"چودھری الیاس کے لیے تم کیا کرتے ہو؟" آفتاب کمال غرایا۔ اس نے اپنے لباس سے ایک تیز چمکدار خنجر نکال لیا۔ پھر غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تمہارے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے یہیں گیسٹ ہاؤس میں دبا دوں گا۔ سمجھ رہے ہو۔ ورنہ جو پوچھا جا رہا ہے بالکل سچ سچ جواب دو۔"

"جی۔۔۔ جی سرکار۔ میں تو کچھ نہیں کرتا۔"

"کیا تمہیں اس بات کا پتا نہیں ہے کہ چودھری الیاس پاگل نہیں ہے۔" فقرو نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر ادھر ادھر دیکھا۔ چاروں طرف پستول بردار کھڑے ہوئے تھے اسے اپنی موت نظر آئی اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"سنو! آنکھیں بند کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ جواب دو اگر زندگی چاہتے ہو تو۔"

"جج۔۔۔ جی سرکار۔ میں تو کچھ بھی نہیں کرتا۔ یہ کام۔ یہ کام تو دوسرے لوگ کرتے ہیں۔"

"کون کون؟"

"غلام شاہ اور داراب۔"

"یہ غلام شاہ اور داراب کہاں رہتے ہیں؟"

"داراب آسیب زدہ کھنڈرات میں رہتا ہے۔"

"وہ کون ہے؟"

"نوکر ہے چودھری الیاس کا۔ پہلوان ہے چار چار آدمیوں کو پچھاڑ لیتا ہے۔ وہ وہیں رہتا ہے۔ اگر کوئی وہاں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اس کی ٹانگیں چیر کر پھینک دیتا ہے۔"

"اور چودھری الیاس اغوا کی ہوئی لڑکیوں کو وہیں لے جاتا ہے؟"

"جی سرکار۔"

"فقرو اب تک چودھری الیاس نے کتنی لڑکیوں کو قصائی پہنچایا ہے؟ اس کی تفصیل بتاؤ۔"

"سرکار آپ ان کے نام سن لیجیے۔" فقرو نے چند ایسے نام بتائے جن میں سے چند نام شناسا تھے۔ خاص طور سے دو لڑکیوں کے جن میں ایک فریدہ تھی۔ اور دوسری وہ جسے قتل کر کے احسان کے گھر میں ڈال دیا گیا تھا۔ فقرو نے اس سلسلے میں بھی پوری تفصیل بتائی۔ اور دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"ماں باپ میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔ میں تو ایک غریب آدمی ہوں۔"

"فقرو! چلو مان لیا میں نے کہ غلام شاہ اور داراب لڑکیوں کو اغوا کر کے کھنڈرات تک پہنچاتے ہیں لیکن تم کیا کرتے ہو؟"

"سرکار بس میں انھیں پیغام پہنچاتا ہوں۔ یہ بتاتا ہوں کہ چودھری الیاس کا اب کیا ارادہ ہے۔"

"ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ اور اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ چودھری الیاس کا اب کیا ارادہ ہے؟"

"آپ مائی باپ مجھے مروا تو نہیں دیں گے؟"

"نہیں وعدہ کیا جاتا ہے کہ اگر تمہاری اطلاع درست نکلی اور تم نے اگر زبان بند رکھی تو ہم تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ دوسری صورت میں ظاہر ہے ہماری دشمنی کا آغاز ہو جائے گا۔"

"منگل کو، سرکار منگل کو اشتیاق احمد کی بیٹی تاجور اٹھا لی جائے گی۔ یہ ہدایت غلام شاہ اور داراب کو کر دی گئی ہے۔"

"کس وقت؟"

"ساڑھے آٹھ بجے۔ یہ سارا پروگرام ان دونوں کو میرے ذریعے پہنچایا گیا ہے۔"

"ساڑھے آٹھ بجے تاجور کو اٹھانے کے بعد اسے کہاں لے جایا جائے گا؟"

"کھنڈرات میں سرکار۔ وہاں قید کر دیا جائے گا اسے پھر چودھری الیاس گیارہ بجے وہاں پہنچ جائیں گے۔"

"اور اگر تم نے اس بارے میں چودھری الیاس کو بتا دیا تو؟"

"اب نہیں بتائیں گے سرکار۔ ہمیں اپنی جان نہیں دینی ہے۔ ان لوگوں کا کیا ہے یہ اپنی جان بچا لیں گے۔ مریں گے صرف ہم۔ یہ بات تو ہم پہلے ہی جانتے تھے۔"

"ٹھیک ہے فخرو، ہم بلاوجہ کسی کی جان لینا نہیں چاہتے لیکن اگر تم نے ہمیں مجبور کر دیا تو سمجھ لو اندھیرے میں کسی طرف سے ایک گولی چلائی جائے گی اور تمہارے سر کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔ زندگی بچانا اب تمہارا کام ہے۔ اور ہماری بات ماننا نہ ماننا بھی۔"

"اگر تم نے زبان کھولی تو جانتے ہو تمہارا انجام کیا ہوگا۔ تمہارے جسم کے چار ٹکڑے کر کے اس بستی کے چار گوشوں میں پھینک دیے جائیں گے۔" میں نے خوفزدہ ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"نہیں سرکار، میرا کیا دماغ خراب ہے جو میں ایسا کوئی کام کروں۔"

"ان دونوں کو یہاں سے نکال کر محفوظ جگہ پر پہنچا دو لیکن خیال رکھنا تم لوگ پوری طرح خیال رکھنا۔" مجھے اور فقرو کو گیسٹ ہاؤس سے نکال دیا گیا اور وہ لوگ کافی فاصلے پر ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔ میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں فقرو سے کہا۔

"یار یہ کس مصیبت میں پھنسا دیا فقرو تم نے مجھے۔"

"جلدی نکل چلو سرکار کہیں ان لوگوں کا دماغ نہ گھوم جائے۔ مارے گئے سرکار۔ بالکل مارے گئے۔" میں فقرو سے زیادہ خوفزدہ ہونے کی اداکاری کر رہا تھا۔ لیکن دل ہی دل میں مسکرا بھی رہا تھا۔ یہ پہلا مرحلہ بڑی خوش اسلوبی سے طے ہوا تھا ابھی ذرا فقرو کو سمجھانا بھی تھا اور اب یہ کام میرے لیے زیادہ مشکل نہیں تھا۔ کیونکہ فخرو میری طرف سے تو بالکل نارمل ہو گیا تھا اور اب اس جیسے آدمی اتنے چالاک بھی نہیں ہوتے کہ انھیں ایسی سازشوں کا اندازہ ہو جائے۔ ہم لوگ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے بستی کی جانب جا رہے تھے۔ فقرو کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ اور میں بھی خوفزدہ ہونے کی اداکاری کر رہا تھا۔

15 حویلی پہنچ گئے۔ فخرو کی حالت خوف سے بری

طرح خراب ہو رہی تھی۔ چونکہ اور کوئی ہماری طرف متوجہ نہیں تھا اس لیے میں فخرو کے ساتھ اس کے کوارٹر میں گھس گیا۔ کوارٹر میں پہنچ کر فخرو زمین پر اس طرح بیٹھ گیا جیسے اس کے بدن کی جان نکل گئی ہو۔ میں البتہ ایک طرف پڑی چارپائی پر بیٹھ گیا تھا اور میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا تھا۔ بہت دیر تک ہم دونوں اپنی حالت درست کرتے رہے تھے۔ میں تو خیر بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔ لیکن فخرو بری طرح خوفزدہ ہو گیا تھا۔ میں نے ایک بار پھر فخرو سے اپنے الفاظ دہرائے۔

"پپ۔۔۔ پتا نہیں، کہاں جا پھنسے تھے اور کیا مصیبت آگئی۔" فخرو نے میری طرف دیکھا اور پھر بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "آپ کا تو کچھ نہیں بگڑا صاحب، مگر۔۔۔ مگر میری جان عذاب میں پھنس گئی۔"

"کیوں فخرو۔ آخر کیوں؟"

"ارے اب کیا بتاؤں آپ کو صاحب کہ کیا ہوا ہے۔"

"کیا تم مجھے اپنا دوست نہیں سمجھتے؟"

"نہیں صاحب، اب تو ہماری دوستی اور بھی گہری ہو گئی ہے۔ خیر ہم دوستی کا لفظ تو نہیں کہہ سکتے۔ غریب آدمی ہیں نوکری پیشہ ہیں۔ یہ تو آپ کی محبت ہے اور آپ کی بڑائی ہے کہ آپ ہمیں دوست کہہ کر پکار رہے ہیں۔ آپ تو ہمارے مالک ہیں ہم بھلا آپ کو دوست کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"بچوں کی سی باتیں مت کرو فخرو۔ نہ تو کوئی کسی کا مالک ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی آقا۔ سب انسان برابر ہوتے ہیں۔ خیر چھوڑو اب یہ بتاؤ کہ ہوگا کیا؟"

"صاحب جی میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا، کیا کروں؟"

"جو حکم انھوں نے دیا ہے، تمہیں اس کی تعمیل کرنا چاہیے فخرو۔ ورنہ تمہارے ساتھ ساتھ میری زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔ تم نے اگر کوئی بات کسی کو بتائی، میرا مطلب ہے جو بکواس انھوں نے کی ہے اس پر تو مجھے بھی حیرت ہے یقین نہیں آتا کہ کوئی ایسی بات بھی ہو سکتی ہے۔ خیر یہ تم جانو اور تمہارے مالکان جانیں۔ مجھے ان تمام چیزوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ بس میں تو تم سے ایک ہی بات کہہ سکتا ہوں۔"

"کیا صاحب؟" فخرو نے کہا۔

"یہ کہ زبان بند رکھنا۔ وہ لوگ مجھے اتنے ہی ظالم محسوس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوئے ہیں کہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ کر بھی ڈالیں گے ہیں تو خیر اس بارے میں کچھ نہیں جانتا، تم واقفیت رکھتے ہو لیکن وہ مجھے بھی نہیں چھوڑیں گے۔" فخرو کا بدن کانپنے لگا۔ وہ خوفزدہ انداز میں میری صورت دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"مگر صاحب میں کروں کیا؟"

"کچھ کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے فخرو۔ بس خاموشی اختیار کر جاؤ۔"

مگر صاحب — صاحب میرا مطلب ہے کہ چودھری۔ چھوٹے چودھری۔" فخرو جو کچھ کہنا چاہتا تھا زبان کھول کر نہیں کہہ پایا۔

"جو کچھ کہنا چاہتے ہو صاف صاف کہو فخرو۔"

"چھوٹے چودھری صاحب —"

"ہاں ہاں کیا ہوا چھوٹے چودھری کو؟"

"میرا مطلب ہے اب تو آپ نے سب کچھ سن لیا ہے۔" فخرو ہچکچاتے ہوئے بولا۔

"ہاں بھئی میں نے سب کچھ سن لیا ہے۔" میں نے کسی قدر جھلاتے ہوئے کہا۔

"تو صاحب یہ تو آپ کو معلوم ہو ہی گیا ہے کہ چھوٹے چودھری مجھ سے کیا کام لیتے ہیں؟"

"ہاں فخرو — مجھے بڑی حیرانی ہے چودھری الیاس ظاہر بر تو پاگل نظر آتا ہے۔ لیکن در پردہ کیا — کیا وہ یہ ساری حرکتیں کرتا ہے؟"

"اب بات کھل ہی گئی ہے صاحب تو آپ جیسے محبت کرنے والے آدمی سے کیا چھپانا۔"

"یہ تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو فخرو۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ کام اس وقت بھی ہو رہا تھا، میری جیب میں اس وقت ایک ننھا سا پاکٹ ٹیپ ریکارڈر موجود تھا جو فخرو سے گفتگو شروع ہوتے ہی آن ہو گیا تھا۔ اور بڑی شاندار کارکردگی دکھا رہا تھا۔ یہ ٹیپ ریکارڈر بھی میں نے بڑی احتیاط سے حاصل کیا تھا۔ یہ ویسے بھی میرے بہت سے کام آ چکا تھا۔ فخرو نے کہا۔

"بس صاحب رئیس زادے ہیں یہ لوگ۔ خود تو بگڑ جاتے ہیں اور اس کے بعد دوسروں کو رازدار بنا کر ان کی گردنیں بھی پھنسا دیتے ہیں۔"

"فخرو مجھے بتاؤ گے کہ چودھری الیاس کیا کیا کرتا ہے؟"

"صاحب اب آپ سے کیا چھپاؤں۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہر آدمی کو اپنے کیے کا بھگتان بھگتنا پڑتا ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"آپ چودھری رمضان کو کیا سمجھتے ہیں۔ چودھری رمضان کیا کچھ کم رہے ہیں ایسے معاملات میں۔ بہت سی ایسی حرکتیں کر چکے ہیں چودھری صاحب کہ بس کیا بتائیں آپ کو ہم نے ان کا نمک نہ کھایا ہوتا تو — تو — تو۔" فخرو خاموش ہو گیا۔

"خیر فخرو۔ میں تمہیں مجبور نہیں کر سکتا۔ کسی بھی بات کے سلسلے میں۔ لیکن نہ جانے کیوں تم سے بڑی محبت محسوس ہوتی ہے بلکہ میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ تمہیں چودھری رمضان سے مانگ لوں۔"

"ہم سمجھے نہیں صاحب۔"

"مجھے بھی ایک ملازم کی ضرورت ہے۔ اور ملازم کیا فخرو بس یوں سمجھو ایک دوست کی ضرورت ہے۔ روپے پیسے کی مجھے کبھی پروا نہیں رہی۔ میری کمائی بھی اچھی خاصی ہے والدین کی خاصی جائیداد ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ ایک ایسے دوست نما رازدار کی تلاش ہے جو میرے ساتھ رہ سکے اب میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ یہاں تم چودھری الیاس کے رازدار تو ہو لیکن تمہاری مالی حالت بے حد خراب ہے۔ ایک نمبر کے کنجوس ہیں یہ صاحب۔ کام تو اتنا لیتے ہیں لیکن لینا دینا کچھ نہیں ہوتا۔"

"جب کہ میرا طریقہ کار یہ ہے کہ جس کو بھی اپنے ساتھ رکھو اسے اتنا خوش کر دو کہ اسے کوئی تکلیف نہ رہے ایسا ہی آدمی کارآمد ہوتا ہے۔ اب تم دیکھو نا تمہیں اور کوئی پریشانی نہ ہو تو تم میرے ساتھ محبت کا سلوک کرو گے۔"

"کیوں نہیں صاحب۔ تو پھر آپ ہمیں اپنے ساتھ لے چلیں۔ مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ نوکری دو منٹ میں چھوڑ دیں گے ہم۔ مگر یہ ہے کہ اگر آپ ہمیں اپنے ساتھ لے جائیں تو ہم چلیں گے۔"

"یقیناً فخرو۔ اگر ایسی بات ہے تو میں خوشی سے تمہیں اپنے ساتھ لے جانے کے لیے تیار ہوں۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ صاحب! شہر میں رہتے ہیں نا آپ؟"

"ہاں!"

"یہاں فرید پور سے ہمارا دل بھی اکتا گیا ہے۔ بس عجیب غریب کہانی ہے۔ کیا بتائیں صاحب۔ چودھری رمضان صاحب نے پورے فرید پور کو اپنی جاگیر سمجھ رکھا ہے۔ جو دل چاہتا

کرتے ہیں۔ بہت سا ایسا وقت گذارا ہے انھوں نے جو بس۔

بس... بہت عرصے پہلے کی بات ہے کہ ان کا ایک زمیندار خاندان سے جھگڑا ہو گیا تھا۔ کچھ آدمی مار دیے انھوں نے اس زمیندار خاندان کے۔ اس وقت چودھری الیاس بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔ سیر و سیاحت کرتا رہتا تھا کم از کم باہر کی جانے والی اس کی حرکتوں کا علم کسی کو نہ تھا لیکن گھر میں ہوشیار رہتا تھا۔ جنگلوں میں سیر و سیاحت کر رہا تھا کہ اس نے چودھری رمضان کی یہ حرکت دیکھ لی اتفاق سے وہ اس وقت تصویریں بنا رہا تھا۔ اس نے چودھری رمضان کی تصویریں بھی بنا لیں اور پھر بعد میں یہ ہوا کہ چودھری الیاس نے چودھری رمضان صاحب سے کہہ دیا کہ اگر انھوں نے اس کے راستے میں روڑے اٹکائے تو وہ انھیں پولیس کے حوالے کر دے گا۔ وہ قتل جو چھ آدمیوں کا ہوا تھا صاحب، پھنسا رہا اور اس کے بارے میں طرح طرح کی کہانیاں مشہور ہو گئیں۔ ثبوت بس چودھری الیاس کے پاس ہے اور اگر یہ ثبوت چودھری الیاس نے کبھی چودھری رمضان کے خلاف پولیس کو پیش کر دیے تو یہ سمجھ لیجیے چودھری صاحب بھی بری طرح پھنس جائیں گے۔ چونکہ وہ خاندان بھی معمولی نہیں ہے جس کے چھ افراد ہلاک ہوئے تھے۔"

میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس کا مقصد ہے بلیک میلنگ کا باقاعدہ مواد چودھری الیاس کے پاس موجود ہے۔ خیر وہ مسئلہ بالکل الگ تھا۔ یہاں تو ماموں اختیار حسین اور مختار حسین کا قصہ تھا۔ وہ معاملہ اگر کبھی منظر عام پر آیا تو چودھری رمضان کو بھی دیکھ لیا جائے گا۔ فی الحال تو اس کیس کو حل کرنا تھا۔ بات پھر وہیں پہنچ گئی فخرو کہنے لگا۔

"اس کے بعد صاحب، چودھری الیاس نے کھل کھیل کر کام کرنا شروع کر دیا۔ وہ عیاش طبع تھا اور ہر بہو بیٹی کو بری نگاہ سے دیکھتا تھا۔ کئی وارداتیں بھی کر چکا تھا لیکن خفیہ خفیہ۔ البتہ اب اس نے بڑے دھڑلے سے کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور صاحب نتیجہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ چودھری رمضان صاحب جانتے ہیں کہ چودھری الیاس کا دماغ بالکل درست ہے لیکن وہ بول نہیں سکتے۔ وہ شہر جانا چاہتا ہے اور چودھری صاحب نے بالآخر یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اسے شہر بھیج دیا جائے۔ بیٹے سے بے پناہ محبت بھی کرتے ہیں کیونکہ اکلوتا ہے لیکن اس کی حرکتوں سے پریشان بھی ہیں۔ مگر اب ان کے پاس کچھ کرنے کے لیے رہا نہیں ہے۔"

"دیکھو فخرو، قتل کا معاملہ ہے اگر پولیس کو ساری تفصیلات پتا چل گئیں تو جانتے ہو پولیس کے سوچنے کا انداز کیا ہوتا ہے؟"

"ہم کیا جانیں صاحب۔"

"تم نے ان لوگوں کے سامنے جو اعتراف کیا کہ تم چودھری الیاس کے لیے کیا کرتے ہو تو یوں سمجھ لو کہ اگر یہ اعتراف پولیس کو پتا چل جائے تو تمہیں بھی قاتل کا ساتھی سمجھا جائے گا۔ اور موت کی سزا دی جائے گی۔"

"ارے باپ رے۔" فخرو بولا۔

"ارے باپ رے کہنے سے کام نہیں چلتا فخرو۔ تمہیں ہمت کرنا ہو گی۔"

"کیا صاحب؟"

"میں تمہاری اس سلسلے میں بھی مدد کروں گا۔ تم فکر مت کرو۔"

"صاحب آپ تو ہمارے لیے فرشتہ بن کر آئے ہیں۔"

"فرشتہ بن کر آئے ہیں یا نہیں وہ ایک الگ بات ہے لیکن جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم وہی کرو گے کیا سمجھے؟"

"جی صاحب کریں گے وہی کریں گے صاحب جو آپ کہیں گے۔"

"تو یوں کرو کل سے بیمار بن جاؤ۔ کوئی ایسا ڈراما کرو جس کی وجہ سے چودھری الیاس تم سے کام نہ لے سکے، کیا سمجھے؟"

"صاحب مرگی کا دورہ پڑ جائے ہمیں۔"

"کیا؟"

"جی ہاں مرگی کا دورہ پڑ جائے گا۔ بس یوں سمجھ لیجیے جان چھوٹ جائے گی کالی دلوں کے لیے۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی اور دوسری صبح میں نے فخرو کا یہ ڈراما دیکھا۔ کام کر رہا تھا، چودھری الیاس بھی سامنے تھا، بچی جان بھی تھیں۔ لفنگے وغیرہ بھی تھیں، تنویر بھی تھی، میں بھی تھا۔ میری دلچسپیاں ذرا مختلف انداز میں چل رہی تھیں۔ فخرو کسی کام سے آ رہا تھا دفعتاً برتن اس کے ہاتھ سے گرے اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا اور سب ہی اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اندازہ ہو گیا کہ اسے مرگی کا دورہ پڑا ہے۔ دوسرے ملازموں نے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اٹھا کر اُسے اس کی رہائش گاہ میں پہنچا دیا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ فخرو نے اپنا کام کر لیا۔ جو معلومات مجھے اس سے حاصل کرنا تھیں وہ تو حاصل ہو ہی چکی تھیں چنانچہ اب آگے کا کام شروع کرنا تھا اور فی الحال فخرو کو میں نے اپنی لسٹ سے نکال دیا تھا۔ یہ وقت پہ کام آنے والی چیز تھی۔ اور اب اس سے وقت پر ہی کام لیا جا سکتا تھا۔ کوٹھی کے معاملات میں کوئی خاص تبدیلی نہیں تھی چودھری رمضان کی بیٹیوں نے آپس میں سمجھوتا کر لیا تھا۔ اور یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ مجھ سے دور ہی اختیار کی جائے بس کچھ اخلاقیات تھیں جو باقی تھیں۔ اور وہی چل رہی تھیں۔

میں بہت دیر تک کوٹھی میں چکراتا رہا پھر چچی جان ہاتھ لگ گئیں۔ بیٹھی ہوئی تھیں، تنہا تھیں۔ میں ان کے پاس پہنچ گیا اور سلام کر کے ان کے نزدیک ہی بیٹھ گیا۔

چچی جان نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور دیکھتی رہیں۔ ان کے چہرے پر غم آلود تاثرات تھے۔ میں نے حیرانی سے کہا۔

"خیریت چچی جان کیا بات ہے آج آپ افسردہ نظر آ رہی ہیں؟"

"نہیں بیٹے کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"دراصل میرا آپ سے کوئی گہرا رابطہ تو نہیں ہے چچی جان۔ ظاہر ہے کہ ایک غیر آدمی ہوں اور اس غیریت کا برتاؤ آپ کے ہاں خصوصی طور پر آپ کی بیٹیاں مسلسل کر رہی ہیں۔ لیکن بہرطور انسانی رشتے کبھی کوئی چیز ہوتے ہیں۔"

"کیوں، واہ یہ کوئی بات ہوئی میرے ذہن میں تو نہ جانے کیا کیا خیالات آتے ہیں۔ خیر ان کا تذکرہ کرنا ابھی قبل از وقت ہے۔ چودھری صاحب ذرا فراغت حاصل کر لیں تب بات کروں گی تم سے اور سنو ایک بار پھر یہ کہہ رہی ہوں کہ یہاں کوئی تکلف مت کرنا یہ تمہارا گھر ہے۔"

"وہ تو ہے چچی جان! میں نے کب اس بات سے انکار کیا ہے۔" میں نے کہا۔

"اور میں تو بس اپنے گھریلو معاملات سے پریشان ہوں نہ جانے کیا ہوگا، نہ جانے کیا ہونے والا ہے؟"

"چچی جان یہ سب چودھری صاحب کا کیا دھرا ہے۔" میں نے کہا اور چچی جان خاموش ہو گئیں۔ غالباً وہ میری اس بات سے متفق تھیں۔ بہت دیر تک میں نے ان سے چودھری رمضان کے بارے میں گفتگو کرتا رہا انھیں کریدتا رہا۔ لیکن چالاک خاتون تھیں، شوہر کی ایک بھی خامی کو انھوں نے قبول نہ کیا۔ بالآخر میں نے آہستہ سے کہا۔

"سوچ رہی ہیں چچی جان اب بھی وقت ہاتھ سے نکلا نہیں ہے کہیں آپ کو کسی بُرے وقت سے دوچار نہ ہونا پڑے۔"

"کک۔ کیا مطلب؟"

"بس یونہی میرا مطلب ہے اپنے گھریلو حالات پر پوری پوری نگاہ رکھیں۔"

"میرے بس میں کیا ہے بیٹے۔ بہرطور اللہ مالک ہے۔"

ظاہر ہے چچی جان سے میں ایسی کوئی بات کہہ بھی نہیں سکتا تھا جو انھیں غلط فہمیوں کا شکار کر دے۔ بہرطور انسانی اقدار بھی کچھ ہوتی ہیں۔ لڑکیاں حسبِ معمول اپنے کمروں میں گھسی ہوئی

بہت دیر تک اِدھر اُدھر ٹہلتا رہا۔ اور اس کے بعد بالآخر حافظ جمیل احمد کے گھر کی جانب رُخ کیا۔ حافظ جمیل احمد کے گھر سے کچھ فاصلے پر ہی تھا کہ مجھے نعیم نظر آ گیا۔ ہاتھوں میں بہت سی تھیلیاں لیے ہوئے تھا۔ مجھے دیکھ کر تیزی سے میرے قریب پہنچ گیا۔

"آیئے آیئے اچھنبا ہوا آپ بھی آ گئے۔" اس نے کہا۔

"کہاں سے لدے پھندے آ رہے ہو نعیم؟"

"کچھ سامان لینے گیا تھا۔ باجی کی سسرال والے آئے ہوئے ہیں۔"

"اوہو۔ اچھا مہمان آئے ہیں؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے تو پھر تم جاؤ۔ میں شام کو یا کسی اور وقت آؤں گا۔"

"ارے نہیں آپ چلیں، آپ کے چلنے میں کیا حرج ہے۔"

"نہیں نہیں، مناسب نہیں ہوگا ایک غیر آدمی کا اس طرح سے گھر میں جانا۔"

"آپ غیر کہاں ہیں اب ہمارے لیے۔"

"ہاں خیر وہ تو ہے لیکن جو آئے ہیں، وہ تو مجھے ابھی غیر سمجھیں گے تم ضد نہ کرو۔ پھر آؤں گا۔ شام کو چکر لگاؤں گا تمہارے گھر کی جانب۔"

"میں وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا۔ پھر یہ دیکھ کر کہ قریب و جوار میں اور کوئی موجود نہیں ہے میں نے گیسٹ ہاؤس کی طرف رُخ کیا۔ پیدل ہی تھا اور گیسٹ ہاؤس تک کا فاصلہ طے کرنے میں بہت زیادہ مشکل پیش نہیں آئی تھی۔ کچھ دیر کے بعد گیسٹ ہاؤس میں داخل ہو گیا۔

سر آفتاب صاحب اوپر چھت پر ہیں۔"

"اوہو اچھا راستہ کدھر ہے؟"

"اس طرف سے صاحب۔"

"ہوں۔" کچھ دیر کے بعد میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ دونوں مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بھئی آفتاب کمال تم نے اپنی اس مادہ کو مجھ سے آج تک کیوں چھپائے رکھا؟"

"سر بس کوئی ایسا موقع نہیں آیا تھا کہ میں رضوانہ سے آپ کا تعارف کراتا۔"

"تم لوگوں نے شادی کا آخری فیصلہ کر لیا ہے؟"

"نہیں سر آخری تو نہیں ہے۔ اگر ہمیں کہیں سے ٹھیک ہدایت مل جائے تو شاید شادی نہ کریں۔"

"نہیں بھئی ایسی بات نہیں ہے۔ رضوانہ سے میرے زیادہ تعلقات نہیں رہے لیکن لگتا ہے اچھی خاصی لڑکی ہے۔"

"ہاں سر، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ رضوانہ بے حد اچھی لڑکی ہے۔"

"کیوں بھئی رضوانہ! تم اس کمپیوٹر سے شادی کر کے خوش رہ سکو گی؟"

رضوانہ مسکرا دی پھر بولی۔ "سر جدید دور ہے کمپیوٹر زندگی کے لیے ایک اہم حیثیت اختیار کر گیا ہے۔"

"واہ!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر آفتاب کمال سے پوچھا۔

"اور کوئی بات؟"

"سر آپ مجھے فخرو کی سنایئے۔"

"فخرو خیریت سے ہے اور ہم سب کی خیریت نیک مطلوب چاہتا ہے۔" آفتاب کمال ہنس پڑا پھر بولا۔

"گویا سیٹ ہے۔"

"ہاں بے چارے کو مرگی کا دورہ پڑ گیا ہے اور اب آرام کر رہا ہے۔"

"واہ۔ اور یقیناً یہ تدبیر آپ ہی نے اُسے سجھائی ہوگی۔"

"ضرورتی تھی کیا کرتا؟"

"بالکل ٹھیک ہے سر، اُسے ابھی پس منظر میں رہنا چاہیے ویسے میں ایک الجھن میں ہوں۔"

"کیا؟"

"اب چونکہ صورتِ حال پوری طرح میرے علم میں آ چکی ہے بلکہ یوں سمجھ لیجیے کہ یہ کیس پوری طرح ریڈ READ کر چکا ہوں۔ چنانچہ اہم چیز جو ہے وہ کھنڈرات ہیں؟"

"ہاں بالکل۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس وقت میرے ذہن میں بھی یہی خیال آیا تھا۔"

"سر، ان کھنڈرات میں ظاہر ہے ایسے انتظامات کیے گئے ہوں گے جن کے تحت چودھری الیاس کو وہاں آرام گاہ مل جاتی ہوگی اور وہ اپنی تمام تر کمینگیاں وہیں کرتا ہوگا۔"

"بالکل، اس بات کے تو ثبوت مل چکے ہیں۔"

"لیکن سر ہمیں وہاں کی ویڈیو فلم چاہیے۔ میں جو یہاں آپ کی ہدایت کے مطابق کر کے آیا ہوں ان میں ایسے ویڈیو کیمرے موجود ہیں جو رات کی تاریکی میں روشنی کے بغیر منظر کشی کر سکتے ہیں۔ اور انھیں الٹرا وائلٹ شعاعوں کے ذریعے چلایا جاتا ہے۔"

"یقیناً ان کی اشد ضرورت ہوگی۔"

"لیکن سر ان کھنڈرات میں داخل ہو کر ان کیمروں کی فٹنگ بھی تو کرنی ہوگی۔ اس کے لیے کیا کیا جائے؟"

"میں تو خود اس الجھن کا شکار ہوں۔ درحقیقت وہ ہمارے پاس ناقابلِ تردید ثبوت ہوگا۔ جیسا کہ فخرو نے بتایا کہ کسی اشتیاق احمد کی بیٹی تاجور کو اغوا کر کے وہاں پہنچایا جائے گا منگل کے دن۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ منگل کے لیے ابھی ہمیں پورے پانچ دن مل جائیں گے۔ اور اس دوران ہم اپنی ساری کارروائیاں کر سکتے ہیں۔ لیکن کھنڈرات میں فخرو کے بیان کے مطابق دراب اور غلام شاہ ملتے ہیں اور دراب کے بارے میں فخرو کا کہنا ہے کہ وہ ایک طاقتور پہلوان نما آدمی ہے۔"

"جی سر!"

"ان لوگوں کو کھنڈرات سے نکالنا بے حد ضروری ہے اس کے لیے کیا کیا جائے؟"

"میں اور رضوانہ اسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ رضوانہ نے ایک تجویز پیش کی ہے جو میرے خیال میں خاصی مناسب ہے۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"سر ہم باقاعدہ شوٹنگ یونٹ بناتے ہیں اور ان کھنڈرات کے آس پاس فلم کی شوٹنگ کرتے ہیں۔ ہیرو دُنیا ہمارے پاس موجود ہے، ہیرو عارضی طور پر کسی کو بھی بنایا جا سکتا ہے مجھے بس وہ کیمرے وہاں فٹ کرنے کا موقع مل جائے تو میں بڑی پھرتی سے یہ کارروائی کر لوں

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گا۔ ایک آدھ گھنٹہ ہی ہمیں مل جائے تو اچھا ہے۔ میرا خیال ہے اگر یہ ترکیب کی جائے۔ اور وہاں فلم کی شوٹنگ کر لی جائے تو بہت بہتر رہے گا۔" میں پُرخیال میں گردن ہلانے لگا پھر میں نے کہا۔

"کیا ایسی چیزیں موجود ہیں جن سے یہ اظہار ہو کہ ہم شوٹنگ کر رہے ہیں؟"

"سران کے علاوہ اور لایا ہی کیا ہوں میں اپنے ساتھ۔"

"ہوں تو پھر ٹھیک ہے۔ یہ پروگرام کب کا رکھو گے؟"

"جب آپ حکم دیں۔"

"میرا خیال ہے اس کے لیے ہم پیر کا دن مقرر کریں گے کیونکہ بہت زیادہ دیر تک وہ کیمرے وہاں نہیں چھوڑ جا سکتے۔" آفتاب کمال پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا۔

"نہایت مناسب ہے بہرطور یہ کوشش ہوگی اور اگر نہ بھی کچھ ہو سکا تو پھر اللہ مالک ہے۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا کر لیں گے۔"

"ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ پیر کے دن ہم یہ کام کریں گے۔ اور میں بھی وہاں پر موجود رہوں گا۔"

"سر اس سے مجھے بڑا فائدہ حاصل ہوگا۔ ویسے تو میں ان لوگوں کو تربیت دے دوں گا۔ رضوانہ بھی موجود ہے ہم لوگ خوش اسلوبی سے کام کر لیں گے۔ لیکن آپ بھی ساتھ ہوں تو پھر تو لطف ہی آجائے گا۔"

"میرا وہاں نہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بڑے آرام سے وہاں پہنچ سکتا ہوں۔ کم از کم شوٹنگ دیکھنے والوں میں تو شریک ہو ہی سکتا ہوں۔"

"بس اتنا ہی کافی ہے۔" آفتاب کمال نے جواب دیا پھر اس نے مجھے مجبور کیا کہ میں دوپہر کا کھانا اس کے ساتھ کھاؤں۔ کھانے کا اہتمام دیکھ کر میری ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

"یار آفتاب کمال واقعی تم باکمال شخصیت ہو۔ یہاں بھی تم نے ایسا ہی انتظام کر لیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے اپنے گھر میں ہی موجود ہو۔"

"جی سر الیقینی طور پر، یہ ساری چیزیں بے حد ضروری تھیں۔" آفتاب کمال نے کہا۔ کھانے کے بعد ہم بہت دیر تک بیٹھے رہے۔ پھر شام کو تقریباً ساڑھے چار بجے میں وہاں سے چل پڑا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میں ایک بار پھر حافظ جمیل احمد کے گھر کی قدم بڑھانے لگا۔ حافظ جمیل احمد کے گھر کے سامنے بالکل خاموشی طاری تھی۔ بیل دینے کے تھوڑی دیر کے بعد نعیم نے دروازہ کھول دیا۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ میں نے ایک لمحے تو محسوس نہیں کیا کہ کوئی بات ہے بلکہ مسکرا کر پوچھا۔ "نعیم تمہارے ابا جان چلے گئے؟"

"جی بھائی جان۔" اس نے آہستہ سے جواب دیا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ نعیم کی آواز میں افسردگی ہے۔

"خیریت؟ — کیا بات ہے؟"

"آپ آئیے۔ اندر تو آئیے۔"

"حافظ صاحب کہاں ہیں؟"

"سب لوگ اندر ہی موجود ہیں۔" نعیم نے جواب دیا۔ میں حیران سا اندر داخل ہو گیا۔ سامنے ہی ایک چارپائی پر حافظ جمیل احمد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے قریب ہی ایک اسٹول پر ان کی بیگم بیٹھی ہوئی تھیں۔ سب کے چہروں پر غم کے آثار نظر آ رہے تھے۔ میں ایک دم خجل سا ہو گیا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"شاید میں ناوقت آ گیا ہوں۔"

"ارے نہیں۔ آؤ بیٹا آؤ۔" حافظ صاحب نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ افسردہ کیوں ہیں؟ سنا ہے کچھ مہمان آئے تھے۔"

"بیٹھو۔" حافظ جمیل احمد صاحب نے آہستہ سے کہا۔ اور میں بیٹھ گیا۔ چند لمحات خاموشی رہی۔ پھر حافظ صاحب گلا صاف کر کے بولے۔

"ہاں دراصل وہ — وہ فریدہ کے سسرال والے آئے تھے۔"

"خیریت تو ہے۔ ان کے آنے کے بعد یہ افسردگی کیسی؟"

حافظ جمیل احمد صاحب کی بیگم اُٹھ کر چلی گئیں۔ میں نے حیرانی سے جمیل احمد صاحب کو دیکھا۔ نعیم بہت دور ایک جگہ دیوار سے ٹیک کر کھڑا ہوا تھا۔ جمیل صاحب کہنے لگے۔

"بس بیٹے کوئی خاص بات نہیں۔ وہ لوگ منگنی توڑ گئے ہیں۔" بہ وقت جمیل احمد صاحب نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"جی؟" میں بھونچکا رہ گیا۔

"ہاں انھیں علم ہو گیا تھا فریدہ کے ساتھ پیش آنے والے سانحے کا۔"

"کیسے؟" میں نے وحشت بھری آواز میں پوچھا۔

"بس میاں یہ باتیں چھپتی کہاں ہیں۔ بستی کے بہت سے لوگ اس وحشت کا شکار ہو چکے ہیں۔ ان بے چاروں کے لیے یہ ایک دردناک بات ضرور ہے لیکن اس کا کوئی حل نہیں رہا ہے ان کے ذہن میں اور اب وہ اس سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ بستی کا ایک شخص کسی طرح اس بستی تک پہنچا تھا جہاں فریدہ کی سسرال ہے۔ بہت سی باتیں ہوئیں۔ فریدہ کے سسرال والے بھی اس سے ملے اور انھوں نے اس سے یہاں کی خیریت پوچھی تو اس بے چارے نے بڑی سادگی سے فریدہ کے ساتھ آنے والا واقعہ بتا دیا۔ یہ بھی اس کی سادگی ہی تھی اور ویسے بھی میں سمجھتا تھا کہ بھلا یہ بات کیسے چھپ سکے گی۔ بہت سے لوگ جان چکے ہیں۔ بہت سے لوگوں کو علم ہو گیا ہے۔ کم از کم قریب قریب کے لوگوں کو اور اس کے علاوہ وہ لوگ بھی جو اس واقعے میں ملوث ہیں۔ آج نہیں تو کل یہ بات منظرِ عام پر آجاتی۔ میں تو سمجھتا ہوں بہتر ہوا کہ یہ بات کھل گئی اور جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ کم از کم ہم انتظار کے عذاب سے تو نکل آئے۔"

"پھر ان لوگوں نے کیا کہا؟"

"آئے اور کہنے لگے کہ یہ تو بہت برا ہوا۔ ظاہر ہے لڑکے کو بھی یہ بات معلوم ہو گئی ہے۔ وہ ایک ایسی لڑکی سے کیسے شادی کر سکتا ہے جو کسی اور کے نقرب میں آچکی ہو۔ مشکل ہی ہو گیا ہے اب تو یہ سب کچھ۔ بہرطور میں نے ان سے سادگی سے کہا کہ جیسے وہ پسند کریں۔ تب انھوں نے نہایت افسوس کے ساتھ کہا کہ وہ یہ منگنی توڑنے آئے ہیں اور انگوٹھی انھیں واپس کر دی جائے۔"

"پھر؟"

"پھر میں نے وہ انگوٹھی انھیں واپس کر دی۔ افسوس تو ہونا ہی تھا۔ دیکھو اچھا خاصا گھر بس رہا تھا میری بیٹی کا۔ وقت نے اُسے اُجاڑ دیا۔ خیر اللہ کی مرضی۔" حافظ صاحب کی آواز بھرا گئی۔

"بہرطور مجھے اس کا بہت افسوس ہوا۔ کاش یہ سب کچھ نہ ہوتا۔"

میرے ان الفاظ سے حافظ صاحب کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا۔ وہ بلک بلک کر رونے لگے۔ دیوار کے ساتھ کھڑے ہوئے نعیم نے چہرہ چھپا لیا۔ اور سسکیاں بھرنے لگا۔ باورچی خانے سے حافظ جمیل احمد کے رونے کی آواز اُبھری اور گھر اچھا خاصا ماتم کدہ بن گیا۔ میرے ذہن میں عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔ زندگی میں بہت سے موڑ آئے تھے۔ مگر کی حالت بالکل درست تھی۔ عیش و عشرت میں پلا بڑھا تھا لیکن غموں سے نا آشنا بھی نہیں تھا۔ خود کو کوئی غم پیش نہیں آیا تھا لیکن دوسروں کے غم دیکھے تھے اور دل متاثر بھی ہوتا تھا۔ اس وقت ان آنسوؤں اور سسکیوں نے کچھ ایسا تاثر قائم کیا تھا کہ میں خود بھی اپنے اندر کچھ خالی خالی محسوس کرنے لگا۔ دل چاہا کہ کوئی ایسی تدبیر ہو جائے کہ ان لوگوں کے آنسو خشک کر دوں انھیں ایک بار پھر سے خوشیاں مہیا کر دوں۔ میرے سامنے کی بات تھی اتنے بے گناہ تھے وہ لوگ کہ ان کے اس غم میں گناہ کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بے چارے حادثے کا شکار ہوئے تھے۔ اور کیسے بلک بلک کر رو رہے تھے۔ بہت دیر اسی طرح گزر گئی۔ میں حافظ جمیل احمد کو دلاسے دینے لگا۔ میں نے کہا۔

"حافظ صاحب یہ تو تقدیر کے کھیل ہیں جو ہونا تھا ہو گیا۔ بہرطور زندگی کو نئے انداز میں گزارنے کے بارے میں سوچیے۔"

"ہاں بیٹے سوچوں گا کچھ نہ کچھ کروں گا۔"

"وہ کہاں ہے؟"

"فریدہ؟" حافظ صاحب نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"اندر موجود ہے، اپنے کمرے میں ہے۔"

"مل سکتا ہوں اس سے؟"

"مجھ سے پوچھتے کیوں ہو بیٹے۔ اب تم اتنے اجنبی تو نہیں رہے ہو۔ ہاں میرا تمہارا کوئی رشتہ نہیں ہے لیکن، لیکن بیٹے ہم جیسے لوگ تو زبردستی کے رشتوں کا سہارا تلاش کرتے ہیں۔ کاش کوئی ایسا ہو جو ہماری پشت پر ہاتھ رکھ کے ہم سے بات کرے تو ہمارے لیے اس سے زیادہ قیمتی شے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ خدا تمھیں اس کا اجر دے گا۔ اس وقت تمہارا سہارا ہمارے لیے بڑا اہم ہے کیوں کہ تم سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہے لیکن ہمارے دل میں تمہارا اتنا احترام ہے کہ بیان نہیں کر سکتے۔ اس لیے ایسے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سوالات مت کیا کرو۔ جاؤ مل لو اس سے۔ ہو سکے تو اسے تسلی دو۔ اسے سمجھاؤ۔ خدا ہی تمھیں اس کا اجر دے گا بیٹے۔ ورنہ ہم تو تم سے درخواست کی ہمت بھی نہیں کر سکتے۔"

میں فریدہ کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ دو بار دروازہ بجانے پر اندر سے فریدہ کی آواز آئی۔

"کون ہے؟"

"میں ہوں فریدہ۔ جہانگیر جمال شاہ۔ دروازہ کھولو۔"

چند لمحات بعد دروازہ کھل گیا۔ فریدہ کا سر جھکا ہوا تھا۔ آنکھیں متورم نظر آ رہی تھیں۔ چہرہ لال بھبوکا ہو رہا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ میں ایک لمحے رکا پھر میں نے کہا۔

"اندر آنا چاہتا ہوں۔"

"آئیے۔" فریدہ آہستہ سے بولی۔ اور میں اندر داخل ہو گیا۔ سامنے ہی اس کی چارپائی پڑی ہوئی تھی۔ ایک طرف دو تپائیاں رکھی تھیں۔ میں نے ایک تپائی اٹھائی اور اس پر بیٹھ گیا۔ فریدہ چارپائی پر جا بیٹھی تھی۔ میں فریدہ کے بالکل سامنے کھسک آیا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم نے ایک بار پھر اپنے چہرے کو سوگوار بنا لیا ہے فریدہ!"

جواب میں اس نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا اور اس کے چہرے کو دیکھ کر میں درحقیقت لرز گیا۔ کانپ گیا۔ میرا دل ڈوبنے لگا۔ کسی انسانی چہرے پر میں نے ایسی بے کسی نہیں دیکھی تھی۔ کسی انسانی آنکھ میں، میں نے مظلومیت کے وہ آثار نہیں دیکھے تھے جو اس وقت میرے مشاہدے میں پہلی بار آئے۔ انسان اتنا بے کس، اتنا مظلوم اور اتنا معصوم ہے یہ میں نے آج پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ ہاں زندگی میں بالکل پہلی بار اور اس چہرے کو دیکھتے ہوئے میری آنکھوں میں ایک دھندلاہٹ سی ابھرنے لگی۔ ایک نیلی نیلی دھندلاہٹ اور پھر یہ دھندلاہٹ چمکدار نیلے رنگ میں تبدیل ہو گئی۔ نہ جانے کیوں میرے ذہن کا وہ حصہ متاثر ہو گیا تھا جس میں نیلاہٹیں پوشیدہ رہتی تھیں۔ اور یہ نیلاہٹیں جو کچھ بھی نہ کروا تیں کم تھا۔ ان کی آج تک کی رپورٹ یہ ہی تھی۔ انھی نیلاہٹوں کی لپیٹ میں، میں اپنی جگہ سے اٹھا اور فریدہ کے پاس جا بیٹھا۔ میں نے اس کے بازو پکڑے اور اسے اپنے سینے سے بھینچ لیا۔ فریدہ کا جسم جیسے بے جان تھا۔ میں نے اسے چوما۔ اسے خود سے لپٹا لیا اور میرا یہ جنون دیر تک جاری رہا۔ پھر جب ماحول صاف ہو گیا تو میں نے فریدہ کا چہرہ اپنے سامنے کر لیا۔

"تمھارا نام فریدہ ہے نا؟"

"ہاں۔ ہاں۔" وہ روتی ہوئی بولی۔ نہ جانے کب اس نے رونا شروع کر دیا تھا۔ میں نے اپنے جنون میں احساس ہی نہ کیا تھا۔

"میرا نام جہانگیر ہے فریدہ! تم میری ملکیت ہو۔ تم اب صرف میری ملکیت ہو۔"

"اب۔ اب میں صرف لاوارث زمین ہوں جو چاہے مجھ پر قبضہ جما سکتا ہے۔"

"جس نے میری ملکیت میں سرقہ کیا ہے وہ کیفر کردار تک پہنچنے والا ہے۔ اور جو میرے راستے سے ہٹ گیا ہے وہ خوش نصیب ہے کہ اس نے اپنی زندگی بچا لی۔ لیکن اس سے پہلے۔ اس سے پہلے بہت کچھ ہونا ہے فریدہ۔ اپنا حلیہ تبدیل کرو۔ چلو چہرہ دھو کر صاف لباس پہنو۔ یہ میرا حکم ہے تمھارے لیے، سمجھیں۔"

وہ کسی قدر سہم کر مجھے دیکھنے لگی۔ غالباً اسے میرے چہرے کے تاثرات میں کوئی انوکھا پن نظر آیا تھا۔ میں نے ایک بار پھر اس سے کہا۔

"اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں فریدہ، تمھیں وہی کرنا ہے۔ یہ میری کمزوری ہے تمھارے لیے۔ ایک ایسی مصیبت تیار ہو گئی ہے جس سے تم کوشش کے باوجود نہیں نکل سکتیں، سمجھیں۔ میرا نام جہانگیر جمال شاہ ہے۔"

میں مڑا اور اس کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ حافظ جمیل احمد صاحب اور ان کے اہل خاندان کو بھی شاید مجھ پر اتنا ہی اعتماد ہو چکا تھا کہ وہ تنہا کمرے میں میری اور فریدہ کی موجودگی کو برا نہیں سمجھتے تھے۔ کسی نے اس دوران مداخلت نہیں کی تھی۔ حافظ جمیل احمد، ان کی بیگم اور بیٹے نعیم پر وہی کیفیت طاری تھی۔ میں نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"حافظ صاحب مجھے آپ سے کچھ اور بھی کام ہے شام تک۔ میرا مطلب ہے رات تک آپ کی اور کوئی مصروفیت تو نہیں ہے؟"

"ہماری کیا مصروفیت ہو گی بیٹے۔ بس یہ رونا دھونا

ہے۔ یہ آج کیا زندگی بھر کے لیے ہے لیکن سنبھل جائیں گے کچھ دن تو لگتے ہیں نا کسی بڑے غم کو بھلانے میں۔ خیر میں اللہ پر شاکر ہوں۔ تقدیر اس کی بنائی ہوئی ہوتی ہے اور ہم اس کے کسی کام میں مداخلت کے حقدار نہیں ہیں۔ جو فیصلہ اس نے کیا وہی سب سے افضل، سب سے اعلیٰ ہے۔ ہمیں یقینی طور پر اپنی کسی برائی کی سزا ملی ہے جو ہم دکھوں کا شکار ہو گئے ہیں۔"

"مجھے واپسی میں کچھ دیر لگے گی حافظ صاحب۔ کچھ لوگوں کو آپ کے پاس لانا چاہتا ہوں۔ وہ آپ سے بہت سی اہم باتیں کریں گے۔ اور حافظ صاحب ان کی باتوں کو مذاق نہ سمجھیے گا۔ میری آپ سے درخواست ہے اور میری فطرت کی یہ کمزوری بھی کہ اگر میں کوئی فیصلہ کر لیتا ہوں تو پھر اچھا۔ میرا خیال ہے زیادہ بات کر گیا ہوں چنانچہ اجازت کا طلب گار ہوں۔"

جواب کا انتظار کیے بغیر میں باہر نکل آیا۔ اب میرے جذبات میں کوئی تلاطم نہیں تھا۔ بہت پُرسکون تھا میں۔ گیسٹ ہاؤس تک کا فاصلہ طے کرتے ہوئے بہت سے دلچسپ خیالات ذہن میں آتے رہے تھے۔ زندگی تو ہے ہی ایک ایڈونچر۔ جاری نہ رہے تو پھر اپنی پسند کی زندگی نہیں گزاری جا سکتی۔ جو فیصلہ میں نے کیا تھا وہ بالکل اتنا ہی ٹھوس تھا جتنا میرا اپنا وجود۔ اور یہ فیصلہ میرے وجود سے پوری طرح ہم آہنگ تھا۔ البتہ آفتاب کمال اور رضوانہ مجھے دوبارہ دیکھ کر کسی حد تک متجسس ہو گئے تھے۔ آفتاب کمال نے کہا۔

"جی سر، کوئی اور اہم رپورٹ؟"

"ہاں بے حد اہم۔ تمھارے پاس لباس وغیرہ تو ہیں نا تبدیل کرنے کے لیے؟"

"جی ہاں سارے انتظامات کے ساتھ آیا ہوں۔"

"چار آدمیوں کو ساتھ لے چلنا ہے تیار ہو جاؤ۔ یہ سب ذرا منتشر رہیں لیکن ایک دوسرے کا تعاقب کرتے رہیں تاکہ جہاں تک پہنچنا ہے وہاں احتیاط سے پہنچ جائیں۔"

"جی بہت بہتر۔" آفتاب کمال نے جواب دیا۔

جب یہ لوگ تیار ہو گئے تو میں آفتاب کمال اور رضوانہ کو لے کر ایک کمرے میں جا بیٹھا۔ ان چاروں آدمیوں سے ہوشیار رہنے کے لیے کہہ دیا گیا تھا۔ آفتاب کمال اور رضوانہ متجسس نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں نے ایک قہقہہ لگایا تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے آفتاب کمال سے کہا۔

"بھئی آفتاب کمال! تم نے رضوانہ سے میرا تعارف کراتے ہوئے کچھ الفاظ کہے تھے۔"

"کیا سر؟" آفتاب کمال بولا۔

"یہی کہ تم مستقبل میں ایک دوسرے کے ساتھی بننے والے ہو۔"

آفتاب کمال نے پھر حیرت سے رضوانہ کو دیکھا اور رضوانہ مسکرا دی۔ آفتاب کمال کہنے لگا۔

"جی سر ہم نے کہا تو تھا۔ کوئی۔ کوئی غلطی ہو گئی؟"

"ہاں میں سمجھتا ہوں تم نے بہت خطرناک کام کر ڈالا۔" میں نے سنسنی خیز لہجے میں کہا اور آفتاب کمال کے چہرے پر بھی سنسنی پھیل گئی۔ رضوانہ بھی چونک پڑی تھی۔ آفتاب کمال نے سرسراتے لہجے میں کہا۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آیا سر۔ آپ یقین کیجیے کہ بالکل سمجھ میں نہیں آیا۔"

"تم نے میرے ذہن کے گوشوں میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا کر دی۔ میں نے سوچا کہ اگر آفتاب کمال شادی کرنے والا ہے تو اس کا باس اس سے پہلے شادی کرے۔ کیوں کیا مجھے اس کا حق نہیں پہنچتا؟"

"جج۔ جی کیوں نہیں سر۔" آفتاب کمال ہکلا کر بولا۔

"بس یوں سمجھ لو کہ یہ تحریک تمھاری پیدا کردہ ہے کہ میں تم سے پہلے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"مگر۔ مگر سر۔ اس وقت؟ اس وقت اس تذکرے کا کیا مطلب ہوا؟"

"بھئی تمھیں میری شادی کے لیے پیغام لے کر ایک صاحب کے گھر چلنا ہے اور میرا تعارف کراتے ہوئے انھیں بتانا ہے کہ میں کیا ہوں۔ اس کے بعد میری طرف سے انھیں رشتہ دینا ہے۔ میری مکمل تفصیل انھیں بتا دینا۔ رشتہ دینے کے بعد۔ تمھیں یہ کہنا ہے کہ ابھی رخصتی نہ بھی کی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن نکاح فوراً ہونا چاہیے اور آفتاب کمال یہ بھی سوچ لو کہ ان صاحب کو تیار کرنا ہو گا تمھیں۔ ان سے کہہ دینا کہ یہ کام ہر قیمت پر ہونا چاہیے۔"

"جی؟" آفتاب کمال نے پھر رضوانہ کی طرف دیکھا۔ اور رضوانہ عجیب بھونڈے انداز میں ہنس دی۔ آفتاب کمال بھی ہنسنے لگا تھا۔ میں بھی ہنسنے لگا۔

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"سر! خدا کے لیے بتا تو دیجیے کہ واقعہ کیا ہے؟"

"یار آفتاب کمال تفصیلات میں مت جاؤ۔ ایک لڑکی مجھے پسند آئی ہے اور میں اس سے فوراً نکاح کرلینا چاہتا ہوں۔ اور تمھیں اس وقت میرے سرپرستوں اور بزرگوں کا کردار ادا کرنا ہے۔ رضوانہ بھی ساتھ ہے۔ یہ چار آدمی نکاح کے گواہ کے طور پر ساتھ لیے جا رہا ہوں۔" آفتاب کمال اور رضوانہ ہنستے ہنستے بے حال ہو گئے تھے اور میں غصے سے انھیں گھورنے لگا۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟ تم لوگوں نے اپنی شادی کے بارے میں کہا میں ہنسا؟"

"نہیں سر نہیں۔ سوری، ویری سوری۔ چلیے ہم حاضر ہیں۔" اور اس کے بعد ہم اسی انداز میں چل پڑے۔ وقت اچھا خاصا ہو گیا تھا۔

ایک بار پھر حافظ جمیل احمد کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ دروازہ خود انھوں نے ہی کھولا تھا۔ اندر وہی کیفیت طاری تھی۔ اتنے سارے لوگوں کو دیکھ کر وہ کسی حد تک بدحواس ہو گئے۔ آفتاب کمال نے بڑے احترام سے انھیں سلام کیا۔ رضوانہ نے بھی جھک کر سلام کیا اس کے بعد سب لوگ حافظ جمیل احمد کے گھر میں داخل ہو گئے۔

فریدہ یہ دستور اپنے کمرے میں تھی۔ حافظ جمیل احمد صاحب، ان کی بیگم اور نعیم کھڑے ہو کر ہماری شکل دیکھنے لگے۔ آفتاب کمال نے بڑے ادب سے کہا۔

"میرا نام آفتاب کمال ہے اور یہ میری منگیتر رضوانہ ہیں اور سر یہ سب ہمارے ساتھی ہیں۔ ذرا کچھ گفتگو کرنی ہے آپ سے۔"

"جی جی۔ بیٹھیے آئیے آئیے۔"

"سر نہیں، آپ، آپ کی بیگم صاحبہ اور رضوانہ گفتگو کریں گے براہِ کرم کوئی ایسی جگہ بتا دیجیے جہاں ہماری گفتگو میں کوئی مداخلت نہ ہو۔"

"جی جی۔ آئیے۔" حافظ جمیل احمد صاحب، رضوانہ اور آفتاب کمال کو ایک کمرے میں لے گئے۔ ان کی بیگم بھی ساتھ تھیں۔ پھر وہ میری طرف مڑ کر بولے۔

"بھئی تم بھی آؤ نا۔ تم۔ تم کیوں رک گئے؟" میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا، اس کے بعد میں بھی اندر پہنچ گیا۔ یہ ضروری تھا۔ باقی چاروں افراد کو باہر ہی چھوڑ دیا گیا تھا۔ کمرہ بند کر لیا گیا۔ میں نے حافظ جمیل احمد سے کہا۔

"آفتاب کمال میرے بارے میں جو گفتگو کریں گے حافظ صاحب وہ میری ترجمان ہوگی۔ اس کے لیے آپ مجھ سے براہِ کرم کوئی سوال نہ کریں۔"

"مگر بیٹے قصہ کیا ہے؟" حافظ جمیل احمد صاحب خوفزدہ لہجے میں بولے۔

"آپ انھیں جانتے ہیں حافظ صاحب۔" آفتاب کمال نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ۔ ہاں۔ یہ کسی ایسے ماں باپ کا بچہ ہے جنھوں نے اپنی زندگی میں یقینی طور پر بہت سے نیک کام کیے ہوں گے۔ یہ جس کی اولاد ہے ہم اسے دنیا کا خوش نصیب ترین انسان کہہ سکتے ہیں۔ جس شخص کے دل میں انسانی ہمدردی ہو، انسانی پیار ہو، جو دوسروں کو مصیبت میں دیکھ کر اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال دے۔ وہ معمولی انسان نہیں ہو سکتا۔ میں بس اپنے الفاظ کا اظہار نہیں کر سکتا اس بچے کے بارے میں۔ بس یہ کہہ سکتا ہوں کہ خدا اس پر ہم جیسے لوگوں کا سایہ نہ ڈالے۔"

"یہاں آپ کی اس دعا سے مجھے اختلاف ہے۔" آفتاب کمال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی میں سمجھا نہیں بیٹے، میں بالکل نہیں سمجھا۔"

"ان کا نام جہانگیر جمال شاہ ہے اور ان کے والد کا نام تیمور جمال شاہ ہے۔ تیمور جمال شاہ دارالحکومت میں ڈی آئی جی کے عہدے پر فائز ہیں۔ بہت بڑی شخصیت ہیں۔ خاندانی رئیس ہیں اور بڑے اعلیٰ درجے کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کے دو بھائی ہیں ایک بہن ہے، والدہ ہیں، والد ہیں۔ پورا خاندان ہے۔ یہ خود وزارتِ خارجہ میں ایک اہم عہدے پر فائز ہیں۔ یوں سمجھ لیں کہ دنیا کے مختلف ممالک کی سیر کر چکے ہیں اور جرم کے خلاف عمل پیرا رہتے ہیں۔ آپ چاہیں تو انھیں سیکرٹ ایجنٹ کہہ سکتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کا عہدہ بھی بہت بڑا ہے اور زندگی میں مستقل ترقی کے امکانات ہیں۔"

"اللہ تعالیٰ وہ ترقیاں انھیں دے۔"

"اس کے علاوہ ان کے خاندان کی تفصیلات بھی آپ کو فراہم کی جا سکتی ہیں۔" آفتاب کمال نے کہا۔

"لیکن بیٹے کیوں؟"

"حافظ صاحب، جہانگیر جمال شاہ آپ کی بیٹی فریدہ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔" آفتاب کمال نے کہا اور

حافظ صاحب پر جیسے فالج کا حملہ ہو گیا۔ اپنی جگہ سے اُٹھے اور گر پڑے۔ پھر اُٹھے پھر گر پڑے۔ اور تیسری بار اس کوشش میں ناکام ہو کر ساکت رہ گئے۔ ان پر جو حیرت کا حملہ ہوا تھا اس نے انھیں ذہنی طور پر معطل کر دیا تھا۔ کافی دیر تک وہ اسی کیفیت کا شکار رہے۔ بیگم صاحبہ بھی بالکل بُت کی طرح ساکت تھیں۔ حافظ صاحب لرزتی ہوئی آواز میں بولے۔

"لک۔ کیا۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟"

"جی ہاں۔ یوں سمجھ لیجیے کہ ہم ان کا رشتہ لے کر آئے ہیں۔ اور ایک عجیب و غریب خواہش کا اظہار کر رہے ہیں۔" حافظ صاحب، آفتاب کمال کا چہرہ دیکھنے لگے آفتاب کمال نے کہا۔

"آپ حافظِ قرآن ہیں۔ میں حافظ جمیل احمد کے حوالے سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ چنانچہ آپ ان دونوں کا نکاح بہ آسانی پڑھا سکتے ہیں۔ جہانگیر جمال شاہ اس بات کے خواہش مند ہیں کہ آج، ابھی اور اسی وقت ان کا نکاح فریدہ سے کر دیا جائے۔ اور اس کے بعد ان کی منکوحہ سمجھ کر کچھ عرصے آپ اپنے گھر میں رکھیں اور اس کے بعد نہایت عزت و احترام سے یہ انھیں رخصت کر کے اپنے گھر لے جائیں گے۔ حافظ صاحب ہم چار گواہ بھی ساتھ لائے ہیں جو انسانی رشتے اور مذہب کے اصول ہوتے ہیں ان میں سے ہر اصول کی پیروی کرنے کے لیے ہم تیار ہیں۔ آپ براہِ کرم اس رشتے کو منظور فرما کر ہماری عزت افزائی کیجیے۔"

حافظ صاحب نے دونوں ہاتھ سر پر رکھ لیے کافی دیر سر جھکائے بیٹھے رہے۔ بیگم صاحبہ بھی سکتے میں تھیں۔ پھر انھوں نے چونک کر میرا چہرہ دیکھا۔ دیکھتی رہیں۔ حافظ صاحب نے چہرے سے ہاتھ ہٹائے، مجھے دیکھا اور دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئے۔ وہ ہلک ہلک کر رو رہے تھے پھر وہ رندھے ہوئے لہجے میں بولے۔

"اور کیا کیا کرو گے تم میرے لیے؟۔ آہ۔ آہ۔ تم انسان ہو بھی یا نہیں۔ تم تو فرشتوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔ کیا میں اس حقیقت کو تسلیم کر لوں۔ کیا میں اس حقیقت کو مان لوں میرے بیٹے؟"

"جی حافظ صاحب! میں آپ کا مذاق اُڑانے نہیں آیا بلکہ یوں سمجھ لیجیے کہ یہ میری دلی آرزو ہے اور آپ خدا کے لیے میری اس آرزو کی تکمیل کر دیجیے گا۔" میں نے زندگی میں کبھی ناکامیوں کا منہ نہیں دیکھا۔ یہاں بھی آپ مجھے ناکام نہ رہنے دیں حافظ صاحب!"

"بیٹے تم مجھ سے اجازت لے رہے ہو۔ میں تو اپنے جذبات کا اظہار نہیں کر سکتا۔ کیا کہوں، کیسے کہوں کہ تم نے مجھے کیا مقام بخش دیا ہے، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کبھی۔"

"بعد کی باتیں آپ مستقبل پر چھوڑ دیجیے۔ مجھے حکم دیجیے میں کیا کروں؟"

"حافظ صاحب! میرے خیال میں آپ اس رشتے کو منظور فرما کے ہماری خواہش کی تکمیل کر دیجیے۔" آفتاب کمال نے کہا۔

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔ میں۔ میں بس کیا کہوں۔"

حافظ صاحب پر جو کیفیت طاری ہونی چاہیے تھی وہ تھی۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ ان کے لیے غیر متوقع تھا۔ بہرطور اس کے بعد وہ تیار ہو گئے۔ بیگم صاحبہ یعنی حافظ صاحب کی بیوی اور رضوانہ اس کمرے میں چلے گئے جہاں فریدہ موجود تھی۔ وہاں کے حالات مجھے معلوم نہیں ہو سکے لیکن اندر سے کچھ آوازیں آئیں۔ غالباً تیز تیز رونے کی آوازیں۔ میں نے حافظ صاحب کی طرف دیکھا تو حافظ صاحب کہنے لگے۔

"میں خود اندر جاتا ہوں اور اندر کی صورتِ حال معلوم کر کے آتا ہوں۔" پھر حافظ صاحب بھی تقریباً پون گھنٹے کے بعد اس کمرے میں واپس آئے تھے اور مسکرا رہے تھے، آنکھوں سے آنسو برس رہے تھے کہنے لگے۔

"اسے بھی بھلا کیسے یقین آ سکتا ہے کہ اس کی تقدیر اس طرح پھوٹے گی اور اس کے بعد اچانک اس میں اس طرح ستارے ہی ستارے روشن ہو جائیں گے۔ تاہم اسے سمجھا بجھا کر تیار کر کے آیا ہوں۔"

حافظ صاحب خود بھی غسل خانے چلے گئے۔ وضو کیا۔ مجھ سے وضو کرنے کو کہا۔ اس کے بعد ایک سفید چادر بچھا دی گئی۔ یہاں بیٹھ کر حافظ صاحب نے میرا اور فریدہ کا نکاح پڑھایا سارے کاغذ پر دستخط لے لیے گئے۔ فریدہ کے دستخط بھی کروا کے لے آئے گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ رسم پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔ حافظ جمیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہرطور جو کچھ ہوا ہے وہ ایک انوکھی بات ہے لیکن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بیٹے ہم اس پر بھی شاکر ہیں۔"

"آفتاب کمال اب تم رضوانہ اور ان لوگوں کے ساتھ واپس جاؤ۔ یہ ایک تھوڑی سی رسم ہو چکی ہے میں حافظ صاحب سے تھوڑی سی گفتگو کرنے کے بعد چلا جاؤں گا اور اس کے بعد کل تم سے ملاقات کروں گا۔"

"جی میر!"

"معاف کرنا بیٹے یہ ایک غریب کی بیٹی کا نکاح تھا محسوس نہ کرنا لیکن اب ایسا بھی نہیں ہے۔ اس کی کسر ایک آدھ دن میں پوری ہو جائے گی۔"

حافظ صاحب جو کچھ کہنا چاہتے تھے ہم لوگ سمجھ رہے تھے۔ میں نے کہا۔

"یہ اب آپ کی ذمے داری نہیں ہے جناب بلکہ میرے اوپر جو فرائض عائد ہوتے ہیں، میں ان کی تکمیل کروں گا۔" میں نے کہا۔

آفتاب کمال اور تمام لوگ چلے گئے۔ مجھے خود ہنسی آ رہی تھی اس کھیل پر لیکن اب کیا تھا۔ اب تو ہو ہی چکا تھا۔ اور ظاہر ہے میں اتنی گھٹیا فطرت کا مالک بھی نہیں تھا کہ اسے صرف کھیل ہی کا درجہ دیتا۔ جو کیا تھا اسے اب نبھانا بھی تھا۔ حافظ صاحب ان کی بیگم اور نعیم بیٹھے ہوئے میری صورت دیکھ رہے تھے۔ میں نے کہا۔

"میں اس وقت تو فریدہ سے ملاقات نہیں کروں گا۔ آپ لوگ اسے سنبھالے رکھیے۔ اور سنیے حافظ صاحب بات دراصل یہ نہیں ہے کہ میں نے جذباتی ہو کر ایک عمل کر ڈالا ہے بلکہ یوں سمجھ لیجیے کہ میں نے اپنی سلگتی ہوئی زندگی کو ایک سکون کا لمحہ دیا ہے۔ فریدہ کو عزت و احترام کے ساتھ جب اپنے گھر لے جاؤں گا تب ہی اس پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کروں گا۔ باقی جو کچھ میں کروں آپ اس کا حق مجھے مکمل طور پر ادا کیجیے گا۔ ورنہ مجھے شکایت ہو جائے گی۔"

"یوں سمجھ لو کہ ہم تمہارے ہاتھ پاؤں ہیں کل پرزے ہیں تمہارے۔ بھلا تم سے انحراف کیا معنی رکھتا ہے۔"

"تب آپ اطمینان سے رہیے اور یہ تھوڑی سی رقم میں اپنی بیوی کے لیے پیش کر رہا ہوں اسے قبول فرمائیے اور سب کے تصرف میں لائیے۔" میں نے جیب سے دس ہزار کے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر حافظ صاحب کے حوالے کر دی۔ حافظ صاحب نے مجھے دیکھا اور کہنے لگے۔

"یہ۔ یہ۔ یہ کیا؟"

"حافظ صاحب پلیز، بس یوں سمجھ لیجیے کہ میں کسی انحراف کی گنجائش نہیں رکھتا۔"

"ٹھیک ہے۔" حافظ صاحب نے رقم اپنی جیب میں رکھ لی اور میں انھیں سلام کر کے باہر نکل آیا۔

انسانی فطرت بھی کیا عجیب و غریب چیز ہے۔ حالانکہ میں نے زندگی میں جو کھیل کھیلے آپ سے زیادہ ان کا رازدار کون ہو سکتا ہے۔ لیکن بالآخر فطرت کو ایک ایسا رُخ مل گیا تھا جسے ہم کوئی نام نہیں دے سکتے اور اب میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ فریدہ میرے وجود کا ہی ایک حصہ بن کر رہ گئی ہے۔ مجھے اس کے خیالات معلوم نہیں ہو سکے تھے اس عمل پر اس کے ردِ عمل کا بھی اندازہ نہیں ہو سکا تھا لیکن بس اس سے ایک نامعلوم سی محبت کا احساس ہو رہا تھا اور اب میری دلی خواہش تھی کہ جلد از جلد اس مسئلے کو نمٹا کر یہاں سے روانہ ہو جاؤں اور اس کے بعد کوئی صحیح عمل کر سکوں فریدہ کے بارے میں۔ اسے اتنی عزت اتنے احترام کے ساتھ اپنے گھر لے جاؤں کہ اس کے دل میں کسی کمزوری کا احساس باقی نہ رہے۔ جہاں تک تیمور جہاں شاہ اور دوسرے لوگوں کا معاملہ تھا تو ان سے تو ابھی معرکہ آرائی ہونی تھی۔ کیونکہ چودھری الیاس ان کا بھی چہیتا تھا۔

کچھ دیر کے بعد میں کوٹھی میں واپس آ گیا تھا۔ اور یہاں کے ماحول میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ ضروری امور سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے کمرے میں داخل ہو گیا اور لیٹ کر اس دلچسپ ہنگامے کے بارے میں سوچنے لگا۔ رات کافی گزر چکی تھی۔ دوسرا دن معمول کے مطابق تھا۔ کوئی نئی بات نہیں ہوئی تھی۔ مخمور مسلسل بیماری کا اظہار کر رہا تھا۔ میں آفتاب کمال کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں خوب تفریحات ہو رہی تھیں ان لوگوں نے تو واقعی کمال کر ڈالا تھا۔ گیسٹ ہاؤس کے چوکیدار کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا۔ اس دن میں بھی ان کے ساتھ بہت دیر تک رہا۔ اور تفریحی باتیں ہوتی رہیں۔ اب صرف پیر کا انتظار تھا جب شوٹنگ یونٹ لوکیشن پر پہنچ جائے اور وہاں کام کیا جائے۔ اس سلسلے میں بہت سی تجاویز آفتاب کمال نے پیش کیں۔ اور میں نے ان سے اتفاق کر لیا۔ واپسی میں حافظ جمیل احمد کے ہاں پہنچا۔ راستے میں جو کچھ

بھی ہاتھ لگا خرید کر لے گیا تھا۔ آفتاب کمال کے پاس کافی رقم بھی موجود تھی اور اس سلسلے میں میرے پاس بھی کوئی کمی نہ تھی۔ وہاں میرا بہترین استقبال کیا گیا حافظ صاحب، ان کی بیوی اور خاص طور پر نعیم دیر تک میرے پاس رہے تھے۔

"اب اس بارے میں مجھ سے کچھ نہیں کہیں گے حافظ صاحب!"

"میاں میں تو بس بتا نہیں سکتا۔ ہم لوگ ایک لمحہ بھی نہیں سوئے۔"

"فریدہ کا کیا حال ہے؟"

"ملو تو لو اس سے میاں۔ اب ان تکلفات کو تو درمیان میں رکھا ہی نہیں جا سکتا۔"

"جی نہیں آپ اس سے پوچھ لیجیے گا۔ اگر وہ مجھ سے ملنا چاہے تو میں حاضر ہوں۔ اور اگر ابھی گریز کرے تو مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔"

"نہیں بیٹے، تمہاری منکوحہ ہے اب وہ۔ بھلا اسے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ یہ تمہاری اپنی خوشی پر منحصر ہے۔"

میں فریدہ کے کمرے میں پہنچ گیا۔ صاف ستھرے کپڑے پہنے ایک طرف بیٹھی ہوئی خلا میں گھور رہی تھی۔ غالباً اسے میرے آنے کا علم نہیں تھا۔ مجھے دیکھ کر بدحواس ہو کر کھڑی ہو گئی۔ اور پھر دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا لیا۔

"میں تم سے کوئی رومانی گفتگو نہیں کروں گا فریدہ۔ مجھے اپنی کوتاہی کا احساس ہے کہ میں فوراً ہی تمہیں وہ مقام نہیں دے سکا جو تمہارا ہونا چاہیے لیکن یہ سب کچھ مجھ پر اُدھار ہے۔"

فریدہ نے دونوں ہاتھ چہرے سے ہٹا لیے جلتی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور کہنے لگی۔

"یہ۔ یہ احسان کا پہاڑ میرے اوپر کیوں رکھ دیا آپ نے جہانگیر صاحب؟"

"احسان کا پہاڑ؟ کوئی اگر اپنی خوشی پوری کرنے کے لیے کسی پر مسلط ہو جائے تو اسے احسان بھی جتانے چاہئیں۔ بھلا تم پر کیا احسان ہوا فریدہ، بس یوں سمجھ لو کہ میں نے تمہیں دل سے پسند کر لیا۔ تمہیں اپنی زندگی میں شامل کر لیا اور اس طرح تمہارا وہ احساس بھی ختم ہو گیا جس نے تمہارے چہرے سے رونق چھین لی تھی۔"

"کیا یہ صرف رحم کا جذبہ نہیں ہے؟"

"رحم کو تم انسانیت سے الگ کیوں کرتی ہو؟"

"نہیں، میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ میں تو آپ سے یہ کہہ رہی تھی کہ آپ۔ آپ واقعی مجھے زندگی بھر کے لیے قبول کر لیں گے؟"

"کمال کرتی ہو کر لیں گے سے مراد کیا ہے تمہاری، فریدہ صاحبہ میں نے زندگی میں یہ پہلا قدم اٹھایا ہے اور آپ انتظار کیجیے گا ان لمحات کا جب میں آپ کو آپ کی شان کے مطابق یہاں سے رخصت کرا کے لے جاؤں۔ اور سنیے نہ اس سلسلے میں کوئی ڈراما ہوگا اور نہ المیہ ہوگا اور نہ ہی کوئی فلمی کہانی دُہرائی جائے گی۔ یعنی یہ کہ ایک پردیسی آیا اور ایک پہاڑی لڑکی اس کے عشق میں گرفتار ہو گئی پردیسی نے اسے دھوکا دیا اور اس کے بعد غائب ہو گیا۔ لڑکی دربدر ہو گئی اور اسے زندگی بھر مصائب اٹھانے پڑے۔ سمجھ رہی ہیں نا آپ۔ نہ میں کوئی پردیسی مسافر ہوں اور نہ ہی یہ کوئی فلمی کہانی ہے۔ میں نے آج تک زندگی میں جو کچھ بھی کیا ہے اس کی ساری تفصیلات آپ کو پیش کر دی جائیں گی۔ سارے حسابات آپ کو چیک کرا دیے جائیں گے اور اس کے بعد آپ میری زندگی کی مالک بن جائیں گی۔ اور میری زندگی کے تمام معاملات کا بوجھ اپنے شانوں پر اٹھا لیں گی۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟ اور سنیں اب آپ اسے نہ تو رحم کا نام دیں گی اور نہ ہی کسی اور جذبے کا۔ آپ کے چہرے کی ایک جھلک میری آنکھوں کو بھا گئی اور میں نے اپنی فطرت کے مطابق عمل کر ڈالا۔ ہاں فریدہ صاحبہ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ میری فطرت میں جارحیت ہے۔ اگر آپ اس چیز کو قبول نہ کرتیں اور کسی ذریعے سے میرا اور آپ کا سامنا ہوتا تو آپ یقین کریں ہوتا وہی جو میں چاہتا۔"

فریدہ کے ہونٹوں پر ایک ہلکے کے لیے مسکراہٹ آئی اور یہ مسکراہٹ بڑی دلکش لگی تھی مجھے، کیونکہ میں نے پہلی بار دیکھی تھی۔ اس کی مسکراہٹ نے آنکھوں کا بھی ساتھ دیا اور میں اُسے محبت بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔ اُس نے آنکھیں جھکا لیں۔

"بہرطور بہت مشکل سے یقین آئے گا اس بات پر بہت مشکل سے یقین آئے گا۔"

"ہاں ابھی آپ اس پر بہت زیادہ غور بھی نہ کریں فریدہ کیونکہ ابھی میں محرم ہوں۔"

Uploaded By Nabeen

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"مجرم؟"

"ظاہر ہے۔"

"کیوں مجرم کیوں؟"

"اس لیے کہ آپ کو وہ حیثیت ابھی تک نہیں دے سکا ہوں جو آپ کی ہے۔ بس یہاں کوتاہی ہو رہی ہے مجھ سے۔"

"نہیں آپ جو کچھ بھی کر رہے ہیں پورے اطمینان اور اعتماد کے ساتھ اپنا کام سرانجام دیجیے گا، میرا کچھ بھی نہیں بگڑ رہا۔ میں۔ میں تو بلکہ مجھے جینے کے لیے ایک سوچ مل گئی ہے ایک سہارا مل گیا ہے۔"

"نہیں فریدہ نہ تو یہ سوچ ہے اور نہ ہی سہارا بس یوں سمجھ لیں کہ انتظار کے لمحات ہمارے درمیان قربت کی دلکشی کو اور بڑھا دیں گے۔"

میں اُسے تسلیاں دیتا رہا اور اس کے اثرات اس کے چہرے پر پوری طرح محسوس کرنے کے بعد وہاں سے اُٹھ گیا۔ پھر وہی کوٹھی۔ پھر وہی ماحول۔ چاروں لڑکیوں کا اجتناب، چچی جان کا محبت بھرا سلوک اور اس کے بعد پیر کا دن۔ شکر تھا کہ چودھری رمضان صاحب اس دوران واپس نہیں آئے تھے اور انہوں نے ہمارے معاملات میں کوئی ٹانگ نہیں اڑائی تھی۔

پیر کو پروگرام کے مطابق میں دن کو تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ان کھنڈرات کی جانب چل پڑا۔ جہاں میرے اندازے کے مطابق آفتاب کمال اپنے شوٹنگ یونٹ کے ہمراہ پہنچ چکا تھا۔ جب کھنڈرات سے کچھ فاصلے پر میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آفتاب کمال اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ کیمروں وغیرہ کی خنگ کر رہا تھا اور سب سے دلچسپ بات یہ تھی کہ وہ دونوں بھی وہیں موجود تھے۔ یعنی غلام شاہ اور دراب۔ یہاں میں نے دراب کو دیکھا۔ درحقیقت دیوقامت آدمی تھا۔ اور تن و توش کے لحاظ سے اُسے باآسانی پہلوان کہا جا سکتا تھا۔ لیکن فلم کی شوٹنگ کے سلسلے میں جو دلچسپ ماحول آفتاب کمال نے وہاں پیش کر دیا تھا وہ دونوں اس میں دلچسپی لیے بغیر نہیں رہ سکے تھے۔ تین چار افراد اور بھی جو اِدھر اُدھر آجا رہے تھے، وہ بھی شوٹنگ دیکھنے پہنچ گئے تھے۔ یہ سب اسی بستی کے لوگ تھے۔ آفتاب کمال نے مجھے دیکھا اور میں نے آنکھ سے اسے اشارہ کر دیا، چنانچہ آفتاب کمال اپنے ساتھیوں کو ہدایت دیتا ہوا ساز و سامان کے ساتھ پیچھے ہٹنے لگا۔ اُس نے مجھ سے کہا۔

"آپ ذرا ان تمام بچوں شیشز کو سنبھال لیجیے گا۔" اور میں خواجہ اُس کے ساتھ حصہ لینے لگا۔ غلام شاہ اور دراب میری جانب متوجہ نہیں ہوئے تھے۔ رضوانہ کو خاص طور سے سامنے رکھا گیا تھا۔ کیونکہ وہ سب کی دلچسپی کا مرکز بنی ہوئی تھی اور ان لوگوں کے خیال کے مطابق کسی اعلا قسم کی فلم کی ہیروئن تھی اور اس کے بعد رضوانہ نے اپنا عمل شروع کر دیا۔ رقص کا ایک منظر فلمایا جانے لگا جس میں وہ تمام لوگ حصہ لے رہے تھے۔ صرف آفتاب کمال ان میں سے ایک آدمی کو لے کر کھنڈرات کی جانب رینگ گیا تھا اور اب وہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ رقص کے اس منظر کو طویل سے طویل تر بنایا گیا۔ خوانخواہ کے کیمرے چلنے لگے اور دراب اور غلام شاہ اس کھیل میں پوری پوری دلچسپی لیتے رہے۔ خاص طور سے میں نے دراب کو چند کاموں کی جانب متوجہ کیا تھا اور وہ بڑی خوشی سے یہ کام سرانجام دے رہا تھا۔ پھر وہاں اچھا خاصا مجمع جمع ہو گیا۔ کوئی پندرہ بیس کھلنڈرے نوجوان وہاں آ گئے اور رضوانہ کو بار بار رقص کرتے دیکھتے رہے۔ ایک ہی منظر بار بار ری ٹیک کیا جا رہا تھا اور صرف اس لیے کہ آفتاب کمال اپنا کام بخوبی سرانجام دے لے۔ رقص کا منظر خاص طور سے اسی لیے رکھا گیا تھا کہ لوگ دلچسپی لیتے رہیں۔ سین اگر بدلا جاتا تو لوگوں کی دلچسپی کم ہو سکتی تھی۔ ہمیں خاص طور سے دراب اور غلام شاہ سے واسطہ تھا اور میں انہی پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ دونوں ہی مورخوں سے درندہ صفت معلوم ہوتے تھے۔ تقریباً پینتالیس منٹ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ایک شخص رضوانہ کو چابک کے ذریعے رقص کرنے پر مجبور کر رہا تھا اور بار بار اس مین میں تبدیلی پیدا کر دی جاتی تھی اور ہم اس وقت تک لوگوں کو اپنے آپ میں اُلجھائے رہے، جب تک میں نے آفتاب کمال کو خالی ہاتھ واپس آتے ہوئے نہیں دیکھ لیا۔ اس کی باکمال شخصیت کا تو خیر مجھے پہلے ہی سے علم تھا۔ وہ جو کام بھی کرتا اس میں کمال ہی کر دکھاتا تھا۔ اس نے آنکھوں کے اشارے سے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور مجھے بتایا کہ وہ اپنا کام کر چکا ہے اور اس کے بعد یہ سین ختم کر دیا گیا۔ دونوں خوفناک آدمی رضوانہ کو گہری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور ان کی نظریں دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔ ان کا تو ذریعہ معاش ہی یہی تھا۔ اب وہ یقینی طور پر چودھری الیاس کو اس خوبصورت لڑکی کے بارے میں بتائیں گے جو فلموں میں کام

کرتی ہے اور چودھری الیاس کی رال ٹپک پڑے گی۔ لیکن اب بے چارے کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

فلم یونٹ نے اپنا سامان پیک کیا۔ غلام شاہ اور دراب واپس کھنڈرات کی جانب چلے گئے۔ اور میں نے دوسرا رُخ اختیار کیا تاکہ لوگ مجھے ان سے منسلک نہ سمجھیں البتہ ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد میں گیسٹ ہاؤس میں چلا آیا تھا اور میرے پہنچنے کے کچھ دیر ہی بعد وہ تمام لوگ بھی گیسٹ ہاؤس پہنچ گئے آفتاب کمال نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور میں اس سے صورت حال دریافت کرنے لگا۔ اس نے کہا۔

"اندر تو جناب باقاعدہ ایک عیش گاہ بنائی گئی ہے۔ ایک وسیع و عریض کمرا ہے۔ جس میں ضرورت کا تمام سامان جمع کیا گیا ہے۔ بہت اعلا قسم کے بستر لگے ہوئے ہیں۔ روشنی کا بھی معقول انتظام ہے اور اس عیش گاہ کو اگر باہر سے دیکھا جائے تو کوئی بھول کر بھی یہ نہیں سوچ سکتا کہ اندر ایسا خوبصورت کمرا ہو گا۔ باہر سے وہ بھی ٹوٹا پھوٹا کھنڈر ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"انسان کے ذہن میں جب شیطان ڈیرہ جماتا ہے آفتاب کمال تو وہ تمام تر شیطان صلاحیتوں کا مالک ہو جاتا ہے۔"

"سر اب کیا حکم ہے میرے لیے؟"

"تمہارا کیا خیال ہے آفتاب کمال کیا غلام شاہ کا تعاقب کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ یا میرا مطلب ہے ہمیں کسی بھی لمحے چوکنا نہیں چاہیے، اپنے دو آدمی غلام شاہ پر لگا دو تاکہ وہ احتیاط سے اس کی نگرانی کرتے رہیں اور ہمیں صورت حال سے آگاہ رکھیں۔"

"سر ہمارا اصل مقصد تو یہی ہے کہ ہم اس لڑکی تاجور کو اغوا ہوتے ہوئے دیکھیں اور ایسے مخصوص ثبوت حاصل کر لیں جن کے بعد کوئی گنجائش نہ رہے۔ میں ایک آدمی ساتھ لے لوں گا اور خود غلام شاہ کی نگرانی کروں گا۔ اگر آپ سے یہ کہوں گا تو گستاخی میں شامل ہو جائے گا کہ خود میرے اپنے ذہن میں بھی یہی خیال تھا۔ اور میں آپ سے اس موضوع پر بات کرنے والا تھا۔" آفتاب کمال نے کہا اور میں مسکرا دیا پھر میں نے کہا۔

"میں ان گستاخیوں کو برا نہیں سمجھتا۔ دوست قم اطمینان سے یہ کام انجام دو۔ اس کے علاوہ سر ہم ٹرانسمیٹر پر رابطہ رکھیں گے۔"

"ہاں یہ انتہائی ضروری ہے۔"

"ٹرانسمیٹر تو آپ کے پاس موجود ہے۔ اور یہاں میں نے وہاں۔ اس سے مجھے کافی فائدہ ہوگا اور ریل کیں۔ انہی رہوں گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے میں کچھ دیر بعد کھنڈرات کے اطراف میں پہنچ جاؤں گا۔ آپ مطمئن رہیں، کسی کو شبہ نہیں ہونے پائے گا۔"

"اس جگہ کا جہاں کا تم نے تذکرہ کیا ہے، وہاں کا تم نے مکمل معائنہ کر لیا ہے۔"

"نہ صرف معائنہ سر بلکہ وہاں تین کیمرے نصب کیے ہیں میں نے جو ریموٹ کنٹرول ہیں اور بڑی اعلا کارکردگی کے مالک ہیں۔ ریموٹ کنٹروں دباؤں گا۔ اس سے پہلے جب بھی کمرے میں کوئی تحریک ہوگی مجھے ریموٹ کنٹرول پر ہی اشارہ موصول ہو جائے گا اور اس کے بعد کیمرے اپنا کام شروع کر دیں گے۔ آواز کی ریکارڈنگ کا بھی انتہائی معقول بندوبست ہے ان کیمروں میں۔"

"سمجھتا ہوں، سمجھتا ہوں سارے ہال وہ چابک کہاں ہے؟"

"چابک سر؟" آفتاب کمال نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"شوٹنگ کے دوران ایک بہت ہی شاندار ہنر تھا تمہارے ایک ساتھی کے پاس، جس کے ذریعے وہ رضوانہ کو نچا رہا تھا۔" میں نے کہا۔

"اُسے تو میں ایسے ٹھیک کروں گا کہ زندگی بھر ناچتا رہے گا۔" آفتاب کمال نے دانت پیس کر کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"وہ چابک کہاں ہے؟"

"موجود ہے سر۔ آپ کو ضرورت ہے اس کی؟"

"ہاں۔"

"ابھی پیش کرتا ہوں۔" آفتاب کمال نے چابک کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور پھر ہٹ گیا۔ ایک انتہائی خطرناک چابک میرے حوالے کر دیا گیا۔ آفتاب کمال مسکرا کر بولا۔

"سر آپ اس کا کیا کریں گے؟"

"میں بھی اسے استعمال کروں گا۔"

"کس سلسلے میں؟"

"کسی کو نچانا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا اور آفتاب کمال بھی مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

"اچھا آفتاب۔ اب میں چلتا ہوں۔ اور سنو مجھے اس بات کا یقین ہے کہ وہ دونوں اپنے مالک کو اس ہیروئن کے بارے

Uploaded By

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"مجرم؟" ے۔ میری مراد رضوانہ سے ہے سمجھ

"ظاہر ہے یہ تمہیں مزید احتیاط کرنا ہوگی۔"

"کیوں؟" تمکمال کا چہرا سرخ ہوگیا اُس نے آہستہ سے کہا۔

"آپ مطمئن رہیں سر، اگر ایسا ہوا تو میں بہت کچھ کر ڈالوں گا آپ بالکل مطمئن رہیں۔"

میں مسکراتا ہوا وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ کچھ دیر کے بعد ایک بار پھر میں حافظ جمیل احمد کے گھر کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔

نعیم نے دروازہ کھولا۔ یہاں مجھے نہایت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ حافظ صاحب اور ان کی بیوی تو مجھ پر نثار ہونے لگتے تھے۔ میری ہر آمد پر وہ لوگ پہلے سے زیادہ محبت کا اظہار کرتے تھے۔ اس وقت فریدہ کو بھی دیکھا میں نے جو گھر کے کام کاج میں مصروف تھی۔ مجھے دیکھ کر دوپٹا سر پر اوڑھ لیا۔ حافظ صاحب کہنے لگے۔

"آئیے میاں آئیے۔ آئیے خیریت ہے۔ کوئی خاص بات؟"

"بس ذرا فریدہ سے کچھ گفتگو کرنی تھی۔"

"ارے ہاں ہاں۔ اچھا یہ بتائیے کھانا تیار کرائیں؟"

"نہیں۔ ہمارے یہ تمام رسمی سلسلے بعد میں سرانجام پائیں گے۔ اس وقت مجھے کچھ کام کرنے ہیں اُن کے لیے آپ سے اجازت درکار ہے۔"

"ٹھیک ٹھیک میں مداخلت نہیں کروں گا۔"

فریدہ کمرے میں پہنچ گئی۔ میں بھی اسی کمرے میں داخل ہوگیا۔ آج میں نے فریدہ کے چہرے پر ایک عجیب سا سکون دیکھا تھا۔ اس نے نگاہیں اٹھائیں اور مجھے دیکھتی رہی۔

"کیا بات ہے فریدہ؟" میں نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں۔"

"بُری بات۔ بعض شخصیتیں اجنبی ہونے کے باوجود اتنی قربتیں حاصل کرلیتی ہیں کہ پھر اپنا وجود ان میں شامل کرنا ہی پڑتا ہے۔ جو بات دل میں آئے کھل کر کہہ ڈالو، ورنہ اگر اپنے دل کی باتیں تم مجھ سے نہیں کہو گی تو پھر کس سے کہو گی؟"

فریدہ خاموش ہوگئی، مجھے دیکھتی رہی، پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"غور کرتی ہوں تو یقین نہیں آتا۔"

"کس بات پر؟"

"اپنی تقدیر پر۔"

"نہیں فریدہ ایسا مت کہو تقدیر پر یقین کرنا چاہیے۔"

"ہاں مگر جو ایسے حالات سے گزر چکا ہو اسے تو ہر چیز سے خوف محسوس ہوتا ہے۔"

"اچھا اب کس بات سے خوف محسوس ہو رہا ہے؟"

"بس آپ کو دیکھتی ہوں، واقعات یاد کرتی ہوں تو سہم کر رہ جاتی ہوں۔"

"کیوں؟"

"یہ سوچ کر کہ کیا اس خواب سے بھی آنکھ کھل جائے گی۔"

"نہیں فریدہ خوابوں اور حقیقتوں میں فرق ہوتا ہے۔ بہت بڑا فرق۔ خواب تو صرف دیکھے جاتے ہیں۔ جبکہ حقیقت تمہارے سامنے میری شکل میں موجود ہے۔"

"آپ نے مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا، کیا جلدی ہے آپ کو جانے کی؟"

"بالکل نہیں، تمہارے پاس اطمینان سے بیٹھنے آیا ہوں۔"

"کچھ لاؤں آپ کے لیے؟"

"اگر ممکن ہو سکے تو صرف چائے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ چائے ہماری ساس صاحبہ بنائیں گی۔ آپ صرف ان سے کہہ کر آجائیں گی۔"

فریدہ مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔ میں اسے اعتماد دینا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آگئی اور اندر داخل ہو کر اس نے کمرے کا دروازہ بند کرلیا۔ پھر میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"میں نے آپ سے کچھ پوچھا تھا؟"

"ہاں۔"

"جواب دیں گے مجھے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"تو پھر آج اپنے بارے میں مجھے سب کچھ بتا ڈالیے، سب کچھ۔"

"تم اس کا حق رکھتی ہو فریدہ۔"

"خدا کرے یہ حق مجھے حقیقی معنوں میں مل جائے۔"

"خیر آنے والا وقت تمہیں اس بات کا اعتماد بھی دلا دے گا کہ یہ حق تمہیں حقیقی معنوں میں مل گیا ہے۔ فریدہ میرے والد ڈپٹی انسپکٹر جنرل ہیں یعنی ڈی آئی جی۔ بہت سخت گیر بے حد سخت مزاج اور گھریلو حکمران۔ انہوں نے گھر کے ماحول کو بھی پولیس ہیڈ کوارٹر میں تبدیل کر دیا ہے۔ دو بھائی ہیں۔ ایک بہن ہے۔ اور ہم سب ان کے محکوم رہتے ہیں۔ میں پہلا شخص تھا جس نے اس گھر سے بغاوت کی اور باہر کی دنیا میں

نکل آیا۔ فریدہ چونکہ تم نے مجھ سے کہا ہے کہ میں تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں تو بس ان الفاظ میں میں تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گا کہ زندگی کو میں نے بہت قریب سے دیکھا ہے اور اس کی تمام تر دلچسپیوں کو حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن عمل کر ڈالا۔ اس کے بعد کچھ ایسے واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے میرے والد مصیبت میں گرفتار ہونے لگے، تو میں نے ان لوگوں کے خلاف عمل کر ڈالا۔ جو میرے والد کے لیے مصیبت بنے تھے۔ اور میرا یہ عمل چند لوگوں کی نگاہوں میں آگیا۔ ان چند لوگوں میں ایک بہت بڑی شخصیت بھی شامل تھی اور یہ شخصیت ایک اعلا سرکاری عہدیدار تھی۔ اس شخصیت نے مجھے ایک سرکاری عہدہ پیش کیا اور بس اس عہدے کو حاصل کرنے کے بعد میری زندگی کے مشاغل بدل گئے۔ میرے پاس اللہ کا دیا بہت کچھ موجود ہے فریدہ۔ اتنا ہے کہ شاید میرے والد سوچ بھی نہیں سکتے۔ میرے بھائی والد کی محکومیت سے خوش ہیں اور غالباً ان لوگوں کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ مجھے والد صاحب سے دُور ہی رکھا جائے۔ میں نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ کیونکہ میری دُنیا اُن سے بالکل الگ ہے اور اب جو اہم باتیں میں تمہیں بتانے جا رہا ہوں فریدہ، وہ ایک اعتماد کے طور پر تمہیں بتا رہا ہوں۔ یہاں میرے ماموں رہتے تھے اور ان کا نام تھا اختیار حسین۔"

"او ہو۔ او ہو۔ نعیمہ۔ نعیمہ۔"

"ہاں ان کے بیٹے مختار حسین کی بیوی کا نام نعیمہ ہے۔"

"مختار حسین تو گرفتار ہو چکے ہیں ایک قتل کے الزام میں کیا آپ کے ماموں کے بیٹے ہیں وہ؟"

"ہاں فریدہ۔ ماموں اختیار حسین عزیب آدمی تھے۔ بیٹے کی گرفتاری کے بعد مقدمہ چلا اور اس کے بعد باآسانی اُسے سزا ہو گئی۔ ماموں اختیار حسین کے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا جو کچھ بھی ممکن ہو سکا انہوں نے کر لیا اور جب ان کے پاس کچھ باقی نہ رہا تو وہ اپنی بہن یعنی میری والدہ کے پاس پہنچے اور انہوں نے میرے والد سے یہ سفارش کرانا چاہی کہ ان کا بیٹا بے گناہ قرار پائے۔ اوّل تو غریب آدمی تھے اور دوئم یہ کہ والد صاحب اپنے اصولوں کے انتہائی سخت، چنانچہ ماموں اختیار حسین کو مایوس کر کے واپس لوٹا دیا گیا۔ لیکن ظاہر ہے فریدہ باپ بیٹے کے سلسلے میں کسی انا کا شکار نہیں ہو سکتا۔ بات مجھ تک پہنچی اور میں نے ماموں اختیار حسین سے ساری تفصیلات معلوم کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ اس مجرم کا سراغ لگاؤں۔ تھوڑی بہت معلومات تو مجھے ماموں اختیار حسین نے فراہم کر دی تھیں اور اس کے بعد میں یہاں چودھری رمضان کی کوٹھی میں آگیا۔ اور یہاں میں نے صورت حال کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کیں۔ انہی کاموں میں مصروف تھا کہ تم سے ملاقات ہوگئی۔ اور تم میرے لیے ایک مشعل ثابت ہوئیں جس کی روشنی میں میں نے دُور تک دیکھ لیا۔ فریدہ واقعات تو زندگی میں ہزاروں آتے ہیں۔ بعض اوقات ایسے حادثات ہو جاتے ہیں جو بہت ہی زیادہ تکلیف دہ ہوتے ہیں لیکن ہم حادثوں کو غیر متوقع نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ ہی ان حادثوں کو اپنی زندگی کا زخم بنا سکتے ہیں۔ مجبوری تھی جو ہونا تھا ہوگیا۔ اس میں ہماری کوئی بھول تو نہیں تھی۔ بہرحال تم نے میرے بارے میں پوچھا تو میں نے یہ سب کچھ تمہیں بتا دیا۔ بہت ہی شاندار تنخواہ ہے میری۔ بہت عمدہ قسم کی آمدنی ہے۔ دولت میرے لیے ایک مذاق ہے۔ جتنی چاہوں حاصل کر لوں۔ لیکن ابھی اس جانب رُخ نہیں کیا۔ ہاں اب تم میری زندگی میں شامل ہوگئی ہو تو تمہارے لیے بہت کچھ کرنا پڑے گا۔ بہرحال یہ ہے میری لائف اس کے علاوہ اگر کوئی سوال تمہارے ذہن میں ہو تو وہ بھی تم کر ڈالو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

فریدہ تحیر زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا۔ "اور ایک اتنی بڑی شخصیت نے مجھے۔ مجھے اپنا غلام بنا لیا۔"

"غلام نہیں۔ دوست۔ ساتھی۔ بات یہ ہے فریدہ کہ زندگی میں بہت سے کھیل کھیلے ہیں میں نے۔ میں کوئی پارسا نہیں ہوں۔ میں نے دُنیا کی ہر چیز بے حد قریب سے دیکھی ہے۔ لیکن۔ لیکن اس کا یہی نتیجہ نکالا ہے کہ زندگی اس انداز میں سب سے بہتر گزرتی ہے جس انداز میں ماضی کی تاریخ میں درج ہے۔ سمجھ رہی ہو نا اور ماضی کی تاریخ کو دُہرانے کے سلسلے میں ایک اچھے ساتھی کی حیثیت سے میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے۔ شرط یہ ہے کہ اپنے کسی عمل سے مجھے بد دل نہ کرنا جب میں یہ کہتا ہوں کہ جو واقعات تمہارے ساتھ بیتے ہیں ان میں تم بے گناہ ہو تو سمجھ لو کہ تمہیں بھی خلوص دل سے اپنے آپ کو بے گناہ سمجھنا پڑے گا اور اس تصور کو ذہن سے نکال دینا ہوگا۔"

فریدہ کی آنکھوں میں پھر آنسوؤں کی نمی نظر آنے لگی۔ میں نے اس سے کہا۔

"نہیں فریدہ آنسو نہیں بلکہ انتقام ہونا چاہیے ان آنکھوں میں۔ سنا تم نے تمہاری آنکھوں سے آنسو نہیں شعلے نکلنے چاہئیں۔"

"میں۔ میں۔ میں بے بس ہوں، میں کیسے انتقام لے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سکتی ہوں؟"

"میرا ساتھ حاصل کرنے کے بعد بھی تم اپنے آپ کو بے بس سمجھتی ہو؟"

میں نے کہا اور وہ مجھے دیکھنے لگی۔ تب میں نے وہ چابک نکالا جو میں آفتاب کمال سے لے کر آیا تھا۔ چابک ایک پلاسٹک کی تھیلی میں پیک تھا۔ میں نے وہ تھیلا اُسے پیش کرتے ہوئے کہا۔

"اسے تم تحفتاً اپنے پاس رکھو۔"

"کیا ہے یہ؟" فریدہ نے پوچھا۔

"ہاتھ نہیں بڑھاؤ گی؟"

"ہاں کیوں نہیں۔" اُس نے ہاتھ بڑھا کر چابک میرے ہاتھ سے لے لیا، اُسے نکالا، دیکھا اور پھر حیرانی سے میری صورت دیکھنے لگی پھر بولی۔

"اس کا میں کیا کروں؟"

"اپنے دشمن کے خلاف استعمال کرو گی تم اسے۔"

"کک۔۔۔ کیا مطلب! کیسے، کون۔۔۔ ہے میرا تو ایک ہی دشمن ہے اس کائنات میں، اس کے علاوہ تو میں نے کسی سے دشمنی بھی نہیں کی۔"

"چوہدری الیاس؟"

"ہاں؟"

"بس تو پھر اس تحفے کو تم اسی پر استعمال کرنا۔"

"چوہدری الیاس پر؟"

"ہاں۔"

"مگر۔۔۔ مگر۔۔۔!"

"مگر نہیں، حقیقت۔"

"کیسے۔۔۔ آخر کیسے؟"

"میں نے کہا ناں تم اپنے آپ کو تنہا اور بے بس کہہ کر میرا مذاق اُڑا رہی ہو، اب میں تمہارے ساتھ ہوں اور یہ تحفہ میں تمہارے ہی لیے لایا ہوں۔"

"مگر یہ ہو گا کیسے؟"

"جیسے میں کہوں، اسے احتیاط سے رکھ لو۔"

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور فریدہ نے دروازہ کھول دیا۔

پھپھی جان چائے کی ٹرے اُٹھائے اندر آگئیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا اور وہ کہنے لگیں۔

"نہیں بیٹے، ہم تو۔۔۔ ہم تو کچھ بھی نہیں کر پا رہے تمہارے لیے، ایسی باتیں کر کے دل نہ دکھاؤ۔"

وہ چائے رکھ کر چلی گئیں۔

میں اور فریدہ چائے پیتے رہے۔ فریدہ نے حیرانی سے کہا۔

"لیکن آپ ذرا یہ تو بتا دیجیے کہ۔۔۔"

"ابھی ضروری نہیں ہے فریدہ، بس تم تیار رہنا، آج نہیں کل۔ کسی بھی وقت میں تمہیں لینے کے لیے آ جاؤں گا اور ہم دونوں ساتھ چلیں گے، تمہیں ایسے کپڑے پہننا ہوں گے جو مٹیالے رنگ کے ہوں اور روشنی میں یا اندھیرے میں محسوس نہ ہوں۔"

فریدہ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے گردن ہلائی تھی، تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں سے اُٹھ گیا۔ جنگل کی صبح کو بالکل ناقابلِ یقین طریقے سے چوہدری رمضان واپس آ گیا تھا۔ کچھ اُلجھا اُلجھا سا تھا اور مجھ سے ملاقات ہونے پر اس نے بہت زیادہ خوشی کا اظہار نہیں کیا تھا جب میں اس کے سامنے آیا تو اس نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔

"اور سُنا پیترا کی حال اے تیرا؟"

"جانا چاہتا ہوں چوہدری صاحب۔"

"جانا چاہتا ہے جی بھر گیا یہاں سے؟"

"نہیں چوہدری صاحب، ایسی بات نہیں ہے لیکن جانا تو ضروری ہے ناں۔"

"ہاں جانا تو ضروری ہے، تو پھر کب جا رہا ہے؟"

"بس آج ہی چلا جاؤں گا۔"

"ہوں، ایک دو دن اور رُک جا یار میں کچھ پریشان ہوں، ذرا کچھ ایسی ہی باتیں ہو گئی ہیں، جن کی وجہ سے کچھ پریشانی ہو گئی ہے، تو خیال مت کرنا، ایک دو دن رُکو، ہو سکتا ہے میری یہ پریشانی ختم ہو جائے، کچھ لوگوں کے آنے کا انتظار ہے۔"

"چوہدری صاحب! میرا خیال ہے کہ مجھے اب چلے ہی جانا چاہیے۔"

"مگر کیوں، تُو تو کہہ کر آیا تھا کہ ملک سے باہر گیا ہے۔"

"ہاں، گھر سے تو یہی کہہ کر آیا تھا۔"

"تو پھر اب جا کر یہی کہے گا کہ باہر سے آ رہا ہے۔"

چوہدری صاحب مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولے۔

"دیکھوں گا، جیسی بھی صورتِ حال ہوئی۔"

چوہدری صاحب کچھ سوچنے لگے۔ تھوڑی دیر تک سوچتے رہے پھر انہوں نے کہا۔

"او پیترا! تُو زندگی میں کچھ نہیں کرے گا۔"

"کیا مطلب چوہدری صاحب! میں سمجھا نہیں۔"

"او کوئی ایسا کام جس سے تجھے بھی دولت حاصل ہو۔"

"کیوں نہیں چوہدری صاحب! دولت حاصل کرنے کی خواہش کسے نہیں ہوتی۔"

"ہوں، اچھا تو پھر تیری کچھ مدد کریں۔ بھئی ڈی۔ آئی۔ جی کا بیٹا ہے تُو، تیرے شہر کے لوگ تو یہ بات جانتے ہی ہوں گے کہ تیرا باپ کتنے بڑے عہدے کا مالک ہے۔ اس پل پر تو جو چاہے کر سکتا ہے۔ ہمارا کام ہے ایک کروڑ، پانچ دس لاکھ روپے دے دیں گے تجھے مگر تیرے ذریعے وہ کام ہو جائے۔"

"آپ کام کی نوعیت بتائیے چوہدری صاحب! میں وہ کام ضرور سرانجام دوں گا، پانچ دس لاکھ روپے تو بہت زیادہ ہوتے ہیں۔"

"او اگر ایسی بات ہے تو یوں سمجھ لے کہ تُو ہمارے کام آ، ہم تیرے کام آئیں گے، کوئی پرواہ ہی مت کر پیسوں کی۔ ایک آدھ دن رُک ابھی، تیرا رُکنا تو اب بہت ہی ضروری ہو گیا ہے۔"

"ایسے کام میں کرتا رہتا ہوں چوہدری صاحب۔ یونہی تھوڑے بہت پیسے کما لیتا ہوں ایسے کاموں سے۔"

"او تُو پہلے تو اپنے چاچا سے بات کرتا ناں۔۔۔ یہ ہوئی ناں بات۔ اچھا ٹھیک ہے، تجھے کام بتائیں گے آرام سے، وہ ابھی، بھاگنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

میں خاموش ہو گیا۔

چوہدری رمضان خود ہی اپنے الفاظ کے جال میں پھنس گیا تھا اور میں نے اسے بتا دیا تھا کہ میں ایسے ویسے کام بھی کر لیتا ہوں، لیکن اس طرح ایک بات اور ہوئی تھی۔ وہ یہ کہ اگر چوہدری رمضان کو میری طرف سے خطرہ بھی تھا تو اس گفتگو کے بعد ٹل گیا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ میری طرف سے بے اطمینانی کا شکار ہو گیا ہو، لیکن جب اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ میں بک جانے والی چیز ہوں تو اطمینان بھی ہو گیا ہو گا۔ بہرحال آج کا دن بہت سی اہمیتوں کا حامل تھا۔ چوہدری صاحب نے مجھ سے بہت زیادہ دیر تک بات نہیں کی۔ البتہ اتنا ضرور کہا اُس نے۔

"او تو کرتا کیا رہتا ہے دن بھر؟"

"بس چوہدری جی! آپ کا یہ فرید پور بہت خوبصورت ہے۔ دوسروں کو پسند آیا ہو یا نہ آیا ہو، مجھے بے حد پسند آیا ہے۔ اس کے نواحات میں گھومتا رہتا ہوں اور مجھے بہت لُطف آتا ہے۔"

"ہوں ٹھیک ہے، بس ایک آدھ دن کی مصروفیت اور ہے اور پھر میں تجھے کام بتا دوں گا، پیسے نقد دیتا ہوں میں بلکہ ایڈوانس بھی دے دیتا ہوں۔"

"آپ اس کی تو بالکل ہی فکر نہ کریں، بہت سے بڑے بڑے کام کیے ہیں میں نے۔" میں نے جواب دیا اور چوہدری رمضان خاموش ہو گیا۔

دوپہر کا کھانا میں نے اس کے ساتھ ہی کھایا پھر چار ساڑھے چار بجے تک میں کوٹھی میں ہی رہا اور اس انداز میں کوٹھی میں گردش کرتا رہا کہ کسی کو شبہ نہ ہو۔ فخرو بڑے آرام سے تھا اور آرام ہی کر رہا تھا، لیکن کوئی پانچ بجے کے قریب وہ میرے پاس پہنچا اور اس نے رازداری سے کہا۔

"سُنتے ہیں صاحب جی۔"

"او ہو فخرو، کیسی طبیعت ہے تمہاری؟"

"صاحب جی ٹھیک ہو بالکل۔ آپ کو پتا ہے آج جنگل ہے۔"

"ہاں۔"

"میرے پاس آیا تھا چوہدری الیاس۔"

"او ہو، خیریت! کیا کہہ رہا تھا؟"

"او جی، آج تاجور اغوا ہو رہی ہے۔"

"کس وقت فخرو؟"

"ساڑھے سات بجے، غلام شاہ مسلسل تاجور کی نگرانی کر رہا ہے، ساڑھے سات بجے کے قریب اسے اغوا کر لیا جائے گا۔"

"فخرو! یہ بات کسی اور کو مت بتانا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہیں صاحب جی، اپنا تو آدھا خون خشک ہو گیا ہے، ہم تو یہاں سے بھاگ جانے کی سوچ رہے ہیں۔"

"کہاں بھاگ جانے کی سوچ رہا ہے؟" میں نے کہا۔

"بس صاحب جی، جدھر منہ اُٹھے گا چلے جائیں گے۔"

"فخرو! ابھی ایسا مت کرنا، ورنہ بے موت مارا جائے گا۔"

"کیوں صاحب جی؟"

"بس جو میں نے تجھ سے کہا ہے، وہی ضروری ہے۔"

"نہیں صاحب جی! فوراً تو ہم ویسے بھی نہیں بھاگ رہے مگر۔۔۔ مگر اب یہاں جی نہیں لگتا، ڈر لگتا رہتا ہے ہر وقت۔"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"انتظار کرے۔ ایک کام کر۔"

"جی صاحب جی۔"

"شام کو ساڑھے سات بجے تو کوٹھی سے نکل کر حافظ جمیل احمد کے گھر پہنچ جانا اور وہیں رکنا۔"

"کیوں صاحب جی؟"

"مجھ سے سوال کر رہا ہے۔"

"نہیں صاحب جی، یہ بات نہیں ہے لیکن ــــ لیکن حافظ جمیل احمد صاحب؟"

"ہاں ــــ ہاں۔"

"ان کے ساتھ تو ــــ ان کے ساتھ تو کیس ہو چکا ہے صاحب جی۔"

"ہاں ہو چکا ہے، وہاں آجانا، میں تجھے وہاں موجود ملوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے صاحب جی!" فخرو نے کہا۔

"لیکن بھولنا نہیں فخرو، اگر بھول گیا تو آنے والے وقت میں جو کچھ تیرے ساتھ ہوگا، اس کا ذمہ دار تو خود ہوگا۔"

"آپ بالکل اطمینان رکھیں صاحب جی، ہمارا کیا ہے اور اب تو ہم ویسے بھی آپ کے حکم کے بندے ہو گئے ہیں، آپ جو کہیں گے، وہی کروں گا۔"

"ٹھیک ہے، ساڑھے پانچ بجے میں حویلی سے باہر نکل آیا اور یونہی ادھر ادھر مٹرگشت کرنے لگا پھر ایک سنسان سی جگہ پہنچ کر میں نے ٹرانسمیٹر پر آفتاب کمال سے رابطہ قائم کیا تو فوراً ہی جواب موصول ہو گیا تھا۔

"ہاں آفتاب۔"

"جی سر! بول رہا ہوں۔"

"کیا پوزیشن ہے؟"

"بالکل مضبوط سر، میرے تمام افراد کھنڈرات کے آس پاس پھیل گئے ہیں اور میں خود غلام شاہ کے پیچھے ہوں، اس وقت وہ اور درّاب کھنڈر سے کچھ فاصلے پر بیٹھے باتیں کر رہے ہیں اور میں ان کے کوئی پچاس گز دور ہوں۔"

"گڈ! غلام شاہ کے تمام معمولات کا علم ہوتا رہا ہے تمہیں؟"

"جی سر بالکل!"

"سنا ہے کہ ساڑھے سات بجے تاجور کو اغوا کیا جائے گا۔"

"اوہو، آپ کو وقت معلوم ہو گیا؟"

"ہاں؟"

"کیسے ــــ؟"

"بس فخرو کے ذریعے۔ میں نے بات کو زیادہ گول مول نہ رکھا۔"

"وہ کیسے سر؟"

"اس نے خود فخرو کو بتایا ہے۔"

"کیا فخرو خود بھی اس اغوا میں شریک ہو رہا ہے؟"

"نہیں، میں اسے گواہ کی حیثیت سے استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں نے اسے حافظ جمیل احمد کے گھر آنے کے لیے کہہ دیا ہے۔"

"یہ آپ نے بہت اچھا کیا۔ اس کے علاوہ اور کیا انتظام ہے؟"

"میرا خیال ہے اور کسی کی ضرورت نہیں ہوگی، ویسے تمہارے آدمی ــــ"

"سر، ان میں سے تین کھنڈرات میں چھپے ہوئے ہیں، وہ کیمرے آپریٹ کریں گے، تمام کام بہت اطمینان کے ساتھ کر لیا گیا ہے اور کوئی پریشانی نہیں ہے۔"

"گڈ! ویری گڈ! اب تم مجھے ٹرانسمیٹر پر اس وقت متوجہ کرو گے جب تاجور اغوا ہو جائے گی۔"

"جی چیف! بالکل ٹھیک ہے۔"

"اور اس کے بعد پھر ہم چوہدری الیاس کا انتظار کریں گے۔"

"ظاہر ہے چیف!" آفتاب کمال نے جواب دیا۔

میں نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اس کے بعد کافی دیر تک آوارہ گردی کرتا رہا اور سات بجے حافظ جمیل احمد کے گھر پہنچ گیا۔

وہاں کوئی بات اہم نہیں ہوئی تھی۔ ہم لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ چچی جان نے چائے وغیرہ بنا کر ہم لوگوں کے سامنے رکھ دی تھی اور فریدہ کاموں میں مصروف رہی تھی۔

میں نے چچی جان سے کہا۔

"تھوڑی دیر کے لیے فریدہ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"ہم سے پوچھ رہے ہو بیٹے۔" وہ آہستہ سے بولیں۔

"ضروری ہے چچی جان، ابھی تو فریدہ آپ لوگوں ہی کے پاس ہے، جس وقت اسے عزت و احترام سے اپنے گھر لے جاؤں گا، اس کے بعد مکمل طور پر اپنی ذمہ داریاں پوری کروں گا۔" حافظ جمیل احمد مسکرانے لگے پھر بولے۔

"بھئی اگر تم یہ تمام باتیں اس انداز میں کرتے ہو کہ ہمیں تم پر ذرہ برابر بھی کوئی شک و شبہ رہ گیا ہے تو خدا کے لیے

یہ تصور ذہن سے نکال دینا بھول کے بھی نہیں سوچنا بیٹے! بس یوں سمجھ لو کہ تمہیں بہت بڑی حیثیت دے دی ہے ہم نے اپنی زندگی میں۔ اپنا مستقبل تمہارے حوالے کر دیا ہے اور سارے معاملات اللہ پر چھوڑ دیے ہیں۔" میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

پونے آٹھ بجے فخرو وہاں پہنچ گیا۔ احمقوں کی طرح منہ پھاڑے آیا تھا اور مجھے یہاں دیکھ کر مطمئن ہو گیا تھا۔

"ہم آ گئے صاحب جی۔" اس نے کہا۔

"یہ فخرو ہے۔"

"ہاں جانتا ہوں، چوہدری رمضان کا ملازم ہے۔" حافظ جمیل احمد نے کہا۔

"جی بالکل ــــ اور میرا مہمان۔"

"کیا مطلب؟"

"یہ میرا مہمان رہے گا اس گھر میں۔"

"اوہو! اچھا ٹھیک ہے، اگر ایسی بات ہے فخرو میاں تو آرام سے بیٹھو، یہ بتاؤ کیا چائے پیو گے؟"

فخرو منہ پھاڑ کر ہنسنے لگا۔

سوا آٹھ بجے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور میں اٹھ کر ایک طرف چلا گیا۔

سب ہی نے یہ اشارہ موصول ہوتے دیکھ لیا تھا، ٹرانسمیٹر پر جو آواز سنائی دی تھی، اس نے سب ہی کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔

میں ایک گوشے میں جا کھڑا ہوا اور میں نے ٹرانسمیٹر آن کر لیا۔

"ہاں۔"

"تاجور کو اغوا کر لیا گیا ہے۔"

"گڈ! اغوا کرنے والا کون کون تھا؟"

"وہی دونوں، تیسرا کوئی آدمی اس کام میں شریک نہیں تھا۔"

"کیسے اغوا کیا گیا؟"

"وہ گھر سے نکل کر کسی کام سے باہر گئی اور اس کے بعد فوراً ہی اس پر کمبل ڈال کر اسے اٹھا لیا گیا، درّاب اطمینان سے اسے اپنے شانے پر لاد کر لے گیا ہے۔"

"وہ چیخی چلائی نہیں؟"

"میرا خیال ہے کمبل میں کلوروفارم لگایا گیا ہے۔"

"کھنڈرات پہنچ گئے ہیں وہ لوگ؟"

"جی سر! ابھی ابھی پہنچے ہیں۔"

"اپنے آدمیوں کو متعدد کر دو، ویسے ابھی چوہدری الیاس تو نہیں آیا؟"

"نہیں، اس کا دور دور تک پتا نہیں ہے۔"

"کچھ غلطی ہو گئی ہم سے آفتاب کمال۔"

"کیا؟"

"چوہدری الیاس پر بھی نظر رکھنی چاہیے تھی ہمیں، پتا نہیں اس کے کوئی خفیہ راستے نہ ہوں۔"

"اوّل تو چیف میرے خیال کے مطابق کوئی خفیہ راستہ نہیں ہے، خیر میں دعوے سے یہ بات نہیں کہہ سکتا، لیکن ایک بات اور بھی ہے، وہ یہ کہ کھنڈرات میں میرے آدمی بالکل مستعد ہیں، ہر اس داخلی دروازے سے جہاں سے کھنڈرات داخل ہوا جا سکتا ہے۔ ہمارے آدمیوں کی نگاہ ہے، اس کے علاوہ آپ کے اس خادم نے ایک آدمی چوہدری الیاس کی حویلی پر بھی چھوڑ دیا ہے، جو چاروں طرف سے اس حویلی کی نگرانی کر رہا ہے اور ہر خفیہ راستے پر اس کی نگاہ ہے۔ یعنی حویلی سے نکلنے کے بعد جو بھی راستہ کھنڈرات کی طرف آئے گا وہ شخص چیک کرے گا اور فوراً ہی مجھے ٹرانسمیٹر پر چوہدری الیاس کی آمد کے بارے میں اطلاع دے گا۔"

میں نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔

"یہ کام تم ہی کر سکتے تھے آفتاب کمال۔"

"سر! آپ کا تربیت یافتہ ہوں، اس کے علاوہ کیا کہہ سکتا ہوں؟"

"اس کے علاوہ کچھ نہ کہو تو بہتر ہے۔"

"تو پھر آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"میرا خیال ہے میں تھوڑی دیر کے بعد پہنچ جاتا ہوں آدھے گھنٹے کے اندر اندر۔ ویسے بھی وہ جگہ زیادہ دور نہیں ہے۔"

"آپ اس سمت سے آئیے جہاں تین درخت برابر برابر سر جوڑے ہوئے کھڑے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، مجھے یاد ہیں وہ پیڑ۔"

"میں بھی وہیں ملوں گا آپ کو اور صورتِ حال سے آگاہ کروں گا۔"

"اوکے۔" میں نے جواب دیا اور ٹرانسمیٹر بند ہو گیا۔

دوسرے لوگ مجھے حیران نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

میں ان کے قریب پہنچ گیا۔

فخرو چائے سڑک رہا تھا۔ اسے ان تمام چیزوں سے کوئی غرض نہیں تھی، لیکن حافظ جمیل احمد اور فریدہ مجھے دیکھ رہے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھے۔ میں نے فریدہ سے کہا۔

"فریدہ! آپ کو میرے ساتھ کچھ دیر کے لیے چلنا ہے۔"

"جی جی! مجھے پتا ہے۔"

"جائیے پھر لباس تبدیل کر لیجیے۔"

فریدہ نے مجھے اشارہ کیا اور میں اس کے ساتھ کمرے میں پہنچ گیا۔ اس نے مجھے لباس دکھاتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ کپڑے پہن لوں۔"

"ہاں، ہاں ٹھیک ہیں کوئی ہرج نہیں، ہاں وہ چابک ساتھ لے لینا۔" میں نے کہا۔

فریدہ حسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"چابک!"

"ہاں۔"

"اس کا کیا کریں گے؟"

میں نے مسکرا کر فریدہ کو دیکھا اور پھر کہا۔

"اسے ساتھ لے لینا فریدہ! ضرورت ہے۔"

فریدہ خاموش ہو گئی تھی۔ وہ تیار ہو گئی تو میں اسے ساتھ لے کر چل پڑا۔

فریدہ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

ہم جنگل میں داخل ہو گئے۔ جب میں نے کھنڈرات کا رخ کیا تو فریدہ نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جہانگیر صاحب!"

"یہ صاحب کیا ہوتا ہے؟"

"جہانگیر!"

"ہوں۔"

"ادھر وہ خوفناک کھنڈرات ہیں اور آسیب زدہ بھی کہلاتے ہیں۔"

"انہی آسیبوں سے ملاقات کرنے چل رہے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

فریدہ خاموش ہو گئی تھی۔

کچھ دیر کے بعد ہم مطلوبہ جگہ پہنچ گئے۔ وہ تین درخت سامنے نظر آ رہے تھے جہاں مجھے پہنچنا تھا۔ یہاں آ کر میں خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔

آفتاب کمال ان تین درختوں میں سے ایک درخت سے نیچے آیا تھا اور فریدہ اسے دیکھ کر سہم گئی تھی۔

"اوہ! جہانی بھی ساتھ ہیں!"

"کیا پوزیشن ہے؟"

"ابھی تک بالکل درست۔"

"اندر کے کیا حالات ہیں؟"

"اطلاعات مل رہی ہیں۔"

"ٹرانسمیٹر پر؟"

"ہاں لڑکی بے ہوش ہے، اسے ایک میز پر لٹا دیا گیا ہے۔"

"گڈ! ویسے تم نے جگہ بہترین منتخب کی ہے۔"

"جی ہاں چیف، یہاں سے چاروں طرف نظر رکھی جا سکتی ہے، میرے لیے اور کوئی حکم؟"

"نہیں، تم اپنی پوزیشن سنبھالو۔" میں نے کہا اور آفتاب کمال واپس درخت پر پہنچ گیا۔

فریدہ بہت سنسنی کا شکار نظر آ رہی تھی۔ میں اسے ساتھ لیے ایک طرف بڑھ گیا اور پھر میں نے بیٹھنے کے لیے ایک جگہ تلاش کر لی۔ فریدہ نے کہا۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔"

"کیوں؟"

"آخر ہو کیا رہا ہے، یہ سب کون ہیں اور آپ۔ کیا آپ ایسے کام کرتے رہتے ہیں۔ میں دیکھ رہی ہوں آپ کے چہرے پر خوف کے کوئی آثار نہیں ہیں۔"

میں ہنسنے لگا۔

"آپ سے درخواست ہے مختصر کہ اب آپ بھی دلیر ہو جائیں کیونکہ ہمارا واسطہ ایسے حالات سے پڑتا رہے گا۔"

"وہ کیوں؟"

"اس لیے کہ آپ کے شوہر کا یہی کاروبار ہے۔"

"یہ تو بہت خوفناک ہے۔"

"ہے تو۔"

"مجھے بتائیے آپ کسی لڑکی کی بات کر رہے تھے؟"

"ہاں۔"

"آپ کے ساتھی کہہ رہے تھے کہ وہ بے ہوش ہے اور اسے میز پر لٹا دیا گیا ہے۔"

"کسی تاجور نامی لڑکی کو جانتی ہیں آپ؟"

"اشتیاق چوہدری کی لڑکی ہے وہ۔"

"اسے اغوا کر لیا گیا ہے۔"

"کیا؟" فریدہ کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

میں نے جلدی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"چیخیے نہیں، خود کو سنبھالیے، ہاتھ ہٹا لوں۔" میں نے کہا اور فریدہ نے خوفزدہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں نے آہستہ

سے ہاتھ اس کے منہ سے ہٹا لیا تھا۔

"تاجور، تاجور۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"جانتی ہیں اسے؟"

"میری سہیلی ہے، میرے لیے سب سے زیادہ عزیز وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ اس کی بھی تو منگنی ہو گئی ہے اپنے تایا کے بیٹے سے میرے خدا! اب وہ بھی۔ وہ بھی۔ مگر ایسا نہیں ہونا چاہیے، وہ مر جائے گی۔ اس کا تو کچھ بھی نہ ہوگا، سب میری طرح خوش نصیب نہیں ہوتے، سب کو آپ جیسے لوگ نہیں مل سکتے۔"

"اس کا کچھ نہیں بگڑے گا، آپ اطمینان رکھیں۔"

"اوہ! میرے خدا۔ میرے خدا۔ تاجور کو بچا۔" فریدہ نے کہا۔

سوا نو بجے درخت پر سے آفتاب کمال نے مجھے ٹرانسمیٹر پر مخاطب کیا۔

"ہاں، کہو۔"

"غلام شاہ کھنڈرات سے نکلا ہے اور شاید حویلی جا رہا ہے۔"

"اوہ! اس کا مطلب ہے۔"

"ہاں میرا خیال ہے اب وہ چوہدری الیاس کو گرین سگنل دے گا تب چوہدری آئے گا۔"

"کمبخت بڑی ذہانت سے کام کرتا ہے۔"

"کوئی حکم چیف؟"

"نہیں اسے جانے دو۔"

"اوکے!" آفتاب کمال نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

فریدہ بدستور سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔

دس بجے، پھر گیارہ بج گئے۔ یہ انتظار بڑا صبر آزما تھا مگر میں فریدہ سے باتیں کر رہا تھا۔ سوا گیارہ بجے آفتاب کمال نے پھر مجھے مخاطب کیا۔

"چیف! شکار آ رہا ہے۔"

"تم نے اسے دیکھ لیا؟"

"جی ہاں۔"

"اکیلا ہے؟"

"نہیں، غلام شاہ ساتھ ہے۔"

"کتنے فاصلے پر ہیں؟"

"بس قریب آ گئے ہیں۔"

"اندر سگنل دو۔"

"دے چکا ہوں۔"

"نیچے آ جاؤ۔" میں نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

کچھ دیر کے بعد آفتاب کمال درخت سے نیچے اتر آیا تھا۔

ہم انتظار نہیں کر سکتے تھے۔ تاجور کو خطرے سے بچانا تھا۔ احتیاط سے قدم اٹھاتے کھنڈر کی طرف چل پڑے۔

آفتاب کمال کی نگرانی میں آگے بڑھنے لگے۔ چند لمحوں کے بعد آفتاب کمال نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں سے تیز روشنی چھن رہی تھی۔

میں نے فریدہ کو کمرے کی بغلی سمت ایک دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد کسی ایسی جگہ کو تلاش کرنے لگا جہاں سے اندر جھانکا جا سکے۔ کوئی مشکل نہیں ہوئی۔ اور ایسی ایک جگہ مل گئی۔

میں نے اندر کا منظر دیکھا۔ عمدہ فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ بستر پر ایک معصوم سی لڑکی خوف و دہشت کی تصویر بنی بیٹھی تھی۔ اس سے کچھ فاصلے پر چوہدری الیاس شراب کا گلاس ہاتھ میں لیے چسکیاں لے رہا تھا۔ اور کمرے میں درمیان دیو قامت دُرّاب کھڑا لڑکی کو گھور رہا تھا۔

"منہ سے آواز نکلی تو گردن دبا دوں گا۔" وہ غرایا۔

مگر تاجور کے منہ سے کیا آواز نکلتی وہ تو نیم بے ہوشی کی سی کیفیت کا شکار تھی اور تھر تھر کانپ رہی تھی۔

"بس بس! ٹھیک ہے تو جا، یہ تو بہت اچھی لڑکی ہے۔" چوہدری الیاس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اور دُرّاب واپسی کے لیے مڑ گیا۔

میں نے صورت حال کا جائزہ لیا اور سرگوشی میں آفتاب کمال سے کہا۔

"غلام شاہ باہر ہے؟"

"دیکھوں اسے؟"

"ہاں۔" میں نے کہا اور آفتاب کمال تیزی سے ایک طرف رینگ گیا۔

دُرّاب دروازے سے باہر نکل آیا۔

میں ایسی مناسب جگہ تلاش کرنے لگا جہاں اس پر حملہ کیا جا سکے۔ وقت کم تھا اور کام زیادہ۔ میں جانتا تھا کہ میرے آپریٹ ہو رہے ہوں گے۔ دُرّاب ایسی پوزیشن پر آ گیا جہاں اس سے دو دو ہاتھ کیے جا سکیں۔ اس وقت دلیری دکھانا مناسب نہیں تھا۔ میں نے پیچھے سے اس پر چھلانگ لگائی اور کھرے ہاتھ کی ایک بھرپور ضرب اس کی گردن پر رسید کی۔ بے شک جانور تھا آسانی سے ضرب سہہ گیا۔ پلٹا اور مجھ پر جھپٹا۔ میں نے جو مکے کی ضرب اس کی پسلیوں پر لگائی اور اس کے حلق سے کراہ نکل گئی، مگر وہ پھر بھینسے کی طرح مجھ پر پل پڑا۔ اس بار میں نے اس کے نرخرے کو نشانہ بنایا تھا۔ اس ضرب سے بڑے فوائد

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

حاصل ہو سکتے تھے اور ہوئے ضرب نے آواز کی نالی چوک کر دی اور وہ بچ بچ کرنے لگا۔ دیو قامت تھا، کسی ہاتھی کی طرح طاقت ور، مگر جدید لڑائی سے ناواقف تھا، اس لیے مار کھا رہا تھا۔ مصیبت میں گرفتار تھا کیونکہ کوشش کے باوجود آواز نہیں نکال پا رہا تھا۔ البتہ مزید چند ہاتھ کھانے کے بعد اس نے ایک خطرناک حرکت کی۔ جیب سے سیٹی نکال کر اس نے منہ سے لگائی اور میں نے یہ سیٹی دیکھ لی۔ میری لات اس کے منہ پر پڑی اور سیٹی اس کے حلق میں جا پھنسی۔ اب اسے گرا لینا ضروری تھا، ورنہ وہ سریلی آوازیں پیدا ہو سکتی تھیں چنانچہ میں اس پر سوار ہو گیا۔ اس نے دو بار مجھے الٹا کر پھینکا، لیکن میں اس پر تابڑ توڑ حملے کرتا رہا اور بالآخر وہ ڈھیر ہو گیا۔ آخری ضرب اس کی گردن پر لگا کر میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور جائزہ لینے لگا۔ کچھ فاصلے پر فریدہ بت بنی کھڑی نظر آتی تھی۔ اس پر توجہ دیے بغیر میں پھرتی سے روشن دروازے کی طرف جھپٹا۔ چوہدری الیاس اتنا مطمئن تھا کہ اس نے دُرّاب کے باہر نکلنے کے بعد بھی دروازہ بند کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔

میں دروازے پر پہنچا تو اس نے کہا۔

"ہاں، کوئی بات ہے دُرّاب؟"

مگر میں دروازے کے اندر داخل ہو گیا۔ اس نے سرسری نظروں سے مجھے دیکھا اور پھر جلدی سے گلاس میز پر رکھ دیا۔ اس کے بعد اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر پستول نکال لیا اور برق رفتاری سے مجھ پر فائر بھی کر دیا، قسمت نے ہی بچایا تھا گولی میرے الیاس کو چھوتی باہر نکل گئی تھی۔ اس نے دوسری، اور پھر تیسری گولی چلائی۔ اس دوران میں بچتے ہوئے فاصلہ بھی کم کرتا جا رہا تھا۔

تیسری گولی کے بعد میں نے اسے مہلت نہیں دی اور اچھل کر اس کے پستول والے ہاتھ پر ضرب رسید کر دی اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ وہ پھرتی سے اٹھا مگر میں نے زوردار گھونسا اس کے منہ پر رسید کر دیا اور اس کے کئی دانتوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ اس نے کچھ بولنے کی کوشش کی لیکن منہ میں خون بھر گیا تھا۔ میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے اٹھایا اور پھر زور سے گھما کر دیوار کی طرف پھینک دیا۔ وہ بری طرح دیوار سے ٹکرایا اور نیچے گر پڑا۔

"مر گیا۔ ارے مر گیا۔ ارے بچاؤ۔ مر گیا۔" وہ بڑی مشکل سے آواز نکال پایا تھا۔

میں نے اس کی ٹانگ پکڑ کر اسے گھسیٹا اور کھرے کے وسط میں ڈال دیا۔

وہ آنکھیں چمچما رہا تھا پھر اس نے کہا۔ "تم۔ تم۔ تم ہو؟"

"پہچان لیا مجھے الیاس؟"

"تو تم میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔"

"ہاں، تمہارے باپ نے تمہیں میری طرف سے ہوشیار کیا تھا مگر تم زمانے الیاس؟"

"تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"دشمنی! ذرا تفصیل سے بتاؤں گا۔ تمہارا کھیل تو میں اسی جگہ ختم کر دیتا الیاس مگر مجھے تم زندہ درکار ہو۔"

"بے وقوفی مت کرو، جو چاہتے ہو بتاؤ۔"

"چلو آجاؤ اندر آجاؤ۔" میں نے دونوں ہاتھ کھڑے کر کے کہا۔

میرے چار ساتھی اندر آ گئے۔

بے چاری تاجور مسہری پر بیٹھی اسی طرح ساکت نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

میں نے الیاس کے پستول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان لوگوں سے ہوشیار رہنے کے لیے کہا اور پھر باہر نکل گیا۔

فریدہ دیوار سے لگی کھڑی تھی۔

کچھ فاصلے پر آفتاب کمال آتا نظر آیا۔ اس نے کہا۔

"چیف! غلام شاہ نکل گیا۔"

"کیسے؟"

"چالاک تھا، گڑبڑ محسوس کرتے ہی نکل بھاگا۔ میں نے اسے بہت دور دیکھا تھا۔"

"کوئی بات نہیں دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا۔

پھر فریدہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"آؤ فریدہ! خود کو سنبھال لو، ہم نے تاجور کو بچا لیا ہے اور تمہارا شکار تمہارا انتظار کر رہا ہے۔"

فریدہ کے قدم لڑکھڑا رہے تھے مگر میں اسے سنبھالتے ہوئے اندر لے آیا۔

چوہدری الیاس نے شاید کچھ گڑبڑ کی تھی کیونکہ اس کی مزید پٹائی ہو رہی تھی۔

"ہٹ جاؤ۔" میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور وہ پیچھے ہٹ گئے۔

"چابک کہاں ہے فریدہ؟" میں نے کہا اور فریدہ نے ہاتھ سامنے کر دیا۔

"یہ تمہارے سامنے ہے اور میں نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے اسے مارو۔"

فریدہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے سہمی نظروں سے چوہدری الیاس کو دیکھنے لگی۔

"اگر تمہارے دل میں کوئی احساس ہے فریدہ، اگر تمہیں اپنی بربادی کا دکھ ہے تو خود کو سنبھالو، میں نے تمہیں موقع دیا ہے۔"

فریدہ کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔ اس کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں اور پھر وہ جیسے ماحول سے بے خبر ہو گئی۔ اس نے ہنٹر سنبھالا، اس کے حلق سے ایک غراہٹ نکلی اور سڑاک کی آواز سے ہنٹر چوہدری الیاس کے بدن پر پڑا۔

"کُتیا۔ کُتیا کی بچی! تیرے پورے خاندان کو زندہ دفن کرا دوں گا۔ پورے خاندان کو۔" چوہدری الیاس گرجا مگر فریدہ بہری ہو گئی تھی۔ اس کے اندر شیر لی جاگ اٹھی تھی اور شیرنی شیر سے زیادہ خونخوار ہوتی ہے۔ سڑاک سڑاک کی آوازوں کے ساتھ چوہدری الیاس کی چیخیں ابھر رہی تھیں۔ اس کی کھال بہت سی جگہوں سے جگہ چھوڑ چکی تھی۔ مجھے ہی فریدہ کا ہنٹر پکڑنا پڑا تھا، تب وہ رُکی تھی۔

میرے تمام ساتھی سمٹ کر ایک جگہ آ گئے تھے۔

چوہدری الیاس اور دُرّاب کو باندھ لیا گیا۔

اب چاروں طرف کی فوٹو گرافی ہو رہی تھی۔

آسمان پر چاند چمک رہا تھا اور کھنڈرات روشن ہو گئے تھے ہم اپنے کام سے فارغ ہو کر باہر نکل آئے۔ اور کھنڈرات سے کوئی بیس قدم دُور ہی نکلے تھے کہ دو گھوڑے دوڑتے نظر آئے۔ میں سمجھ گیا کہ کون ہو سکتا ہے۔ ایک پر چوہدری رمضان تھا اور دوسرے پر غلام شاہ۔

چوہدری کے ہاتھ میں رائفل دبی ہوئی تھی۔ اس نے ہمیں دیکھا اور پھر چوہدری الیاس کو۔ اس پر نظر پڑتے ہی وہ بے چین ہو کر چیخا۔

"اوئے۔ اوئے یہ کیا تم نے کُتے کے بچو۔ اوئے یہ کیا۔" وہ گھوڑے سے کود پڑا۔

جیسے ہی اس کے قدم نیچے لگے آفتاب کمال نے عقب میں آ کر پستول کی نال اس کی کنپٹی پر رکھتے ہوئے کہا۔

"رائفل پھینک دو۔"

چوہدری غرّا کر پلٹا تو آفتاب کمال نے لات مار کر اس کی رائفل گرا دی۔

دوسرے آدمیوں نے غلام شاہ کو گھوڑے سے کھینچ کر قابو میں کر لیا تھا۔

"ایک ایک کو فنا کر دوں گا، ایک ایک کو زندگی بھر مشکل ہو گی۔ اوئے الیاس۔ اوئے الیاس تیرا یہ حال کس نے کیا؟ اوئے میرے بچے! کتنا خون بہہ گیا تیرا۔ اوئے ظالمو کا ہے سے مارا ہے تم نے اسے۔" اور پھر اس نے میری طرف دیکھا اور اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

"اوئے پولیس والے کی اولاد! بادشاہی ناں تم نے۔ سیٹنے پر بیٹھ کر ڈنک مارا ہے، دیکھ لوں گا ایک ایک کو میں پوچھتا ہوں تو ہوتا کون ہے، اوئے تو پولیس والا ہے، بتا کون ہیں یہ لوگ، جواب دے، اوئے غنڈہ گردی کرنے آئے ہو تم لوگ فرید پور میں، میں پوچھتا ہوں کون ہو تم لوگ اور تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"چوہدری صاحب! آپ نے پہلے کبھی اس بارے میں نہیں سوچا، آپ کو معلوم تھا کہ چوہدری الیاس کیا کرتا ہے، کبھی نہیں سوچا آپ نے، اس نے کتنا خون بہایا ہے، اس کا کوئی حساب ہے آپ کے پاس؟"

"اوئے میں کہتا ہوں تو اپنی بتا بھئی، تو نے مجھے کوئی لولی پوپ سمجھا ہے، میں۔ میں تیرا وہ حشر کروں گا کہ تیرا باپ بھی تجھے نہیں بچا سکے گا، اوئے میں معمولی آدمی نہیں ہوں۔"

"اس غلط فہمی نے تو آپ کو گمراہ کیا ہے چوہدری صاحب! آپ اگر معمولی آدمی نہیں ہیں تو یہ بھی معمولی آدمی نہیں ہیں۔ ذرا دیکھیے اس لڑکی کو، جو موت کی سی زردی چہرے پر لیے بیٹھی ہے، یہ عزت ہے کسی کی، چوہدری صاحب! آپ کی اپنی عزت چار بیٹیوں کی شکل میں آپ کی مضبوط حویلی کی دیواروں کے پیچھے اگر محفوظ ہے تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ کچے کچے مکانوں میں رہنے والوں کا کوئی نہیں ہوتا۔ غلطی آپ کی ہے۔ چوہدری صاحب!"

"اوئے میں کہتا ہوں تو بک بک مت کر۔ تو نے ان غنڈوں کے ذریعے جو کچھ کیا ہے، اس کا حساب تجھے ہی نہیں تیرے باپ کو بھی دینا پڑے گا۔"

"وہی زبان بول رہے ہیں چوہدری صاحب! وہی زبان بول رہے ہیں، جو مجھے جنون میں مبتلا کر دیتی ہے۔ چلو لے چلو۔" میں نے چوہدری الیاس کو دھکا دیا اور چوہدری رمضان نے آگے بڑھ کر اسے سہارا دیا۔

"اوئے کمینے، ذلیل، کتے! میرے سامنے تو یہ حرکت کر رہا ہے، حشر کر دوں گا تیرا۔ حشر کر دوں گا۔" آفتاب کمال نے ایک بار پھر چوہدری رمضان کے سینے پر پستول رکھتے ہوئے کہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"چوہدری! اب اگر تم نے مداخلت کی تو اس بار میں واقعی گولی چلادوں گا۔"

چوہدری رمضان نے آفتاب کمال کو دیکھا۔ وہ پاگل ہو رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ وہ واپس پلٹا گھوڑے پر سوار ہوا اور اس نے غلام شاہ سے کہا۔

"لوئے چل غلام شاہ! دیکھیں گے ہم بھی — ہم بھی دیکھیں گے کہ ڈی آئی جی کا بیٹا کتنی پاور رکھتا ہے۔"

"غلام شاہ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دو۔" اور آفتاب کمال نے فوراً ہی اس پر عمل کیا۔

چوہدری رمضان نے پلٹ کر دیکھا اور فوراً ہی گھوڑے کو ایڑ لگادی۔

اس کے بعد وہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔

تاجور کو ہم نے احتیاط کے ساتھ اس کے گھر پہنچایا۔ وہاں ماتم برپا تھا، لیکن جب تاجور پہنچی اور دیکھنے والوں نے چوہدری الیاس کو اس عالم میں دیکھا تو سب پر سکتہ طاری ہو گیا۔ میں نے اشتیاق صاحب کو طلب کر کے کہا۔

"آپ خوش نصیب ہیں اشتیاق صاحب کہ خدا نے آپ کی عزت بچالی ہے اور یہ سانپ پکڑا گیا ہے۔ بالکل اطمینان سے اپنی پاکباز بیٹی کو گھر لے جائیے، وہ اسی طرح قابلِ احترام ہے جیسے پہلے تھی اور اب بھی ہے اور اگر خدانخواستہ چوہدری الیاس اسے اپنے ظلم کا شکار بنالیتا، تب بھی اس کی عزت پر آنچ نہیں آتی کیونکہ مظلوموں پر ظلم کی کہانی تو بہت پرانی ہے۔"

"ہم نے فریدہ کو اس کے گھر پہنچایا۔" میں نے حافظ بھیم احمد سے کہا۔

"دیکھ لیجیے حافظ صاحب! فریدہ نے ہتھوڑوں سے مار مار کر اس کا پورا جسم لہولہان کر دیا ہے اور یہ کمینہ اب اپنے انجام کو پہنچنے جارہا ہے۔ فریدہ کو میری امانت سمجھ کر اپنے پاس رکھیے اور یہ نہ سمجھیں کہ میں اگر واپس جارہا ہوں تو میرا آپ سے رابطہ ختم ہو جائے گا، رابطہ مسلسل رہے گا، بس ایک مناسب وقت کا انتظار ہے اور اس کے بعد میں فریدہ کو آپ کے پاس سے لے جاؤں گا۔"

حافظ صاحب نے میرے دونوں ہاتھ چوم لیے تھے۔

پھر ہم نے شہر واپس جانے کی تیاریاں شروع کر دیں اور چوہدری الیاس کو لیے ہوئے شہر واپس آگئے۔

آفتاب کمال کو میں نے اس سلسلے میں ہدایات جاری کیں۔ فخرو کو بھی لایا گیا تھا۔

غلام شاہ قیدی کی حیثیت سے تھا۔

چوہدری الیاس کی زبان بند تھی۔ اب ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا اس نے منہ سے۔ غالباً اسے اس سنگین صورتِ حال کا احساس ہو گیا تھا۔ میں نے آفتاب کمال سے کہا۔

"آفتاب کمال! پورا کیس تیار کرو اور اس سلسلے میں کچھ خصوصی کام بھی کرنے ہیں۔" میں نے اسے سرگوشی کے انداز میں ان کاموں کی تفصیل بتائی اور آفتاب کمال پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

پھر وہاں سے فلیٹ واپسی کے علاوہ اور کیا کیا جاسکتا تھا۔ فلیٹ پر ماموں اختیار حسین، ان کی بہو نعیمہ اور مختار حسین کے بچے وغیرہ موجود تھے۔ میں ان سے ملا تو ماموں اختیار حسین بے اختیار بولے۔

"کچھ ہوا بیٹے! کوئی بات بن سکی؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ماموں جان! آپ نے زندگی میں پہلی بار ایک ذمہ داری میرے سپرد کی تھی بھلا اس میں ناکامی کیسے ہوتی؟ میں اصل قاتل کو گرفتار کر کے لے آیا ہوں اور مختار حسین بہت جلد اس کیس سے آزاد ہو جائیں گے۔ آپ اطمینان رکھیں، البتہ ایک انتہائی ضرورت کے تحت میں آپ کو ایک دوسری جگہ منتقل کر رہا ہوں، وہ بھی میرا ہی گھر ہے۔"

ماموں اختیار حسین نے فوراً ہی آمادگی کا اظہار کر دیا تھا اور میرے لیے بھلا کیا مشکل تھا کہ میں انہیں وہاں سے کسی اور جگہ منتقل کر دوں۔ ابھی تک والدہ محترمہ سے رابطہ نہیں ہوا تھا۔

لیکن یہ بات بھی میرے علم میں تھی کہ چوہدری رمضان ظاہر ہے اپنی تمام تر کوششیں کرے گا۔ ہو سکتا ہے، اس کے تعلقات بہت اوپر تک ہوں، لیکن میں نے اپنے تحفظ کے لیے آفتاب کمال کو جو ہدایتیں دی تھیں، وہ بہت کافی تھیں۔ میں نے انتظار کیا چوبیس گھنٹے اور پھر چھتیس گھنٹے گزر گئے۔

آفتاب کمال نے میری مطلوبہ چیزیں لا کر مجھے دے دی تھیں۔ میں صرف یہ سوچ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے چوہدری رمضان کو ابھی میرا پتا نہ معلوم ہوا ہو، لیکن ایسا نہ ہوا۔ میرا فلیٹ پولیس نے گھیر لیا اور ایس ایس پی اکرام حسین پستول تانے ہوئے میرے فلیٹ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے پستول سیدھا کرتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"مسٹر جہانگیر جمال شاہ! آپ کو فرید پور سے ایک شخص چوہدری الیاس حسین کے اغوا اور اس پر تشدد اور اس کے ساتھ دو ملازموں کے اغوا اور حبسِ بے جا کے الزام میں گرفتار کرنے آیا ہوں، وارنٹ ہے میرے پاس۔ آپ کے ساتھ کچھ اور افراد بھی تھے، آپ مناسب سمجھیں تو ان کا پتا بتادیں، ورنہ پولیس ہیڈ کوارٹر میں اس سلسلے میں آپ سے سوالات کر لیے جائیں گے۔"

"ہتھکڑی ڈالیں گے میرے ہاتھوں میں اکرام حسین صاحب؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ضروری ہے مسٹر جہانگیر جمال شاہ۔"

"نہیں اکرام حسین صاحب! حبسِ بے جا کا الزام ہے مجھ پر، آپ نے میرے قبضے سے اغوا ہونے والوں کو برآمد نہیں کیا ہے، تاہم میں آپ کی قانونی کوششوں میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا۔" میں نے ہاتھ آگے بڑھا دیے۔

اکرام حسین صاحب نے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں اور اس کے بعد مجھے پولیس وین میں بٹھا کر ہیڈ کوارٹر لے جایا گیا۔

میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں، مگر میں تیمور جمال شاہ صاحب اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے قریب ہی کرسی پر چوہدری رمضان بھی بیٹھا تھا۔

"اوئے دیکھ لے — دیکھ لے تیمور! تیرا بیٹا — تیرا بیٹا۔" چوہدری صاحب! برائے کرم خاموش ہو جائیے۔" تیمور جمال شاہ نے کہا اور مجھے گھورنے لگے۔ ان کی آنکھوں میں سخت غصے کے آثار تھے۔ پھر انہوں نے ایس ایس پی اکرام سے کہا۔

"آپ برائے کرم باہر تشریف رکھیں۔"

"ایک منٹ، ایک منٹ اکرام حسین صاحب! میرے ہاتھوں کی ہتھکڑیاں کھول دی جائیں۔"

"جائیے اکرام صاحب! میں آپ کو جو حکم دے رہا ہوں اس کی تعمیل کیجیے۔" ڈی آئی جی صاحب نے کہا۔

چوہدری رمضان مغلوم سی شکل بنائے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ایک بار پھر بول پڑا۔

"اوئے اس نے — اس نے میرے گھر کافی دن قیام کیا ہمارے کی سی حیثیت دی میں نے اسے اور اس نے — اس نے جو کچھ کیا وہ تمہارے سامنے ہے۔"

"ڈی آئی جی صاحب! آپ نے مجھے ہتھکڑیاں لگوائی ہیں برائے کرم اسے نوٹ کر لیجیے گا۔ اس کی آپ کو جواب دہی کرنا ہوگی۔ میں ایک بار پھر آپ کو حکم دیتا ہوں کہ میرے ہاتھوں کی ہتھکڑیاں کھول دی جائیں۔"

تیمور جمال شاہ صاحب نے برابر رکھا ہوا پولیس کا ڈنڈا اٹھایا اور کہنے لگا۔

"میں ابھی تیرا حکم مانتا ہوں۔" وہ کرسی کے پیچھے سے باہر نکل آئے۔ میرے قریب پہنچے تو میں نے پھر کہا۔

"میرے اس جیکٹ کے اندرونی حصے میں کچھ کاغذات رکھے ہیں، وہ کاغذات نکال کر ایک نگاہ دیکھ لیجیے گا اور اس کے بعد کوئی عمل کیجیے گا، ورنہ آپ کی ہلکی سی لغزش پر میں باپ اور بیٹے کے تعلقات بھول جاؤں گا۔ پہلے وہ کاغذات دیکھیے، اس کے بعد آپ کا جو دل چاہے عمل کیجیے گا۔"

تیمور جمال شاہ صاحب نے مجھے گھورا، ڈنڈا ایک سمت رکھا۔ میری جیکٹ کا کالر پکڑ کر مجھے دھکا دیا، اندر جیب میں ہاتھ ڈالا اور وہ تین کارڈ نکال لیے جن کے ساتھ ایک کاغذ بھی منسلک تھا۔ انہوں نے غصیلی نگاہوں سے ان کارڈوں پر نظر ڈالی اور ان کے چہرے کے تاثرات میں نمایاں تبدیلی رونما ہونے لگی، پھر انہوں نے وہ کاغذ دیکھا کارڈز دیکھے، دوبارہ کاغذ دیکھا، کارڈز دیکھے اور پھر تین قدم پیچھے ہٹ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے دیکھا، شک ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کاغذ دیکھا۔

میں انہیں سرد نظروں سے گھور رہا تھا۔

پھر انہوں نے تینوں کارڈ ایک جگہ جمع کیے، کاغذ ہمراہ رکھا اور اس کے بعد بوکھلائے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

ڈی آئی جی صاحب نے ایڑیاں بجائیں اور مجھے سیلوٹ کیا، پھر بوکھلائے انداز میں ایس ایس پی اکرام صاحب کو آواز دی اور مرے مرے لہجے میں ان سے کہا کہ وہ میری ہتھکڑیاں کھول دیں۔

جب میری ہتھکڑیاں کھلیں تو ایک بار پھر ڈی آئی جی صاحب نے مجھے سیلوٹ کیا اور میں نے آہستہ سے گردن ہلائی اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔

چوہدری رمضان کا منہ حیرت سے پھٹا کا پھٹا رہ گیا تھا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں باہر آگیا، دل کو افسوس ہو رہا تھا۔ ڈی آئی جی صاحب میرے باپ تھے، اور میں بالکل یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس انداز میں میرے سامنے پیش ہوں، جبکہ چودھری رمضان وغیرہ بھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے اس بات کی کوئی خوشی نہیں تھی لیکن وہ انتہا پسند تھے، جو کچھ کرنا چاہتے تھے۔ اگر کر ڈالتے تو میری اپنی پوزیشن بھی کافی خراب ہو جاتی۔ بہرطور وہاں سے فلیٹ کا رُخ کیا تھا، حالانکہ ماموں افتخار حسین کو وہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا تھا۔ اور فلیٹ پر اب کوئی موجود نہ تھا۔ لیکن میں ذرا پُرسکون ہو کر صورتِ حال کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ اور آئندہ اقدامات پر غور کرنا چاہتا تھا۔ کافی دیر سوچوں میں گم رہا، فریدہ کئی بار ذہن میں آئی تھی، مذاق ہی مذاق میں ایک ایسا کھیل، کھیل ڈالا تھا۔ جس پر اگر غور کرتا تو ہوش اُڑنے لگتے تھے، بھلا میری فطرت اور اس کے بعد یہ عمل، بیوی کے تصور پر ہی ہنسی آتی تھی۔ اس کا مقصد ہے کہ میں تو بالکل ہی عام آدمی ہو گیا۔ اور اب مجھ میں اور دوسروں میں کوئی فرق نہیں رہا، پھر وہ نیلاہٹیں تو بے معنی ہی ہوئیں ناں، میرے اُن چاروں شیطان دوستوں کو اس بات کی خبر ہو گی تو اُن پر کیا ردِعمل ہو گا؟ بہت سی باتیں ذہن میں آئیں، دیر تک بیٹھا سوچتا رہا اور پھر سر جھٹک دیا، کیا احمقانہ باتیں سوچ رہا ہوں، وہ گھرانہ، وہ معصوم اور مظلوم گھرانہ جس کے چار افراد ہنستی کھیلتی زندگی سے موت کی جانب بڑھ گئے تھے، اگر میرے کسی عمل سے زندگی پائے تو میرے خیال میں مجھے اُس سے گریز نہیں کرنا چاہیئے، پھر یہ سوچیں کیا معنی رکھتی ہیں، جو کیا ہے وہ بالکل موزوں ہے اور اُس میں اب کسی قسم کی کوئی ترمیم ممکن نہیں، بڑے اعتماد سے میں نے حافظ صاحب کو تسلیاں دی ہیں، خیر اب یہ کوئی موضوع نہیں ہے، جب مناسب سمجھیں گے، اس سلسلے میں کوئی قدم اُٹھا لیں گے۔ اصل مسئلہ تو اس وقت اس کیس کو آگے بڑھانے کا تھا۔ چودھری رمضان پیچھے ہی پیچھے یہاں پہنچ گیا تھا، خیر مجھے اس کی تو فکر بالکل نہیں تھی کہ وہ اپنے اثر و رسوخ سے زیادہ سے زیادہ کیا کام لے سکتا ہے، لیکن بس آگے بھی قدم بڑھانے تھے، ڈی۔ آئی۔ جی صاحب بھی بار بار ذہن میں آ رہے تھے، ویسے واقعی صورتِ حال بہت تکلیف دہ تھی، اگر موقع ملا تو کسی وقت اُن کے دل سے یہ تاثر ختم کرنے کی کوشش کروں گا۔ انہیں واقعی بڑی زک اُٹھانی پڑی تھی۔ چودھری رمضان سے تو خیر مجھے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ بالآخر آفتاب کمال ہی سے رابطہ

اُسے فلیٹ پر پہنچ جانے کی ہدایت کی، آفتاب کمال میری آواز سُن کر بولا۔

"اوہو، چیف! آپ فلیٹ پر ہیں۔؟"

"کیوں خیریت؟"

"نہیں نہیں خیریت تو ہے، دراصل شہباز احمد صاحب آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔"

"کسی خاص وجہ سے؟"

"نہیں سر! جو کارروائیاں میں نے کی تھیں ناں، ان کا نتیجہ معلوم کرنا چاہتے تھے، ویسے سر مجھے تو ساری تفصیلات معلوم ہیں، میں نے خود ہی اُنہیں بتا دیا۔"

"کیا بولے؟"

"نہیں کوئی خاص تبصرہ نہیں کیا، بس کہنے لگے کہ یہ ضروری تھا۔ حالانکہ اس بات کو وہ منظرِ عام پر نہیں لانا چاہتے تھے۔"

"کوئی خاص ہدایت تو نہیں دی انہوں نے؟"

"بالکل نہیں سر! کیوں؟"

"میرا مطلب ہے اس دامان ہے۔؟"

"جی سر!"

"بھئی میں کہنا چاہتا تھا کہ کوئی اہم تو میرے سپرد نہیں کی جا رہی۔"

"نہیں سر! آپ کو ہنی مون منانے کے لیے بہت وقت باقی ہے۔"

"شکریہ آفتاب کمال، اب تم ایسا کرو کہ فوری طور پر مختار حسین کے لیے کارروائی شروع کر دو۔"

"سر! یہ میرا فرض تھا جسے میں شروع کر چکا ہوں، ویسے مختار حسین کو فوراً ہی جیل سے نکال کر تفتیشی تحویل میں رکھا جا سکتا تھا۔ مگر میں نے سوچا جو کام بھی ہو پائیدار ہو وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ، آپ کا کیا خیال ہے؟ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ ہم اختیارات سے کام لینے کے بجائے قانون کے تقاضوں ہی کو پورا کر کے مختار حسین کو باہر نکال لائیں۔ میں نے منظر نسکیل صاحب سے گفتگو کر لی ہے۔ سارا کیس تیار کر لیا ہے، انہوں نے اور فوراً ہی اس سلسلے میں وہ تمام ضروری کارروائیاں کریں گے جس سے عدالت کم از کم اس کیس کو اپنے درمیان جگہ دے سکے۔"

"ٹھیک ہے، میں بھی اب بات اُس وقت آگے بڑھاؤں گا۔ جب کم از کم سرِ نو مقدمہ قائم ہو جائے اور یہ کام میرا خیال ہے، پہلی ہی پیشی میں ہو جائے گا۔"

منظر نسکیل صاحب نے چار وکیلوں کو اپنی معاونت پر لگا

لیا ہے اور دن رات کام کرنے کا وعدہ کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔" پھر میں آفتاب کمال سے رابطہ منقطع کرنے کے بعد اپنے اُن شیطان دوستوں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا، جن سے ملے ہوئے خاصے دن گزر گئے تھے، مگر اُن کی رفتار وہی بے ڈھنگی تھی، جو پہلے تھی سو اب بھی تھی۔ چاروں نے سخرے پن سے میرا استقبال کیا۔ اور مجھے اپنے اپنے مشاغل کے بارے میں بتانے لگے، اُن کی کہانی بہت دیر تک سُنتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

"میرے خیال میں اب تم چاروں کو شادی کر لینی چاہیئے۔"

"تعجب ہے، تعجب ہے۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ دوست ہو تو جہانگیر جمال جیسا۔" توفیق بدمعاش نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"یس سر! ذرا سی اُلجھن ہے کسی ایک گھرانے میں چار نوجوان بہنیں نہیں مل رہیں کہ ہم چاروں شادی کر لیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ مذہب وغیرہ کا بھی معاملہ ہے، مثلاً کشوری کو ہندو لڑکی چاہیے اور جان کو کرسچن، میں اور اعجاز تو خیر ظاہر ہے اپنی ہی مذہب کی لڑکیوں سے شادی کریں گے۔ لیکن یہ دونوں ہمارے گھروں میں گفتگو کی تیاریاں کر رہے ہیں، کہتے ہیں کسی ایک گھرانے میں چار پیس اکٹھے مل جائیں تو شادی کر لی جائے، حالانکہ مسٹر جہانگیر جمال شاہ اس سلسلے میں تو بہترین [illegible]

[illegible] پھر چھوٹی ہوئیں ایک دوسرے سے تو یہ فیصلہ کیسے ہو گا کہ کون کس سے رجوع کرے، آپ کا کیا خیال ہے؟"

"نہیں میں تم سے پورا پورا اتفاق رکھتا ہوں، تمہیں اب دھوم دھام سے شادی کر لینی چاہیئے۔" میں نے کہا اور وہ سب چونک کر مجھے دیکھنے لگے، پھر اعجاز نے کہا۔

"چیف آپ تو واقعی سنجیدہ ہو گئے۔"

"تم لوگ سنجیدہ نہیں ہو۔؟"

"نہیں۔ نہیں دراصل اب ہمارے پاس کوئی ایسا کام کرنے کے لیے نہیں ہے۔ جسے ہم کر کے اپنا دل بہلا سکیں، ساری ہی تفریحیں ختم ہو گئی ہیں اور کچھ عجیب سا لگتا ہے، اس لیے کیوں نہ یہ زندگی بھی اپنا کر دیکھی جائے۔"

"میرے خیال میں بیوی، بچے اور اس کے بعد اُن کی پرورش زندگی کے معمولات۔"

"چیف، بڑا دلکش تصور ہے۔" بہرطور وہ لوگ بکواس کرنے کے ماہر تھے، لیکن بعض اوقات ان کی اس بکواس کی ضرورت بھی پیش آ جاتی تھی۔ اور میں اس سے محظوظ ہوتا تھا۔ غرضیکہ کچھ وقت گزارنا تھا، اُن کے علاوہ کسی سے رابطہ قائم نہیں [illegible]

پھر عدالت میں مختار حسین کی پہلی پیشی ہوئی۔ میں خود تو سامنے نہیں گیا تھا۔ لیکن دور دور سے صورتِ حال کا جائزہ لیا تھا۔ چودھری رمضان کمرۂ عدالت کے باہر دس بارہ افراد کے ساتھ موجود تھا، بڑا بپھرا ہوا نظر آتا تھا، چھ وکیل اُس کے ساتھ تھے اور منظر نسکیل صاحب کو اُس کے وکیلوں سے خاصا مقابلہ کرنا پڑا تھا، اور میں نے یہ دلچسپ مقابلہ ایک گوشے میں رُک کر دیکھا۔ اور بالآخر تمام واقعات کی روشنی میں اور بہت سے گواہوں کے درمیان جن میں زمین خان اور خود چودھری الیاس کے وہ ملازمین شامل تھے کی گواہی پیش ہوئیں — اور اس طرح چودھری الیاس پر فردِ جرم عائد ہو گئی اور مختار حسین کو شک کا فائدہ دے کر فوراً ہی ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ یہاں مجھے پہلی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ چودھری رمضان بُری طرح بپھرا بپھرا پھر رہا تھا، مگر اس وقت میں نے اُس کا سامنا کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اوّل تو باپ کا دوست تھا۔ اور پھر یہ بھی تھا کہ بیٹے کا باپ ہے، چنانچہ ذرا ذہن میں رکھنا تھا اُسے۔ میں نے اُس سے دور ہی رہنا اختیار کی، البتہ مختار حسین کو اپنے ساتھ لے کر پہلے فلیٹ پر آیا اور پھر اُسے تیار کرا کے اُس کوٹھی میں پہنچ گیا، جہاں ماموں افتخار حسین اور دوسرے تمام افراد موجود تھے، والدہ صاحبہ کے سلسلے میں۔ میں نے آفتاب کمال کو [illegible] کر دیا تھا اور اسے ہدایت کی تھی کہ وہ [illegible] کوٹھی پہنچ جائے، چنانچہ جیسے ہی میں اور مختار حسین اس کوٹھی میں داخل ہوئے، ویسے ہی آفتاب کمال میری والدہ، بھائی اکبر جمال شاہ وغیرہ کو لے کر وہاں پہنچ گیا۔ اس کے بعد کے مناظر جذباتی ہی ہونے چاہیے تھے۔ میں خود اُن مناظر کا ایک حصہ رہا، لیکن مکمل طور پر خاموشی اختیار کی تھی میں نے، البتہ مختار کی حالت واقعی بہت خراب تھی، وہ اپنے بچوں سے لپٹ لپٹ کر رو رہا تھا، اُس کی بیوی نعیمہ بھی بلک رہی تھی اور ماموں افتخار حسین کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں، والدہ صاحبہ بھی اس سلسلے میں بہت زیادہ جذباتی ہو گئی تھیں، اور میں نے زندگی میں پہلی بار یہ محسوس کیا تھا کہ کوئی بھی مخلص محبتوں سے عاری نہیں ہوتا، یہ دوسری بات ہے کہ درمیانی فاصلے اُسے اپنوں سے اجنبی اجنبی کر دیتے ہیں، والدہ صاحبہ کو اپنے بھائی سے محبت تھی اور وہ اس کا اظہار اس وقت بہت مؤثر انداز میں کر رہی تھیں، بہرطور یہ وقت گزرنا تھا سو گزر گیا، اور اُس کے بعد حالات ذرا پُرسکون نظر آئے، ماموں افتخار حسین تو جیسے میرے قدموں میں بچھے جا رہے تھے، نجانے کیا کیا جملے ادا کیے انہوں نے، میں نے حیرانی سے والدہ سے کہا۔

"آپ کے بھائی صاحب کیا کیا کہہ رہے ہیں، ذرا انہیں سمجھائیے"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ہاں بھائی صاحب، آپ کا بچہ ہے وہ، آپ کا بیٹا ہے، وہ بھی، تمار حسین کی طرح ہی ہے، بھلا ان ساری باتوں کی کیا ضرورت ہے؟"

"نہیں۔۔۔اس نے میری بے نور آنکھوں کو روشن کیا ہے، میرے لیے اس وقت اس کائنات میں اس سے زیادہ ہمدرد اور کون ہو سکتا ہے؟ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ نہ میرے وسائل تھے۔ اختیارات، نہ ہی میری سماجی حیثیت اتنی محفوظ تھی، میں اپنی بہو اور ان بچوں کو کیسے پروان چڑھاتا اور پھر اور پھر میں جانتا تھا کہ میرا بیٹا بے گناہ ہے، میں اپنے بے گناہ بچے کو بچانے کے لیے پہلے بھی تمام کوششیں کر کے ہار چکا تھا۔ اب بھلا نئے سرے سے میں کیا کرتا۔۔؟"

"بہر حال یہ سب کچھ ہو گیا، ہر کام کے لیے کوئی نہ کوئی ذریعہ ہوتا ہے۔"

"ارے ہاں۔ یہ نئی جگہ کون سی ہے۔ یہ کس کا گھر ہے؟" میری والدہ نے پوچھا۔ اس سلسلے میں سب ہی نے خاموشی اختیار کی تو وہ اختیار حسین سے بولیں۔

"اختیار حسین کسی شناسا کا مکان ہے یہ؟"

"ہاں ہے تو۔" ماموں اختیار حسین مسکرا کر بولے۔

"کس کا ہے؟"

"جہانگیر جمال شاہ صاحب کا۔"

"کیا۔۔؟" والدہ صاحبہ میری طرف مڑیں اور بولیں۔

"یہ عمارت کس کی ہے؟"

"آپ ہی کی ہے امی۔"

"یعنی میری، تمہاری۔"

"نہیں آپ کی۔"

"مگر وہ فلیٹ۔۔؟"

"وہ بھی آپ ہی کا تھا۔"

"ہوں اس کا مقصد ہے کہ تو نے اپنے آپ کو خاصا مستحکم کر لیا ہے۔"

"کہاں، آپ لوگوں کے بغیر بھلا کوئی استحکام مل سکتا ہے مجھے؟"

"فضول باتیں کرتا ہے، خود ہی باپ کو ناراض کر کے گھر سے دور ہو گیا ہے اور اس کے بعد یہ چکنی چپڑی باتیں۔"

"ڈیڈی کا کیا حال ہے، ذرا ان کے بارے میں مجھے بتایئے؟"

"بس نہ پوچھ بڑے عجیب و غریب کیفیت ہو گئی ہے ان کی، کافی دن تک تو چودھری رمضان نے ہمارے گھر میں تماشا بنا رکھا۔ بھگانے کیا کیا الٹی سیدھی ہانکتا رہتا تھا، بہر طور ڈی آئی جی صاحب کا دوست تھا، اس لیے برداشت کرتے رہے۔ بعد میں بھی بہت سے دعوے کرتا رہا، ظاہر ہے اس کے بعد کون اسے منہ لگاتا، بس ڈی۔ آئی جی صاحب خاموش رہے، میں سمجھتی ہوں کہ انہوں نے کیوں خاموشی اختیار کی تھی؟"

"کیوں؟"

"بس یہ جاننا چاہتے تھے کہ الیاس خان واقعی مجرم ہے یا نہیں۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"اس کے بعد انہوں نے وہ فائل منگوایا جو شاید اس مقدمے کے آخری چالان کے طور پر عدالت کو پیش کیا گیا تھا۔ رات کو اسے پڑھا اور پھر صبح کو وہاں سے میر المطلب ہے اپنے کمرے سے برآمد ہوئے تو سیدھے چودھری رمضان کے پاس پہنچے، اسے بلایا اور کہنے لگے کہ اب وہ کیا چاہتا ہے؟ چودھری رمضان واویلا کرنے لگا اور کہا کہ اس کے بیٹے کو بے گناہ پھانسا گیا ہے، جواب میں ڈی۔ آئی جی صاحب نے وہ فائل اس کے سامنے کر دی جس میں تمام گواہان وغیرہ کے بارے میں تفصیلات موجود تھیں، اور اس کے بعد انہوں نے نہایت خشک لہجے میں اس سے کہا کہ وہ ایک گھنٹے کے اندر اندر اس عمارت سے باہر نکل جائے اور دوبارہ ادھر کا رخ نہ کرے، چودھری رمضان ہکا بکا رہ گیا تھا۔ لیکن ڈی۔ آئی۔ جی صاحب کے مزاج کو تم جانتے ہو، کوئی بھی بات جب منہ سے نکالتے ہیں، تو وہ آخری ہوتی ہے، اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہوتی۔ ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد انہوں نے چودھری رمضان کا کمرا چیک کیا اور اسے لاک کرانے کے بعد اپنے کمرے میں چلے گئے، ویسے کچھ اداس ہیں، مضمحل رہتے ہیں اور زیادہ تر اپنے کمرے ہی میں نظر آتے ہیں۔"

"ہوں ٹھیک بہر حال یہ سارا مسئلہ حل ہو گیا۔"

"بہت سے مسئلے حل نہیں ہوئے ہیں۔" والدہ صاحبہ نے کہا۔

"کیا۔۔؟"

"بتاؤں گی تجھے، بعد میں بتاؤں گی۔ ہاں اب یہ تو بتا بھائی صاحب آپ کا کیا ارادہ ہے؟"

"مشورہ چاہتا ہوں ویسے بالکل اطمینان رکھیں۔ بس میں دو چار روز قیام کے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا۔" ماموں اختیار حسین نے کہا اور پھر چونک کر بولے۔

"خدانخواستہ، میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ تم لوگ مجھے فوری طور محسوس کر رہے ہو، لیکن درحقیقت اب ذرا فیصلہ کرنا ہو گا، مختار حسین کا معاملہ تو ابھی ذرا یہیں چلے گا، میر المطلب ہے،

پیشیاں ہوں گی ناں اس کی؟"

"جی۔"

"تو پھر ہم کہیں دور تو نہیں جا سکتے۔ لیکن لیکن بس یہیں کہیں کچھ نہ کچھ انشاء اللہ کچھ نہ کچھ کر لیں گے۔"

"آپ نے یہ کیوں سوچا ماموں اختیار حسین کہ آپ کو یہاں سے جانا پڑے گا؟"

"ایں۔؟" ماموں اختیار حسین مجھے دیکھنے لگے۔

"کیوں آپ کو یہاں تکلیف ہے۔؟"

"نہیں بھئی مم۔ مگر میں اس سے زیادہ تکلیف دوسروں کو کیا دے سکتا ہوں؟"

"آپ جب آئے تھے تو اس عمارت میں کوئی آباد تھا؟"

"کوئی نہیں بس ملازمین تھے۔"

"تو بس پھر یوں سمجھ لیجیے کہ اب یہ عمارت آپ سے آباد ہو گئی ہے، جب تک مجھے اس کی ضرورت پیش نہ آئے آپ آرام سے یہاں رہیں، جب مجھے اس کی ضرورت پیش آئے گی، آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اسے خالی کر دیں، اس سے پہلے اگر آپ اسے خالی کر دیں گے تو یہ خالی ہی پڑی رہے گی، اس لیے آپ بھی یہاں اطمینان سے رہیں۔"

"اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو بیٹے تو ٹھیک ہے، میں اب بھلا تمہارے سامنے گردن اٹھا سکتا ہوں، اب میں کیا بولوں تمہارے سامنے۔۔؟"

"ماموں۔" میں نے کہا اور والدہ صاحبہ ہنس پڑیں۔

"ٹھیک ہی تو کہتا ہے، سمجھنے پر حق نہیں ہے تمہارا اختیار حسین اطمینان سے رہو، اور میری جہاں بھی ضرورت پیش آئے مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہو۔ ارے یہاں ٹیلی فون ہے؟"

"جی۔"

"تو بس ٹھیک ہے۔"

یہ دن یہیں گزرا تھا۔ والدہ صاحبہ بھی سمجھ نہ سکیں کس طرح انہوں نے وقت نکال لیا تھا، ہاں جہاں تک معاملہ بھائی۔ اکبر جمال شاہ صاحب کا تھا۔ تو ان کی کیفیت دیکھنے کے قابل تھی اس طرح گم صم نظر آتے رہے تھے، جیسے منہ میں زبان ہی نہ ہو۔ میں نے بھی انہیں نہیں چھیڑا تھا، میں جانتا تھا کہ یہ وہ لگانے بجھانے والے لوگ ہیں جو میرے اور میرے باپ کے درمیان ہمیشہ غلط فہمیاں پیدا کرتے رہے ہیں۔ بہر حال یہ مرحلہ طے ہو گیا، مقدمے کا نتیجہ میں جانتا تھا۔ لیکن ابھی مسئلے سے میری گلو خلاصی نہیں ہوئی تھی، ابھی بہت سے مراحل باقی تھے۔ ہاں اب ذرا فریدہ کے بارے میں غور کرنا تھا۔

یہ سارا مسئلہ بالآخر آہستہ آہستہ ختم ہو گیا، مختار حسین کا الجھا ہوا مسئلہ نہیں تھا، چودھری رمضان کی طرف سے بھی کوئی ایسی کارروائی نہیں ہوئی تھی۔ جس پر خصوصی توجہ دینا پڑتی۔ اور ان دنوں مجھ پر ذرا مختلف قسم کی سوچیں مسلط تھیں، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس سے مشورہ کروں، ادھر ان لوگوں کا خیال بھی تھا، حافظ جمیل صاحب یقینی طور پر اس سلسلے میں تقدیر پر شاکر ہوں گے۔ لیکن اس گھرانے کسی قسم کا دھوکا نہیں دیا جا سکتا تھا، ماں باپ کا بھی خیال تھا۔ بھائی اور بہن بھی بہر طور ایک اہمیت رکھتے تھے، الجھن میں جب آنکھ کھلی تھی۔ اور ہوش کا دہن سے گزر ہوا تھا تو انہیں کے درمیان تھا، ان سے محبتیں تو ختم کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، یہ دوسری بات ہے کہ تھوڑے سے اختلاف نے خلیج پیدا کر دیتے تھے۔ بالآخر یہی سوچا کہ کوٹھی جاؤں اور والدہ اور والد کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر دوں اور ان حقیقتوں سے بھی انہیں روشناس کر دوں کہ میری زندگی اب ایک دوسرے مرحلے پر آ گئی ہے پہلے تو کئی دن ہمت کرتا رہا اور اس کے بعد بالآخر کوٹھی کی جانب رخ کیا، یہ مسئلہ ایسا نہیں تھا، کہ اس میں اپنی ذات کے علاوہ کسی سے کوئی مشورہ کیا جا سکے۔ والدہ تو مجھے دیکھ کر خوشی سے کھل اٹھیں، باقی لوگوں نے سرد مہری کا برتاؤ کیا، ظاہر ہے ان کے دل میں بجانے کیا کیا غبار بھرا ہوا تھا۔ اکبر جمال شاہ صاحب نے یقینی طور پر بڑی گل افشانیاں کی ہوں گی، اور بجانے کیا کیا کہانیاں یہاں سنائی گئی ہوں گی بہر طور میں نے ڈیڈی کے بارے میں پوچھا اور والدہ صاحبہ نے بتایا کہ ان کے اندر بڑی نمایاں تبدیلیاں رونما ہو گئی ہیں، اب اکثر بالکل سنجیدہ رہتے ہیں، اور زیادہ تر اپنے کمرے میں مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ یا پھر دفتری معاملات لوگوں سے ملنا جلنا وغیرہ وغیرہ۔" میں نے کہا کہ میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تو والدہ صاحبہ تشویش کا شکار ہو گئیں۔

"کیوں۔؟" میں نے ان سے پوچھا۔

"نہیں کوئی بات نہیں ظاہر ہے باپ ہیں تیرے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے، کیسے ملیں گے وہ مجھ سے؟"

"میں نہیں جانتی۔" والدہ صاحبہ نے جواب دیا۔

"آپ مجھے ان تک لے جا تو سکتی ہیں۔"

"آؤ۔" وہ بولیں اور ہم ڈیڈی کے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ ہم ان کے کمرے کے دروازے سے چند گز کے فاصلے پر تھے کہ وہ کسی کام سے کمرے سے باہر نکلے، ہم دونوں کو دیکھ کر ٹھٹک گئے، پھر ان کی نگاہیں مجھ پر مرکوز ہو گئیں۔ ایک لمحے تک مجھے گھورتے رہے، اور پھر یکلخت دونوں پاؤں سیدھے کیے اور زمین پر ایڑی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مارکہ اٹیچمنٹ ہو گئے۔ یہ طنزیہ انداز تھا۔ انہوں نے مجھے پولیس کا سلام کیا تھا، میں نے بھی انہیں اسی انداز میں جواب دیا، تب ڈی آئی جی صاحب چند قدم آگے بڑھ آئے۔

"سر! آپ نے یہاں کیوں زحمت کی؟ مجھے طلب کر لیا ہوتا۔ اگر کوئی قانونی مسئلہ تھا تو۔"

"نہیں ڈیڈی قانونی مسئلہ نہیں تھا بلکہ ذاتی طور پر میں آپ کے پاس حاضر ہوا تھا۔ اور آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا تھا۔"

"نہیں سر! براہِ کرم آپ مجھے اس طرح مخاطب نہ کریں۔ آپ کے منہ سے اپنے لیے ڈیڈی کا لفظ سن کر میں عجیب سا احساسِ کمتری کا شکار ہوتا ہوں۔ عہدے میں میں آپ سے بہت چھوٹا ہوں، سر! آپ براہِ کرم مجھے ڈیڈی نہ کہیں تو آپ کی مہربانی ہو گی۔ اور جہاں تک اس کوٹھی میں براہِ راست آنے جانے کا معاملہ ہے تو میں اس معاملے میں سر! میں آپ سے کچھ گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ یہ میرا گھر ہے کوئی قانون کا ادارہ یا ہیڈ کوارٹر نہیں، اور ملک کے قوانین اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ ہر شخص اپنے گھر میں ہر طرح کے قانون سے محفوظ ہے میرا مطلب یہ ہے کہ ایک امن پسند انسان کی حیثیت سے وہ گھر اس کی اپنی ہی ملکیت قرار پاتا ہے، گورنمنٹ کی نہیں، ایسی حالت میں کسی شخص کا چاہے وہ عہدے میں کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو کسی اپنے سے کم عہدے والے کے گھر میں اس طرح آنا جانا بھی قانونی حیثیت نہیں رکھتا۔ آپ کو پہلے مجھے ٹیلی فون پر یہ ہدایت دینی چاہیے تھی کہ آپ تشریف لا رہے ہیں، اور میں آپ کے استقبال کے لیے تیاریاں کروں۔"

میں نے والدہ صاحبہ کی طرف دیکھا۔ وہ بھی ڈیڈی کے اس طنز کو محسوس کر رہی تھیں۔ بالآخر کہنے لگیں۔

"سنیے تو سہی، کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ، بیٹا ہے آپ کا، صورتِ حال جو کچھ بھی ہے، بلکہ اگر یہ واقعی عہدے میں آپ سے بڑا ہے تو آپ سے زیادہ خوش نصیب اور کون ہو سکتا ہے؟"

"کمال ہے اپنے افسرِ اعلیٰ سے کون خوش نہیں ہوتا، میں بھی خوش ہوں، لیکن جہاں تک رشتوں کا تعلق ہے محترمہ تو میں آپ سے آپ کے رشتے نہیں چھین رہا۔ اور چھیننے کی کوشش کروں گا تو جیل کی سلاخوں کے پیچھے پہنچ جاؤں گا۔ بہت بڑے آدمی ہیں یہ، بہت بڑی پہنچ رکھتے ہیں، اب میں آپ کو کیا سمجھاؤں کہ ان کا عہدہ کہاں سے کہاں تک ہے، میں تو کچھ بھی نہیں ہوں، ان کے مقابلے میں۔"

"ڈیڈی براہِ کرم۔"

"سر میرے خیال میں آپ کو گھروں میں اس طرح داخلے نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"ٹھیک ہے، اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے اپنا نجی گھر سمجھوں؟"

"ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بھلا میں آپ کو اپنے گھر کو آپ کا اپنا گھر سمجھنے کی کیسے اجازت دے سکتا ہوں۔؟"

"ڈیڈی میں بہت سنجیدگی سے آنے والے وقت کے لیے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"اگر میں آپ کا یہ حق قبول کر دوں تب ہاں، باقی جہاں تک دوسرے معاملات ہیں سر! تو آپ براہِ کرم مجھے اپنے بارے طلب کر کے جو گفتگو کرنا چاہیں مجھ سے کر سکتے ہیں، اس وقت، معذرت خواہ ہوں، اور اس بات کا آرزومند ہوں کہ آپ ایک سیکنڈ کے اندر اندر یہاں سے تشریف لے جائیں۔"

"آپ سنیے تو سہی۔" والدہ صاحبہ نے پھر مداخلت کی اور ڈیڈی ان کی جانب متوجہ ہو گئے۔

"آپ میرا خیال ہے کچھ باغیانہ روش اختیار کرتی جا رہی ہیں۔ بار بار مجھے کچھ سنانے کی کوشش کرتی ہیں، آپ ان کی والدہ ہیں، کوئی ہرج نہیں ہے یقیناً ہوں گی، میں آپ سے آپ کا بھی حق نہیں چھیننا چاہتا کرتا۔ لیکن براہِ کرم اگر آپ اس رشتے کو قائم رکھنا چاہتی ہیں تو کم از کم اس چہار دیواری میں یہ ممکن نہیں ہے، آپ بڑی خوشی سے ان کے ساتھ جا سکتی ہیں، اور پھر جب چاہیں مجھے ان کے ذریعے طلب کر سکتی ہیں۔ جائیے مسٹر جہانگیر جمال شاہ، میں آپ سے بدزبانی نہیں کر سکتا، کوئی سخت لفظ نہیں کہہ سکتا، کیونکہ بہرحال مجھے آپ کے عہدے کا احساس ہے، لیکن میری آرزو ہے کہ آپ ایک سیکنڈ کے اندر یہاں سے نکل جائیں اور میرا خیال ہے کئی سیکنڈ گزر چکے ہیں۔"

"ٹھیک ہے میں چلتا ہوں، اور اس کے بعد اس بات کی امید ترک کرتا ہوں کہ آپ سے کبھی رابطے رہیں۔"

"جی، جی۔ بالکل بالکل، میں بھی یہی چاہتا ہوں سر بہت بہت شکریہ آپ کا۔" ڈیڈی نے کہا اور دروازہ کھول کر اندر کمرے میں چلے گئے۔ میں نے سوچا تھا کہ شاید صورتِ حال میں کوئی ایسی تبدیلی رونما ہو جائے جو مجھ سے میرے گھر کے تعلقات بحال کر دے۔ اس سے زیادہ بھلا میری خواہش اور کیا ہو سکتی تھی۔ لیکن ڈیڈی انتہا پسند تھے۔ اور یقینی طور پر اس سلسلے میں بھی وہ جھکنا پسند نہ کرتے خواہ مخواہ والدہ کے لیے اور دوسرے گھر والوں کے لیے مشکلات پیدا ہو جاتیں۔ چنانچہ میں نے واپسی کا فیصلہ کر لیا۔ والدہ رونے لگی تھیں۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"یہ ڈکٹیٹر شپ بالآخر ایک دن خود بخود ختم ہو ہی جائے گی اور ہمیں اس دن کا انتظار کرنا ہو گا۔ ڈیڈی غلط کار ہیں۔ یقینی طور پر غلط کار ہیں، اگر یہ اتنے ہی سخت مزاج ہیں تو قانون کے ساتھ کیا انصاف کرتے ہوں گے اور اگر انہوں نے کبھی بھی قانون کے ساتھ بھی اپنی سختی کا مظاہرہ کیا تو۔ آپ کی بات کے لیے مجھے معذرت خواہ سمجھیں کہ میں ان کا حساب بھی اتنی سختی ہی سے لوں گا۔ فی امان اللہ۔"

میں نے کہا اور اپنی کار کی جانب بڑھ گیا۔ کوئی کچھ نہیں بولا تھا، اکبر جمال شاہ صاحب نے بھی یہ الفاظ سنے تھے اور میں ان تمام باتوں کو نظر انداز کر کے کوٹھی سے باہر نکل آیا تھا واقعی شدید غصہ آ گیا تھا ڈیڈی کے الفاظ پر، اور ان کے اس انداز پر، لچک کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی ذات میں، جبکہ میں نے ہمیشہ ان کے ساتھ لچک کا رویہ اختیار رکھا تھا۔ ٹھیک ہے ڈیڈی آپ کو سنبھالنے کے لیے کچھ اور راستے اختیار کرنے پڑیں گے۔ لیکن بے چاری فریدہ، جمیل احمد صاحب کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا تھا۔ تب ذہن میں ماموں افتخار حسین کے اور میں نے کار کا رُخ تبدیل کر دیا۔

کچھ دیر کے بعد کوٹھی میں داخل ہو گیا، وہ سب یہاں پر بہت خوش تھے اور میرے ممنون تھے۔ مختار حسین زیادہ تر اپنے بچوں کو سینے سے لگائے بیٹھا رہتا تھا۔ میرا استقبال شایان شان سے کیا گیا۔ سب میرے آگے بچھ گئے اور میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ تو یوں لگتا ہے جیسے مجھے انتہائی شرمندہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں، میں آپ سے بزرگوں کا سا رویہ چاہتا ہوں ماموں صاحب، آخر آپ میرے ماموں ہیں اور آپ یقین کیجیے کہ ماضی میں بھی میرا قصور نہیں رہا ہے کہ میں آپ سے دور رہا، اگر رشتوں کی شناخت کرائی جاتی تو یقینی طور پر میں آج آپ سے اتنا بے تکلف ہوتا جتنا اب ہونا چاہتا ہوں۔" ماموں صاحب نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"بیٹے اس دنیا کے رسم و رواج کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ مزاج ایسے ہی بن گئے ہیں، غربت بڑی تباہ کن چیز ہے، انسان سے اس کی شخصیت چھین لیتی ہے، خیر یہ اچھائی ہے کہ تم نے ہم جیسوں کو بھی اس قابل سمجھ لیا۔ بیٹے یہ بے مقصد نہیں ہو گا سب کچھ، بالآخر ہم مسلمان ہیں اور ہمارے دلوں میں جذبۂ ایمان ہے اور وہ ساری چیزیں ہم سب تسلیم کرتے ہیں جو بنیادی طور پر ہمارے دین نے ہمیں دی ہیں، اگر کسی کی غربت کو نظر انداز کر کے اس سے محبت کی جائے تو اس کا صلہ عظیم ملتا ہے اور تم اس کے حق دار ہو۔"

"خیر ماموں صاحب چھوڑیے ان باتوں کو، رشتے نظر انداز نہیں کیے جا سکتے، اصل میں صورتِ حال یہ ہے کہ ڈیڈی یعنی تیمور جمال شاہ صاحب فطری طور پر بھی پولیس والے ہیں اور عمل طور پر بھی ان کے ہاں لچک نہیں ہے اور اپنا یہی انداز ہمیشہ برقرار رکھتے ہیں اب آپ نے دیکھ لیا ہو گا چودھری رمضان کے سلسلے میں انہوں نے کس قدر کاوشیں کیں۔ انہیں اپنی ناکامی پسند تو نہیں آئی ہو گی۔"

"ہاں مجھے اس کا افسوس ہے کہ میں بھی اس سلسلے میں ایک تنازعہ بنا۔"

"نہیں، میرے اور ڈیڈی کے درمیان تو یہ تنازعہ برسوں سے چلا آ رہا ہے، آپ کو تھوڑا بہت صورتِ حال کا علم ہو ہی گیا ہو گا۔"

"ہاں۔ بہن نے بتایا تھا۔"

"ماموں صاحب! میں آپ سے کچھ ایسی باتیں کرنا چاہتا ہوں، جو ابھی تک نہ میں نے ماں سے کہی ہیں نہ ڈیڈی سے، کہہ دیتا اگر وہ مجھے اپنے دل میں کوئی مقام دیتے۔"

"کہو ضرور کہو۔"

"پچھلے دنوں فرید پور میں قیام ہوا جو واقعہ بدنصیب لڑکیوں کے ساتھ پیش آیا۔ وہی واقعہ ایک اور لڑکی کے ساتھ بھی وہاں پیش آیا۔ اس کا نام فریدہ تھا۔"

"جمیل احمد کی لڑکی۔؟" نعیمہ نے غور سے کہا۔

"ہاں بھابی اسی کی بات کر رہا ہوں۔"

"ہاں۔ وہ بیچاری بھی اس حادثے کا شکار ہو گئی کہیں سے مجھے اس کی خبر ملی تھی۔ بستی کے لوگ ظاہر ہے ساری حقیقتوں کو سمجھتے ہیں، مگر ان میں سے کوئی اس قابل نہیں ہے کہ چودھری رمضان کا مقابلہ کر سکے۔"

"وہ خودکشی کرنا چاہتی تھی، جمیل احمد صاحب کا پورا گھرانہ بدنصیبی کا شکار ہو گیا تھا، آپ کو معلوم ہو گا نعیمہ بھابی کہ فریدہ کی کہیں منگنی ہوئی تھی؟"

"ہاں۔"

"بالآخر یہ بات ان لوگوں کے کانوں تک بھی پہنچ گئی، اور انہوں نے منگنی توڑ دی۔"

"آہ کتنا برا ہوا اس کے ساتھ۔"

"وہ گھرانہ کچھ اس قسم کی بدنصیبی کا شکار ہو گیا تھا۔ کہ میرے رب ہی اس کے لیے بڑا دردِ دل پیدا ہو گیا۔"

"حافظ جمیل احمد صاحب تو بے داغ کردار کے مالک رہے ہیں ہمیشہ۔ دوسروں کے لیے اپنا سینہ کھولنے والے ان کی اس مصیبت پر کسی نے اپنا سینہ ان کے لیے نہ کھولا تھا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میں نے کھول دیا تھا ماموں صاحب۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو یقینی طور پر، کیا مطلب، کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔؟"

"میرا مطلب ہے کہ میں نے اس گھرانے کو تباہی سے بچانے کے لیے تھوڑے بہت اقدامات کیے۔"

"کیا۔؟" حافظ جمیل احمد صاحب نے پوچھا۔

"میں نے فریدہ سے نکاح کر لیا ہے" میں نے جواب دیا اور سب کے منہ حیرت سے کھل گئے۔

"کک۔ کیا مطلب؟"

"جی ہاں۔ وہ منگنی ٹوٹ گئی اور حافظ جمیل احمد صاحب غم کا شکار ہو گئے یقینی طور پر وہاں کوئی ایسا حادثہ رونما ہو جاتا جو بالآخر بھلا تو دیا جاتا لیکن اس میں۔ کوئی شک نہیں تھا کہ بہت ہی دکھ بھرا ہوتا۔ حافظ صاحب خودکشی کر لیتے اور یقینی طور پر فریدہ کا بھی یہی حال ہوتا۔ ایسے عالم میں میں نے بڑے عزت و احترام کے ساتھ اُسے اپنی زندگی میں شامل کر لیا۔"

"وٹ۔ فریدہ کو۔" نعیمہ بھابی نے حیرانی اور خوشی کے ملے جلے جذبات سے کہا۔

"جی بھابی۔"

"مم۔ مگر کک۔ کیا واقعی بھائی؟"

"جی بھابی! آپ سے سچ کہہ رہا ہوں۔"

"یہ تو انتہائی خوشی کی بات ہے اس میں شک اور ثواب تو ہے ہی لیکن یقین کرو فریدہ بہت اچھی لڑکی ہے بہت اچھی، بہت نیک، ملنسار اور خوش اخلاق۔"

"خیر اُس میں جو صفات ہوں، ان کا تو مجھے کوئی اندازہ نہیں ہے لیکن یہ عمل میں نے باقاعدہ مذہبی طریقوں سے سرانجام دے ڈالا ہے۔ اور اب ظاہر ہے جس لڑکی سے نکاح ہو جاتا ہے اسے اپنے گھر میں بھی لا کر رکھا جاتا ہے تو مجھے اس سلسلے میں آپ کا سہارا درکار ہے۔"

"میاں دل و جان سے حاضر ہیں حکم دو۔" ماموں اختیار حسین بے اختیار بولے۔

"ماموں صاحب! میں ابھی اس سلسلے میں گھر گیا تھا یہ سوچ کر کہ والد اور والدہ صاحبہ سے بات کروں۔ والدہ صاحبہ تو والد صاحب کے سامنے مجبور ہیں، اگر آپ کا مسئلہ نہ ہوتا تو شاید وہ اس مسئلے میں بھی ٹانگ نہ اڑاتیں، لیکن بس جذبات جاگ اُٹھے تھے، باقی بھی وہ انہی کی ہمنوا ہوتی ہیں، اور اپنی کوئی رائے نہیں رکھتیں، اس لیے وہ تو بے کار ہی تھیں، ڈیڈی نے مجھ سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا، اور آئندہ مجھے اپنے گھر آنے کی ہدایت دے دی ہے۔" ماموں اختیار حسین ایک لمحے کی خاموشی سے کر خاموش ہو گئے تھے، میں نے پھر کہا۔

"چنانچہ ماموں صاحب اب آپ کے سوا میرے بزرگوں میں اور کون ہے؟"

"بیٹے ڈی۔ آئی۔ جی صاحب سے انکران میرے لیے بہت کثیف وہ ہوگا۔ لیکن، لیکن تم جو حکم دو گے اس کا مسئلہ بالکل خلف ہو جائے گا۔ مجھے بتاؤ میری کیا ذمے داری ہے؟"

"کچھ نہیں آپ سے مشورہ بھی چاہتا ہوں اور عمل بھی۔"

"کہو کہو بالکل کہو۔"

"مختار حسین درحقیقت تمہیں ساری تیاریاں کرنا ہوں گی، ہم لوگ بہت سادگی سے وہاں جائیں گے اور اس پورے گھرانے کو یہاں لے آئیں گے۔ یہ کوٹھی بہت بڑی ہے اگر اس کا ایک حصہ تم لوگ ہمیں دے دو تو ہمارے لیے بڑی خوشی سے گزر بسر کا ذریعہ بن جائے گا۔" مختار حسین نے آگے بڑھ کر میرے پاؤں چھو لیے اور کہنے لگا۔

"بھائی صاحب کیسی باتیں کرتے ہیں آپ، ہمیں شرمندہ کرنے کا یہ کون سا طریقہ ہے ہم آپ کو کوٹھی کا ایک حصہ دے دیں۔؟"

"اور اب آپ یہ فرمائیں گے کہ یہ تو کوٹھی میری ہی ہے۔؟"

"میرے کہنے نہ کہنے سے کیا ہوتا ہے، سچ تو سچ ہی ہوتا ہے۔"

"اچھا چلیے تو جناب میری اس کوٹھی کا ایک حصہ آپ لوگ مجھے عنایت فرما دیں تو میں آپ کا شکریہ ادا کروں گا۔ وہاں میری رہائش کا بندوبست کر دیا جائے، حقیقت یہ ہے کہ میں سرکاری ملازم ہوں اور عموماً سرکاری امور سے ملک سے باہر بھی جاتا رہتا ہوں، اس دفعہ فریدہ کی دیکھ بھال کی ذمے داری آپ کی ہوگی۔ حافظ صاحب ان کی اہلیہ اور بیٹے کو بھی میں اپنے ساتھ ہی لے آؤں گا، ظاہر ہے وہاں چودھری رمضان کے دشمن بن کر وہ کیسے رہ سکتے ہیں؟"

"ظاہر ہے ظاہر ہے۔" ماموں اختیار حسین خوش ہو گئے۔

"تو پھر اب آپ ساری صورت حال سمجھ چکے ہیں۔ آپ ہی تیاریاں کیجیے اور یہاں لے آئیے۔ فریدہ اور اُس کے گھرانے کو۔"

"تیاریاں ہو جائیں گی آپ مطمئن رہیں۔" میں نے کہا اور یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ وہ دیوانے گھر سجانے میں مصروف ہو گئے تھے۔ میں نے اس سلسلے میں آفتاب کمال کو ہدایات دیں اور آفتاب کمال نے اس کے سارے انتظامات کر دیے۔

تب ایک دن ہم چل پڑے، میں یہ سوچ رہا تھا کہ جب تک کوئی اہم ذمے داری میرے سپرد نہیں کی جاتی اس مسئلے کو ہی سرانجام دے لوں۔

حافظ جمیل احمد صاحب کے گھر جس وقت ہم پہنچے، شام

ہو چکی تھی۔ حافظ صاحب نماز پڑھ رہے تھے، دستک دی تو فرید نے ہی دروازہ کھولا، سب سے پہلے میں سامنے پڑا تو وہ کانپ کر رہ گئی، میرے پیچھے ماموں اختیار حسین اور پھر نعیمہ بھابی وغیرہ۔ اندر داخل ہو گئے، حافظ صاحب کی اہلیہ نے بڑے پُرمسرت انداز میں سب کا استقبال کیا تھا، ماموں اختیار حسین نے خاص طور پر فریدہ کو سینے سے لگایا۔ نعیمہ اور مختار بھی بہت زیادہ محبت کا اظہار کر رہے تھے، پھر حافظ صاحب آ گئے اور ماموں اختیار حسین نے ان سے گفتگو کی۔

"حافظ جمیل احمد صاحب۔ پہلے تو میں آپ سے فرید پور کے حالات کے بارے میں سوالات کروں گا۔"

"ہاں، مختار کی رہائی مبارک ہو، میرا دل تڑپ رہا تھا تمہیں مبارک باد دینے کے لیے۔ واقعی، واقعی سچ کو آنچ نہیں اور جھوٹ ہمیشہ تباہی کے گڑھے میں گرتا ہے۔ آج ذرا چودھری رمضان کا حال دیکھو، گوشہ نشین ہو گیا ہے، گھر میں صف ماتم بچھی رہتی ہے لوگ تعزیت کرنے آتے ہیں تو کمرے کے اندر ہی دھاڑنے لگتا ہے، بُری حالت ہے اس کی، ہو سکتا ہے پاگل ہو جائے۔"

"جو لوگ مستقبل کا خیال نہیں رکھتے، اور اپنے آپ میں گم رہتے ہیں۔ بالآخر انہیں ایک دن اسی جگہ پہنچنا ہوتا ہے۔" میں نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بالکل ٹھیک کہتے ہیں آپ جہانگیر میاں۔" حافظ جمیل احمد صاحب نے کہا۔

"خیر یہ تو ہوا چودھری رمضان کا ذکر، اور اس کے بیٹے جو ہوتا ایاس کا مسئلہ، اب آپ کے اور ہمارے درمیان بھی کچھ گفتگو ہو جائے، ہماری ایک امانت ہے آپ کے پاس۔" اختیار حسین صاحب نے کہا اور حافظ صاحب ایک دم سنجیدہ ہو گئے، ان کی آنکھوں میں عجیب سے درد کے تاثرات اُبھر آئے تھے، انہوں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"وضاحت کر دیجیے شکر گزار ہوں گا۔"

"بھئی، آپ کے پاس ہماری ایک امانت نہیں ہے، یعنی ہمارے گھرانے کی ایک بہو؟"

"جج۔ جی۔" حافظ صاحب لرزتی ہوئی آواز میں بولے۔

"تو پھر۔ ہماری وہ امانت آپ ہمیں لوٹا دیجیے گا۔"

"اگر اگر، اگر۔" حافظ صاحب اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہہ سکے اور اُن کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ اختیار حسین صاحب نے اُن کا سر سینے سے لگا لیا۔

"ارے ارے حافظ صاحب یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ، یہ۔ یہ۔ بھئی بھئی، بُری بات بُری بات۔" ایک سوگوار سی فضا چاروں طرف طاری ہو گئی تھی، حافظ جمیل احمد کہنے لگے۔

"کیا کہا میں اس قابل ہوں، کیا کیا مجھے، مجھے یہ سرخروئی حاصل ہو گی۔؟"

"کمال کر رہے ہیں آپ۔ یعنی یعنی ہماری اتنی قیمتی شے آپ کے پاس محفوظ ہے اور آپ ہم سے یہ پوچھ رہے ہیں کہ کیا وہ ہمارا ہی ہے؟"

"ہاں بھائی اختیار حسین بس کیا کہوں میرے سینے میں جو گھٹن ہے اُسے الفاظ میں ادا نہیں کر سکتا۔"

"بہتر ہے کہ آپ کسی بھی گھٹن کو الفاظ میں ادا ہی نہ کریں، بلکہ اپنے سینے ہی سے نکال پھینکیں۔ یہ میرے بھانجے ہیں اور ان کا نکاح آپ کی صاحبزادی سے ہوا ہے۔ دراصل یہاں کے حالات کچھ ایسے ہیں کہ کوئی بہت بڑا حادثہ رونما نہیں کیا جا سکتا چنانچہ میں نے یہ طے کیا ہے کہ اپنی بہو کو رخصت کر کے شہر لے جاؤں۔"

"میں، میں کن الفاظ میں آپ کا شکریہ ادا کروں اختیار حسین صاحب!"

"ہم اگر کوئی درخواست کریں تو اس کو اپنی انا کا مسئلہ نہ بنایا جائے۔ اور ہمیں محبت کا وہ مقام دیا جائے، جس کے ہم طلب گار ہیں۔"

"اگر میں اس قابل ہوں تو میرا جسم و جان آپ کے لیے حاضر ہے۔"

"ہمیں آپ کا جسم درکار ہے جان کو ابھی قائم ہی رہنے دیں۔ اگر کبھی ضرورت ہوئی تو لے لیں گے۔" ماموں اختیار حسین نے پُرمزاح انداز میں کہا۔

"بخدا حکم دے کر دیکھیے۔"

"وعدہ کہ ہمارے حکم کا پاس کریں گے؟"

"اپنی زندگی کی قیمت پر۔"

"تو پھر تیار ہو جائیے، طے یہ کیا گیا ہے کہ جس طرح میں یہاں سے منتقل ہو کر شہر پہنچ چکا ہوں، آپ کو، نعیم یہاں کو، اور آپ کی یعنی ہماری بھابی صاحبہ کو بھی یہاں سے لے جایا جائے بلکہ یوں سمجھ لیجیے کہ آپ اپنی بیٹی کے جہیز میں ہمارے ساتھ چل رہے ہیں۔" حافظ صاحب بھونچکے ہو کر ماموں اختیار حسین کو دیکھنے لگے پھر انہوں نے میری طرف دیکھا اور میں نے آہستہ سے کہا۔

"یہ میری دلی آرزو ہے۔" حافظ صاحب کی کیفیت بہت عجیب ہو گئی تھی، میں نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور اُس کے لیے میں آپ کو بہت زیادہ وقت نہیں دوں گا ہمیں بس مختصر تیاریاں کرنی ہیں آپ کو جس شے کی کوئی خاص ضرورت ہو، آپ ساتھ لے لیجیے، باقی میں آپ کا بیٹا ہوں، نعیم سے بڑا سمجھیے مجھے۔"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھوڑا بہت سامان بھی تھا، اُن کا جو انہوں نے ساتھ رکھ اور اس طرح میں فریدہ کو لے کر اپنی کوٹھی میں آگیا۔

یہاں کی صورتِ حال بالکل ہی مختلف تھی، باقاعدہ استقبال کی تیاریاں تھیں اور کھانے کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔ حالانکہ ہم رات کو بہت دیر سے شہر پہنچے تھے، لیکن کھانا وغیرہ تو بہرطور رکھا ہی تھا۔ اس دھوم دھام اور کوٹھی کی شان و شوکت کو دیکھ کر حافظ جمیل احمد صاحب کی آنکھیں پھر جھیگ گئیں، اور اُس کے بعد یہاں نعیمہ نے فریدہ کو باقاعدہ دلہن بنایا اور اُسے اس کمرے میں پہنچا دیا، جہاں مجھے اُس کے شوہر کی حیثیت سے اُس سے پہلی ملاقات کرنی تھی۔

بڑا دلچسپ بڑا انوکھا تجربہ تھا، اپنے بارے میں آپ کو کیا بتاؤں، میری زندگی کا کوئی پہلو آپ سے پوشیدہ نہیں ہے جس طرح بھی زندگی گزری تھی، اُس میں بڑی سرکشی تھی، اور کبھی کبھی کسی شے کو خاطر میں نہیں لایا تھا۔ لیکن اب تجلہ عروسی کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے ایک احساس ہو رہا تھا کہ انسان فطری طور پر یکساں ہی ہے اور اس کی ذات میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہے۔ خواہ وہ اپنے آپ کو کسی بھی منزل تک پہنچا دے۔ لیکن جب فطرت اُس کے سامنے آتی ہے تو اُس کے احساسات اس دنیا میں بسنے والے دوسرے لوگوں سے مختلف نہیں ہوتے، فریدہ سمٹی سکڑی بیٹھی ہوئی تھی، اس کی فطرت کے بارے میں مجھے پہلے ہی اندازہ تھا

"کچھ ایسی باتیں کرنا چاہتا ہوں، فریدہ جو شاید کبھی ایسے موقع میں نہ کی گئی ہوں، لیکن میری فطرت کے ایک پہلو کو ہمیشہ نگاہوں کے سامنے رکھنا۔ یہ ہدایت اس لیے کر رہا ہوں کہ دنیا میں اس رشتے کا ایک ہی انداز ہے یعنی کچھ طلب کیا جاتا ہے، کچھ دیا جاتا ہے۔ اور اسی سے زندگی کی گاڑی آخری سانس تک چلتی ہے۔ میں اگر سچ بولتا ہوں تو پھر وہ بالکل سچ ہوتا ہے اور اس وقت میری یہ خواہش ہوتی ہے کہ میرا سچ سننے والے وہی سب کچھ سمجھیں جو میں انہیں سمجھانا چاہتا ہوں، اگر ایسا نہیں ہوتا، فریدہ تو میرے ذہن میں ایک وسوسہ پیدا ہو جاتا ہے، اور وہ کبھی بھی نہیں مٹتا۔" فریدہ نے چونک کر میرا چہرہ دیکھا اور پھر نظریں جھکا لیں۔

"پہلی بار جو واقعہ تمہارے ساتھ ہوا ہے اُس کے لیے میرے دل میں صرف ایک احساس ہے، وہ یہ کہ ہمارا پاؤں پھسلتا ہے۔ ہم گر پڑتے ہیں، چوٹ لگ جاتی ہے، لیکن ہر جاننے والا یہ جانتا ہے کہ ہم نے جان بوجھ کر یہ چوٹ نہیں کھائی، ایک اتفاق تھا ہو گیا۔ فرق صرف یہ کہ میں نے کسی ایسے جذبے سے متاثر ہو کر نہیں اپنی زندگی میں شامل نہیں کیا، جو ناپسندیدہ ہو، بہت سے عوامل تھے، بہت سے ایسے معاملات تھے، جن کی بنا پر میں نے یہ فیصلہ کیا۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ حادثہ تمہاری روح پر زخم لگا چکا ہے، لیکن اگر میری محبت تمہارے دل سے وہ داغ نہ دھو سکی تو شاید مجھے ہمیشہ اس کا افسوس رہے گا، آج اس وقت یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو کہ میرے اور تمہارے درمیان صرف ہمدردی کے جذبات ہیں، اور میں نے اس ہمدردی کے تحت کچھ کیا ہے بلکہ یہ سمجھ لو کہ تمہیری ضرورت تھیں، اور میں نے اپنی ضرورت حاصل کر لی ہے، اور جب یہ سب کچھ تمہارے ذہن سے دور ہو جائے تو مجھے مسکرا کر اس کی اطلاع دینا اور اُس کے بعد یہ مسکراہٹیں میں ہمیشہ تمہارے ہونٹوں پر دیکھنا چاہتا ہوں، اس وقت تک، جب تک تمہیں مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو۔"

فریدہ جذباتی ہو گئی۔ اس نے جھک کر میرے پیروں میں سر رکھنے کی کوشش کی تو میں نے کہا۔

"نہیں فریدہ، یہ تو اظہارِ ممنونیت ہے اور تمہیں یہ اظہار نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ ہم ساتھی ہیں، دوست ہیں، ہمراہی کی حیثیت کے مالک ہیں، کسی کی حیثیت میں کوئی کمی ہوتی تو دوسرے کو پسند نہیں آئے گی براہ کرم اس سے احتیاط کرو۔ مجھے صرف میری محبتوں کا جواب دو۔"

"اگر یہ حادثہ درمیان میں نہ آتا فریدہ تو مجھے بھلا فریدہ آنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ حادثہ تو آواز تھا تمہاری، مجھے اپنے قریب بلانے کے لیے۔" فریدہ نے گردن خم کر دی اور پھر آہستہ سے بولی۔

"بس صرف ایک جملہ کہہ کر بات ختم کر دوں گی — آپ درحقیقت بہت اچھے انسان ہیں۔"

"اچھا فریدہ اب میں تمہیں اپنے بارے میں مختصر سی تفصیلات بتا دوں، ظاہر ہے کہ تمہیں ان تمام باتوں کا معلوم ہونا ضروری ہے، میرے والد محکمۂ پولیس میں ڈی۔ آئی۔ جی ہیں۔ بہت سخت مزاج اور سخت فطرت کے مالک ہیں، میرے دو بھائی ہیں۔ ایک بہن ہے، ساتھ والدہ ہیں، گھر بار ہے، سب کچھ ہے لیکن میرے فطرت میں بچپن ہی سے سرکشی تھی۔ اور اس طرح میں اپنے والد کی وہ فطرت قبول نہیں کر سکا جو محکمۂ پولیس کی تشکیل کرتا ہے، جس کی بنا پر مجھے اپنے والد کے غصے کا شکار ہونا پڑا اور یہ کیفیت آج تک قائم ہے، میں تادیر زندگی میں کوئی صحیح مقام نہ حاصل کر سکتا، لیکن اسی سرکش اور ضدی فطرت کے تحت مجھے کچھ ایسے کام کرنا پڑے جو محکمۂ پولیس انتظامیہ اور حکومت کی نگاہوں میں آئے وہ کام ملک و ملت کے مفاد میں تھے۔ چنانچہ ان کی توجہ میری جانب ہوئی اور مجھے ایک سرکاری ملازمت دے دی گئی۔ بہت اچھی ملازمت

ہے یہ، اتنی اچھی کہ میرے والد بھی میرے سامنے مؤدب رہتے پر مجبور ہیں، تو یہ ہے میری مختصر سی زندگی، اس سرکشی سے بہت سی داستانیں وابستہ ہیں، جو رفتہ رفتہ موقع ملنے پر تمہیں سناؤں گا، عموماً حکومت کے کاموں کے سلسلے میں ملک سے باہر جانا پڑتا ہے۔ مہمات سر انجام دینا پڑتی ہیں اور اس کے بعد واپسی ہو جاتی ہے۔ تمہیں مجھ سے کچھ دور ہی رہنا پڑے گا، اگر کوئی سرکاری مسئلہ درمیان میں آیا تو، باقی یہ کوٹھی اور، اور بھی بہت کچھ موجود ہے۔ میرے پاس جو پہلے میری نگرانی میں تھا، اب تمہاری نگرانی میں ہے جہاں تک دوسرے لوگوں کا تعلق ہے مثلاً ماموں اختیار حسین اگر ذہنی طور پر انہیں قبول کر سکو تو اپنے ساتھ رہنے دینا، میرا مطلب ان کے چھوٹے سے خاندان سے ہے، حافظ جمیل احمد صاحب، والدہ نعیم، یہ سب لوگ تمہیں تم سے نہیں مجھ سے منسلک ہیں۔ اور میں تمہیں اُن کی خدمت اور حفاظت کی ذمے داری سونپ سکتا ہوں۔ اپنے بھائی کو جس انداز میں بھی چاہو، تعلیم دلاؤ، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ بلکہ خوشی ہوگی، میں خود یہ چاہتا ہوں کہ تم مکمل طور پر اپنے آپ کو با اختیار سمجھو، اور اس طرح یہ نظام سنبھالو، مجھے بس اتنی آزادی درکار ہے کہ جب کوئی سرکاری مسئلہ میرے سامنے لایا جائے تو میں اسی انداز میں اُسے سرانجام دے سکوں جس انداز میں دیتا چلا آیا ہوں۔" فریدہ نے پُراعتماد انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں انتہائی کوشش کروں گی کہ آپ کے معیار پر پوری اتر سکوں، البتہ وہاں کے لیے مجھے ہدایت دے دیجیے گا۔"

"کہاں کے لیے۔؟"

"اپنا گھر۔ میرا مطلب ہے والدین کے گھر کے لیے۔"

"دیکھو فریدہ! ماموں اختیار حسین سب کچھ جانتے ہیں، اداب انہیں مکمل تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں ابھی والدہ صاحبہ تک کو اس بارے میں نہیں معلوم، یہ شعبہ ہم ماموں اختیار حسین کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اگر کچھ جذباتی معاملہ سامنے آجائے تو پھر جیسا چاہو کر لینا مجھے تمہارے کسی عمل پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" فریدہ نے گردن ہلا دی اور اس کے بعد یہ رسمی گفتگو ختم ہو گئی۔

دوسرے دن سے ہماری شادی شدہ زندگی کا آغاز ہوا، اور وقت نے مجھے پورا پورا موقع دیا۔ تقریباً گیارہ دن اسی انداز میں گزر گئے، واقعی یہ انوکھا تجربہ بے حد دلکش تھا، اس میں مختلف چھوٹے چھوٹے واقعات ہوئے جو قابلِ ذکر نہیں ہیں، لیکن پھر ایک دن آفتاب کمال نے مجھے پیغام دیا کہ میری خصوصی طور پر طلبی ہو گئی ہے، مجھے ایک لیٹر دیا گیا۔ جس کے ذریعے مجھے ملٹری ہیڈ کوارٹر میں طلب کیا گیا تھا۔ وقت کا تعین بھی کر دیا گیا تھا، میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

فریدہ کو اپنے اس راز سے آشنا آگاہ کرتے ہوئے مجھے ایک عجیب سی لذت کا احساس ہوا تھا، آفتاب کمال تو خیر کاروباری طور پر میرے ساتھ تھا، اور میں درحقیقت اس سے منسلک تھا، لیکن اب ایک ایسی ذات بھی اس میں مقوت ہو گئی تھی، جس کا ان واقعات سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں ہو سکتا تھا۔ فریدہ نے میرے لیے نئے بیانات شروع کر دیے، اور اس کے بعد وقتِ مقررہ پر میں ملٹری ہیڈ کوارٹر پہنچ گیا۔

مخصوص فاصلے طے کرنے کے بعد اس ایریا میں داخل ہو گیا اور مجھے گائیڈ کیا جانے لگا، پھر جب میں وہاں پہنچا۔ جہاں مجھے بلایا گیا تھا، تو کچھ فوجی افسران وہاں موجود تھے۔

میں جیسے ہی نیچے اترا مجھے پھولوں کے گلدستے پیش کیے گئے، اور چند نہایت قیمتی تحائف، بڑے بڑے اعلیٰ فوجی افسران نے مجھے شادی کی مبارک باد پیش کی تھی، اور پھر ایک بڑے فوجی افسر نے مجھ سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"مجھے کرنل فاروق کہا جاتا ہے، اور آج کی اس استقبالیہ کمیٹی کا میں چیئرمین ہوں۔ سٹر جہانگیر جمال شاہ چونکہ ملٹری ہیڈ آفس میں آپ کی حیثیت ایک ممتاز رکن کی سی ہے، ہم چنانچہ ہم چند افراد خصوصی طور پر آپ کا استقبال کرتے ہوئے آپ کو شادی کی مبارک باد پیش کرتے ہیں، یہ کچھ تحائف ہیں، جو ہم نے آپ کے اور میڈم کے لیے حاصل کیے ہیں، دراصل معاملہ چونکہ ملٹری ہیڈ کوارٹر کا تھا اس لیے آپ کی مسز کو یہاں زحمت نہیں دی گئی، اس کا کچھ خیال نہ فرمایئے گا۔"

"بے حد شکریہ، اور میں اس اعزاز کو کبھی نہیں بھول سکوں گا۔" میں واقعی ایک دلچسپ اور خوشگوار خوشی محسوس کر رہا تھا۔ تھوڑی سی دیر تک۔ یہاں اس قسم کا مسئلہ ہوتا رہا پھر مجھے چائے وغیرہ پلائی گئی اور اس کے بعد کرنل فاروق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب اس کا اظہار کرتے ہوئے کوئی افسوس نہیں ہوتا کہ معاملہ ایک تیر اور دو شکار ہے، یعنی آپ سے ملاقات، آپ کی شادی کی مبارک باد دینے کے لیے بھی ضروری تھی اور اس کے علاوہ ایک اطلاع بھی، آپ کو فراہم کرنا تھی۔ وہ یہ کہ چونکہ آپ اپنی شادی کے بعد کئی دن گزار چکے ہیں، اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لیجیے اب سرکاری ڈیوٹی پہ آجایئے۔" میں ہنس پڑا میں نے کرنل فاروق سے کہا۔

"جناب اگر اس سے پہلے بھی مجھے طلب کیا جاتا تو میں گریز نہ کرتا۔"

"آپ کا بے حد شکریہ۔ بہت بہت شکریہ آپ کو کل ساڑھے سات بجے بریگیڈیئر جمال صاحب سے ملاقات کرنی ہے۔ تفصیلات آپ کو پونے سات بجے مہیا کر دی جائیں گی، اور آپ اطمینان رکھیے گاہ وہ تمام انتظامات بھی کر دیے جائیں گے، جن کے ذریعے آپ بریگیڈیئر جمال سے ملاقات کر سکیں گے۔"

"یقینی طور پر یہ ملاقات کسی مہم کے سلسلے میں ہو گی؟"

"جی ہاں، آپ اپنی مسز کو اس مختصر سے وقفے کی جدائی کے لیے تیار کر لیجیے گا اور اس کے لیے آپ کے پاس کافی گھنٹے موجود ہیں۔"

خاصے دلچسپ مکالموں کا تبادلہ ہوتا رہا، اور اس کے بعد تقریباً پونے دس بجے مجھے وہاں سے واپسی کی اجازت ملی۔ بڑی خوشگوار میٹنگ رہی تھی، اور میں جانتا تھا کہ اصل معاملہ اس مہم کا ہے، جس کے لیے اب مجھے از سر نو تیار ہونا پڑے گا۔ لیکن مجھے واقعی کوئی تردد نہیں تھا۔ اب تو زندگی کا ایک محور درکار تھا، کیونکہ اس میں مزید بھی شامل تھی اور میں جانتا تھا کہ آنے والا وقت مجھے کئی کیفیتوں سے روشناس کرائے گا۔

پونے دس بجے میں ملٹری ہیڈ کوارٹر کے احاطے سے باہر نکل آیا۔ یہ علاقہ کافی دور اور ایک سنسان سی جگہ پر واقع تھا۔ راستہ کافی طویل تھا اور اس کے بعد شہری آبادیاں شروع ہوتی تھیں۔ مجھے ایک مخصوص علاقے تک پہنچانے کے بعد خدا حافظ کہا گیا۔ اور میں اپنی کار لے کر وہاں سے چل پڑا۔

ذہن میں اس تقریب کا دلچسپ احوال گردش کر رہا تھا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ میری کافی پذیرائی کی جاتی ہے، حقیقت یہ تھی کہ یہ معاملہ یعنی ماموں اختیار حسین کا کیس تو بالکل ذاتی نوعیت کا تھا۔ یہ دوسری بات ہے، کہ اس میں قانونی پہلو بھی موجود تھے، ایک بے گناہ کو منظر عام پر لانا، اور ایک مجرم کو کیفر کردار تک پہنچانا بڑی اہمیت کے حامل تھے، لیکن یہ سب کچھ تو بعد میں شروع ہوا تھا۔ شہباز صاحب نے مجھے بھرپور مدد فراہم کی تھی، اور اتنی ہی دلچسپی اس واقعے میں بھی لی تھی۔ جتنے وہ عام سرکاری معاملات میں لیا کرتے تھے اور اس کے بعد ملٹری ہیڈ کوارٹر سے میری جو پذیرائی ہوئی تھی، اور جس انداز میں انہوں نے مختصر طور پر مجھے یہ تحائف دیے تھے، اس سے مجھے دلی مسرت ہوئی تھی۔

انہی خیالات میں ڈوبا چلا جا رہا تھا کہ یکلخت ہی سنسان اور پتلی سی سڑک پر مجھے ایک حادثے سے دوچار ہونا پڑا۔ موٹر سائیکل کی آواز مجھے اپنے داہنی سمت کچے راستے سے آتی ہوئی سنائی دی تھی۔ لیکن میں نے اس پر توجہ بھی نہیں دی تھی، اور اپنے خیالات میں گم رہا تھا۔ میں نے موٹر سائیکل کو اچھلتے کودتے ناہموار راستوں سے گزر کر سڑک پر آتے ہوئے دیکھا لیکن کوئی خاص توجہ نہیں دی، بہت سے ایسے سر پھرے ہوتے ہیں جو اس قسم کی حرکات کیا کرتے ہیں۔ ملٹری ہیڈ کوارٹر سے کافی فاصلہ ہو چکا تھا لیکن اس وقت میں نے پوری قوت سے اپنی کار میں بریک لگائے اور کار ناچ کر رہ گئی، جب اچانک موٹر سائیکل سوار نے میرے بائیں سمت سے راستہ کاٹتے ہوئے سب مشین گن سے کار پر فائرنگ کر دی۔ دو گولیاں ٹائر میں لگیں اور ٹائر برسٹ ہو گیا۔ اسی وقت مجھے پوری قوت سے بریک لگانے پڑے تھے۔ کار گھوم کر رخ بدل کر رک گئی۔ موٹر سائیکل سوار سڑک عبور کر کے دوسری جانب کچے میں اتر گیا تھا۔ یہ بالکل غیر یقینی سی بات تھی۔ اور اس سے میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا تھا۔ لیکن یہ سوچنا کہ اب ادھر سے مزید کوئی کارروائی نہیں ہو گی ایک احمقانہ بات تھی، اور ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں میرے ذہن نے برق رفتاری سے کام کیا، اس وقت میں غیر مسلح تھا اور شکار ہو سکتا تھا۔ چنانچہ صرف اپنا دفاع کرنا تھا۔ پھرتی سے میں نے کار کا دروازہ کھولا اور دوسری سمت اتر گیا۔ یعنی اس سمت کے مخالف جدھر موٹر سائیکل سوار کچے راستے میں گیا تھا۔ موٹر سائیکل کی آواز بے شک معدوم ہو گئی تھی، اور اب اس کی کوئی بازگشت مجھے سنائی نہیں دے رہی تھی، لیکن یہ ایک ناقابل یقین سی بات تھی، فرض کیجیے اگر وہ کچے راستے میں دور تک اتر بھی گیا ہے تو رات کے اس خاموش اور ویران سناٹے میں کہیں دور سے اس کی ہلکی سی آواز سنائی دینی چاہیے تھی۔ اس کا ایک ہی مقصد ہو سکتا ہے۔ کہ موٹر سائیکل کا انجن بند کر دیا گیا ہو، اور اگر انجن بند کر دیا گیا ہے تو پھر موٹر سائیکل سوار جو کوئی بھی ہے دوبارہ گاڑی تک آنے کی کوشش کرے گا۔ میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا، کیونکہ مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی، جو تاروں کی وجہ

سے پیدا ہو رہی تھی۔ یا پھر چمکدار آسمان ہلکا ہلکا عکس زمین پر بکھیر رہا تھا۔ اور اس عکس میں مجھے یقینی طور پر دیکھا جا سکتا تھا۔ جس سمت سے موٹر سائیکل سوار سڑک کی سمت آیا تھا، ادھر ابھی خاصی جھاڑیاں تھیں جو بعض جگہ کافی بلند تھیں۔

میں چاہتا تو ان جھاڑیوں کی سمت جا سکتا تھا لیکن میں نے کار سے اترتے ہی کار کے نیچے رینگ جانا پسند کیا اور چند لمحات کے بعد میں کار کے بالکل نیچے پہنچ گیا۔ لیٹے ہی لیٹے میں نے ٹائر دیکھا، ختم ہو گیا تھا لیکن ایک ہی ٹائر ختم ہوا تھا اور اسے تبدیل کیا جا سکتا تھا بشرطیکہ موٹر سائیکل سوار سے نجات مل جائے۔ نہ جانے کون تھا اور کیوں میری تاک میں تھا۔ بہرحال خطرناک سچوئیشن کا مجھے پورا پورا احساس ہو گیا تھا۔ میں دم سادھے پڑا رہا۔ اور میرے کان زمین سے چپک گئے۔ میں آہٹیں سننے کی کوشش کر رہا تھا اور میرے حساس کانوں نے مجھے دھوکا نہیں دیا۔ زمین پر قدموں کی چاپ ابھر رہی تھی گو وہ اس قدر مدھم تھی کہ کوئی عام انسان اسے سن نہیں سکتا تھا لیکن میری تمام تر توجہ اب اسی جانب مبذول تھی۔ چنانچہ میرے کان اس آواز کی سمت کا اندازہ کر رہے تھے۔ اور میں اپنے لیے کوئی بہتر صورتحال پیدا کرنے کا خواہش مند تھا۔ میرے آس پاس پتھروں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ چھوٹے بڑے پتھر جو سڑک کے کنارے بکھرے ہوئے تھے، غالباً سڑک کی تعمیر میں بچ جانے والے پتھر تھے جنہیں وہیں سڑک میں تھوڑا تھوڑا دبا دیا گیا تھا۔ لیکن ذرا سی کوشش سے وہ پتھر اکھاڑ کر استعمال کیے جا سکتے تھے۔ ایسے پتھر دو رویہ تک بکھر گئے تھے اور اگر ان پر چھلانگ لگائی جاتی تو نقصان پہنچ سکتا تھا لیکن میں ان سے دوسرا فائدہ اٹھانے کا خواہش مند تھا۔ زمین پر قدموں کی چاپ کو میں محسوس کر رہا تھا اور میری آنکھیں بھی برق رفتاری سے کام کر رہی تھیں۔ میں نے اپنے داہنے سمت کی جھاڑیوں میں کچھ جنبش محسوس کی۔ جھاڑیوں کے ہلنے کی آواز بھی اپنا مخصوص انداز رکھتی ہے اور اس مخصوص انداز سے میں نے پتا چلا لیا کہ کوئی اس طرف پہنچ چکا ہے۔ ہو سکتا ہے موٹر سائیکل سوار ہی ہو یا ہو سکتا ہے دوسرے افراد بھی ہوں۔ بہرطور اس کا جائزہ لینا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے ایک بہتر پوزیشن بنالی اور اس سمت کا جائزہ لینے لگا جدھر جھاڑیاں ہلی تھیں۔ پھر میں نے ایک پتھر اکھاڑ کر تھوڑے فاصلے پر ایک جھاڑی کی جانب اچھال

دیا جو قدآدم تھی۔ میں پتھر اچھالنے کے بعد اس کے ردعمل کا انتظار کرتا رہا۔ پتھر جیسے ہی اپنی جگہ سے ہٹ کر اس جگہ گیا جہاں میں نے اسے پھینکا تھا، میں نے ایک سائے کو فضا میں تیرتے ہوئے دیکھا۔ ایک سیاہ رنگ کا انسان تھا جو درحقیقت کسی جیٹ طیارے ہی کی طرح ایک جھاڑی کی اوٹ سے فضا میں بلند ہوا تھا اور عین اس جگہ جا گرا تھا جہاں وہ پتھر میں نے پھینکا تھا۔ وہ جھاڑیوں میں روپوش ہو گیا لیکن میں اس کی جسمانی پھرتی پر عش عش کرنے لگا۔ اس برق رفتاری سے اپنا نشانہ منتخب کر کے اس تک پہنچ جانا کسی ماہر فن ہی کا کام ہے لیکن اس سے مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ میرا واسطہ ایک انتہائی خطرناک شخص سے پڑا ہے۔ یہ سو فیصد وہی موٹر سائیکل سوار ہو سکتا تھا۔ چند لمحات انتظار کیا۔ اس جگہ کی کیفیت کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا جہاں پتھر گرا تھا۔ موٹر سائیکل سوار دیوانہ وار مجھے تلاش کر رہا تھا۔ میں نے پھر ایک حرکت کی اور دوسرا پتھر اٹھا کر ان جھاڑیوں سے کوئی بیس گز کے فاصلے پر اچھال دیا اور درحقیقت اس وقت میرے بدلنے پر ایک سنسنی سی طاری ہو گئی جب میں نے فضا میں پھر اسی سائے کو اڑتے ہوئے دیکھا۔ آدمی تھا یا چھلاوا وہاں سے چھلانگ لگائی صرف ایک جگہ پاؤں ٹکائے اور اس کے بعد اس جگہ پہنچ گیا جہاں دوسرا پتھر پڑا تھا۔ وہ ہر اس جنبش پر حرکت کر رہا تھا جو میری طرف سے ہو رہی تھی۔ وہ مجھے تلاش کر لینا چاہتا تھا۔ میں نے ایک بار پھر خاموشی محسوس کی اب وہ غالباً صورتحال کا اندازہ لگا رہا تھا اور اس کے بعد وہ یقینی طور پر سب کچھ سمجھ گیا۔ میں نے اس دیو ہیکل سائے کو جو سیاہ اوورکوٹ لباس میں کوئی سپر مین نظر آ رہا تھا کار کی طرف آتے ہوئے دیکھا اس کا مقصد بے اس نے یہ اندازہ لگا لیا ہے کہ دونوں بار پتھر پھینک کر اسے دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہے اور پتھر پھینکنے والا اس جگہ موجود ہو سکتا ہے۔ یہ اس کی ذہنی برتری بھی تھی کہ اس نے مجھے کار کے پاس ہی محسوس کیا تھا میں نے برق رفتاری سے اپنے جسم کو جنبش دی کار کے نیچے گھس کر میں کوئی عمل نہیں کر سکتا تھا کیونکہ جانتا تھا اس کے پاس سب مشین گن موجود ہے۔ چنانچہ کار کی دوسری سمت سے باہر نکل کر میں نے سڑک کے اس نشیب کی جانب دیکھا جو مخالف سمت میں تھا۔ لیکن کہاں صاحب اس سے پہلے کہ میں نشیب کی طرف رخ کرتا وہ سیاہ چھلاوہ کار کے اوپر سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پرواز کرتا ہوا دوسری جانب آ پڑا اور مجھ سے صرف ڈیڑھ فٹ کے فاصلے پر اس نے پاؤں جمائے۔ اب اس وقت سب سے اہم مسئلہ اس کے ہاتھوں میں دبی ہوئی سب مشین گن کا تھا اور اگر اس میں چوک گیا تو پورے بدن میں گولیوں کے سوراخوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا۔ سوچنے کا تو وقت ہی نہیں تھا۔ جیسے ہی اس کے پاؤں میرے سامنے آئے میں نے ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں عمل کر ڈالا۔ میں نے زمین میں لوٹ لگائی اور اس کے دونوں پاؤں میں پاؤں پھنسا کر اسے زمین پر گرا دیا۔ بے شک وہ پوری قوت سے گرا تھا لیکن کم بخت کی پھرتی قابلِ دید تھی۔ گرتے ہی وہ اچانک اٹھ گیا لیکن میں غافل نہیں تھا۔ میں نے کار کی چھت پر ہاتھ ٹکا کر دونوں پاؤں جوڑے اور اس کے سینے پر دے مارے۔ اس بار سب مشین گن اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑی اور میں نے ایک لوٹ لگانے کے بعد سب مشین گن تک پہنچنے کی کوشش کی تھی لیکن جیسے ہی میں سب مشین گن پر ہاتھ ڈالنے لگا وہ پھرتی سے مجھ پر آیا اور اس نے سب مشین گن کو ٹھوکر مار کر دور پھینک دیا۔ دوسری ٹھوکر اس نے میری پسلیوں پر مارنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اس کا پاؤں پکڑ کر پوری قوت سے موڑا اور اس بار پھر وہ اپنے داہنے شانے کے بل زمین پر گرا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اس نے ایک سوئیپ لگائی اور مجھے لپیٹ میں لے لیا۔ میری ٹانگوں میں ٹانگیں پھنسا کر اس نے اپنے جسم کو بل دیا اور مجھ پر چھا گیا لیکن میں نے اپنا سر پوری قوت سے اس کی ناک پر دے مارا۔ اس کے حلق سے ایک غرائی ہوئی سی آواز نکل گئی۔ مجھ پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی تھی اور میں نے اس سے بھی پورا فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ میری لات اس کے سینے پر پڑی اور وہ سیدھا زمین پر گرا۔ میں نے فوراً ہی اپنے جسم کو جنبش دی اور اس کے اوپر پہنچ گیا۔ میرے ہاتھوں میں اس کا نقاب آ گیا تھا جس میں گردن کے پاس کچھ سوراخ سے بنے ہوئے تھے۔ ان سوراخوں میں انگلی ڈال کر میں نے ایک خوفناک غراہٹ کے ساتھ اسے سر سے پکڑ کر اٹھایا اور اپنے اوپر سے اچھال کر دوسری جانب پھینک دیا۔ وہ کچھ نڈھال سا نظر آ رہا تھا۔ اور اب اس کے اندر وہ تیزی اور پھرتی نہیں رہی تھی۔ زمین پر وہ پشت کے بل گرا۔ اتفاق سے میرے پیر کے نیچے ایک نوکدار پتھر آ گیا۔ وہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک ہاتھ ٹکا کر وہ کھڑا ہوا تو میں نے فوراً ہی وہ پتھر اٹھایا اور پوری قوت سے اس پر دے مارا۔ پتھر کا وزن تقریباً آدھا کلو کے قریب ہوگا اور یہ اتفاقیہ طور پر ہی درست ثابت ہوا۔ میرے ہاتھ سے نکلا ہوا پتھر اس کی پنڈلی کی ہڈی پر پڑا اور اس کی اس بار کی کراہ واقعی کربناک تھی۔ وہ پاؤں پکڑ کر زمین پر گر گیا اور تڑپنے لگا۔ میں نے فوراً ہی ایک لمبی چھلانگ لگائی اور اس پر جا پہنچا۔ اس کے حلق سے غراہٹیں نکل رہی تھیں۔ اور وہ کہنیوں کے بل پیچھے کھسک رہا تھا غالباً ٹانگ کی ہڈی پر زبردست سی چوٹ لگی تھی۔

اسی وقت فضا میں ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ ہیلی کاپٹر برق رفتاری سے اس سمت آ رہا تھا۔ "دوسرا خطرہ" میں نے دل ہی دل میں سوچا لیکن اس کے لیے بھی میں نے ایک فیصلہ کر لیا تھا۔ اب جو صورتِ حال ہے وہ تو ہے ہی لازمی بات ہے کہ ہیلی کاپٹر سے مجھ پر گولیاں برسائی جائیں گی لیکن یہ شخص میری گرفت میں ہو تو میں اسے ڈھال بنا سکتا ہوں۔ ہیلی کاپٹر بہت تیزی سے قریب آ رہا تھا اور اس کے بعد وہ میرے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اس سے روشنی کا طوفان امنڈ پڑا۔ اور اس روشنی کے طوفان نے ہم دونوں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ میں نے فوراً ہی اسے اپنے اوپر کر لیا تھا۔ ہیلی کاپٹر سے ایک آواز لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے فضا میں ابھری۔

"اگر تم اس پر قابو پا چکے ہو جہانگیر جمال شاہ تو براہِ کرم اسے ہلاک نہ کرنا۔" میں کرنل فیاض بول رہا ہوں۔ جہانگیر جمال شاہ! اگر تم اس پر قابو پا چکے ہو تو براہِ کرم اسے ہلاک نہ کرنا۔" اس کے ساتھ ہی ساتھ ہیلی کاپٹر تیزی سے نیچے آنے لگا۔ پائلٹ نے تھوڑا سا چکر لگایا اور اس کے بعد سٹرکچر پر ہی ہیلی کاپٹر کو اتار دیا۔ ہیلی کاپٹر سے تین افراد نکل کر تیزی سے اس جانب دوڑے تھے۔ میں اسے گریبان سے پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اس سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا۔ تب میں نے ایک زوردار گھونسا اس کے جبڑے پر رسید کیا اور وہ اوندھا نیچے جا گرا لیکن بے ہوش نہیں ہوا تھا بلکہ ٹانگ پکڑے ہوئے تڑپ رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر سے مجھے دیکھ لیا گیا تھا یہ بات میرے لیے سمجھ میں نہ آنے والی تھی کہ ان لوگوں کو یہ کیسے اندازہ ہو گیا کہ میں اس پر قابو پا چکا ہوں بہرطور باہر آنے والے تیزی سے میرے قریب پہنچ گئے چونکہ میں تیز روشنی میں نہایا ہوا تھا اس لیے میری تمام کیفیات دیکھی جا سکتی تھیں۔ اور اس شخص کے بارے میں بھی اندازہ لگایا جا چکا تھا۔ آنے والا شخص میرا اشنا سا تھا۔ ابھی تھوڑی

دیر پہلے میں نے اس تقریب میں کرنل فیاض کو بھی دیکھا تھا۔ وہ بھی مجھے مبارک باد دینے والوں میں شامل تھا اس نے حیران نگاہوں سے مجھے اور پھر دور کچھ فاصلے پر تڑپتے ہوئے اس سیاہ لباس والے شخص کو دیکھا پھر اپنے دونوں ساتھیوں سے بولا۔

"اسے جھلدی سے لے جاؤ اور فوری طور پر طبی امداد فراہم کرو، میں یہاں موجود ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آ جاؤ۔"

ہیلی کاپٹر سے آنے والے باقی دو افراد نے سیاہ پوش کو سہارا دیا اور اسے اٹھائے ہوئے ہیلی کاپٹر کی جانب بڑھنے لگے۔ میں ساکت کھڑا کرنل فیاض کو دیکھ رہا تھا۔ کرنل فیاض نے آسمان کی جانب دیکھا اور مسکراتا ہوا بولا۔

"دوسرے لوگ بھی یہاں پہنچنے والے ہیں۔" میں نے پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ بس ہونٹ بھینچے خاموش کھڑا اسے گھورتا رہا تب کرنل فیاض نے کہا۔

"معاملہ چونکہ ملٹری انٹیلی جنس کا ہے اس لیے تمہیں افسوس نہیں ہونا چاہیے۔ ہمارے کام اسی قسم کے ہوتے ہیں۔" میں نے گردن خم کی اور آہستہ سے بولا۔

"مجھے کوئی افسوس نہیں ہے جناب لیکن یہ سب کچھ میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"سوری مائی ڈیئر جہانگیر جمال شاہ۔ دراصل شادی شدہ لوگوں کا ایک خصوصی امتحان ہوتا ہے اور یہ امتحان تم سے تمہارے علم میں لائے بغیر لیا گیا ہے۔ ہم اس کے لیے معذرت نہیں کریں گے چونکہ یہ ہمارا طریقہ کار ہے۔ چونکہ تمہیں ایک خاص مہم پر بھیجا جانے والا ہے اور اس کے لیے تمہیں کل بریگیڈیئر جمال سے ملاقات کرنا ہوگی۔ لیکن اس سے پہلے ہم نے تمہاری مستعدی کا جائزہ لے لینا مناسب سمجھا اور جہاں تک میرا اندازہ ہے تمہیں سو میں سے سو نمبر دیے جائیں گے کیونکہ جس شخص پر تم نے قابو پایا ہے وہ بارہ سال سے تربیت حاصل کر رہا تھا اور اس کے بارے میں یہ اندازہ تھا کہ وہ کم از کم بیس افراد پر بھاری ہے۔ انسان نما جن کہہ سکتے ہو تم اسے۔ وہ ایسی ہی اعلیٰ صلاحیتوں اور قوتوں کا مالک ہے لیکن تم نے شاید۔۔۔ اوہو کہیں وہ مر تو نہیں جائے گا۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک ٹھنڈی سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک اور ہیلی کاپٹر بھی وہاں پہنچ گیا اور اس سے بھی بہت سے نشتا سا افراد نیچے اترے ایک بار پھر مجھے مبارک باد دی گئی اور کہا گیا کہ شادی شدہ شخص کو اس قدر قوتوں اور پھرتی کا حامل نہیں سمجھا جا سکتا لیکن یوں لگتا ہے جیسے یہ شادی مجھ پر بالکل اثر انداز نہیں ہوئی اور میں پہلے سے زیادہ مستعد ہو گیا ہوں۔ بہرطور یہ تفریحی گفتگو دیر تک جاری رہی۔ میں نے کہا۔

"لیکن سر! میری اس کار کا کیا ہوگا؟ مجھے تو واپس اپنے گھر بھی جانا ہے۔ اب جب آپ مجھے شادی شدہ قرار دے ہی چکے ہیں تو آپ کو علم ہے کہ میری بیوی میرا انتظار کر رہی ہوگی۔"

کرنل فیاض نے قہقہہ لگایا اور بولا۔

"تمہیں نئی کار فراہم کی جائے گی اگر تمہاری کار تباہ ہو گئی ہے۔ لیکن اگر بات صرف ٹائر کی ہے تو اسے بھی تبدیل کر دیا جائے گا۔"

میں نے دو افراد کو دیکھا جو میری کار کی جانب بڑھ گئے تھے۔ انجینئس سے چابی نکال کر انھوں نے نیا ٹائر میری کار میں لگایا۔ اور پھر آ کر رپورٹ دی کہ میری کار کی باڈی بھی تھوڑی سی تباہ ہو گئی ہے کرنل فیاض نے ان لوگوں کو کچھ ہدایات دیں۔ بہرطور کار واپسی کے لیے تیار ہو گئی۔ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اس سے آگے میرا کوئی اور امتحان؟"

"اس ملک میں نہیں بلکہ دوسرے ملک میں ہے۔ اچھا اب ہمیں اجازت دو اور تم اپنی منزل کی جانب جاؤ ہمیں رپورٹ دینی ہے۔"

کرنل فیاض بھی اسی ہیلی کاپٹر میں بیٹھ گیا جس میں دوسرے افراد آئے تھے۔ میں نے اپنی کار اسٹارٹ کی اور اسے برق رفتاری سے آگے بڑھا دیا۔ کیا کہا جا سکتا تھا کہ راستے میں کوئی دوسرا امتحان بھی میرا منتظر ہو لیکن اپنے گھر تک پہنچنے میں اب مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ کیا دلچسپ صورتِ حال تھی یقینی طور پر اس شخص کو شدید نقصان پہنچا تھا جسے میرے ہاتھوں اس آزمائش میں ڈالا گیا تھا۔ تھوڑا سا افسوس بھی تھا اور میں نے دل میں یہ طے کر لیا تھا کہ جب بریگیڈیئر جمال سے میری ملاقات ہوگی تو میں ان سے اس کے بارے میں ضرور معلومات حاصل کروں گا۔ لباس وغیرہ بھی دو تین جگہ سے خراب ہو گیا تھا اور اس وقت مجھے بہت مسرت ہوئی جب فریدہ نے مجھ سے اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بارے میں پوچھا۔

"یوں لگتا ہے جیسے آپ کسی سے جنگ کر کے آئے ہوں۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

"ایک سیکریٹ ایجنٹ کی بیوی کو اتنا ہی ذہین ہونا چاہیے۔ تمہارا اندازہ درست ہے۔"

"خیریت تو ہے کہیں چوٹ وغیرہ تو نہیں آئی؟ آپ کسی میٹنگ میں شرکت کے لیے گئے تھے یا محاذِ جنگ پر؟"

"ڈارلنگ میرا پروفیشن یہی ہے سمجھ رہی ہو نا میٹنگوں میں اکثر اس قسم کے واقعات بھی پیش آجاتے ہیں۔ البتہ تمہیں پتا نہیں اس اطلاع سے خوشی ہوئی افسوس کہ بہت جلد مجھے ایک مہم پر روانہ کیا جا رہا ہے۔"

فریدہ نے مدھم لہجے میں کہا۔ "میری خوشیوں کا تو آپ اندازہ نہیں لگا سکتے۔ میں نے تو کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ میری زندگی، میری زندگی کا دوسرا دور اتنا تابناک اور شاندار ہوگا۔"

"میرے جانے پر تمہیں کوئی افسوس تو نہیں؟"

"بالکل نہیں۔ کیونکہ یہ ایک بیوی کی ذمے داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کی ذمے داریوں کو پورا کرنے میں اس سے تعاون کرے۔"

"خوب۔ بہت خوب فریدہ! دراصل میں نے زندگی میں کبھی شادی کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا تھا لیکن اب یہ احساس ہو رہا ہے کہ ہماقت ہوئی تھی۔ کسی مہم پر جانے سے پہلے اگر ایک محبت کرنے والی شخصیت کہے کہ میری تمام دعائیں تمہارے ساتھ ہیں تو انسان اپنے آپ کو بڑا محفوظ تصور کرتا ہے۔"

"روانگی کب تک ہوگی؟"

"اس کا فیصلہ ابھی نہیں ہو سکا۔ اب یوں سمجھ لو مجھے پوری طرح اپنے کام کی جانب متوجہ ہونا پڑا ہے۔"

"آپ پوری توجہ سے اپنے فرائض سرانجام دیجیے اور یہاں کی تمام ذمے داریاں مجھے سونپ دیجیے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔ "مجھے اگر معلوم ہوتا فریدہ کہ بیوی تم جیسی ہوتی ہے تو اب تک میں کم از کم دس شادیاں کر چکا ہوتا۔"

"دس!" فریدہ نے محبت بھری نظروں سے مجھے دیکھا۔ "ہاں دس، البشرطیکہ مجھے دس فریدہ مل جائیں۔"

"میں اس کے جواب میں کیا کہوں؟"

"جو دل چاہے۔"

"صرف اتنا کہہ سکتی ہوں کہ مجھے آج تک وہ نیکی یاد نہیں آئی جس کے صلے میں مجھے آپ مل گئے۔"

"واہ۔" میں لاجواب ہو گیا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

دوسرے دن تقریباً ڈھائی بجے اس وقت جب میں اپنے مخصوص کمرے میں بیٹھا فریدہ سے گفتگو کر رہا تھا مجھے ٹیلی فون موصول ہوا۔ دوسری طرف آفتاب کمال کی آواز سنائی دی گئی۔

"چیف شام کو ساڑھے پانچ بجے آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ براہِ کرم کوئی مصروفیات نہ رکھیے گا۔ مجھے کچھ ہدایات ملی ہیں۔"

"ٹھیک ہے، میری مصروفیات کے بارے میں تو تم اچھی طرح جانتے ہو آفتاب کمال۔"

"چیف، بھابی آس پاس تو موجود نہیں ہیں؟"

"کیوں خیریت؟"

"آپ کی مصروفیات کا کچھ تذکرہ کرنا چاہتا ہوں یعنی وہ مصروفیات جو میرے علم میں ہیں۔ لیکن ظاہر ہے اس کے جواب میں آپ کو بھی جواب دینا پڑے گا اس لیے یہ سوال کر رہا ہوں۔"

میں نے ہنس کر کہا۔ "بہتر ہے مختصر گفتگو کرو۔ اور یہی مناسب ہوگا۔"

"تو پھر ٹھیک ساڑھے پانچ بجے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا، خدا حافظ۔" میں نے ہنستے ہوئے ٹیلی فون بند کر دیا۔

شام کو ٹھیک ساڑھے پانچ بجے آفتاب کمال میرے پاس پہنچ گیا۔ باقی لوگوں سے کوئی تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ بے چارے کیا جانتے کہ میری حیثیت کیا ہے معصوم معصوم اور سادہ سادہ سے لوگ تھے اور درحقیقت مجھے بھی احساس ہو رہا تھا کہ زندگی کا ایک پہلو میں نے تشنہ ہی چھوڑ دیا ہے اور اس نقص سے واقف نہیں ہو سکا ہوں۔ ان معصوم اور سادہ لوگوں کی اپنی ایک زندگی ہے جس کی طرف میں نے کبھی رخ ہی نہیں کیا۔ آفتاب کمال کو میں نے ایک تنہا کمرے میں ملاقات کا موقع دیا تھا۔

"چیف ٹھیک سات بجے آپ کو بریگیڈیئر جمال سے ملنے کے لیے روانہ ہو جانا ہے۔"

"تم نے دراصل آفتاب کمال بے شمار موقعوں پر مجھے حیران کر دیا ہے چنانچہ اب میں نے تمہاری باتوں پر

حیران ہونا چھوڑ دیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں چیف۔"

"میرا مطلب ہے بریگیڈیئر جمال کے بارے میں تمہیں کیسے علم ہوا؟"

"نہیں چیف آپ ایک بات تو اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب آپ کے کسی سلسلے میں براہِ راست رجوع کیا جاتا ہے تو شہباز احمد صاحب کی اجازت اس میں شامل ہوتی ہے۔ ظاہر ہے آپ انھی سے متعلق ہیں اور ان کی اجازت کے بغیر کوئی بھی آپ کو اپنے مقصد کے لیے استعمال نہیں کر سکتا۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر گردن ہلائی پھر کہا۔

"تمہارا اس میں کیا دخل ہے؟"

"چیف مجھے آپ کے ساتھ چلنا ہے یہ ہدایت کی گئی ہے مجھے۔"

"تو پھر اب تم واپس جاؤ گے؟"

"نہیں، آپ یہ بیگ دیکھ رہے ہیں یہ مجھے شہباز احمد صاحب کی طرف سے ملا ہے اور یہ مجھے بریگیڈیئر جمال کے حوالے کرنا ہے۔"

"تیار ہو کر آئے ہو کیا پیو گے؟"

"بھابی کے ہاتھ سے کافی۔ میرا اتنا تو حق بنتا ہے۔"

"بالکل!"

میں نے اس موضوع پر آفتاب کمال سے ایک بھی سوال نہیں کیا بلکہ بقیہ وقت گھریلو قسم کی تفریحات میں گزارا۔ ذہنی طور پر اب میں اپنے آپ کو اس مہم کے لیے تیار کر چکا تھا۔ ٹھیک پونے سات بجے ہم لوگ ہیڈ کوارٹر آفتاب کمال ایک فوجی جیپ لے کر آیا تھا۔ فوجی ہونے کا احساس مجھے اس وقت ہوا جب میں نے اس پر ایک مونوگرام دیکھا۔ بہرطور باقی سفر خاموشی سے طے ہوا تھا۔ بریگیڈیئر جمال نے ایک پرائیوٹ عمارت میں مجھ سے ملاقات کی۔ ایک بار پہلے بھی ان سے واسطہ پڑ چکا تھا۔ بہت شاندار شخصیت تھی، دیکھنے کے قابل، سر سے پاؤں تک فوجی معلوم تھے بعض لوگوں پر بعض چیزیں ایسی چسپاں ہو جاتی ہیں کہ انھیں کسی دوسری شکل میں دیکھا ہی نہیں جا سکتا۔ بریگیڈیئر صاحب یوں محسوس ہوتا تھا جیسے فوجی زندگی کے لیے ہی پیدا ہوئے ہوں۔ حالانکہ عمر رسیدہ تھے لیکن مستعدی کا یہ عالم تھا کہ چال میں ذرہ برابر کوئی لغزش نہیں تھی۔ بہرطور انھوں نے جس کمرے میں میٹنگ کا انتظام کیا تھا وہاں تین افراد پہلے سے موجود تھے۔ ایک میز بڑی ہوئی تھی اور اس کے گرد کرسیاں۔ آفتاب کمال سے معذرت کر لی گئی اور وہ واپسی کے لیے مڑ گیا۔ چائے کا ایک دور چلا اور اس کے بعد بریگیڈیئر جمال نے کہا۔

"دراصل جب تم سے ملاقات ہوتی ہے ڈیئر جہانگیر تو ہمیں شاہ تو ہم لوگ ملے جلے تاثرات کا شکار ہوتے ہیں۔"

"سمجھا نہیں سر!"

"اب تمہارے پاس کرنل کا عہدہ ہے۔ یہ بات تمہیں اچھی طرح معلوم ہے۔ چنانچہ تم ایک فوجی آدمی ہی ہوئے لیکن چونکہ تمہیں باقاعدہ فوجی تربیت نہیں دی گئی اس لیے فوجی قواعد کے سلسلے میں تم سے رعایت کا سلوک کیا جاتا ہے۔"

"اس کے لیے میں دلی شکر گزار ہوں سر۔" میں نے جواب دیا۔ بریگیڈیئر جمال کچھ دیر خاموش رہے تو انھوں نے کہا۔

"اور اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ میں تمہیں اس مقصد سے آگاہ کر دوں جس کے لیے تمہیں یہاں بلایا گیا ہے۔ کچھ عرصے قبل ہمیں ایٹمی امور کے سلسلے میں کچھ ایسے دوست ممالک کی امداد حاصل کرنا پڑی تھی جو ہمارے ایٹمی پروگرام سے متفق ہیں اور ہم پر کوئی شبہ نہیں رکھتے۔ ہمیں اپنے اس پروگرام کو جاری رکھنے کے لیے ساز و سامان درکار تھا جس کے لیے ہم نے ان سے معاہدہ کیا اور انھوں نے ہماری ضروریات پوری کرنے کے لیے کارروائیوں کا آغاز کر دیا لیکن ان دنوں چونکہ ایک سپر پاور ہمارے ایٹمی معاملات میں زبردست مداخلت کر رہی ہے اس لیے یہ پروگرام بہت خفیہ رکھا گیا اور وہ دستاویز جو اس پروگرام کے سلسلے معاہدے کی صورت رکھتی ہے بہت زیادہ محفوظ رکھی گئی۔ بالآخر تمام کارروائیاں مکمل ہوئیں اور اس سلسلے میں ہمیں بتایا گیا کہ معاہدے کی دستاویزات بہت جلد ہمارے حوالے کر دی جائے گی اور اس کے بعد کارروائی کا آغاز ہو جائے گا اس معاملے کو اس حد تک خفیہ رکھا گیا کہ جب تک غیر ملکی نمائندے وہ دستاویزات لے کر ہمارے ملک کے لیے روانہ ہوئے تو ہمیں تب بھی ان کی آمد کے بارے میں اطلاع نہیں دی گئی۔ اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ وہ اچانک بدلی ہوئی حیثیت میں وہاں پہنچیں گے۔ میرا مطلب ہے ہمارے ملک آئیں گے۔ اور اس کے بعد ہم سے رابطہ قائم کریں گے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس وقت ہمیں ان کے بارے میں اطلاع دی جائے گی۔

چنانچہ ہمیں ان نمائندوں کی آمد سے بالکل ہی بے خبر تھے۔ اور کچھ دن کے بعد ہم سے رابطہ قائم کر کے یہ پوچھا گیا کہ وہ نمائندے ہم تک پہنچے یا نہیں تو ہم حیران رہ گئے۔ ہمیں ان نمائندوں کی نہ تو آمد کا علم تھا اور نہ اس حیثیت سے یہاں پہنچنے کا۔ بڑی سنسنی پھیل گئی۔ ہمیں ساری تفصیلات بتاتے ہوئے کہا گیا کہ یہ صرف احتیاطی اقدام کے طور پر کیا گیا تھا۔ لیکن یوں لگتا ہے جیسے کچھ ہو گیا۔ بہر طور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کارروائی میں ہماری کوئی غفلت نہیں تھی۔ لیکن معاملہ چونکہ ہمارے لیے بھی انتہائی اہمیت کا تھا اس لیے سول اور ملٹری انٹیلی جنس حرکت میں آگئی۔ زبردست طریقے سے معلومات حاصل کی گئیں اور ہمیں یہ علم ہو گیا کہ وہ طیارہ جس سے وہ تینوں افراد آ رہے تھے اغوا کر لیا گیا ہے اور ہائی جیکر اسے نامعلوم مقام پر لے گئے ہیں۔ وہاں سے وہ طیارہ روانہ کر دیا گیا لیکن کچھ لوگوں کو ہائی جیکرز نے اپنے قبضے میں ہی رکھا اور اس کے بعد وہ الگ لاپتا ہو گئے۔ یہ خبر بھی ہم تھوڑی دیر پہلے ایک غیر مستند خبر کی حیثیت سے پڑھ چکے تھے لیکن اب پتا چلا کہ وہ تین نمائندے جو اغوا ہوئے ہمارے ہی مشن سے متعلق تھے۔ وہ کہاں گئے کیا ہوا ہمیں اس کا کوئی پتا نہیں چل سکا۔ نہ صرف ہم بلکہ وہ ممالک بھی مصروف عمل ہو گئے جن کے وہ نمائندے تھے۔ انھیں ہم سے زیادہ تشویش اس بارے میں تھی اور ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ لیکن ہم نے اپنا عمل جاری رکھا اور یہ مسئلہ کافی دن سے ہمارے زیر عمل تھا۔ کچھ عرصے کے بعد ایک جاپانی نژاد خاتون نے ہم سے ملاقات کی ان کا نام می ہائی کو تھا۔ می ہائی کو نے اپنے بارے میں بتایا کہ وہ جاپان کے ایک اپنے خفیہ ادارے سے تعلق رکھتی ہیں جس کا حکومت سے تعلق نہیں ہے۔ ایک طرح سے اسے پرائیوٹ ادارہ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن پرائیوٹ جاسوس ساتھ ساتھ تھی۔ وہ بین الاقوامی امور پر بھی کام کرتا ہے۔ مس ہائی کو میرا مطلب ہے مس می ہائی کو اس ادارے کے ایک اہم رکن کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مس ہائی کو نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ چونکہ ان کا ادارہ حکومت سے بالکل متعلق نہیں ہے بلکہ بعض جگہ جاپان کی حکومت اس ادارے پر نکتہ چینی کرتی ہے اور اس کے مشاغل پر پابندی لگاتی ہے اور اس کے تمام افراد کو لگاموں میں رکھا جاتا ہے کہ وہ کسی ایسی سرگرمی میں تو ملوث نہیں ہیں جو ان کے ملک کے مفاد کے خلاف ہو یا بین الاقوامی طور پر ان کی ساکھ کو خراب کرنے کا باعث بن جائے۔ مس ہائی کو نے کہا کہ وہ اس جہاز سے سفر کر رہی تھی جس کو ہائی جیک کیا گیا اور پھر ایک نامعلوم مقام پر لے جا کر اس میں سے تین افراد کو اغوا کر لیا گیا۔ مس ہائی کو ان اغوا ہونے والوں کو جانتی تھیں اور اسی وجہ سے اس جانب متوجہ ہوئی تھیں وہ تین افراد جو اغوا کیے گئے تھے وہ تو ان کی توجہ میں چلے گئے لیکن مس ہائی کو موقع سے فائدہ اٹھا کر خود بھی وہیں روپوش ہو گئیں اور اس کے بعد اس معاملے میں تمام تر معلومات حاصل کرنے میں مصروف ہو گئیں۔ چونکہ یہ ان کے ادارے کی دلچسپی کا معاملہ تھا۔ مس ہائی کو نے دراصل طیارہ ہائی جیک کرنے والوں میں سے چند افراد کو پہچان لیا تھا۔ ان افراد کا تعلق گرانڈ بک نامی گروہ سے ہے جو کئی ملکوں میں اپنی کارروائیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ گرانڈ بک کے افراد نے تین افراد کو اغوا کیا تھا اور اس کے بعد وہ انھیں کسی ایسی جگہ لے گئے جہاں سے پھر مس می ہائی کو کو ان کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا لیکن انھوں نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے اس اغوا کا سراغ لگانے کی کارروائیاں جاری رکھیں اور بالآخر وہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئیں کہ وہ لوگ کون تھے اور ان کا مقصد کیا تھا۔ مس می ہائی کو کا کہنا ہے کہ وہ براہ راست تو ان لوگوں سے نہیں ٹکرا سکتی تھیں لیکن ان کے ادارے نے بالآخر یہ طے کیا کہ ہم سے رجوع کر کے مناسب معاوضے پر ہمیں اس کے بارے میں اطلاع دی جائے اور اگر ہم ان لوگوں کو اپنے کام کے لیے ہائر کرنا چاہیں تو ان سے فائدہ اٹھائیں۔ معاملہ چونکہ ایک اہم مسئلے کا ہے جس میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کون سا ملک اس میں دلچسپی لے رہا ہے۔ سپر پاور کے اثرات تقریباً تمام ہی دنیا پر چھائے ہوئے ہیں اور کوئی بھی ملک اس سے جھگڑا مول لینے کی پوزیشن میں نہیں ہے چنانچہ ہم نے اپنے طور پر یہ فیصلہ کیا کہ مس ہائی کو کو ہم اپنے کام کے لیے مصروف رکھیں اور اس ادارے سے رابطہ قائم رکھیں جیسے بہر طور ہمارے اس مسئلے کے بارے میں معلوم ہو گیا ہے۔ مس ہائی کو نے جب ہم سے معاہدہ کیا اور معاوضے کی پیش کردہ رقم کا آدھا حصہ وصول کر لیا تو انھوں نے بعد میں مکمل تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ

گرانڈ بک نامی گروہ بھی دراصل کسی خاص ملک کے لیے کام نہیں کر رہا بلکہ وہ اپنی اس کارروائی کو نیلام کرنا چاہتا ہے اور اس سلسلے میں اس نے کئی ملکوں سے رابطے قائم کیے ہیں۔ تاکہ وہ دستاویز مناسب قیمت پر فروخت کر دی جائے۔ گرانڈ بک نے اس سلسلے میں جو نیلام گھر بنایا ہے وہ ناروے میں ہے۔ اور ناروے میں اب ان نمائندوں کا اجتماع ہونے والا ہے جو ہماری ایٹمی دستاویز خریدنے کے لیے وہاں نیلامی بولی لگائیں گے۔ میڈم می ہائی کو ہمیں اس سلسلے میں ہر تعاون دینے کے لیے تیار ہیں۔ اور اب تم سمجھ گئے ہو گے جہانگیر جمال شاہ کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ مس ہائی کو تمھارے ساتھ تعاون کریں گی۔ اور تمھیں ناروے جانا ہو گا۔ ہم اور کچھ نہیں چاہتے ہمیں وہ دستاویزات واپس ملنی چاہیے۔ اور یہ تمھاری ذمے داری ہے۔" بریگیڈیئر جمال کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اس پر نہ جانے کیسے کیسے تاثرات چھپاں تھے۔ مجھ پر اعتماد، اپنے وطن کے خلاف ہونے والی سازش سے نفرت اور اس سلسلے میں ہماری کیفیت، ملے جلے تاثرات نے ان کے چہرے پر یہ رنگ پھیلائے تھے اور میں بھی سر کھجاتے ہوئے یہ سوچ رہا تھا کہ کبھی بھی کوئی ایسا معاملہ میرے حوالے نہیں کیا جاتا، جس کی حیثیت کسی بھی طرح آسان ہو۔ مشکل سے مشکل کام لیکن پھر میں نے خود ہی اپنے اس خیال کی تردید کر دی۔ ظاہر ہے اگر یہ کوئی چھوٹا موٹا کام ہوتا تو وہ لوگ اس سلسلے میں میری خدمات حاصل نہ کرتے۔ یہ تو مجھ پر اعتماد کا اظہار ہے۔ بریگیڈیئر جمال نے مجھے بہت زیادہ سوچنے کا موقع نہیں دیا بولنے لگے۔

"اور اس سلسلے میں مائی ڈیئر مسٹر جہانگیر جمال شاہ آپ کے موجودہ حالات کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔ یقینی طور پر آپ ذہنی طور پر اس وقت بالکل گھریلو ہو رہے ہوں گے اور یہ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ مہم ان لمحات کے لیے نہیں تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ سے یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ گھر وطن میں ہوتا ہے اور وطن کی بقا گھر کی بقا کے لیے اولیت رکھتی ہے۔ ہمیں اپنے مفادات کو ہمیشہ وطن کے مفادات پر قربان کرنا پڑتا ہے۔ خصوصاً ہم فوجی آپ کو اندازہ ہے کہ ہمارا تعلق اپنے گھروں سے کتنا ہوتا ہے۔ حالانکہ ہمارے گھر بھی ہمارے لیے اسی اہمیت کے حامل ہیں جس طرح دوسروں کے لیے لیکن فرض ان تمام چیزوں پر حاوی ہوتا ہے اور فرض پورا کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔" میں نے گردن خم کر کے کہا۔

"یقیناً جناب! اور میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی مجھے بہت سے اعزازات سے نوازا گیا ہے۔ میں کیا اور میری اوقات کیا، وطن کے لیے اگر میری زندگی کا ہر لمحہ صرف ہو جائے تو میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔"

بریگیڈیئر جمال نے گردن اٹھا کر کسی کو اشارہ کیا اور چند لمحوں بعد سب نے کھڑے ہو کر شہزاد احمد صاحب کا استقبال کیا جن کے ساتھ ایک چھوٹے سے قد کی مالک لیکن بھرپور جسمانی کشش کی حامل جاپانی لڑکی اندر داخل ہوئی تھی۔ سادہ سا صاف ستھرا لباس پہنے ہوئے چہرے پر ایک پُروقار کیفیت چھائی ہوئی۔ میں نے ایک لمحے میں اندازہ لگا لیا کہ یہ می ہائی کو کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ شہزاد احمد صاحب نے مجھ سے بھی ہاتھ ملایا اور اس کے بعد می ہائی کو سے میرا تعارف بریگیڈیئر جمال نے ہی کرایا تھا۔ انھوں نے کہا۔

"مس می ہائی کو فرام جاپان اور کرنل جی جی شاہ۔"

می ہائی کو نے مجھ سے بہت پرجوش انداز میں مصافحہ کیا تھا۔ بریگیڈیئر جمال نے کہا۔

"مس می ہائی کو! مسٹر شاہ کو تمام تفصیلات بتا دی گئی ہیں اور اس وقت سے آپ دونوں کو یکجا کیا جاتا ہے۔ آپ مقامی طور پر تمام کوششیں کریں گے اور ہم اس مسئلے سے اب بالکل الگ ہو جائیں گے۔ ناروے تک روانگی اور اس کے بعد جو کارروائی آپ دونوں مل کر کریں گے ہم اس سے بالکل بے تعلق رہیں گے۔ بس یہ آپ کی ذمے داری ہے۔"

"آپ مطمئن رہیں۔ یقینی طور پر آپ نے مسٹر شاہ کو کسی وجہ سے ہی منتخب کیا ہو گا چنانچہ مجھے ان کے بارے میں سوال کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔" میڈم می ہائی کو نے صاف ستھری انگریزی زبان میں کہا۔

"کوئی اور ایسی بات جو اس سلسلے میں سوال کرنے کے لیے ہو۔"

"بالکل نہیں۔" میڈم می ہائی کو نے کہا اور بریگیڈیئر جمال میری جانب متوجہ ہو کر بولے۔

"اور مسٹر جہانگیر جمال شاہ آپ ہماری طرف سے مس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

می ہائی کو پر مکمل اعتماد کر سکتے ہیں۔ بس اس کے بعد یہ میٹنگ ختم ہو جائے گی۔"

"آپ نے کہا بریگیڈیئر جمال کہ اس کے بعد کی تمام کارروائی ہمیں کرنا ہوگی۔ تو میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اس سلسلے میں کوئی خاص طریقہ اختیار کریں گے؟"

"مس می ہائی کو اور آپ مل کر جو بھی طے کریں گے ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہوگا یا بصورت دیگر ہم یہ کہیں کہ اب اس مسئلے میں ہمارا آپ سے کوئی تعلق نہیں رہ گیا ہے سوائے اس کے کہ جب کامیاب واپس آئیں تو ہم آپ کو خوش آمدید کہیں۔" بریگیڈیئر جمال نے کہا اور خود اٹھ کھڑے ہوئے۔

میں بھی اٹھ گیا تھا۔ بعد میں صرف مجھے اور مس می ہائی کو کو واپسی کی اجازت دی گئی تھی۔ باقی سب لوگ یہاں تک کہ شہباز احمد صاحب بھی وہیں رہ گئے تھے۔ باہر لیکا کار ہمارے استعمال کے لیے موجود تھی جس پر ایک مقامی ہوٹل کا مونوگرام بنا ہوا تھا۔ می ہائی کو نے اسٹیئرنگ سنبھال کر مسکراتے ہوئے مجھے اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا اور کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ کچھ لمحوں کے بعد اس نے کہا۔

"میں تھیرٹن کے کمرہ نمبر آٹھ سو اٹھائیس میں مقیم ہوں۔ اپنے اصل نام سے۔ اگر آپ پسند کریں کرنل شاہ تو میرے ساتھ ہی چلیں کچھ دیر باتیں کریں گی۔" میں نے گردن ہلا دی تھی۔

می ہائی کو بہت خوب صورت ڈرائیونگ کرتی تھی ہوٹل شیرٹن پہنچنے میں ہمیں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ کار پارک کر کے وہ چابی جھلاتی ہوئی چل پڑی۔ میں اس کی چال سے یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ وہ انتہائی پھرتیلی عورت ہے۔ ہم بھی پچیس چھبیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ اور اس کے بارے میں مجھے جو کچھ بتایا گیا تھا وہ یقینی طور پر سنسنی خیز تھا لیکن بہرحال میرے لیے کوئی اجنبی بات نہیں تھی۔ عموماً مجھے اس قسم کے کرداروں سے واسطہ پڑتا رہتا تھا۔ البتہ می ہائی کو کے سامنے بڑا محتاط رہنا چاہتا تھا اس وقت تک جب تک کہ اس کی شخصیت کا اندازہ نہ ہو جائے۔ یہ بھی ایک دلچسپ بات تھی کہ ایک ایسے برانچ ادارے کی رکن اس بار میرے ساتھ کام کر رہی تھی جو دنیا بھر میں مختلف امور سرانجام دیتا تھا۔ ہوٹل کا یہ کمرہ بہت خوب صورتی سے سجا ہوا تھا۔ می ہائی کو نے پردے ہٹائے اور باہر سے روشن رات جھانکنے لگی۔ روشنیاں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔ می ہائی کو میرے سامنے آ کر بیٹھ گئی پھر بولی۔

"اب یہ بتاؤ ڈیئر کہ کیا کھاؤ گے کیا پیو گے ہمراہ خیال ہے ڈنر تم میرے ساتھ کر لو۔"

"ڈنر کی ضرورت نہیں ہے مس ہائی کو۔ ویسے آپ سے کچھ دیر باتیں کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔"

"تو پھر کافی پی لیتے ہیں، کیا خیال ہے؟"

"کوئی حرج نہیں۔" می ہائی کو نے روم سروس کو کافی لانے کی ہدایت کی اور پھر میرے سامنے بیٹھ گئی مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"ایک حیران کن بات میں نے تمہارے اندر دیکھی ہے مسٹر شاہ۔"

"کیا؟"

"کرنل کا عہدہ ہونے کے باوجود تمہارا انداز فوجیوں جیسا نہیں ہے۔ دراصل فوجیوں کے اندر ایک کرختگی پائی جاتی ہے۔ بہت نرم مزاج اور خوش اخلاق ہونے کے باوجود ان کے چہرے کچھ اس طرح کھردرے ہو جاتے ہیں جس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ فوجی ہیں۔ ان کی آنکھیں ساکت اور مدِ مقابل کے چہرے پر جمی رہتی ہیں اور چہرے کے تاثرات لمحہ لمحہ تبدیل نہیں ہوتے۔ جو کچھ بھی ان سے کہا جائے اُسے سنتے ہوئے ان کی گردن تن جاتی ہے اور آنکھیں شکاری چیتے کی مانند اپنے مخاطب پر جم جاتی ہیں۔ جبکہ تم بالکل ایک سویلین معلوم ہوتے ہو۔"

میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کر دی اور ہنس کر بات ٹال دی۔ می ہائی کو نے بھی اس سلسلے میں دوسری بار سوال نہیں کیا۔ ہم لوگ کافی کا انتظار کرتے رہے پھر می ہائی کو نے اپنے ہاتھ سے مجھے کافی بنا کر پیش کرتے ہوئے کہا۔

"گھریلو زندگی کتنی خوشگوار لگتی خوب صورت ہوتی ہے۔ میں لمحہ لمحہ اسے محسوس کرتی ہوں۔ جب کبھی مجھے کسی نوجوان کو کافی بنا کر پیش کرنا ہوتی ہے تو اچانک ہی مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ میں عورت ہوں۔" میں نے نگاہیں اٹھا کر می ہائی کو کو دیکھا تو وہ ہنس پڑی۔

"جبکہ میں عورت نہیں ہوں۔"

"کیا آپ اپنے مشاغل کی بنیاد پر یہ بات کہہ رہی

ہیں مس می ہائی کو؟"

"ہاں بچپن ہی سے مجھے اس ادارے میں شامل کر لیا گیا تھا جس میں میرا باپ اور میری ماں کام کرتے تھے۔ یہ ادارہ بہت قدیم ہے اور اس کے مشاغل یہی رہے ہیں۔ ویسے ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں میں یہ نیک نام ادارہ تصور کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہم لوگ جو بھی عمل کرتے ہیں اسے تخریب کاری کے خلاف ہی کیا جاتا ہے۔ ہم نے کبھی بھاری سے بھاری معاوضہ لے کر کوئی ایسا کام نہیں کیا جس میں تخریبی پہلو نمایاں ہو۔"

"یہ بہت دلچسپ انکشاف ہے میرے لیے۔ یعنی آپ خود کو پیش کیے گئے ان پروگراموں پر ریسرچ کرتی ہیں اور اس کے بعد انھیں قبول کرتی ہیں؟"

"میں نہیں میرا ادارہ۔ میں تو اس کی ایک حقیر رکن ہوں۔"

"عام نہیں۔ جب اتنا بڑا کام آپ کے سپرد کیا ہے تو میں تو اسے خاص ہی کام سمجھتا ہوں۔ اور یقینی طور پر خاص کام کرنے والے خاص ہوتے ہیں۔" می ہائی کو نے ہنس کر کافی کی پیالی اپنے ہونٹوں سے لگا لی پھر بولی۔

"اور اب جبکہ یہ ذمے داری ہمیں سونپ دی گئی ہے کہ ناروے ہم اپنے طور پر روانہ ہوں گے تو اپنے تجربے کی چند باتیں کہنا چاہتی ہوں مسٹر شاہ۔"

"ضرور۔"

"سب سے پہلی بات تو یہ کہ کہیں ایسی جگہ سفر کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس قدر غیر متاثر کن بنا لو کہ کسی کی نگاہ تم پر پڑ بھی جائے تو وہ تمہیں قابلِ توجہ نہ سمجھے۔ اگر شخصیت دلکش اور پُرکشش ہوگی تو نگاہیں اس جانب اٹھیں گی۔ لوگ اس کے بارے میں سوچیں گے اور سوچنے والے پہچان میں بھی کر سکتے ہیں۔"

"تجربے کی بات ہے اور میرے خیال میں بہت ہی مناسب۔"

"مجھے میک اپ کرنا آتا ہے اور یقیناً ملٹری انٹیلی جنس سے تعلق رکھتے ہوئے تم بھی اس سے ناواقف نہیں ہوگے۔ لیکن میں یہ سمجھتی ہوں کہ میک اپ کی مہارت مجھے ہی صرف کرنے دو۔"

"اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔"

"تو پھر کل کا دن ہم اس کے لیے مخصوص کیے لیتے ہیں اور جیسا ہم نے کہا گیا کہ یہاں سے ناروے روانہ ہونے کے لیے ہمیں اپنے طور پر انتظامات کرنا ہوں گے۔ تو میں سمجھتی ہوں کہ اس وقت میری نگاہ میں سب سے مشکل کام ہے۔ اگر یہ شعبہ تم اپنے ذمے قبول کر لو تو۔"

"یہ شعبہ آپ میرے سپرد کر دیں۔ مس می ہائی کو اطمینان رکھیں اور مناسب طریقہ کار ہوگا۔"

"تمام انتظامات کرنے کے لیے ہمیں سب سے پہلے اپنے چہرے تبدیل کرنا ہوں گے۔ اور اس کے لیے میں کل دس بجے ہمیں اسی ہوٹل میں ملاقات کر سکتی ہوں۔"

"میں پہنچ جاؤں گا مس ہائی کو۔" میں نے جواب دیا۔

فریدہ کو تمام معاملات سے آگاہ کر ہی دیا تھا رات کو اس سے بہت سی باتیں ہوئیں۔ حالانکہ اب میں ذہنی طور پر اپنے اس مشن کی جانب متوجہ تھا۔ لیکن بہرحال مشن بھی اتنی ہی اہمیت کا حامل تھا۔ مقررہ وقت پر میں آفتاب کمال کے ساتھ ضروری انتظامات کر کے ہوٹل روانہ ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں اس ہائی کو کے سامنے تھے۔ ہائی کو نے تبسم لگاہوں سے آفتاب کمال کو دیکھا اور میں نے آفتاب کمال کا اس سے تعارف کرایا پھر میں نے ہائی کو سے کہا کہ میک اپ کے لیے ضروری سامان بھی میں ساتھ لے آیا ہوں۔

"یہ اچھا ہے۔ تھوڑا بہت میں نے بھی مہیا کر لیا ہے۔ مگر مسٹر آفتاب کمال اس سلسلے میں الجھن کا شکار ہو جائیں گے۔ چونکہ ہمیں کافی وقت لگے گا۔" آفتاب کمال نے فوراً ہی تجویز پیش کر دی۔

"اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں دو گھنٹے کے بعد واپس آ جاؤں گا۔"

"یہ مناسب بات ہے۔" میں نے آفتاب کمال سے کہا وہ چلا گیا اور ہائی کو میک اپ کا سامان درست کرنے میں مصروف ہو گئی۔ اس نے بہت سی چیزوں کے مکسچر تیار کیے اور اس کے بعد اس نے میری طرف توجہ دی اور میرے چہرے پر مصروف ہو گئی۔ میک اپ وغیرہ میں مجھے کوئی خاص کمال حاصل نہیں ہوا تھا جو تھوڑا بہت سیکھ لیا تھا وہ کام آ جانا تھا لیکن می ہائی کو کے انداز سے یہ پتا چلتا تھا کہ وہ اس سلسلے میں واقعی بہترین مہارت رکھتی ہے اور تقریباً پینتالیس منٹ کے بعد اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نے جو چہرہ میرے سامنے پیش کیا اسے دیکھ کر میں ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا تھا۔ یہ ایک پیلے رنگ کا استخوانی سا چہرہ تھا جس کے خدوخال بالکل بے تاثر تھے۔ اور پھیلے پھیلے تھے۔ آنکھوں کی رنگت بھی تبدیل کر دی گئی تھی۔ اور اس کے لیے کانٹیکٹ لینس لگائے گئے تھے اس نے جن کے رنگوں میں دھندلاہٹ تھی لیکن روشنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ مجھے آئینہ دکھا کر وہ ہنس پڑی۔ میں نے اسے دیکھ کر آہستہ سے کہا۔

"آپ نے تو میرا مستقبل تباہ کر دیا مس می بائی کو۔"

وہ ہنستی رہی پھر اس نے کہا۔

"اور اب میں اپنے ساتھ جو سلوک کروں گی وہ بھی تم دیکھ لینا۔"

میں نے اس کے میک اپ کی مہارت کو غور سے دیکھا اور دل میں یہ سوچا کہ اگر کچھ عرصے اس سے اس کی تربیت لے لی جائے تو میں بھی شاید بہت اچھا میک اپ کر سکوں گا۔ اس نے اپنے چہرے کے خطوط میں نمایاں تبدیلی پیدا کی اور رفتہ رفتہ اس کا چہرہ ایک ایسی عمر رسیدہ عورت کے چہرے میں ڈھل گیا جو جوانی میں تو شاید کافی خوب صورت رہی ہو لیکن اب یہ کھنڈرات مکروہ اور بدنما ہو گئے تھے۔ پھر اس نے خصوصی طور پر لباس تبدیل کیا اور اس کے لیے مجھ سے اجازت لی میں کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ واپس آیا تو ایک عجیب و غریب منظر میرے سامنے تھا۔ بلاشبہ جسمانی حیثیت میں یہ تبدیلی ناقابل یقین تھی۔ می بائی کو نے صرف چہرے پر ہی توجہ نہیں دی تھی بلکہ اپنے گدرائے ہوئے جسم کو بھی اس نے ایک ایسے ڈھیلے جسم کا رنگ دیا تھا جو اس عمر کی عورت کے جسم کا ہو سکتا تھا تھوڑا سا موٹاپے کی جانب مائل۔ لیکن بہرطور بوڑھا جسم کے کھلے ہوئے حصوں کو بھی وہی شکل دے دی گئی تھی۔ میں نے تعریفی انداز میں اسے دیکھ کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اس فن میں، میں نے آپ کی مہارت تسلیم کر لی ہے مس می بائی کو۔"

"اور اس کے بعد اگر کافی نہ پی جائے تو بھلا لطف ہی کیا آئے گا کام کرنے کا۔" ہم لوگ کافی پیتے ہوئے باتیں کرتے رہے۔ می بائی کو نے مجھے بتایا۔

"ناروے میں، میں تنہا نہیں ہوں گی بلکہ ضرورت کے مطابق میں اپنے ادارے کے آدمیوں کو طلب کر لوں گی۔ یہ انتہائی ضروری ہے۔ دراصل جیسا کہ میں نے کہا کہ ہم اپنے ادارے کے کام سے بہت مخلص ہوتے ہیں۔ اور تمام ان اور آؤٹ دیکھ کر عمل کرتے ہیں۔ یعنی جو ضرورت ہمیں پیش آئے اس کے لیے تمام انتظامات کر لیے جائیں۔ چنانچہ ناروے میں ایک ایسی شخصیت بھی موجود ہے جسے تم انسائیکلوپیڈیا یا کمپیوٹر کہہ سکتے ہو۔ یعنی وہ وہاں قرب و جوار میں، میرا مطلب ہے، اوسلو، ہرجن اور دوسرے شہروں میں موجود ایسے لوگوں کی نشان دہی کر سکتی ہے جو مشکوک حیثیت رکھتے ہوں۔" بہرحال ہم لوگ کافی پینے کے ساتھ ساتھ یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ آفتاب کمال واپس آ گیا اور اس نے تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں کی تصاویر بنائیں۔ تصاویر سے مطمئن ہونے کے بعد اس نے کہا۔

"آپ سے کل دن کا وقت ضرور لوں گا۔ اور اس دوران ساری کارروائیاں مکمل کر دوں گا۔"

"یقیناً یہ اوسلو روانگی کی تیاریاں ہیں۔ ویسے کیا اب آپ اپنے شعبے کے مختلف لوگوں سے ملاقات نہیں کریں گے مسٹر جہانگیر جمال شاہ۔"

"نہیں ضرورت نہیں ہے۔ یوں سمجھ لیجیے اب ہمارے رابطے ان سے منقطع ہو چکے ہیں۔"

دوسرے دن آفتاب کمال نے تمام تیاریاں مکمل کر لیں اور جب ہمارے طیارے نے رن وے چھوڑا تو میں اپنا ماحول معمول کے مطابق بھول گیا۔ اب مجھے صرف می بائی کو یاد تھی۔ اپنا مشن یاد تھا۔ وہ لوگ یاد تھے جو میرے ملک میں ایٹمی امور پر دستاویزات اپنے قبضے میں کر کے انھیں ہمارے دشمن ملکوں کے ہاتھوں فروخت کرنا چاہتے تھے۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر ہمارا فائدہ ہی کیا۔ سب کچھ بے مقصد ہو جائے گا۔ یقیناً ایسا نہیں ہونا چاہیے اور اس کے لیے مجھے مکمل طور پر کام کرنا تھا۔ گو اس بار طریقہ کار ذرا مختلف تھا۔ مجھے تو یہ ذمے داری سونپ ہی دی گئی تھی لیکن یوں لگتا تھا جیسے می بائی کو مجھ سے زیادہ سرگرم ہو اور مجھے اس پر اعتراض بھی نہیں تھا کیونکہ میرے ملک کے اعلیٰ حکام نے اس پر اعتماد کر کے اس کام کی ذمے داریاں اسے سونپ دی تھیں۔ اگر اس بار مجھے ماتحت کی حیثیت سے می بائی کو کے ساتھ

کام کرنا پڑے تب بھی کوئی ایسی بُری بات نہیں تھی۔ اس میں بھی ایک لطف تھا۔

جس وقت طیارہ اوسلو کے رن وے پر اترا تو تیز بارش ہو رہی تھی۔ شمالی یورپ کا یہ علاقہ اپنی مخمل آپ تھا۔ بارش میں ڈوبی ہوئی روشنیاں عجیب سی لگ رہی تھیں۔ ایک ٹیکسی ہمیں لے کر ہوٹل مارکوپولو جا پڑی۔ ہوٹل مارکوپولو کا انتخاب بھی می بائی کو ہی نے کیا تھا۔ مجھے رفتہ رفتہ یہ احساس ہو رہا تھا کہ وہ اپنے اندر بے پناہ صلاحیتیں رکھتی ہے اور ہر ماحول پر قابض ہو جانے کی قوتوں کی مالک ہے۔ بہرحال اس دلچسپ تجربے کو میں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ مارکوپولو کی ساتویں منزل کے ایک کمرے میں پہنچنے کے بعد اس نے گہری گہری سانسیں لیں۔ بارش کے تھوڑے بہت اثرات ہم پر ہوئے تھے۔ وہ مسکرا کر میری طرف دیکھنے لگی اور بولی۔

"اگر چاہو تو لباس تبدیل کر لو۔"

"لباس تو تبدیل کرنا ہے میڈم بائی کو۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ ویسے تمھیں ایک ہی ساتھ کمرہ لینے پر تو کوئی اعتراض نہیں ہے؟"

"نہیں بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

ویسے میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ گہری نظروں سے میرا جائزہ لیتی رہی ہے گویا میرے اندر اترنا چاہتی ہے غالباً یہ معلوم کرنے کے لیے کہ میں کہاں سے کہاں تک ہوں اور اس وقت یہ ایک تفریحی مشغلہ تھا جو میرے ہاتھ آ گیا تھا۔ زندگی جس انداز میں گزاری تھی اس میں بہت سے ذہانت کے کارنامے سرانجام دیے تھے۔ بہرطور اب احمق بن کر بھی دیکھ لیا جائے۔ کسی کو اگر ذہنی برتری کی اجازت دے دی جائے تو کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ اس نے لباس تبدیل کر لیا۔ یہاں آنے کے لیے نہ جانے کیسے کیسے لباسوں کا انتخاب کیا گیا تھا۔ میں بھی اپنے عمدہ لباس نہیں لا سکا تھا کیونکہ صورت حال ہی ایسی تھی۔ بہرحال رات کا کھانا ہم نے اپنے کمرے ہی میں کھایا اور اس کے بعد میڈم بائی کو اپنے بستر پر جا بیٹھیں۔ وہ گہری سوچ میں ڈوبی نظر آتی تھیں۔ میں نے بھی اعتراض نہیں کیا تھا۔ کھڑکی کھول کر اوسلو کے سناٹے دیکھنے لگا۔ بارش نے سڑکیں ویران کر دی تھیں۔ تیز اور دھواں دار بارش مسلسل ہو رہی تھی۔ کھڑکی کچھ اس انداز سے بنائی گئی تھی کہ دھواں دار بارش بھی اندر داخل نہیں ہو سکتی تھی۔ بہت دیر تک میں اس موسم سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ بہرحال یورپ کا اپنا مزاج ہے اور یہ سب کچھ اسی مزاج کے مطابق تھا۔ اس کے بعد میں اپنے بستر پر آ لیٹا۔ بائی کو بھی اپنے بستر پر اس طرح بے سدھ لیٹی ہوئی تھی جیسے گہری نیند سو گئی ہو۔ لیکن اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور چھت سے ٹکی ہوئی تھیں۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس قسم کے بہت سے واقعات میں چکے تھے۔ اور ایسے لمحات میں میرے ذہن میں ہولناک تصورات جاگتے تھے وہ اس وقت سے قطعی مختلف تھے۔ انسان زندگی میں ایک منزل پر آ جانے کے بعد ذہنی طور پر واقعی معتدل ہو جاتا ہے۔ اس کا تجربہ اس وقت سے زیادہ اور کب ہو سکتا ہے لیکن میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ می بائی کو بھی ایک سلجھے کی عورت ہے اور اس کے انداز میں ابھی تک کوئی ایسا ہلکا پن نہیں پایا گیا جو قابل توجہ ہوتا۔ رات کے تقریباً بارہ بجے تھے اس وقت نیند میری آنکھوں میں پیوست ہو گئی میں سو گیا۔ دوسرے دن صبح کو جاگا تو می بائی کو باتھ روم سے نکل رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے صبح کا سلام کہا اور ایک بوڑھی عورت کے منہ سے یہ سلام مجھے عجیب سا لگا۔ وہ ہنس پڑی۔

"کیوں میڈم بائی کو خیریت ہے؟"

"نہیں، میں تمھارے چہرے کے تاثرات پڑھ رہی ہوں۔ بلاشبہ یہ ہم دونوں ہی کے لیے ایک دلچسپ تجربہ ہے۔"

"کیوں نہیں۔"

"اچھا یہ بتاؤ ناشتا یہیں کرو گے یا؟"

"نہیں میڈم! ابھی ہی صبح ہم ناشتے کے لیے کہاں جائیں گے۔"

"بس تو ٹھیک ہے۔ میں روم سروس کو ٹیلی فون کیے دیتی ہوں۔" ناشتا کرتے ہوئے وہ اپنے آج کے پروگرام کے بارے میں بتانے لگی اس نے کہا۔

"اس کا نام سیرینو ہے اور مسٹر سیرینو یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک چھوٹے سے دیہات میں رہتے ہیں۔ ویسے یہ دیہات آبادی سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے ایک سڑک وہاں تک جاتی ہے اور ہمیں مسٹر سیرینو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تک پہنچا دیتی ہے۔ میں ابھی انھیں ٹیلی فون کر کے ان کے مشاغل معلوم کیے لیتی ہوں۔"

ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد اس نے مسٹر سیرینو کو ٹیلی فون کیا اور غالباً دوسری طرف سے اس کو جواب بھی مل گیا۔

"میرا نام می بائی کو ہے۔"

"ہاں میں آ رہی ہوں بس تھوڑی دیر کے بعد۔ ہاں میرے ساتھ مسٹر شاہ ہوں گے۔ اوکے ٹھیک ہے۔" اس نے ٹیلی فون بند کر دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم نیچے اترے۔ ٹیکسی ہی استعمال کی گئی تھی۔ اوسلو رات کو بارش سے دھل کر نکھر آیا تھا۔ اور اس وقت بارش بند ہو گئی تھی۔ لیکن آسمان پر ہلکا ہلکا ابر تھا۔ جس کی بنا پر دھوپ کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ ویسے بھی ان علاقوں میں دھوپ ایک نایاب چیز ہے اور جب کبھی دھوپ نکل آتی ہے تو خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ تاہم اس وقت نہ تو کہر تھی اور نہ سڑکیں دھندلائی ہوئی۔ ٹیکسی برق رفتاری سے لے کر ہمیں نواحی علاقے میں آ گئی اور پھر می بائی کو کے بیان کی تصدیق ہو گئی۔ کیونکہ می بائی کو نے ٹیکسی کو ایک ذیلی سڑک پر مڑنے کا اشارہ کیا تھا۔ اور اب ہم ایک ایسے فارم ہاؤس کے سامنے کھڑے ہوئے تھے جو دور ہی سے دیکھنے میں خوب صورت نظر آتا تھا۔ تاحدِ نگاہ حسین پھولوں کی بہار تھی۔ اور ان پھولوں کے درمیان اندر جانے کا راستہ بنایا گیا تھا۔ جو ایک عمارت ان پھولوں کے اختتام سے بعد نظر آ رہی تھی وہ بھی ایک پھول ہی کی مانند تھی۔ انتہائی حسین اور مختلف رنگوں سے آراستہ اور اس عمارت کے حسین دروازوں پر مسٹر سیرینو نے ہمارا استقبال کیا۔ یہ چھریرے بدن کا ایک خوش شکل آدمی تھا۔ عمر تقریباً چالیس بیالیس کے قریب ہو گی۔ می بائی کو، کو دونوں شانوں سے پکڑ کر سینے سے لگایا اور می بائی کو بننے لگی۔ اس نے بوڑھی آواز میں کہا۔

"کیسی لگ رہی ہوں تمھیں اس شکل میں سیرینو؟"

"مسٹر شاہ کے سامنے کچھ نہیں کہہ سکوں گا۔ لیکن تم نے نہ صرف اپنے آپ پر بلکہ مجھ سے بھی زیادتی کی ہے کیا مسٹر شاہ بھی میک اپ میں ہیں؟"

"ہاں:

"اور یقینی طور پر یہ بھی ایک نوجوان آدمی ہوں گے؟"

"بالکل۔ اور انتہائی خوب صورت۔ مشرقی حسن کا شاہکار ہیں۔" می بائی کو نے جواب دیا۔

مسٹر سیرینو ہمیں لے کر اندر داخل ہو گئے۔ یہاں اور بھی بہت سے افراد تھے جو ہماری جانب متوجہ نہیں ہوئے یوں لگتا تھا جیسے اس قسم کے مہمان اکثر یہاں آتے رہتے ہیں۔ ہم ایک کمرے میں پہنچ کر ایک میز کے گرد بیٹھ گئے۔ اور مسٹر سیرینو نے کہا۔

"میڈم بائی کو بہت دن کے بعد آپ سے ملاقات ہوئی۔ بہرحال جو ذمے داری آپ نے میرے سپرد کی تھی اس کے سلسلے میں، میں آپ کو سب کچھ بتانے کا پابند ہوں لیکن کیا مسٹر شاہ کی موجودگی اس کے لیے کوئی نقصان دہ چیز تو ثابت نہیں ہو سکتی؟"

"مسٹر شاہ میرے دست راست ہیں اور یوں سمجھ لیجیے کہ ہم دونوں برابر کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

"گڈ۔ گڈ۔ تو ایک لمحے کی اجازت چاہتا ہوں۔" مسٹر سیرینو اپنی جگہ سے اٹھے اور پُروقار چال چلتے ہوئے الماری کے قریب پہنچ گئے۔ الماری سے انھوں نے ایک فائل نکالا اور واپس آ کر ہمارے سامنے بیٹھ گئے۔ پھر انھوں نے فائل کا ایک ایک ورق الٹ کر ان پر لگی ہوئی تصاویر کے بارے میں تفصیلات بتانا شروع کر دیں۔ ہم دونوں بڑی دلچسپی سے اس فائل کی جانب متوجہ تھے اور مسٹر سیرینو کی گفتگو سن رہے تھے۔ یہ چھ افراد کے بارے میں نشاندہی تھی۔ فائل پوری طرح دکھانے کے بعد سیرینو نے کہا۔

"اور یہ بات میرے علم میں آ چکی ہے کہ یہ چھ کے چھ افراد اہم ترین سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور یقیناً جو کچھ تم نے پیغام بھیجا تھا یہ سب کچھ اسی سے متعلق ہے۔"

"ہوں۔ مسٹر سیرینو میں تین دن کے اندر اندر اپنے آدمیوں کو یہاں طلب کر لوں گی۔ اس وقت آپ کو صرف یہ کہنا ہے کہ ان میں سے ایک ایک شخص کے مشاغل کے بارے میں تفصیلی رپورٹ فراہم کریں۔"

"ہو جائے گی۔" مسٹر سیرینو نے کہا۔

"میرا قیام مارکو پولو میں ہے۔ روم نمبر نوٹ کر لیجیے اور ٹیلی فون نمبر بھی۔"

"ڈائریکٹ لائن ہے؟"

"ہاں، بالکل ڈائریکٹ۔"

"اوکے۔ پھر بھی ذرا احتیاط برتنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس قسم کے کاموں میں لوگ ایک دوسرے کی جانب توجہ رکھتے ہی ہیں۔ ویسے میں آپ کی ذہانت کی داد دیتا ہوں۔ آپ نے اپنے آپ کو بالکل ناقابلِ توجہ بنا لیا ہے۔"

"مسٹر شاہ کے سامنے ہم ماضی کی کوئی ایسی بات نہیں دہرائیں گے جو میری شخصیت کو ہلکا کر دے۔" می بائی کو نے کہا۔

میں بچھرائے ہوئے انداز میں بیٹھا ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ ایک بار بھی میں نے اپنی جانب سے کسی مداخلت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ کافی دیر تک می بائی کو وہاں رہی اور مسٹر سیرینو اس سے اسی موضوع پر باتیں کرتے رہے ویسے ذرا عجیب قسم کے آدمی تھے۔ کسی بھی چیز کے لیے نہیں پوچھا تھا۔ البتہ باہر تک رخصت کرنے آئے تھے۔ وہ ٹیکسی ہمیں چھوڑ کر جا چکی تھی جو ہمیں یہاں لائی تھی۔ واپسی کے لیے مسٹر سیرینو نے خود ہی ایک ٹیکسی کا بندوبست کیا۔ اور اس کے بعد ہم مارکو پولو ہوٹل چل پڑے۔

"اب ہمارے پاس فرصت ہی فرصت ہے۔ میں اپنے جن افراد کو طلب کر رہی ہوں انھیں یہاں مختلف کام سونپے جائیں گے۔ ویسے کیا تم میری اس کارکردگی سے مطمئن ہو ڈیئر مسٹر شاہ؟"

"ہاں میڈم! میں تو سمجھ رہا ہوں کہ آپ ذہنی طور پر مجھ سے بہت برتر ہیں۔ اور جو کچھ کر رہی ہیں اس میں ذہانت کے بے شمار پہلو پوشیدہ ہیں۔" وہ فخریہ انداز میں مسکرانے لگی تھی۔

اوسلو اتنا بڑا شہر نہیں جسے بالکل ہی نظر انداز کر دیا جاتا۔ لیکن می بائی کو کے ساتھ اس حلیے میں میں شہر کی سیر کرنے میں بالکل لطف نہیں آیا تھا۔ میں ایک بوڑھے فوٹو گرافر کی حیثیت سے یہاں کے مختلف مقامات کی تصاویر لیتا رہا تھا۔ اور اس وقت ہم ایک ایسے پُرفضا مقام پر تھے جسے بلاشبہ حسین کہا جا سکتا تھا جب میڈم می بائی کو نے میرا شانہ دبا کر مجھے ایک شخص کی جانب متوجہ کیا۔ یہ ایک دراز قامت اور خوب صورت آدمی تھا۔ بہت عمدہ لباس میں ملبوس۔ می بائی کو نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"کیا تم اسے پہچان سکتے ہو ڈیئر؟" میں نے اس شخص پر غور کیا اور آہستہ سے بولا۔

"ہاں، میرا خیال ہے ہمیں اس کا نام جم کیرول بتایا گیا تھا۔" می بائی کو نے تعریفی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"تمھاری یادداشت بہت اچھی ہے۔ بلاشبہ یہ جم کیرول ہی ہے۔"

"گویا ہمارا مطلوبہ شخص۔"

"ہاں، ان میں سے ایک۔ کیا خیال ہے کیوں نہ ہم اس کا پیچھا کریں بلکہ ایسا کرو پہلے تم اس کی دو تصاویر بنا لو۔"

میں نے می بائی کو کی ہدایت پر عمل کیا تھا اور پھر اس کے بعد ہم اس شخص کا تعاقب کرتے رہے۔ اوسلو کے ایک خوب صورت مقام پر وہ ایک فلیٹ میں داخل ہوا اور جب ہم اس فلیٹ کی راہداری کے سامنے سے گزرے تو ہم نے اس پر جم کیرول کے نام کی تختی لگی گویا اس کا قیام اسی جگہ تھا۔ می بائی کو نے آہستہ سے کہا۔

"اور میرے خیال میں آج رات اس فلیٹ کی تلاشی لے ڈالی جائے۔" میں نے سنسنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھا اور کہا۔

"کیا یہ اتنا ہی آسان ہو گا؟"

"کیوں نہیں۔ یہ کام تم کرو گے! میں دوسرا شعبہ سنبھال لوں گی۔"

"کیا مطلب؟"

"تم نے دیکھا کہ وہ شخص چابی سے تالا کھولنے کے بعد فلیٹ میں داخل ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ اس فلیٹ میں تنہا رہتا ہے۔"

"سو فیصدی۔ سو فیصدی۔"

"اور یہاں کے ٹیلی فون نمبر بھی ہوں گے۔"

"ہاں!"

"بس تو پھر کیا مشکل پیش آ سکتی ہے۔ تمھیں بڑی احتیاط کے ساتھ آج یہ کام کرنا ہو گا۔"

رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے می بائی کو نے اپنا چولہ بدل لیا۔ اس نے اپنا میک اپ اتار دیا تھا۔ جبکہ میں بدستور اسی میک اپ میں تھا۔ می بائی کو نے اپنے چہرے پر جو دوسرا میک اپ کیا وہ اس کی شخصیت

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کو بے حد نکھار کر پیش کر رہا تھا۔ انتہائی حسین شگفتہ چہرہ۔ وہ تیار ہوگئی اس نے اپنا سارا پروگرام مجھے بتا دیا تھا۔

پروگرام یہ تھا کہ می بائی کو اسے فلیٹ پر نون کر کے کسی خاص جگہ طلب کرے گی اور باتوں میں لگا لے گی۔ اور مجھے فلیٹ کے اندر داخل ہو کر ساری کارروائی کرنا ہوگی۔ یعنی وہاں کے کاغذات اور ایسی دوسری اشیاء کی چھان بین جس سے اس کی شخصیت کے بارے میں مکمل اندازہ ہو سکے گا۔ بہرحال کام تھا اور اس بار اس کام کا انداز بالکل ہی تبدیل ہو گیا تھا۔ ایک خوبصورت عورت کے ساتھ کام کرنے میں مجھے کیا عار ہو سکتا تھا۔ بلکہ ایک طرح سے یہ فائدہ ہی تھا کہ میں اپنی ذہنی صلاحیتوں کو استعمال نہیں کر رہا تھا اور می بائی کو اپنے طور پر ساری کارروائیاں کر رہی تھی۔ پہلے میں اس کی کارروائیوں کے نتائج دیکھ لینا چاہتا تھا اور اس کے بعد پھر اپنے عمل کا آغاز کرنے میں زیادہ لطف آئے گا۔ غالباً می بائی کو اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئی کیونکہ میں نے تھوڑی ہی دیر کے بعد مسٹر جم کیرول کو تیار ہو کر باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔ نہ جانے می بائی کو نے اس سے کیا کہا تھا کہ وہ فوراً ہی اس پر آمادہ ہو گیا تھا۔

میں جم کیرول کو ایک گاڑی میں جاتے ہوئے دیکھتا رہا اور پھر اس بالکونی سے ہٹ آیا جو فلیٹوں کے درمیان تھی اور باہر کا منظر پیش کرتی تھی۔ بھلا اب دیر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یوں بھی راہداری سنسان پڑی ہوئی تھی چنانچہ میں نے جیب سے ماسٹر کی نکالی اور اس تالے پر مصروف ہو گیا۔ دوسرے لمحے میں اندر داخل ہو گیا۔

بڑا خوب صورت فلیٹ اور پھر بڑی عمدگی سے اسے آراستہ کیا گیا تھا۔ میں ایسی چیزوں کو شناخت کر سکتا تھا جن کی تلاشی لینے سے مجھے صورت حال کا علم ہو سکے اور یہ بات میرے تصور میں بھی نہیں تھی کہ می بائی کو پہلی کوشش میں ہی کامیابی ہو گی۔ ایک اسٹیل ریک سے مجھے ایسے کاغذات مل گئے جو میرے ہی مسئلے میں تھے اور میں نے ان کاغذات کی مکمل تصاویر مائیکرو کیمرے سے بنا لیں۔ یہ کاغذات انتہائی اہمیت کے حامل تھے اور ان سے اس پلان کا پتا چلتا تھا۔ یہ لوگ ضرورت مند کہلاتے تھے اور ضرورت مندوں کی تعداد چھ تھی۔ یہ چھ ضرورت مند ایک مخصوص تاریخ پر ایک جگہ جمع ہونے والے تھے جہاں انھیں کسی شہر کی خریداری کرنی تھی اور اس سلسلے میں تمام کاغذات وغیرہ وہاں موجود تھے۔ می بائی کو کی اس کامیابی پر مجھے حیرت کے ساتھ ساتھ مسرت بھی تھی بہرطور یہ میری اپنی کامیابی تھی اور میں جانتا تھا کہ مجھے اس سے کیا کیا فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ جہاں میں نے کاغذات کی تصاویر اور مائیکرو فلم بنائی وہیں میرے ذہن کے کیمرے میں بھی ان کی تفصیلات محفوظ ہو گئیں اور پھر تقریباً پونے چار بجے جب می بائی کو نے ہوٹل مارکو پولو کے کمرے کا دروازہ کھولا تو میں اسے جاگتا ہوا ہی ملا۔

"مجھے یقین تھا کہ تم جاگ رہے ہو گے۔" میں نے دیوار پر لگی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور می بائی کو مخاطب کر کے

"اوہو میڈم! میں نے اس انداز میں نہیں سوچا۔"

"ہم ایک شبینہ کلب میں رقص کرتے رہے اور اس کے بعد وہ مجھے یہاں چھوڑ کر گیا ہے۔"

"یقینی طور پر یہ کام آپ کے لیے انتہائی مشکل ثابت ہو گا۔"

"نہیں مردوں کی فطرت میں اچھی طرح پہچانتی ہوں بس خوب صورت ہونا شرط ہے ہر مشکل کام آسان ہو جاتا ہے۔" میں ہنسنے لگا۔

مزید کچھ وقت گزر گیا اس کے بعد مسٹر سیرینو نے اطلاع دی کہ می بائی کو کے آدمی آ چکے ہیں۔ اس دوران می بائی کو زیادہ تر جم کیرول کے ساتھ مصروف رہی تھی پھر اس شام اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"آج سات بجے ایک بڑا خوب صورت پروگرام ہے یہاں پر ایک جگہ آئس ہیٹ کے نام سے مشہور ہے اور وہاں برف پر رقص ہوتا ہے۔ کیا تم اس میں شرکت کرنا پسند کرو گے؟"

"اگر تم دعوت دو تو کیوں نہیں۔"

کہنا تو کچھ عجیب سا لگتا تھا۔ کیونکہ ایک عمارت بے شک تھی لیکن اس کے بعد طویل و عریض میدان بکھرے ہوئے تھے جن پر سفید برف بچھائی گئی تھی اور اس میں جگہ جگہ ایسے مناظر پیدا کیے گئے تھے جو بلاشبہ حسین کہے جا سکتے ہیں۔ می بائی کو نے اس وقت بھی ایک خوب صورت میک اپ کیا تھا اور بہت حسین نظر آ رہی تھی کچھ دیر بعد اس نے مجھے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر جم کیرول آ چکے ہیں اور اب میں ان کے ساتھ برف پر دور تک پھسلنے جاؤں گی۔ تمھیں میرا تعاقب کرنا ہے برف پر پھسلنے میں تمھیں کوئی دقت تو نہیں ہو گی؟"

میرا مطلب ہے۔۔۔"

"نہیں نہیں میں یہ کھیل کھیلتا رہا ہوں۔"

"تب بہت دلچسپ کھیل ہو گا۔"

ہم دونوں تیار ہو کر چل پڑے۔ جم کیرول نے فوراً ہی می بائی کو کی جانب رخ کیا تھا۔ اور می بائی کو نے اسے تیار کر لیا تھا۔ چنانچہ کچھ دیر کے بعد میں نے ان دونوں کو برف کے میدانوں میں آگے بڑھتے ہوئے دیکھا لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک تیسری شخصیت بھی میری لگا ہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکی تھی جو ان دونوں کا تعاقب کر رہی تھی۔ اسے دیکھ کر میں کس قدر سنسنی کا شکار ہو گیا۔ میں نے صاف اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ شخص می بائی کو اور مسٹر جم کیرول پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ گویا کھیل شروع ہو گیا میں نے اپنی اسکی سنبھالی اور برف پر نہایت احتیاط سے آگے بڑھ گیا۔ اب کیفیت یہ تھی کہ می بائی کو اور جم کیرول ایک جانب دوڑے چلے جا رہے تھے اور وہ پراسرار اجنبی ان کا تعاقب کر رہا تھا اور میں خاصا فاصلہ دے کر ان تینوں پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ عجیب سا محسوس کر رہا تھا میں۔ برف کے میدان بہت دور تک چلے گئے تھے اور کچھ دور چلنے کے بعد ان کی کیفیت ذرا مختلف ہو گئی تھی یعنی اب وہ ان روشنیوں کی زد میں نہیں تھے جو کلب کی جانب سے جگہ جگہ لگائی گئی تھیں۔ بلکہ برف اپنا فطرتی رنگ بکھیر رہی تھی۔ اور اس پر تیرتے ہوئے سائے بڑے پراسرار لگ رہے تھے۔ پھر ایک بڑے سے کنج کے قریب جو مصنوعی طور پر یہاں بنایا گیا تھا می بائی کو رک گئی اور میں نے اپنے آپ کو سنبھال کر اس مخصوص فاصلے پر

ایسی کوئی جگہ تلاش کرنا شروع کر دی جہاں سے میں اس تیسرے آدمی کا جائزہ لے سکوں۔ یہاں اور کوئی موجود نہیں تھا اور ماحول پر ایک خاموشی مسلط تھی۔ میں بائی کو اور جم کیرول کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ تیسرا شخص بھی ایک مخصوص فاصلہ دے کر وہاں رک گیا تھا۔ دفعتاً میرے کانوں میں ایک ہلکی سی چیخ لہرائی اور میں چونک پڑا۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر دیکھا مسٹر جم کیرول، می بائی کو کے شکنجے میں جکڑے ہوئے تھے۔ ان کے دونوں ہاتھ فضا میں بلند تھے اور منہ اس طرح آسمان کی جانب اٹھا ہوا تھا جیسے کوئی بہت ہی خوفناک منظر دیکھ لیا ہو۔

میری نگاہیں جم کیرول کا جائزہ لے رہی تھیں جس طرح وہ بائی کو کے شکنجے میں جکڑا ہوا تھا اس سے مجھے یہ احساس ہوتا تھا کہ میڈم بائی کو نے اپنا کام مکمل کر لیا ہے۔ خونخوار مکڑی اپنے شکار کو جالے میں پھانس کر اب اس کی زندگی کو اختتام تک پہنچا رہی ہے لیکن شاید اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ اے میرے علاوہ بھی کوئی دیکھ رہا ہے۔ میں تو ایک طرح سے اس کے محافظ کی حیثیت سے اس کا تعاقب کر رہا تھا لیکن یہ تیسرا شخص صرف میری نگاہوں میں تھا جو شاید دونوں ہی کی نگاہوں میں رکھے ہوئے تھا اور اس وقت اصل مقابلہ میرے اور اس کے درمیان تھا۔ بائی کو کے انداز سے ایسا لگتا تھا جیسے اسے اطراف کے بارے میں مکمل اطمینان ہو کہ اسے دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ اب تک تو یہ عورت بہرلحاظ سے مکمل عورت معلوم ہوتی تھی اور جس انداز سے کام کر رہی تھی اس میں بڑا اعتماد پایا جاتا تھا لیکن ذہین سے ذہین آدمی کسی نہ کسی مرحلے پر اپنی ذہانت کا شکار ہو جاتا ہے اور وہ حماقتیں کر بیٹھتا ہے جو بعد میں اس کے لیے مصیبت کا باعث بن جائیں۔ بلاشبہ میں اس وقت بائی کو کی پشت پر موجود تھا اور ہر مشکل صورت حال سنبھالنے کی اہلیت رکھتا تھا لیکن وہ اگر تنہا اس عمل کو سرانجام دے رہی ہوتی تو جم کیرول کے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کے بعد یقینی طور پر اس کے ساتھ بھی کوئی ایسا واقعہ پیش آتا جو ایک الگ کہانی بن جاتا اور یہی کہانی اس کا اختتام ثابت ہوتی بہرحال اب میرا اپنا فرض یہ تھا کہ جب میڈم بائی کو اپنا کام مکمل کر لے اور اسے اس شخص کی طرف سے خطرہ ہو تو میں اسے سنبھال لوں۔ ویسے بنیادی طور پر یہ بھی ایک جواز تھا بائی کو کے اطمینان سے کام کرنے کا کہ میں اس کا پشت پناہ تھا اور اس کے لیے ہر طرح سے مستعد اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ میرا تعلق ایک ایسے گروہ سے ہے جو اس قسم کے معاملات سے بے خبر نہیں ہوتا۔ بائی کو نے چند ہی لمحات کے بعد مسٹر جم کیرول کو برف پر لٹا دیا اور اس سے پہلے کہ وہ میری جانب متوجہ ہوتا اس نے اس شخص کو میڈم بائی کو کی جانب بڑھتے ہوئے دیکھا جو اب تک اپنے آپ کو چھپائے ہوئے تھا۔ اس کے آگے بڑھتے ہی میں نے بھی برق رفتاری سے اپنے جسم کو جنبش دی اور انتہائی پھرتی سے آگے بڑھ کر اس شخص کے قریب پہنچ گیا جو اب میڈم بائی کو کے بالکل ہی قریب تھا اس سے پہلے کہ وہ میڈم بائی کو پر کوئی حملہ وغیرہ کرے یا وہ کوئی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کار روائی کرے میں اس کے سامنے تھا لیکن اچانک ہی مجھے یہ احساس ہوا کہ ہائی کو کے قریب پہنچ کر اس نے اپنی رفتار بالکل سُست کر دی اور میڈم ہائی کو سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ میڈم ہائی کو کے انداز سے بھی یہ پتا چلتا تھا کہ وہ اس شخص کو دیکھ کر حیران نہیں ہوئی ہیں اور ایک لمحے کے ہزارویں حصّے میں مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ فوراً ہی یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ میڈم ہائی کو اس کی موجودگی سے نا آشنا نہیں ہیں۔ بلکہ انھیں علم ہے کہ ایک اور شخص وہاں موجود ہے۔ دوسرے لمحے میرے ذہن میں یہ خیال بھی آیا کہ ہو سکتا ہے یہ میڈم ہائی کو کا ہی آدمی ہو جس سے مجھے آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔ ہم نہیں ہی خاموش تھے۔ غالباً بولنے کے لیے کوئی ایسا لفظ نہیں تھا ہمارے پاس جو ضروری تصوّر کیا جاتا۔ آنکھوں کے اشارے ہی کافی تھے اور مزید دلچسپ صورتِ حال اس وقت پیش آئی جب میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا۔ ایک لمحے میں سب کچھ میری سمجھ میں آ گیا اور میں اندر ہی اندر خوش ہونے لگا۔ اگر کوئی احمقانہ کارروائی کر بیٹھتا تو اس وقت میڈم ہائی کو کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا۔ جو دوسرا شخص ہمارے قریب موجود تھا۔ تیز سے تیز نگاہیں بھی اسے دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتی تھیں کہ وہ جم کیرول نہیں ہے۔ سو فیصدی جم کیرول۔ جسامت، جسم کی بناوٹ، لباس، آنکھوں کی کیفیت، چہرے کے نقوش، کھڑے ہونے کا انداز ہر چیز اس بات کا اظہار کر رہی تھی کہ جم کیرول دو شخصیتوں کا نام ہے۔ ایک وہ جو سرد خانے میں پڑی ہوئی ہے اور دوسری میرے سامنے ہے۔ گویا میڈم ہائی کو نے جم کیرول کا ڈپلیکیٹ اسی جگہ سے آگے بڑھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور بہر حال یہ ذہانت کی کارروائی تھی جسے میں دل ہی دل میں سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ میڈم ہائی کو نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر نقلی جم کیرول کو اشارہ کیا۔ میں میڈم ہائی کو کی کارکردگی کا انداز دیکھ کر اس وقت ششدر رہ گیا جب میں نے ان جھاڑیوں میں برف میں گھلا ہوا ایک گہرا سوراخ دیکھا۔ جم کیرول کے ڈپلیکیٹ نے جم کیرول کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اسے اٹھایا اور اس کے بعد اس سوراخ میں میری مدد سے اتار دیا۔ سوراخ پتلا اور اتنا گہرا تھا کہ مُردہ جم کیرول مکمّل طور سے اس میں داخل ہو گیا۔ اور اس کا سر تقریباً دو فٹ نیچے چلا گیا۔ یہ ایک انوکھی قبر تھی ایک انسان کو برف کی قبروں سیدھا دفن کیا جا رہا تھا۔ میڈم ہائی کو نے بھی ہمارے ساتھ اسے قبر میں اتارنے میں نمایاں کردار سرانجام دیا اور دو مٹ اوپنی برف اس کے سر پر برابر کر کے ایک ایسی قبر تیار کر دی گئی جسے بڑے سے بڑے ماہر تلاش نہ کر سکیں۔ ہو سکتا ہے کبھی یہاں سے برف کا یہ میدان ختم کر کے اور یہ جھاڑیاں وغیرہ اکھاڑ کر کوئی اور ایسی چیز تعمیر کی جائے جس کا تعلق برف سے بھی نہ ہو اور اسے کسی قدر گہرائی میں تیار کرنا پڑے لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ ہائی کو نے یہ برف کی قبر کب تیار کرائی تھی؟ اور وہ کون لوگ تھے جنھوں نے نہایت ماہرانہ انداز میں ایک اجنبی جگہ برف کا یہ گڑھا تیار کر ڈالا تھا۔ اس اعلیٰ کارکردگی سے مجھے ایک اور احساس ہوا تھا کہ ہائی کو جس ادارے کی رُکن ہے اس کے افراد ایسی اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں جنھیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور اگر وہ کسی مسئلے میں غلط اقدامات پر اُتر آئے تو کم از کم یہاں ناروے میں میرے لیے ان کا مقابلہ کرنا مشکل ترین کام ہو گا لیکن شکر ہے کہ ایسا کوئی مرحلہ درپیش نہیں تھا مجھے، اور اس بار ایک غیر ملکی عورت میرے ساتھ تعاون کر رہی تھی۔ جو بہترین صلاحیتوں کی مالک تھی۔ چند لمحات کے بعد یوں محسوس ہونے لگا جیسے کوئی اہم واقعہ ہی نہ ہوا ہو۔ ہم برف پر پھیلتے ہوئے واپسی کا سفر کرنے لگے اور تھوڑی دیر کے بعد ان علاقوں میں پہنچ گئے جہاں برف کا کھیل جاری تھا۔ آلسّ پوٹ میں لوگ مختلف مشاغل میں مصروف تھے۔ برف پر پھسلنے کے شائقین اِدھر سے اُدھر جا رہے تھے اور واپس آنے والے بیٹھ کر کافی وغیرہ سے تھکن دُور کر رہے تھے۔ وہ شخص جسے جم کیرول کی جگہ دی گئی تھی وہاں سے واپسی پر ہمارے ساتھ نہیں رہا تھا۔ تھوڑی دُور تک ہم نے اسے دیکھا تھا اور اس کے بعد وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ درحقیقت اس کا ہمارے ساتھ دیکھا جانا مناسب بھی نہیں تھا۔ ہم لوگوں نے لباس تبدیل کیے اور اس کے بعد ایک جگہ آ بیٹھے۔ گرم کافی کے گھونٹ اس وقت دُنیا کی لذیذ ترین شے محسوس ہو رہے تھے۔ میڈم ہائی کو نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"دراصل یہ طریقۂ کار اس لیے اختیار کیا گیا کہ اوّل تو اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں تھی۔ دوسری یہ کہ اس کے مشاغل ایسے ہی تھے۔ باقی وقت میں وہ محتاط رہتا تھا۔ بڑی دلچسپ بات ہے مائی ڈیئر مسٹر بھی! جی شاہ کہ انسان دن بھر مستعد رہتا ہے لیکن جب وہ اپنے آپ کو آزاد چھوڑتا ہے

میں نے تقریباً انداز میں کہا۔ "میڈم ہائی کو اگر میں ایک

سرکاری افسر نہ ہوتا اور میری کچھ ذمّے داریاں نہ ہوتیں تو میں آپ سے ملاقات کے بعد درخواست کرتا کہ مجھے بھی اپنے ادارے میں ہی شامل کر لیں۔ دراصل آپ کی کارکردگی نے مجھے اس قدر متاثر کیا ہے کہ میں حیران ہو کر رہ گیا ہوں۔"

میں نے صاف محسوس کیا کہ عام انسانوں کی طرح میڈم ہائی کو کے چہرے پر بھی میری اس تعریف پر خوشی کے وہی تاثرات پیدا ہوئے جو ہونے چاہیے تھے۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں اپنے ادارے کے دروازے تم پر وا کیے دیتی ہوں۔ اور اب یہ تم پر منحصر ہے کہ کب تم اپنی ذمّے داریاں سے فرصت پا کر میری جانب رُخ کرتے ہو۔ مزید تفصیلات میں تمھیں بعد میں بتا دوں گی۔"

میں ہنسنے لگا۔ ظاہر ہے یہ الفاظ میں نے اسے خوش کرنے کے لیے کہے تھے۔ لیکن وہی عورت کی غلط فہمی ہے ہی سمجھ بیٹھی تھی اتنی عورت۔ مجھے البتہ اس نے یہ سوچنے کا موقع دے دیا تھا کہ مجھے مزید محتاط رہنا چاہیے۔ ہم لوگ کافی دیر تک یہاں رہے اور صورتِ حال کا جائزہ بھی لیتے رہے۔ ایک فیصد بھی امید نہیں تھی کہ مسٹر جم کیرول کے بارے میں کسی کو کوئی شبہ ہو سکے گا۔ اور یہی ہوا۔ مشاغل جاری رہے پھر خاصی دیر کے بعد ہم اپنی جگہ سے واپس اُٹھے تھے ہیں نے یہ نہیں پوچھا کہ اب ہائی کو کہاں جانا چاہتی ہے۔ ہمارے مشاغل یکساں تھے۔ جو فیصلہ وہ کرتی وہی میرے لیے قابلِ قبول ہوتا اور میں نے اسے مار کوپولو کی طرف جانے کے بجائے اس علاقے کی طرف جاتے ہوئے دیکھا جہاں کا ہم ایک بار جائزہ لے چکے تھے یعنی وہ فلیٹ جہاں مسٹر جم کیرول رہتے تھے۔ صورتِ حال کا اندازہ لگانا میرے لیے مشکل بھی نہیں تھا پھر جب ہم نے مسٹر جم کیرول کے فلیٹ کی گھنٹی بجائی تو دروازہ کھولنے والے مسٹر جم کیرول ہی تھے اور انھوں نے مُسکراتے ہوئے ہمارا استقبال کیا تھا۔ یہ اندازہ لگانے کی ضرورت ہی نہیں تھی کہ اب جو جم کیرول ہمارے سامنے آیا ہے وہ دراصل ہائی کو کا وہ ساتھی ہے جس سے میں پہلے بھی مل چکا تھا۔ اس وقت وہ ایک ڈھیلے ڈھالے لباس میں ملبوس بڑا مطمئن نظر آتا تھا۔ ہائی کو نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر جم کیرول!"

"میڈم ہائی کو!"

"کوئی مشکل؟"

"آئیے اندر آئیے۔" اس نے ہمیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور پھر بولا۔

"آپ لوگوں کے لیے چائے یا کافی؟"

"یہاں کوئی ملازم تو نہیں ہوتا؟"

"نہیں، میں اپنے کام اپنے ہاتھوں سے کرنے کا عادی ہوں۔"

ہائی کو ہنس پڑی اس نے کہا۔ "تم نے ہر چیز کا جائزہ لے لیا ہے؟"

"یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے میڈم۔"

"تو پھر باقی معاملات؟"

"پروٹوکول کے مطابق۔ آپ اگر اپنی طرف سے کوئی ہدایت دینا چاہیں تو ضرور دے دیجیے ورنہ مجھے اپنی ذمّے داریاں مکمّل طور پر یاد ہیں۔"

"والیطے کے لیے؟"

"میرے پاس ذرائع موجود ہیں۔" جم کیرول نے جواب دیا۔

"تو پھر ہم چلتے ہیں۔" ہائی کو نے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ مسٹر جم کیرول نے ہمیں دروازے تک آ کر خدا حافظ کہا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

"یہ شخص بہت پُراعتماد ہے۔ اور اس انداز میں یہاں ایڈجسٹ ہو گیا ہے جیسے صدیوں سے یہاں رہتا چلا آیا ہو۔" میڈم ہائی کو نے کہا۔

"دراصل جن لوگوں کو میرے ادارے میں شامل کیا جاتا ہے ان کی پرکھ نہ جانے کتنے مراحل سے گزر کر ہوتی ہے اور جب انھیں مکمّل پایا جاتا ہے تو انھیں ہمارے ادارے میں کوئی عہدہ دیا جاتا ہے۔ یہی ہماری انکاری ایجنسی ہے۔"

میں نے گہری سانس لے کر گردن ہلا دی۔ اور کچھ دیر کے بعد ہم واپس مار کوپولو پہنچ گئے۔ پہلی کامیابی ہائی کو بہت خوش نظر آتی تھی۔ کچھ دیر وہ مجھ سے اس موضوع پر باتیں کرتی رہی۔ اور ہم لوگوں کے درمیان تبادلۂ خیال ہوتا رہا۔ اس کے بعد ہم آرام کرنے لیٹ گئے۔ مار کوپولو میں ہم نے ایک ہی کمرہ حاصل کیا تھا اور ہائی کو اپنے کردار کا ایک خاص انداز اپناتے ہوئے تھی اسے میک اپ تبدیل کرنا پڑا تھا۔ اور نئے میک اپ میں وہ اپنی اصل شکل سے کہیں زیادہ حسین نظر آتی تھی۔ جسمانی طور پر بھی وہ ایک پُرکشش عورت تھی۔ اور بہت بڑی حقیقت ہے کہ میں اس فیلڈ میں آنے کے بعد جس چیز سے سب سے زیادہ خوشی محسوس کرتا تھا وہ یہی تھی کہ سراسر نت نئے لوگوں سے ٹرتا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رہے اور دنیا کے مختلف ممالک میں میری اپنی تفریحات کا سلسلہ جاری رہے۔ آج تک جو کچھ کیا تھا اس میں بنیادی طور پر اسی چیز کو زیادہ اہمیت دی تھی کہ ملازمت، ملازمت کی شکل میں مجھ پر مسلط نہ ہو۔ بلکہ اس میں تفریح کا پہلو جھلکتا رہے۔ اور یہ پہلو کچھ اس طرح جھلکتا تھا میرے سامنے کہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میرے پہنچنے سے پہلے وہاں میرے لیے اس طرح کے انتظامات ہو جاتے ہوں۔ طویل عرصے کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ ہائی کو جیسی خشک عورت سے واسطہ پڑا تھا۔ میں نے کئی بار اسے اس انداز میں اپنی جانب نگراں دیکھا تھا جیسے وہ طلب گار ہو اس بات کی کہ میں عام زندگی سے ہٹ کر بھی اس سے کوئی گفتگو کروں لیکن نہ جانے کیوں ابھی تک میرے ذہن میں یہ تصور پیدا نہیں ہوا تھا۔ آج بھی اس کا تجزیہ کرتے ہوئے میں نے کچھ انوکھی اور دلچسپ باتیں محسوس کیں۔ مثلاً یہ کہ فریدہ بلاشبہ میری زندگی میں ایک حادثے کے تحت داخل ہوئی تھی۔ لیکن اس کے بعد جب بھی میں نے اپنے آپ کو اس کے بارے میں سوچتے ہوئے پایا۔ اپنے دل میں خلوص کی پرچھائیاں دیکھیں۔ جی چاہا کہ اس سے بالکل مخلصانہ طور پر پیش آؤں۔ غالباً یہ انسان کی انوکھی خواہش ہے جو عمر کے کسی نہ کسی لمحے میں بیدار ہو جاتی ہے۔ یوں تو محبت کرنے کے لیے بہت سی شخصیتیں ہوتی ہیں جن کا تعلق بچپن سے ہوتا ہے پھر جوانی سے اور آخر میں بڑھاپے سے۔ لیکن محبت کی اقسام بھی مختلف ہیں۔ بعض جگہ کوئی جذبہ ایسے جاگتا ہے کہ انسان اس میں گم ہو کر اپنے آپ کو اس جذبے میں ضم کر دیتا ہے۔ غالباً فریدہ کی شخصیت بھی ایسی تھی وہ بے چاری میرے سامنے بالکل بے بس تھی اور میری کسی ایک بات سے انحراف کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی بلکہ بعض لمحات میں جب میں تنہائی میں اس کے علم میں لائے بغیر اس کے چہرے کا جائزہ لیتا تو مجھے مختلف احساسات کا شکار ہو جانا پڑتا تھا۔ مجھے یوں لگتا جیسے فریدہ اپنے آپ کو میرے سامنے ایک انتہائی حقیر شے سمجھتی ہو اور پھر اس بات سے خوش ہوتی ہو کہ اس جیسی شخصیت کو اس طرح اٹھا کر سینے سے لگا لیا گیا ہے۔ ایسے لمحات میں میں اسے وہ تمام محبتیں دیتا تھا جس سے اس کے دل سے یہ احساس کم ہو۔ یہ تو خیر اس کے سامنے کی بات تھی اور اسے کسی شکل میں مصنوعی بھی کہا جا سکتا ہے لیکن اس کے پیچھے یہ پہلا موقع تھا جب میں اپنے آپ کو اس کے حقوق کی حفاظت کرتے ہوئے پا رہا تھا اور یہی وجہ تھی کہ ہائی کو جواب کر وٹ بدل کر میرے سامنے سے مڑ جو پڑی ہوئی تھی میری توجہ کا مرکز نہیں بن سکی اور کچھ دیر کے لیے مجھے نیند آ گئی۔

دوسری صبح پُرسکون تھی۔ ہائی کو بھی اپنا کوئی الگ ہی کردار رکھنی تھی۔ کیونکہ اس نے خود بھی ابھی تک کسی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ ویسے بھی وہ ایک الگ شخصیت تھی۔ ایک عام محبوب شخصیت نہیں بلکہ ایک قاتلہ ایک سفاک قاتلہ، جو کسی انسان کو صرف ہاتھوں سے قتل کر سکتی ہے۔ جاپانی ہونے کی وجہ سے میں اس کے اندر کچھ اور بھی خوبیاں پاتا تھا یعنی مارشل آرٹ کی ماہر جو اپنا ہر کام پورے اعتماد کے ساتھ کر لیا کرتی تھی۔

دن کو تقریباً ساڑھے دس بجے مسٹر سیرینو ہمارے کمرے میں داخل ہوئے غالباً اسی طرح ان کے اور ہائی کے درمیان رابطہ قائم ہو چکا تھا۔ ہم دونوں ہی نے ان کا استقبال کیا تھا۔ لیکن ہائی کو کے انداز سے یہ معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ان کا انتظار کر رہی ہو۔ اور اس وقت مجھے ایک اور بھی احساس ہوا تھا۔ بے شک ہائی کو نے میرے ملک میں پہنچنے کے بعد مخلصانہ طور پر یہ پیش کش کی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی کاروباری طور پر اپنے معاوضے کا تعین بھی کر لیا تھا لیکن بہرطور میرے ملک نے میرا انتخاب کیا تھا اور ہونا یہ چاہیے تھا کہ ہائی کو میری ماتحتی میں کام کرنی لیکن میں نے خود کو پس پردہ جان بوجھ کر رکھا تھا کیونکہ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کس قدر باعمل ہے۔ اور جب مجھے اس پر اعتماد ہو گیا تھا تو میں نے سوچا کہ لغلیں بجانے سے کوئی فائدہ نہیں اگر ایک شخصیت مکمل طور پر کام کر رہی ہے اور میں اس کے ساتھ تعاون کرتا رہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ بہرحال مسٹر سرینو نے اپنی بغل میں دبا ہوا فائل نکال کر سامنے رکھ دیا۔ میں اور ہائی کو ان کے قریب بیٹھ گئے۔ دروازہ بند کر لیا گیا تھا۔ کافی طلب کر لی گئی تھی۔ مسٹر سیرینو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نمبر دو۔ نام روڈی واش۔ ایک دولت مند آدمی ہیں۔ عمر تقریباً اڑتالیس سال۔ بظاہر تندرست ہے لیکن سنا گیا ہے کہ وہ کینسر کا مریض ہے۔ اپنی تفریحات اور کاروباری امور بڑی خوش اسلوبی سے طے کرتا ہے۔ لیکن ہمارا مطلوب ہے۔ یہ شخص روزانہ بلاناغہ لیو کلب جا کر گالف کھیلتا ہے۔ لیو

کلب کا ایک مخصوص پورشن اس نے اپنے لیے حاصل کر رکھا ہے۔ اس کے ساتھ جانے والوں میں دو ملازم اور ایک اس کا پرسنل سیکریٹری ہوتا ہے۔ یہ تینوں افراد اس کے ساتھ گالف کلب میں سروس کرتے ہیں۔ اور وہ شام کو تقریباً ساڑھے پانچ بجے وہاں پہنچتا ہے اور آٹھ بجے تک گالف کھیلتا ہے۔ یہ ہے اس کے بارے میں مکمل تفصیل، یہ ہے اس کے سیکریٹری اور ملازموں کی تصویریں اور یہ اس کی اپنی تصویر۔"

اس نے فائل سے تصویریں نکال کر ہائی کو کے سامنے پیش کر دیں۔ اور ہائی کو اس کا جائزہ لیتی رہی۔ پھر اس نے وہ تصویریں میری جانب بڑھا دیں۔ اور میں ان کا نظارہ کرتا رہا۔ مسٹر سیرینو نے کہا۔

"اور میڈم یہ بھی ممکن ہے کہ آج سے چوتھے دن وہ شخص ایک چھوٹے سے سفر پر سوئٹزرلینڈ چلا جائے۔"

"واپسی؟" ہائی کو نے سوال کیا۔

"تین دن کے بعد۔"

"ٹھیک ہے مسٹر سیرینو۔ بہت بہت شکریہ اور کوئی خاص بات؟"

"نہیں میڈم۔" سیرینو نے اپنے سامنے رکھی ہوئی کافی کی پیالی اٹھائی۔ بچی ہوئی کافی ایک ہی گھونٹ سے حلق میں انڈیل لی اور اس کے بعد اٹھ کھڑا ہوا۔

"اجازت؟"

ہائی کو نے خاموشی سے اسے جانے کی اجازت دے دی تھی۔ وہ چند لمحے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر چھت کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ اور چند لمحوں کے بعد یہ محسوس ہوا جیسے وہ میری شخصیت ہی کو بھول گئی ہو۔ وہ خاموشی سے بہت دیر تک سوچتی رہی اور اس کے بعد اچانک اٹھ گئی۔

"آپ کا کیا مشغلہ ہے مسٹر شاہ؟"

"کوئی خاص نہیں۔"

"میرا خیال ہے آپ اوسلو کے نواحات کی سیر کریں ایک عمدہ جگہ ہے۔ آپ کو پسند آئے گی۔" میں سمجھ گیا کہ وہ جانا چاہتی ہے۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے میڈم کوئی ایسی بات نہیں ہے آپ اطمینان سے اپنا کام کیجیے۔"

"بس کچھ ضروری امور طے کرنے ہیں۔"

وہ چلی گئی اور میرے لیے سوچنے کو بہت کچھ چھوڑ گئی۔ تھوڑی دیر بعد میں بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ لباس وغیرہ تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔ میرے سوچنے کے انداز میں تھوڑا سا تغیر پیدا ہوا تھا۔ اور میں ایک مخصوص انداز میں سوچنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں بھی ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ اور میں نے اپنے طور پر کام شروع کر دیا۔ ایک مخصوص جگہ پہنچ کر میں نے کچھ مخصوص کارروائیاں کیں۔ اور ان سے مطمئن ہونے کے بعد اوسلو کے مختلف علاقوں کی سیر کرنے لگا۔ رات کو اس وقت جب میں مارکو پولو میں ڈنر کر چکا تھا میں نے ڈنر روم میں ہائی کو کو دیکھا۔ تھکی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ تھکے تھکے سے انداز میں میرے نزدیک آ کر بیٹھ گئی۔

"سوری، میں کھانا کھا چکی ہوں۔ اگر تم نے نہ کھایا ہو تو اپنے لیے منگوا لو۔"

"میں بھی کھا چکا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ گڈ۔ تو پھر کیا خیال ہے کچھ ہو جائے۔"

"جو ہو سکتا ہے وہ تمہارے علم میں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

وہ شراب پیتی رہی اور میں دوسرے مشروب سے شغل کرنے لگا۔ شاید میں بہت پہلے ڈنر روم سے اٹھ جاتا لیکن ہائی کو کی وجہ سے مجھے کافی دیر تک بیٹھنا پڑا۔ بالآخر اس کی آنکھوں میں نیند اترنے لگی۔ اور ہم وہاں سے اٹھ کر کمرے میں پہنچ گئے۔ ہائی کو بوجھل ہو رہی تھی۔ چنانچہ وہ تو اپنے بستر پر لیٹ کر سو گئی بہرحال غیر مطمئن نہیں تھا۔ دوسرے دن ہائی کو ہشاش بشاش تھی۔ اس نے کہا۔

"آج میں دوپہر کے کھانے کے بعد جاؤں گی اور شام کو پانچ بجے تمہیں ایک مخصوص پوائنٹ پر ملوں گی۔ وہاں پہنچنا تمہاری ذمے داری ہوگی۔"

"تفصیل؟"

"تفصیل بعد میں۔ بس اس جگہ کے بارے میں اندازہ لگا لو۔ بلکہ ہو سکے تو دن میں اس کا جائزہ بھی لے لینا۔"

"اوکے ڈیئر ہائی کو۔ اوکے۔" میں نے کہا۔

دوپہر تک کوئی خاص شغل نہیں رہا۔ وہ بھی حیرت انگیز طریقے سے خاموشی اختیار کیے رہی۔ غالباً اپنے کام میں بہت زیادہ مصروف ہو گئی تھی۔ میں نے اس سے اس جگہ کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنی تھیں۔ جہاں مجھے پہنچنا تھا۔ وہ چلی گئی تو میں بھی تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ اوسلو ایک

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خوب صورت شہر ہے اور جدید پیمانے پر اسے آراستہ کیا گیا ہے۔ بہت سی ایسی جگہیں مجھے پسند آئی تھیں جنھیں میرے مزاج کے مطابق کہا جا سکتا تھا۔ نہ جانے کس جذبے کے تحت میں نے یہاں سے فریدہ کے لیے تھوڑی بہت خریداری بھی کی تھی اور اسے پیکٹ کی شکل بنا کر محفوظ کر لیا تھا۔ مقررہ وقت پر مجھے جس جگہ پہنچنا تھا وہاں کا جائزہ بھی میں نے لے لیا تھا۔ ایک عام سی جگہ تھی۔ چھوٹا سا ایک ہوٹل جس کے سامنے بڑا خوب صورت مجسمہ نصب تھا۔ اور یہ مجسمہ یہاں کی کوئی تاریخی حیثیت رکھتا تھا۔ مقامی زبان میں اس میں کچھ تحریریں لکھی ہوئی تھیں۔ جو میں نہیں سمجھ سکا تھا۔ ہوٹل واپس آیا اور پھر وقت پر اپنی جگہ پر پہنچ گیا۔ ٹھیک پانچ بجے میں نے ایک خوب صورت سُرخ رنگ کی کار دیکھی جس میں ہائی کو کے ساتھ ایک اور شخص بھی سوار تھا۔ دونوں ذرا مختلف سا حلیہ بنائے ہوئے تھے۔ ہائی کو نے مسکراتے ہوئے مجھے اپنے ساتھ آنے کی پیشکش کی اور میں کار میں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد کار ایک عمارت کے سامنے رُکی۔ وہ لیو کلب کے نام سے آراستہ تھی۔ اور میں سمجھ گیا کہ ہائی کو اپنے کام کے لیے وہاں پہنچ گئی ہے۔ لیو کلب کے مخصوص رات تھے۔ ضروری کارروائیوں کے بعد ہماری کار ایک رکاوٹ سے گزرنے کے بعد اندر داخل ہو گئی۔ گولف گراؤنڈ دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ اسے بڑی خوب صورتی سے بنایا گیا تھا۔ چند افراد وہاں گولف کھیلتے نظر آ رہے تھے۔ جو پورش مسٹر روڈی واش کے لیے مخصوص تھا اس کا علم شاید ذرا پہلے ہی سے ہائی کو ہو گیا تھا۔ جب ہم اس مخصوص پورشن میں پہنچے تو وہاں ہم نے کافی فاصلے پر ایک تندرست و توانا شخص کو گولف کھیلتے ہوئے دیکھا۔ اس کے ساتھ تین افراد مسلسل سروس کر رہے تھے۔ انھوں نے رُک کر ہماری کار کی طرف نگاہیں مرکوز کر دیں اور ہائی کو ہاتھ میں ایک پیڈ اور بال پوائنٹ لے کر میرے ساتھ وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ تیسرا آدمی بھی عقب میں چلا آ رہا تھا۔ اس شخص سے میرا کوئی تعارف نہیں کرایا گیا تھا۔ میں نے بھی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ جس شخص کو روڈی واش کے نام سے مخاطب کیا گیا وہ ایک تیز و طرار اور چالاک آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اور جو افراد اس کے ساتھ موجود تھے وہ بھی ہماری جانب سے کچھ مشکوک نظر آ رہے تھے لیکن ہائی کو نے بڑے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

مجھے خود بھی اندازہ ہو رہا تھا لیکن سب سے حیران کن بات وہ تین افراد تھے جن کو ہائی کو نے نظر انداز کر دیا تھا یعنی مسٹر روڈی واش کا سیکریٹری اور وہ دونوں سرونٹ جو سروس کر رہے تھے۔ ہائی کو نے کار کا اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ تیسرا آدمی پیچھے بیٹھ گیا تھا۔ لیکن میرے چہرے پر شدید ہیجان کے آثار تھے۔ ہائی کو نے آہستہ سے کہا۔

"ابھی یقینی طور پر تمھیں اُلجھن ہو رہی ہوگی۔ کرنل ڈارلنگ میں تمھاری یہ تمام اُلجھنیں رفع کر دوں گی۔ اگر تم مناسب سمجھو تو کسی ایسی جگہ گاڑی سے اتر جاؤ جہاں سے تم مارکوپولو واپس جا سکو۔"

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ میرے ذہن میں دھواں دھواں سا بھرا ہوا تھا میں اپنی جگہ سے بیلو بول رہا تھا۔ پھر ایک پُر رونق علاقے میں اس نے مجھے کار سے اتار دیا۔ اور میں نے اسے خدا حافظ کہہ کر قدم آگے بڑھا دیے لیکن اب میری آنکھوں میں وہی نیلاہٹیں رقصاں تھیں جو میرے ذہن میں پیدا ہونے والے ہیجان کا ایک حصہ تھیں۔ اور یہ ہیجان اس تصور سے پیدا ہوا تھا کہ ہائی کو جو کچھ کرتی ہے اس میں مجھے وہ مقام نہیں دیا جا رہا جس کا میں حق دار ہوں۔ یقینی طور پر درگزر بہت اچھی چیز ہے لیکن کم از کم واقعات سے آگاہی ضروری ہوتی ہے۔ ورنہ خود اپنی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ بے شک ہائی کمان سے مجھے یہ ہدایت ملی تھی کہ ہائی کو سے مکمل تعاون کروں لیکن ہائی کمان کسی ایسے مشکل مرحلے میں میری معاون نہیں ہو سکتی تھی جہاں میری زندگی براہِ راست خطرے میں پڑ رہی ہو۔ چنانچہ بڑا مشکل مسئلہ درپیش ہو سکتا تھا۔ کچھ دیر کے بعد میں مارکوپولو واپس پہنچ گیا اور تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ہائی کو بھی مسکراتی ہوئی مارکوپولو پہنچ گئی۔

ہیوبرٹس شاہ:

"ہیلو میڈم ہائی کو۔"

"کہو کچھ بوریت تو محسوس نہیں کر رہے؟"

"سمجھا نہیں میڈم ہائی کو؟"

"میرا مطلب ہے ہمیں اتنی زیادہ جدوجہد نہیں کرنی پڑ رہی جتنی ہمارے تصور میں آ سکتی تھی؟"

"ہاں بلاشبہ لیکن کام تو ہو رہا ہے؟"

"یہی میں کہنا چاہتی تھی کہ جو کچھ ہم کرنا چاہتے ہیں بخوبی ہو رہا ہے۔ اور اس میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہو رہی۔"

"کیسے آپ نے کیا کارروائی کی؟"

"کچھ نہیں بس مسٹر روڈی واش کی لاش ٹھکانے لگا دی گئی۔ اور یہ تو آپ نے دیکھ ہی لیا کہ مسٹر روڈی واش کی جگہ ہمارے ایک ایسے آدمی نے لے لی ہے جو اس جگہ کو پُر کرنے کی بہترین صلاحیتیں رکھتا ہے۔"

"کچھ سوالات میرے ذہن میں اٹک رہے ہیں۔"

"مجھ سے پوچھو ڈیئر مجھ سے پوچھو۔" اس نے آرام سے ایک صوفے پر بیٹھ کر پاؤں پھیلاتے ہوئے کہا۔

"ان تین آدمیوں کو کیوں نظر انداز کر دیا گیا جو مسٹر روڈی واش کے ساتھ تھے۔"

"نظر انداز نہیں کیا گیا۔ میں اس کے بارے میں بھی تفصیلات بتا دوں۔" اس نے تھوڑا سا ہاتھ آگے بڑھا کر اپنا سیاہ رنگ کا ایک خوب صورت سا پرس اُٹھایا اور اس میں سے ایک کھلونے قسم کا ننھا سا پستول نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔

"ایک ایسا پستول جو چاول سے بنے ہوئے ننھے ننھے تیر پھینکتا ہے۔ یہ سمجھ لو جس طرح کیپسول بنائے جاتے ہیں اسی طرح چاول سے اس اسلحے کا ایمونیشن بنایا جاتا ہے۔ اس کے سرے پر ایک نوکیلی سوئی لگی ہوتی ہے جو ایک ایسی دھات کی بے جو پانی میں داخل ہو کر تحلیل ہو جاتی ہے۔ کیپسول یا اس ایمونیشن کے سرے پر یہ نوکیلی چیز لگی ہوتی ہے اور جب فائر کیا جاتا ہے تو یہ اس قوت کے ساتھ آگے بڑھتی ہے کہ انسان کے جسم میں بہ آسانی اُتر جائے۔ جب یہ جسم میں اترتی ہے تو ایک ہلکی سی سرسراہٹ کا احساس ہوتا ہے تکلیف بس اتنی ہی ہوتی ہے جیسے کسی مچھر نے کاٹ لیا ہو لیکن کیپسول اندر داخل ہونے کے بعد تحلیل ہونا شروع کر دیتا ہے اور اس کا یہ عمل ایک سیکنڈ کے اندر ہو جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ انسان جس کے خون میں اس کیپسول کی نوکیلی سوئی لگی ہو زہر شامل ہو جاتا ہے، ذہنی طور پر معطل ہو جاتا ہے۔ اور یہ تاثر تقریباً دس منٹ کے لیے یا زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ کے لیے ہوتا ہے۔ اس دوران جو واقعات پیش آتے ہیں وہ اس کی یادداشت کے خانوں تک نہیں پہنچ پاتے۔ بس وہ اپنے چند لمحے کھوئے ہوئے محسوس کرتا ہے اور اس کے بعد نارمل ہو جاتا ہے۔ یہ سوچ کر کہ کوئی ایسا خیال اس کے ذہن میں آ گیا تھا جس نے عارضی طور پر اسے حالات سے بے خبر کر دیا۔ چنانچہ ان تینوں کو میں نے معطل کر دیا۔ بڑی ہوشیاری سے یہ کام میں نے کیا اور اس کے بعد مسٹر روڈی واش کو بھی۔ بس یہ ہوا تھا۔ اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ صورتِ حال کیا تھی۔"

"نایاب چیز ہے۔"

"ہاں۔ بلاشبہ۔"

"کتنے فائر کر سکتا ہے؟"

"اس کے اندر تقریباً سو فائر کی گنجائش ہوتی ہے۔ اور یہ میرے ایک دوست نے مجھے تیار کر کے دیا تھا جو اب اس دُنیا میں نہیں ہے۔"

"گویا اس کا ایمونیشن۔"

"نہیں میرے پاس اس کا خاصا ذخیرہ موجود ہے اور ابھی اس سے صرف چار فائر کیے گئے ہیں بہرحال یہ تو ہوا مسٹر روڈی واش کا معاملہ۔ اس وقت وہ ہلاک نہیں ہوئے تھے لیکن ہم نے انھیں ایک ایسی جگہ لے جانے کے بعد زندگی سے چھٹکارا دلا دیا جہاں ان کی لاش کو دفن کرنے میں آسانی ہو۔ خیر یہ تو تھا مسٹر روڈی واش کا قصہ لیکن اب جو ایک اہم معاملہ آیا ہے وہ مسٹر سیرینو کا ایک انوکھا انکشاف ہے جس نے مجھے تھوڑا سا الجھا دیا ہے۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"نام ہے اس شخص کا لوئس کاربٹ۔ لوئس کاربٹ ایک جوان آدمی ہے۔ اچھی شکل و صورت کا مالک، اچھی جسامت کا مالک۔ وہ خود تو دوسرے معاملے میں ملوث ہے لیکن اس کی محبوبہ بہت اہم شخصیت کی مالک ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ دونوں ساتھ ہی رہتے ہیں۔ اور بہت جلد شادی کرنے والے ہیں۔ اس کی محبوبہ کا نام رینی گرا ہم ہے۔ رینی گرا ہم ایک ایسے شخص سے منسلک ہے جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ نیلام گھر جو لگایا جا رہا ہے اسی کی کوٹھی میں لگایا جا رہا ہے۔ اور وہ اس معاملے میں سب سے نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ اس طرح رینی گرا ہم ایک اہم ترین شخصیت بن جاتی ہے۔ وہ لوئس کاربٹ کے ساتھ رہتی ہے۔ لوئس کاربٹ اور وہ ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ ہمیں جس اہم شخصیت کو قابو میں کرنا ہے وہ لوئس کاربٹ ہی ہے اور جس شخص کو ہم نے اس کی جگہ دینے کے لیے منتخب کیا تھا وہ اس کی جسامت سے تھوڑا سا مختلف ہے اس کی نشان دہی مسٹر سیرینو نے کی ہے۔"

"ہوں۔ لیکن کیا وہ ان صلاحیتوں کا مالک ہے کہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رینی گراہم کو لوئس کاربٹ کی حیثیت کا یقین دلا دے۔"

"یہ بھی ایک ذرا مشکل مرحلہ ہے۔ کیونکہ مجھے یہ بات پہلے ہمارے علم میں نہیں تھی۔"

"تو پھر اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"دلچسپ بات یہ ہے میرے دوست مسٹر جہانگیر جمال شاہ کہ تم لوئس کاربٹ کا کیریکٹر بڑی خوش اسلوبی سے ادا کر سکتے ہو۔ میں نے کسی حیرت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ حالانکہ یہ ذہن میں ایک زبردست چھناکا ہوا تھا اور نہ جانے کیا تصورات میرے ذہن کے پردے سے ٹکراتے ہوئے گزر گئے تھے اور اس کے فوراً بعد میں نے بڑی فراخدلی سے۔"

"اگر تم اس کردار کے لیے مجھے مناسب سمجھتی ہو مسز بائی کو تو مجھے بھلا اس کی ادائیگی میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ یہی چیز ہمیں کامیابی سے روشناس کرائے گی۔ بنیادی طور پر ہمیں اپنے عہدوں کا تعین نہیں کرنا چاہیے بلکہ عمل پر توجہ دینی چاہیے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ شاید میری بات کے جواب کا انتظار کرتی رہی پھر اس نے کہا۔

"تو پھر تمہاری اس پیش کش کو قبول کرتے ہوئے میں فوری طور پر اس سلسلے میں تمہیں معلومات سے آگاہ کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔"

"بس ذرا سا انتظار کرو۔ مسٹر سیرینو یہاں پہنچنے والے ہوں گے۔"

یہ انتظار ہم نے ایک مشروب پیتے ہوئے کیا اور مسٹر سیرینو اپنے بھانجے کے پٹارے کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ کچھ فلمیں تھیں، کچھ کاغذات تھے، جنھیں انھوں نے سامنے رکھا۔ اور پھر پروجیکٹر پر مجھے مسٹر لوئس کاربٹ اور رینی گراہم کے بارے میں فلمیں دکھائی جانے لگیں۔ بلاشبہ لوئس کاربٹ میری شخصیت سے کافی ملتا جلتا تھا۔ اور یہ اس کردار کو بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکتا تھا۔ وہ کہنے لگی۔

"میک اپ کا سامان منگوا لیا گیا ہے۔ دراصل ہم جس برق رفتاری سے کام کر رہے ہیں اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم اس نیلام گھر میں بڑی مضبوط حیثیت سے رکنا چاہتے ہیں۔"

"میں اپنا فرض انجام دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"تو پھر ایک بار ان تمام کیریکٹرز پر نظریں ڈال لو۔ اور یہ اندازہ لگا لو کہ تمہیں کن لوگوں سے واسطہ پڑے گا۔ اور کیا کیا کرنا ہوگا۔ مسٹر سیرینو میں ایک خوبی یہ ہے کہ وہ بڑی تفصیلات حاصل کر لیتے ہیں۔"

میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا۔ میک اپ کا سامان مسٹر سیرینو ساتھ لائے تھے۔ چنانچہ اس رات کافی دیر تک میرے چہرے پر کام ہوتا رہا۔ اور اس کے بعد میں نے لوئس کاربٹ کی حیثیت سے اپنے آپ کو مکمل پایا۔ اب مجھے لوئس کاربٹ کی جگہ دی جانے والی تھی۔ اس کے لیے اس نے کہا۔

"بہتر ہے کہ لوئس کاربٹ کے سلسلے میں تم حصہ نہ لو تاکہ تمہاری اپنی شخصیت برقرار رہے۔ میں تمہیں ساری کارروائی کرنے کے بعد اس کام میں مصروف کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے گردن ہلا دی۔ بلاشبہ بڑا رسک تھا لیکن مجھے یہ رسک لینا تھا اور ساتھ ہی ساتھ کچھ ایسی کارروائیاں بھی کرنی تھیں جن کے لیے مجھے آزادی درکار تھی اور یہ آزادی لوئس کاربٹ کی حیثیت اختیار کرنے کے بعد مجھے مل سکتی تھی۔ چنانچہ دوسرے ہی دن شام کو تقریباً ساڑھے چھ بجے ٹیلی فون پر ہدایت کی گئی کہ میں فلاں جگہ پہنچ جاؤں میں نے وہاں پہنچنے میں دیر نہیں کی۔ میڈم بائی کو مسٹر سیرینو کے ساتھ وہاں موجود تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی شخص نہیں تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے ہاتھ ملایا اور مسٹر سیرینو کا تعارف کراتے ہوئے بولی۔

"مسٹر لوئس کاربٹ، یہ مسٹر سیرینو ہیں اور مسٹر سیرینو اس وقت آپ کو ایک ایسی جگہ پہنچا دیں گے جہاں آپ کو رینی گراہم مل جائے گی۔ فلیٹ وغیرہ کے بارے میں تفصیلات آپ کو بتا دی گئی ہیں۔ یہ چابی ہے جو آپ اپنی جیب میں ڈال لیجیے۔"

میں نے تمام تفصیلات معلوم کرنے کے بعد مسٹر سیرینو کے ساتھ جانے کا فیصلہ کیا۔ بائی کو دوسری گاڑی سے چلی گئی تھی اور پھر مسٹر سیرینو نے مجھے جہاں اتارا وہاں سے میں صاف اس کھڑکی کو دیکھ سکتا تھا جس کے دوسری جانب مجھے رینی گراہم کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ بڑا مشکل کردار سرانجام دینا تھا مجھے۔ لیکن اس کے لیے اور بھی کچھ کارروائیاں میرے ذہن میں تھیں اور میں نے اپنے طور پر اس میں اپنے آپ کو مکمل کر لیا تھا۔ پھوٹے سے خوشنما اس ہوٹل کی میز پر پہنچ کر میں نے میز پر ہاتھ رکھا تو سوچ میں ڈوبی ہوئی

رینی گراہم چونک پڑی سنہرے بالوں والی یہ لڑکی بہت حسین تھی اور اس کا چہرہ بڑا معصوم سا تھا مجھے دیکھ کر کھل اٹھی۔ کلائی کی گھڑی سامنے کر کے شکایتی انداز میں بولی۔

"پورے آٹھ منٹ لیٹ۔"

"آٹھ منٹ کا وقفہ تو دیا جا سکتا ہے ڈیئر رینی گراہم۔"

"یہ تمہاری آواز کو کیا ہوا؟" اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور میں نے منہ کھول دیا۔

"ذرا میرے حلق میں جھانکو۔ کل رات سے شدید تکلیف ہے۔"

"اوہو، اوہو تمہیں اکثر حلق کی تکلیف رہتی ہے جبکہ میں کہتی ہوں کہ تم شراب پینا چھوڑ دو۔ اور سنو آج میں نے ایک اور فیصلہ بھی کیا ہے۔" رینی گراہم منہ پھلا کر بولی۔ میں نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارے فیصلوں سے خوفزدہ رہتا ہوں۔ کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"فیصلہ یہ ہے کہ اگر اس کے بعد تم نے شراب کا ایک پیگ بھی لیا تو میں تم سے تعلقات ختم کر دوں گی۔"

میں نے اپنی آنکھوں میں محبت کے آثار پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "اوہ ڈیئر رینی تم شراب کی بات کرتی ہو، میں تمہارے لیے دنیا چھوڑنے کو تیار ہوں۔ ذرا ایک بار حکم دے کر دیکھو۔"

"دیکھو ایک بات تم اچھی طرح جانتے ہو مجھ سے وعدہ کرنے کے بعد اگر اس سے انحراف کیا جائے تو میں اپنی توہین محسوس کرتی ہوں۔"

"میرا حلق مجھے اس کی اجازت نہیں دیتا کہ میں تمہاری محبت کے وہ تمام فقرے کہوں جو ایسے موقعوں پر کہے جاتے ہیں۔"

"مت مذاق کرو مجھ سے۔ جو وعدہ کر رہے ہو اس کے بارے میں آخری بار مجھے یہ بتاؤ کہ اس میں سنجیدہ ہو؟"

"اگر تم قسم کھانے کے لیے کہو تو میں تمہاری قسم کھانے کو تیار ہوں۔" وہ خوش ہو گئی اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔ تمہارا چھوڑنا آسان کام نہیں ہے۔"

"آج سے میں نے اپنی محبوبہ کا انتخاب کر لیا۔ یعنی رینی میری زندگی میں ایک حیثیت رکھتی ہے تو رینی گراہم اس سے ہزار گنا بڑی حیثیت۔ کیا تم میرے ان الفاظ سے مطمئن ہو؟"

"بالکل ڈارلنگ، بالکل۔"

اس کے بعد ہم نے بہت دیر ساتھ گزاری۔ وہیں ڈنر کیا اور اس کے بعد کلب کی تفریحات میں حصہ لیتے رہے۔ آواز کا مسئلہ اس طرح حل ہو گیا تھا۔ اور ایک دوسرا مسئلہ بھی یعنی مجھے شراب نہیں پینی پڑے گی جس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس کے لیے نہ جانے کتنے بہانے تراشنے پڑتے۔ لیکن تقدیر ایسے مواقع خود بخود فراہم کر دیا کرتی ہے۔ اور مجھے بھی یہ موقع مل گیا تھا۔ کچھ اور مشکلات سے بھی نجات ہو گئی تھی۔ مثلاً یہ کہ رینی گراہم کے بارے میں مجھے یہ بات کہ وہ میرے ساتھ ہی یعنی اپنے ساتھ لوئس کاربٹ کے ساتھ فلیٹ پر رہتی ہے چنانچہ جب ہم یہاں سے اٹھے تو رینی گراہم اپنی خوب صورت کار میں مجھے لے کر فلیٹ پر پہنچ گئی۔ البتہ فلیٹ پر پہنچنے کے بعد کچھ ایسے حالات میرے ذہن میں آنے لگے جو ذرا پریشان کن تھے۔ یعنی فریدہ کے ساتھ قائم کیے ہوئے اس عہد کو برقرار رکھنا۔ رینی گراہم جیسی محبوبہ کی موجودگی۔ لیکن جناب اس سلسلے میں احمقانہ دلیلوں کا قائل نہیں ہوں۔ جب ایک کام فریضے میں داخل ہو جائے تو پھر اسے سرانجام دینا ہی چاہیے۔ چنانچہ رینی گراہم کو بھی مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوئی اور یوں ہمارا پہلا تعارف خیر و خوبی گزر گیا۔ یعنی وہ رات جو مجھے فریدہ سے تھوڑا سا اختلاف کر کے گزارنی پڑی۔ لیکن کاروبار کے لیے، اپنی زندگی بچانے کے لیے اگر تھوڑا بہت اختلاف کرنا بھی پڑ جائے تو مجبوری ہوتی ہے اور میں نے اپنے اس عمل کو اپنی مجبوری تصور کیا تھا۔ رینی گراہم نے ایک گھریلو عورت کی طرح دن کے امور سرانجام دیے۔ بڑا دلچسپ ماحول ہوتا ہے اپنے وطن سے نکلنے کے بعد یہاں وہ قید و بند نہیں جو رشتوں کی گرفت میں آ جائے۔ دو اچھے دوست ساتھ رہتے ہیں اور تمام فرائض پورے کرتے ہیں خواہ ان کے درمیان کوئی رشتہ تصور بھی نہ کیا جا سکا ہو۔ البتہ میری چھٹی حس نے یہ بخوبی محسوس کر لیا کہ رینی گراہم کسی قدر الجھی الجھی سی ہے۔ اگر وہ الجھی الجھی نہ ہوتی تو میں اس کے عورت ہونے پر یقین نہ کرتا۔ لیکن اب یہ میری خوبی تھی کہ میں نے اس کی الجھن کو کوئی ایسا مقام نہ بننے دیا جو میرے لیے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

باعث پریشانی ہوتا۔ پھر وہ کسی کام سے چلی گئی مجھ سے کہہ گئی کہ واپسی شام تک ہی ہوگی۔ یہاں کے اصولوں کے مطابق مجھے اس سے یہ پوچھنے کا حق نہیں تھا کہ وہ ایسا کون سا کام ہو سکتا ہے جس میں اس کا اتنا وقت صرف ہو جائے۔ میرے لیے بھی سوچنے کا بہترین موقع تھا۔ اور مجھے آنے والے وقت کے لیے بہت سی منصوبہ بندیاں کرنی تھیں۔ چنانچہ ریٹی گراہم کے اس شاندار فلیٹ میں بستر پر لیٹے لیٹے میں نے بہت سی منصوبہ بندیاں کیں اور بہت سے ایسے امور کے بارے میں سوچا جو میرے لیے الجھن آمیز تھے۔ اور پھر مطمئن ہو کر جو کارروائی میں نے اس دوران کر ڈالی تھی اس کے نتائج کا انتظار بھی کر رہا تھا۔ ٹھوس بنیادوں پر میں نے یہ کارروائی کی تھیں اور مجھے یقین تھا کہ بہت جلد ان کا نتیجہ برآمد ہونے والا ہے۔ بس اس وقت تک ریٹی گراہم کے ساتھ پُرسکون وقت گزارنا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بہترین وقت ملا تھا کہ میں ریٹی گراہم کے اس فلیٹ کی تلاشی لے ڈالوں اور جب میں نے اس فلیٹ کی تلاشی لی اور بہت سے ایسے کاغذات میرے علم میں آئے جو میرے لیے انتہائی قیمتی اور کارآمد تھے تو میں خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ کم از کم میڈم ہائی کو نے مجھے بڑی صحیح جگہ بھیجا تھا اور ان ہی کاغذات کی وجہ سے مجھے اپنی ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی کرنا پڑا وہ یہ کہ یہ فلیٹ ریٹی گراہم کا نہیں بلکہ میرا ہے یعنی لوئس کاربٹ کا۔ یہ بڑا دلچسپ مرحلہ تھا۔ میں اب تک اسے ریٹی گراہم کی ہی رہائش گاہ سمجھتا رہا تھا جبکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ بہرطور ان کاغذات سے مجھے جو تفصیلات معلوم ہوئیں وہ بھی میرے لیے بڑی شاندار تھیں۔ کئی نام سامنے آئے اور سچی بات یہ ہے کہ میں ان تمام حقیقتوں سے واقف ہو گیا جن سے شاید ہائی کو بھی واقف نہ ہو یا ہو تو کم از کم اس نے مجھے بتایا نہیں تھا ہائی کو۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ اس میں شک نہیں کہ بہت عرصے کے بعد ایک ایسی پُراسرار عورت ملی تھی جس نے اپنے عورت پن کا مکمل ثبوت نہیں دیا تھا۔ بلکہ ایک ٹھوس کردار سامنے لا کر رکھا تھا لیکن اب اتنا ٹھوس کردار بھی نہیں ہونا چاہیے کہ انسان اس سے ٹکرائے تو اسے چوٹ لگے۔ بہرحال یہ سب ضمنی باتیں تھیں۔ مجھے اور بھی بہت کچھ سوچنا تھا۔ وقتِ مقررہ پر ریٹی گراہم واپس آ گئی اور اس نے مجھ سے میری دن بھر کی مصروفیات پوچھیں۔ میں نے اسے بتایا کہ میں بس خاموشی سے آرام کرتا رہا۔

ایک بار پھر میں نے اس کی آنکھوں میں شک کے سائے لہراتے دیکھے۔ اور پھر وہی چیز سامنے آ گئی یعنی جب اس نے شراب کے کئی پیگ لیے اور مجھے بدستور پینے سے روکا تو بہک گئی۔ مجھ سے کہنے لگی۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے لوئس کاربٹ؟"

"کیوں ڈیئر خیریت کیا بات ہے؟"

"نہ جانے کیوں۔ نہ جانے کیوں میرا ذہن تمہاری طرف سے الجھ گیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"تم بہت بدلے بدلے سے لگ رہے ہو۔ لوئس اتنے بدلے بدلے سے کہ میں آج دن بھر پریشان رہی ہوں، تمہارے بارے میں۔"

"لیکن اس کا تذکرہ تم نے مجھ سے نہیں کیا۔"

"میری سمجھ ہی میں نہیں آ رہا تھا کہ کن الفاظ میں میں تم سے بات کروں۔"

"تمہیں کیا بدلا بدلا پن محسوس ہو رہا ہے میری ذات میں؟" وہ سوچ میں ڈوبی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

"یہی تو نہیں بتا سکتی۔ بس یہی الفاظ نہیں ہیں میرے پاس۔"

اس کی آنکھوں میں مستیاں اُبھر آئیں اور گلابی سُرخ ڈورے مجھے اپنے بدلے بدلے پن کی کہانی سُنانے لگے۔ اور اس کہانی سے میں واقعی محتاط ہو گیا۔ شبہ کہیں سے بھی ہو بہرطور شبہ ہوتا ہے۔ اور مجھے اس سلسلے میں تھوڑی احتیاط برتنی ہے۔ کیونکہ ابھی نیلام گھر لگنے میں خاصا وقت باقی تھا۔ پتا نہیں میڈم ہائی کو نے اپنے باقی افراد کے لیے کیا بندوبست کیا تھا۔ البتہ میڈم ہائی کو سے دوسرے دن دوپہر کے وقت ایک ایسے ریسٹورنٹ میں ملاقات ہوئی جس کے سامنے سے میں گزر رہا تھا۔ ریٹی گراہم میرے ساتھ نہیں تھی اس کے اپنے مشاغل تھے میرے اپنے۔ اور اس دن میں نے گھر میں رُک کے رہنا مناسب نہیں سمجھا تھا کیونکہ ریٹی گراہم پہلے ہی دن مجھ پر شبہ کر چکی تھی۔ ایک چھوٹا سا لڑکا میرے پاس آیا اور اس نے ایک کارڈ میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ میں نے سوالیہ نظروں سے لڑکے کو دیکھا۔ تو اس نے انگلی سے ریسٹورنٹ کی جانب اشارہ کر دیا۔ کارڈ پڑھا تو اس پر صرف ہائی کو کا نام

لکھا ہوا تھا۔ اندر داخل ہوا تو ایک ویٹر نے میرے قریب پہنچ کر کہا۔

"میڈم آپ کو اس کیبن کی جانب بُلا رہی ہیں یہاں کیبن خصوصی طور پر بنائے گئے تھے۔ کیبن نمبر تیرہ کے دروازے سے اندر داخل ہوا تو ہائی کو بیٹھی ہوئی تھی۔ مُسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ میرا استقبال کیا اور کہنے لگی۔

"اتفاق کی بات ہے کہ تم نظر آ گئے ڈیئر۔"

"کہیے میڈم آپ کیسی ہیں؟"

"ٹھیک ہوں، تم اپنی سناؤ۔"

"کیا آپ کو میرے بارے میں علم نہیں تھا؟"

"کیوں نہیں۔ تم پر نگاہ رکھی جا رہی ہے اور ایسے حالات کا بندوبست کر لیا گیا ہے جو تمہارے لیے کسی نہ کسی شکل میں مشکل ثابت ہو سکتے ہیں۔ ویسے ریٹی گراہم کو تم پر کوئی شک تو نہیں ہوا؟"

"نہیں، ابھی تک تو بالکل نہیں۔"

"بہت چالاک عورت ہے وہ۔ بہت بڑا عہدہ ہے اس کا اپنے محکمے میں۔ تمہیں درحقیقت ایک مشکل کام سونپا گیا ہے۔"

"آپ کا کام کس کیفیت میں ہے؟"

"تیز رفتاری سے اپنی منزل طے کر رہی ہوں اور آخری کام آج شام تک انجام پا جائے گا۔"

"یعنی باقی پانچ آدمی۔"

"ہاں چار آدمی مکمل ہو چکے ہیں تم سمیت اور باقی دو رہ گئے ہیں۔ پانچواں تقریباً مکمل ہو چکا ہے بس آج چھٹے کے لیے آخری کارروائی کر لی جائے گی۔ میرے آدمی نہایت خوش اسلوبی سے اپنا کام سرانجام دے رہے ہیں۔"

"میں آپ کو اس کی مبارک باد دیتا ہوں۔"

"ہاں، مجھے خوشی ہے کہ تمہارے مُلک کے لیے جو اہم کام میں سرانجام دے رہی ہوں وہ تیزی سے پایۂ تکمیل تک پہنچ رہا ہے۔"

"اور کوئی خاص بات میڈم؟"

"کوئی خاص بات نہیں ہے بس میں یہ سمجھتی ہوں کہ تمہیں اپنے طور پر محتاط رہ کر کام کرنا چاہیے۔"

"کوشش تو یہی کر رہا ہوں لیکن آپ سے میرا رابطہ اس طرح ہمیشہ کیسے قائم ہو سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں، بالکل، اس کا بندوبست میں نے کیا ہے اور شکر ہے آسانی سے بندوبست ہو گیا۔"

"وہ کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"تمہیں تھری زیرو ڈائل کرنے پڑیں گے۔ مجھے رابطہ قائم ہو جائے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"صرف اپنے ٹیلی فون پر میں نے یہ نمبر سیٹ کیا ہے میرے پاس ایک بہترین ٹیلی فون ٹیکنیشن موجود ہے اس نے بندوبست کیا ہے کہ اگر کہیں سے تین بار زیرو ڈائل کر دیا جائے تو میرے ٹیلی فون کا نمبر مل جاتا ہے۔ اور اس کے لیے اس نے اپنی مہارتیں صرف کی ہیں۔"

"گڈ آپ کے ہر کام سائنٹیفک ہوتے ہیں میڈم۔"

"کیوں نہیں۔ ظاہر ہے میرا ادارہ چھوٹا نہیں ہے اور اس نے بڑی بڑی ترقیاتی اسکیمیں سوچی ہیں۔ جو بہرطور عام لوگوں کے بس کی بات نہیں ہیں۔ بس ہمارے گروہ کے کام آتی ہیں۔" میں لاتعلقی لگاہوں سے اسے دیکھتا رہا تو پھر اس نے کہا۔

"تم تین صفر ڈائل کر کے مجھے مخاطب کر سکتے ہو لیکن کوڈ نمبر ضروری ہے۔"

"ہاں بے شک۔ کوڈ نمبر کیا ہے؟"

"تھری زیرو۔" اس نے مُسکراتے ہوئے کہا اور میں چونک کر اس کو دیکھنے لگا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"یہ ضروری ہے اور آسان بھی ہے۔ جب تم تھری زیرو ڈائل کرو گے تو میں تم سے پوچھوں گی کہ آپ نے کس نمبر پر رنگ کیا ہے۔ تو تم جواب دو گے کہ تھری زیرو پر۔ بس یہ جواب ہماری شناخت ہو گا کہ صحیح آدمی کام کر رہا ہے اور صحیح آدمی بول رہا ہے۔"

میں نے مُسکرا کر گردن ہلا دی۔ اس نے مجھے کافی کی پیشکش کی جسے میں نے قبول کر لیا۔ اس کے بعد وہ میری آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"ویسے سچ بتانا ڈیئر جہانگیر جمال شاہ! میں نے تمہیں جس جگہ متعین کیا ہے وہ تمہاری پسند کے مطابق ہے؟ میں سمجھ گیا کہ اب میڈم ہائی کو کے اندر عورت بول رہی ہے۔"

"سمجھا نہیں میڈم۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"حالانکہ تم سمجھ گئے ہو۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اگر سمجھ بھی گیا ہوں تو آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"میری مراد رینی گراہم سے ہے۔"

"جی آگے کہیے۔"

"اور وہ لوشس کاربٹ کی محبوبہ ہے۔"

"اس سے آگے۔" میں نے کہا اور ہائی کو ہنس پڑی۔

"نہیں، میرا خیال ہے مجھے اس سے آگے کچھ نہیں کہنا چاہیے۔ اب تمہارے بولنے کی باری ہے۔"

"اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ رینی گراہم میرے لیے کوئی بہت اہم شخصیت ہے تو یہ آپ کا غلط تصور ہے۔ میں چاہوں گا کہ آپ اسے اپنے دل سے نکال دیں۔"

"اوہو۔ اوہو۔ گڈ، ویری گڈ۔ بہرحال ہو سکتا ہے میرا خیال غلط ہو۔"

"خیر چھوڑیے۔ اچھا اب یہ بتائیے کہ ہمارا یہ نیا کام کب تک لگ رہا ہے؟"

"دیکھو ڈیئر صورتِ حال یہ ہے کہ ہمارا اپنا کام مکمل ہو چکا ہے اور نہیں ہے تو چند روز میں مکمل ہو جائے گا۔ تم خود بھی اس مسئلے میں ایک اہم رکن ہو اور یقینی طور پر تم سے کسی نے ابھی تک اس بارے میں رابطہ قائم نہیں کیا ہے تو بہت جلد رابطہ ہو جائے گا۔ چنانچہ تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ابھی اس مسئلے میں کوئی آخری بات نہیں کہی جا سکتی۔ کسی بھی دن یہ کام ہو سکتا ہے بلکہ اس کے لیے تو تم ہی مجھے اطلاع دو گے۔"

"ہوں۔ اچھا ٹھیک ہے۔ مجھے اور کوئی ہدایت؟"

"نہیں نہیں، کیسی باتیں کرتے ہو۔

آج مجھے خصوصی طور پر اپنی مطلوبہ جگہ سے وہ معلومات حاصل کرنا تھیں جو مجھے درکار تھیں۔ چنانچہ دن کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے میں نے ایک کال بوتھ سے ایک مخصوص نمبر ڈائل کیا اور میرا رابطہ اپنی ایمبیسی سے ہو گیا۔ سفارت خانے میں، میں نے ایک مخصوص شخص کو طلب کیا۔ اور چند لمحوں کے بعد میرا رابطہ اس سے کرا دیا گیا۔

"میں جہانگیر جمال شاہ بول رہا ہوں۔"

"ہیلو کرنل، کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"میرے کام کا کیا ہوا؟"

"آج رات ساڑھے آٹھ بجے کی فلائٹ ہے۔ ہوٹل میٹرو۔ روم نمبر دو سو سترہ۔"

"ٹھیک۔ شکریہ۔ خدا حافظ۔" میں نے رابطہ منقطع کر دیا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا کر وہاں سے چل پڑا۔

ہوٹل میٹرو کا نمبر معلوم کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ باقی دن پھر اسی انداز میں گزر گیا۔ میں نے یہ بھی اندازے قائم کیے تھے کہ میرے اپنے سلسلے میں کیا کیا کام ہو رہا ہے لیکن نہیں کوئی ایسا شعبہ نہیں ہو سکا گیا میں آزادی سے اپنے کام میں مصروف ہوں۔ میں نے اپنے دل میں سوچا۔

رات کو تقریباً آٹھ بجے گھر پہنچا تو رینی گراہم وہاں موجود نہیں تھی۔ لباس وغیرہ تبدیل کر کے اس کا انتظار کرنے لگا۔ اور کوئی سوا نو بجے رینی گراہم واپس پہنچی اس دوران میں نے ہوٹل میٹرو سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ رینی گراہم آج بھی مشکوک سی تھی۔ مجھ سے میری دن کی مصروفیات کے بارے میں پوچھتی رہی اور میں نے اسے یونہی ٹال دیا۔ باقی وقت میں وہ ایک پُرجوش ساتھی ثابت ہوتی رہی۔ اور ان لمحات میں اس کے اندر شک و شبہے کا کوئی اظہار نہیں ہو پایا تھا۔ دوسرے دن ہم دونوں ساتھ ہی باہر نکلے۔ کچھ ایسے ضروری امور طے کرنے تھے جن میں میرا اور اس کا ساتھ یقینی تھا۔ لیکن وہی کیفیت اب بھی برقرار تھی۔ پونے بارہ بجے میرا اور اس کا راستہ الگ الگ ہو گیا۔ اسے ایک شخص کے ساتھ کہیں جانا تھا۔ مجھ سے معذرت کرتے ہوئے اس نے کہا کہ وہ شام کو ساڑھے پانچ چھ بجے تک واپس پہنچ جائے گی۔ اور اس کے بعد کوئی تفریحی پروگرام ترتیب دیا جائے گا۔ میں نے بھی فراخ دلی سے اسے اجازت دے دی۔ میں تو خود ہی موقع کا منتظر تھا۔ اس کے بعد ٹیکسیاں مجھے مختلف مقامات پر تاڑتی رہیں۔ اور جب مجھے یہ اطمینان ہو گیا کہ کوئی میری نگرانی پر معمور نہیں ہے تو میں پُراطمینان انداز میں میٹرو کی جانب چل پڑا۔ کچھ دیر کے بعد میں روم نمبر دو سو سترہ کی بیل بجا رہا تھا۔ دروازہ آفتاب کمال ہی نے کھولا اور مطمئن انداز میں گردن خم کر کے مجھے اندر آنے کے لیے جگہ دے دی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا۔ اندر رضوانہ بھی موجود تھی۔ جسے دیکھ کر میں دوبارہ مسکرایا۔ آفتاب کمال نے کہا۔

"مجھے آپ کی آمد کی اطلاع مل گئی تھی چیف۔"

"کیسے؟"

"لوبیا آتے ہی تم نے اپنا کام شروع کر دیا۔"

"کوئی خاص کام شروع نہیں کیا۔ بس آپ کے لیے ہدایت کر دی تھی کہ آپ کو ذہن میں رکھا جائے۔"

"اطلاع کیسے ملی؟"

"وائرلیس پر۔" آفتاب کمال نے جواب دیا۔

"ہیلو رضوانہ آپ کیسی ہیں؟"

"سر بالکل ٹھیک ہوں۔"

"بھئی یہ آپ نے مجھے سر کہنا کیوں شروع کر دیا؟"

"یہ دراصل ملازمت حاصل کرنے کی ایک کوشش ہے۔" آفتاب کمال ہنس کر بولا۔

"ملازمت؟"

"ہاں۔"

"کیسی ملازمت؟"

"رضوانہ بھی آپ کے ادارے میں شامل ہونا چاہتی ہے۔"

"تو پھر اس کے سلسلے میں مجھ سے رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"نہیں سر، اپائنٹمنٹ تو آپ ہی کریں گے۔" آفتاب کمال بولا۔

"کمال کرتے ہو۔ واقعی بعض معاملات میں کمال کر دیتے ہو۔ مگر رضوانہ آپ کیا کریں گی ہمارے ساتھ؟"

"سر اگر آپ کہتے ہیں تو میں آپ کے سوال کا جواب دینا ضروری سمجھوں گی۔ درحقیقت آفتاب کمال صاحب سے میرے تعلقات اسی بنیاد پر زیادہ ہوئے ہیں۔ ان کے جو مشغلے ہیں مجھے اس سے بڑی دلچسپی ہے اور میں شروع ہی سے اس طبیعت کی رہی ہوں۔ میرا دل چاہتا رہا ہے کہ میں ایسی ایڈونچر لائف گزاروں جس میں ہر لمحہ سنسنی ہو، خطرات ہوں اور زندگی کو ہر جگہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔"

"تو اس کے لیے کیا یہ کافی نہیں ہے کہ آپ آفتاب کمال سے شادی کر لیں۔" میں نے کہا اور رضوانہ، آفتاب کمال ہنس پڑے۔ آفتاب کمال کہنے لگا۔

"میں نے بھی یہی کہا تھا ان سے۔"

"نہیں سر۔ آفتاب کمال بہت نفیس انسان ہیں اور ان کی نفاست پر کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔"

"اس سے کون انکار کرتا ہے؟"

"بہرحال سر، میری دلی آرزو ہے اور میں یہ نہیں کہتی کہ آپ مجھے ملازم رکھنے کے بعد تنخواہ کی ادائیگی کریں بلکہ میں اپنے شوق کی تکمیل چاہتی ہوں۔"

"ہوں ٹھیک ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو میں یقینی طور پر آپ کے اس مسئلے پر پورا پورا غور کروں گا۔ باقی جہاں تک معاملہ آفتاب کمال کے ساتھ کام کرنے کا ہے تو میرا خیال ہے آپ آغاز کر دیجیے۔ آفتاب کمال میں خلوصِ دل سے اس کی اجازت دیتا ہوں۔ مس رضوانہ کو ایسے کام سونپے جائیں جو ان کے لیے مناسب ہوں۔"

"سر آپ کی اجازت کے بغیر یہ ممکن نہیں تھا۔ اس بار بھی میں نے انھیں ٹالنا چاہا تھا لیکن پھر انھیں لانے کا خطرہ مول لے ہی لیا۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔"

"اچھا سر اب آپ ہمیں ہماری ذمے داریاں بتائیے۔"

میں آفتاب کمال کو تقریباً ایک گھنٹے تک اپنے کام کی تفصیلات بتاتا رہا۔ رضوانہ کو بھی میں نے ان معاملات میں شریک کر لیا تھا۔ ویسے نہایت چست اور پھرتیلی لڑکی معلوم ہوتی تھی۔ اور میں نے ایک نگاہ میں ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر اسے واقعی اپنے ساتھ شامل کر لیا جائے تو کارآمد ثابت ہوگی۔ خیر اس بار ایک امتحانی مہم سہی بعد میں اس کے لیے کوئی بہتر طریقہ کار منتخب کر لیا جائے گا۔ یہ خیال خصوصی طور پر ذہن میں رکھنا تھا کہ وہ آفتاب کمال کی منگیتر ہے۔ آفتاب کمال کو ساری تفصیلات سنائیں اس کے بعد کافی پی اور کافی پینے کے بعد میں نے اس سے اجازت طلب کر لی۔ وقت سے پہلے ہی فلیٹ پر واپس آ گیا۔ اب ذرا اطمینان ہو گیا تھا بائی کو کے لیے دل میں جو تاثرات تھے، آفتاب کمال اب ان پر کام شروع کرنے کے بعد مجھے صحیح رپورٹ دے سکے گا۔ اس سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آٹھ افراد یہاں آ چکے ہیں اور انھیں مناسب طریقوں سے مختلف جگہوں پر تعینات کر دیا گیا ہے۔ رینی گراہم ٹھیک ساڑھے پانچ بجے واپس آ گئی۔ مجھے دیکھ کر خوش ہوئی اور کہنے لگی۔

"اس وقت مجھے نہایت خوشی ہوتی ہے مائی ڈیئر جب تم مجھ سے وعدے کی پابندی کرتے ہو۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔" وہ لباس تبدیل کرنے چلی گئی اور اس کے بعد چائے بنا کر میرے سامنے لے آئی۔ آج

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

وہ ضرورت سے زیادہ خوش نظر آرہی تھی۔ اور اس وقت اس کے چہرے پر شک و شبہات کے آثار بھی نہیں تھے کہنے لگی۔

"اب بتاؤ ہمیں کہاں چلنا ہے؟"

"جہاں تم پسند کرو۔" میں نے جواب دیا۔

"تو بس تھوڑی دیر تک ہم کسی پارک میں چہل قدمی کریں گے اور پھر رات کا کھانا کسی عمدہ سے ہوٹل میں کھائیں گے۔ اور اس کے بعد واپس آجائیں گے۔"

میں نے اس پروگرام سے اتفاق کیا۔ یہی ہوا بھی۔ ہم لوگ ایک خوب صورت سے پارک میں گھومتے پھرتے رہے رینی گراہم مجھ سے دنیا جہان کی باتیں کررہی تھی۔ پھر رات کا کھانا ایک عمدہ سے ہوٹل میں کھانے کے بعد ہم نے تقریباً دس بجے گھر واپسی کا فیصلہ کیا اور پُرمسرت انداز میں مختلف امور پر گفتگو کرتے ہوئے گھر واپس آگئے۔ رینی گراہم نے مجھ سے لباس تبدیل کرلینے کے لیے کہا اور خود بھی دوسرے کمرے میں لباس تبدیل کرنے چلی گئی۔ فلیٹ کا یہ دوسرا کمرہ خاصا وسیع تھا۔ یہاں صرف لباس کی الماریوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ اسے خصوصی طور پر خالی رکھا گیا تھا۔ دفعتاً ہی مجھے اس کمرے سے رینی گراہم کی ایک ہلکی سی چیخ سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی کوئی چیز زور سے گرنے کی آواز۔ برق رفتاری سے میں اس کمرے کی جانب دوڑا۔ کمرہ روشن تھا۔ دروازہ باہر سے بند تھا۔ دروازہ کھول کر میں اندر داخل ہوگیا اور دوسرے لمحے میں نے اپنے عقب میں دروازہ بند ہونے کی آواز سنی۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پر چونک کر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو رینی دروازے سے لگی مسکرا رہی تھی۔ اس کے جسم پر ایک مخصوص قسم کا لباس تھا۔ ایک ایسا لباس جسے پہچاننے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ اکثر مارشل آرٹ کے اداروں میں ایسے لباس پہنے جاتے ہیں۔ اس کی کمر میں کالی بیلٹ بندھی ہوئی تھی اور وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے حیرانی سے اسے دیکھا تو وہ گردن خم کرکے آدھے بدن سے جھک کر سیدھی ہوگئی۔

"خیریت یہ کیا تماشہ ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر لوئس کاربٹ۔ میں کبھی کبھی بڑے دلچسپ کھیل کھیلنے میں مصروف ہوجاتی ہوں۔ اور مزید دلچسپ بات یہ ہے کہ ان کے بارے میں پہلے سے کسی کو اطلاع نہیں دیتی۔"

میری چھٹی حس نے کچھ سمجھانا شروع کردیا تھا مجھے رینی کے چہرے کے تاثرات بدلے بدلے نظر آرہے تھے۔ میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"اس وقت تم کون سا دلچسپ کھیل رہی ہو؟"

"مارشل آرٹ میں بلیک بیلٹ کا ایک خاص مقام ہوتا ہے۔ میں بلیک بیلٹ ہوں۔"

"گڈ، آگے کہو۔"

"مسٹر لوئس کاربٹ اب تک آپ نے جس خوب صورتی سے اپنا یہ کردار سرانجام دیا ہے میں اس کی دل سے داد دیتی ہوں۔ کہیں کسی موقع پر آپ نے یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ آپ لوئس کاربٹ نہیں ہیں۔ لیکن اگر معاملہ کسی مرد کا ہوتا تو آپ یقین کیجیے کہ وہ ساری زندگی آپ سے دھوکہ کھا سکتا تھا۔ عورت اور اگر وہ بھی محبوبہ ہو تو اس کے لیے یہ مشکل نہیں ہوتا کہ اپنے محبوب کی شناخت کرلے۔ کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گے کہ لوئس کاربٹ کہاں ہے؟"

"اوہ! رینی گراہم میرا اور تمہارا وہ مرحلہ تو پہلے ہی ملاقات میں آگیا تھا۔ جب عورت اپنے محبوب کی جانب سے مشکوک ہوجاتی ہے۔"

"کیوں نہیں۔ مجھے اعتراف ہے۔"

"اس کے بعد اتنے دن کیوں گزارے گئے؟"

"اسے بالکل ذاتی معاملہ کہہ لو مائی ڈیئر۔ کس نام سے مخاطب کروں تمہیں؟"

"اب تو تمہارا دل چاہے جس نام سے مخاطب کرلو۔"

"حیران کن بات یہ ہے کہ تم نے میرے خیال کی تردید نہیں کی۔"

"مجھے یہ اندازہ ہے مائی ڈیئر رینی گراہم کہ یہ خیال لمحوں میں نہیں دنوں میں قائم ہوا ہے۔"

"یقیناً ہوگا۔ میں تمہیں کوئی احمق انسان نہیں سمجھتی جو شخص لوئس کاربٹ کا کردار اس خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکے وہ احمق تو نہیں ہوسکتا۔"

"بہرحال ٹھیک ہے۔ نام کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ چلو پھر کام بتادو۔"

"کون سا کام؟"

"جس مقصد کے تحت لوئس کاربٹ کا روپ اختیار کیا ہے تم نے۔ کون ہو تم، کیا چاہتے ہو اور لوئس کاربٹ کہاں ہے؟"

"سوالات بہت سے ہوگئے اس لیے میں کسی ایک سوال کا جواب مناسب طریقے سے نہیں دے سکوں گا۔"

"مناسب طریقہ تم نہیں میں اختیار کروں گی ڈیئر۔ پہلا سوال یہ ہے کہ لوئس کاربٹ کہاں ہے؟"

"وہ مرچکا ہے۔" میں نے جواب دیا اور رینی گراہم کا چہرہ ایک دم تاریک ہوگیا۔

"بکواس کرتے ہو۔"

"کیا کہہ سکتا ہوں۔" میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔ اس کے اندر ہیجانی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔

"کیسے مرگیا وہ؟"

"یہ مجھے پتا نہیں۔"

"تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"کچھ ایسے امور پر معلومات حاصل کرنے کے لیے جس کا تعلق لوئس کاربٹ سے تھا۔"

"مجھے بتاؤ تفصیل بتاؤ۔ اور ایک بار پھر اس بات کی تصدیق کرو کہ لوئس کاربٹ واقعی اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"اگر تم چاہتی ہو کہ میں دوبارہ اپنی زبان سے یہ الفاظ ادا کروں تو ٹھیک ہے۔ لوئس کاربٹ واقعی اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

اس نے ایک بیہنگم چیخ ماری۔ دو تین دفعہ پھرکنی کی طرح گھومی اور مجھ سے کچھ فاصلے پر کھڑی ہوکر دانت بھینچ کر کہا۔

"کس نے مارا ہے اسے؟"

"کم از کم میں نے نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تم جانتے ہو اسے جس نے اسے قتل کیا؟"

"ہاں۔"

"کون ہے وہ؟"

"ایک عورت جس کا نام بائی کو ہے۔"

"کہاں رہتی ہے وہ؟"

"یہ نہیں بتانا چاہتا۔"

"کیوں قتل کیا ہے اس نے لوئس کاربٹ کو؟"

"اس لیے کہ اس کی جگہ مجھے دے دی جائے۔"

"وجہ؟"

"کچھ ذاتی معاملات ہیں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا تم زندہ واپس جاسکو گے یہاں سے؟"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"اگر لوئس کاربٹ واقعی قتل ہوگیا ہے تو تمہیں اس کی جگہ زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ میں تمہیں صرف ایک موقع دے سکتی ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ اس کا مقصد کیا تھا۔ لوئس کاربٹ کو کیوں قتل کیا گیا؟ اور۔ اُف مائی گاڈ لوئس کاربٹ۔ کیا واقعی لوئس کاربٹ اس دنیا میں نہیں ہے؟"

"تم ذہنی بحران کا شکار ہو مائی ڈیئر رینی گراہم۔ یہ نہیں سوچ سکتیں کہ کیا کہہ رہی ہو؟"

اس نے پھر پھرکنی کی طرح دو تین چکر لگائے اور دروازے کے سامنے سے ہٹ گئی۔ دروازہ اندر سے بند تھا لیکن ظاہر ہے میں اسے کھول کر بھاگنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ میرے عقب میں پہنچ گئی اور میں نے بھی رُخ تبدیل کرلیا۔

"نہیں بتاؤ گے تم۔ مجھے بتاؤ تم کون ہو؟"

"میرے خیال میں تم کافی احمق ہو رینی گراہم۔ اگر تمہیں مجھ پر شبہ ہوگیا تھا تو اس وقت تمہیں مجھ سے اس طرح تنہائی میں یہ سوالات نہیں کرنا چاہیے تھے۔ کیا تم نے اپنی زندگی کے لیے خطرہ مول نہیں لے لیا؟"

اس نے دو تین ایکشن دیے اور اس کے بعد بولی۔

"نہیں، ہرگز نہیں۔ تم جیسے چوہے کو مارنا میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ لیکن میرا محبوب، میرا ساتھی میرا دوست۔"

"ظاہر ہے مائی ڈیئر رینی گراہم، ہم نے اسی لیے لوئس کاربٹ کو قتل کیا ہے کہ اس نیلام گھر میں بہ آسانی شرکت کرسکیں جہاں ایک راز کا سودا ہونا ہے۔"

وہ مجھے گھورتی رہی پھر اس نے کہا۔

"تمہارا تعلق کون سے ملک سے ہے؟"

"میں یہ سارے سوالات بیکار سمجھتا ہوں۔ البتہ تم اگر مناسب سمجھو تو مجھے یہ بتاؤ کہ نیلام گھر کب لگ رہا ہے اور وہاں کیا کیا طریقہ کار اختیار کیے جائیں گے؟"

"مجھے کچھ نہیں پوچھنا۔ تم سے کچھ نہیں پوچھنا باقی لوگوں کو تو بعد میں اطلاع دوں گی اس واقعے کی لیکن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سب سے پہلے تمھیں جہنم رسید کر دوں۔"

اس نے اُچھل کر میری پیشانی پر ایک لات مارنا چاہی لیکن غافل تو میں بھی نہیں تھا۔ اس کا وار خالی گیا۔ وہی پاؤں پکڑا اور اسے اچھال دیا۔ لیکن وہ واقعی بلیک بیلٹ ہی نہیں بلکہ اپنے اندر کچھ اور بھی صفات رکھتی تھی۔ اس کے بجائے وہ بیلنس خراب ہونے کی وجہ سے گر پڑے۔ اس نے زمین پر دوسرا پاؤں ٹکایا ایک اور قلابازی کھائی، دیوار کی پشت سے جا کر اپنی پشت ٹکائی اور اس کے بعد کسی بھینسے ہی کی طرح مجھ پر حملہ آور ہوئی۔ غالباً سینے پر ٹکر مارنا چاہتی تھی میں نے اس کی گردن اپنی بغل میں دبائی اور فوراً ہی پلٹی کھا کر اسے چھوڑ دیا۔ اگر میں اسے پکڑے رہتا تو وہ اپنے تیز خنجر جیسی انگلیوں والے ہاتھ سے میری پسلیوں پر وار کرتی لیکن چھوڑ دینا اس کے لیے ذرا حیرت ناک بات تھی چنانچہ گر پڑی لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے اس نے اپنے بدن کو سنبھالا، پاؤں زمین پر ٹکائے اور زمین پر ہاتھ ٹکائے بغیر کھڑی ہو گئی۔ اس بار اس نے اوندھے ہو کر دولتی مارنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن یہاں بھی اسے ناکامی ہوئی۔ میں نے اپنا سینہ بچایا اور اس کے دونوں پیروں کو بغل میں دبا کر پوری قوت سے پلٹ گیا۔ وہ اڑتی ہوئی سامنے کی دیوار سے ٹکرائی حالانکہ اس نے ہاتھ دیوار سے لگانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن غالباً ہاتھوں کی انگلیاں مڑ گئیں اور اس کا سر پوری قوت سے سنگی دیوار سے ٹکرایا۔ ایک عجیب سی آواز بلند ہوئی اس کے حلق سے چیخ بھی نہیں نکل سکی تھی۔ وہ دیوار سے ٹک گئی۔ اور پھر دیوار پر خون کی ایک گہری لکیر بناتی ہوئی اوندھے منہ زمین پر آ رہی۔ خون کی اس گہری لکیر میں سفیدی کے ٹکڑے بھی شامل تھے۔ یہ غلطی ہو گئی تھی حماقت ہو گئی تھی۔ اس طرح اسے موت کے گھاٹ نہیں اتارنا چاہتا تھا میں۔ لیکن اس کے داؤ کو ناکام بنانے کے لیے بے اختیارانہ طور پر یہ کوشش کر ڈالی تھی۔ اور اس امید کے ساتھ کہ وہ اس بار بھی اپنے آپ کو بچا لے گی۔ لیکن نہ بچا سکی تھی۔ اور اس کا سر خربوزے کی طرح پھٹ گیا تھا اور بھیجا باہر نکل آیا تھا۔ میں نے کراہت آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر میری نگاہوں میں ہمدردی کے آثار سمٹ آئے۔ رینی گراہم سے تو ابھی بہت سا وقت لینا تھا مجھے لیکن کیا کرتا اس کی زندگی اتنی ہی تھی مجھ افسوس ہوا۔ واقعی افسوس ہوا۔ خون بُری طرح بہہ رہا تھا اس کے جسم میں تھوڑا سا تشنج پیدا ہوا اور اس کے بعد وہ ساکت ہو گئی۔ چوٹ ہی ایسی تھی جو اسے زیادہ جینے کا موقع نہیں دے سکتی تھی۔ یہ عجیب و غریب واقعہ اچانک ہی ہو گیا تھا۔ اور اس نے چند لمحات کے لیے مجھے معطل کر دیا تھا۔ بہت دیر تک میں اسے دیکھتا رہا۔ رینی گراہم مر چکی تھی اور اس کے بعد مجھے دوسرے احساسات ہوئے یعنی یہ کہ اب اس کی لاش کو ٹھکانے لگانا پڑے گا۔ جو بہرحال اس اجنبی شہر میں میرے لیے ایک مشکل عمل تھا۔ تاہم کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ میں نے کچھ دیر سوچا اور اس کے بعد وہاں سے نکل کر کچن میں داخل ہو گیا جہاں فریج کے علاوہ بڑا سا ڈیپ فریزر بھی موجود تھا۔ ڈیپ فریزر کھول کر میں نے اس میں رکھا ہوا سامان نکالا اور اسے قریبے سے فریج میں منتقل کر دیا۔ ڈیپ فریزر خالی کرنے کے بعد میں واپس آیا۔ رینی گراہم کی لاش کو اٹھایا اور ڈیپ فریزر میں لے جا کر ڈال دیا۔ ڈیپ فریزر کو سب سے ہائی نمبر پر چلا کر میں نے اسے لاک کر دیا۔ اب اس طرح بدبو وغیرہ پھیلنے کا خطرہ کم ہو گیا تھا۔ لاش ٹھکانے لگانے کے لیے کوئی مناسب وقت دریافت کیا جا سکتا تھا پھر اس کے بعد ان تمام چیزوں کی صفائی وغیرہ کرنا بھی ضروری تھی۔ پوری طرح ساری چیزیں صاف تو نہ ہوئیں لیکن کوئی شبہ بھی نہ رہا۔ ویسے بھی اس دوران یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ رینی گراہم کے ہاں آنے جانے والا کوئی نہیں ہے۔ ایک شخصیت سے بھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ البتہ اب یہ سوچنے پر مجبور ہونا پڑا تھا کہ آئندہ اقدامات کیا کرنے ہوں گے۔ حالانکہ جو کاغذات مجھے وہاں سے دستیاب ہوئے تھے ان سے مجھے بہت حقیقتیں معلوم ہو چکی تھیں۔ اور ان کے مطابق کام کرنے کے لیے میں صرف آفتاب کمال کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اب رینی گراہم بھی درمیان سے نکل گئی تھی لیکن اس کی شخصیت — اور پھر دفعتاً میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا۔ اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہت بڑا خطرہ مول لے رہا تھا میں۔ لیکن خطرات مول لینا ہی پڑتے ہیں ورنہ زندگی ادھوری رہ جاتی ہے۔ فوری طور پر میں نے آفتاب کمال سے رابطہ قائم کیا۔ ٹیلی فون

پر اس کا نمبر ملا تو میں نے کہا۔

"ہیلو آفتاب۔"

"چیف۔" ادھر سے آواز آئی۔

"کیا کر رہے ہو؟"

"کچھ نہیں چیف۔"

"کیا میک اپ کا سامان موجود ہے تمھارے پاس؟"

"جی چیف ہے۔"

"ہاں اسی لیے میں نے یہ سوال کیا کہ تم عموماً ایسی انوکھی چیزیں اپنے ساتھ رکھتے ہو جن کا بہ ظاہر کوئی مقصد نہیں ہوتا لیکن وقت پر وہ بڑی شاندار ثابت ہوتی ہیں اور کام آ جاتی ہیں۔"

"جی چیف۔"

"تو پھر میک اپ کے سامان کے ساتھ اور اپنے سامان کے ساتھ یہاں آ جاؤ۔"

"اپنا سامان چیف؟"

"میرا مطلب ہے اپنا مستقبل لے کر یہاں آ جاؤ۔"

"رضوانہ؟"

"جی جی۔ بالکل درست۔"

آفتاب کمال ہنسنے لگا پھر بولا۔

"چیف دراصل اب یہ بات کہنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی ہے۔"

"کیا بات؟"

"مستقبل والی۔ چونکہ آپ اپنے مستقبل کا مالی بندوبست کر چکے ہیں۔" مجھے ہنسی آ گئی۔ میں نے کہا۔

"تو پھر کشتی دیر میں پہنچ رہے ہو؟"

"چیف ذرا سا پتے کے بارے میں تفصیل بتا دیں۔ آپ نے بتایا تو تھا لیکن بہرحال او سلو میرے لیے اجنبی ہے۔"

"ہاں بالکل۔ نوٹ کر لو۔" میں نے کہا اور پھر اسے وہ لوکیشن بتانے لگا جو اس فلیٹ کی تھی۔ آفتاب کمال نے اسے ذہن نشین کر لیا اور میں نے فون بند کر دیا۔ اس انوکھے خیال کے بارے میں اس وقت تک سوچتا رہا جب تک آفتاب کمال نے فلیٹ کے دروازے کی بیل نہ بجا دی۔ رضوانہ ساتھ تھی۔ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ رضوانہ کے چہرے پر شدید تجسس چھایا ہوا تھا کیونکہ اس میک اپ میں وہ مجھ سے مل چکی تھی۔ اس لیے مجھے دیکھ کر اسے حیرت نہیں ہوئی۔ دروازہ بند کر کے میں انھیں اندر لے آیا۔ پھر میں نے آفتاب کمال سے بیٹھنے کے بعد کہا۔ وہ متجسس نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"تم نے رضوانہ کی سفارش کی تھی اور ظاہر ہے سفارش تمھاری تھی۔ چنانچہ یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ میں اس کو نظر انداز کر دوں۔ میں نے فوراً ہی اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔"

"کوئی خاص بات ہے چیف؟"

"ہاں۔ رضوانہ کو ایک کردار دینا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک۔ بالکل درست۔" رضوانہ کے چہرے پر خوشی کے تاثرات پھیل گئے تھے۔

"میں سوال کر سکتی ہوں چیف کہ وہ کردار کیا ہو گا؟"

"بھئی ابھی سے تم نے مجھے چیف کہنا شروع کر دیا۔"

"مجھے اچھا لگتا ہے۔" رضوانہ بولی۔

"ظاہر ہے تم سے میرا جو رشتہ ہے اس کے تحت میں تمھیں ایک اچھا کردار ہی دے سکتا ہوں۔ نام ہے اس کردار کا رینی گراہم۔"

"گڈ۔ اور کام کیا ہے؟"

"بہت خطرناک۔ بہت سنسنی خیز۔" آفتاب کمال نے مداخلت کی۔

"اور چیف کی زیر نگرانی۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"تمھارے چہرے پر میک اپ کرنا پڑے گا۔ اور اس کے بعد تمھیں انتہائی سنسنی خیز حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"اوکے چیف۔ اوکے۔" رضوانہ نے کہا۔

آفتاب کمال سے میں نے آہستہ سے کہا۔ "اس کے علاوہ آفتاب کمال تمھاری بھی کچھ ذمے داریاں ہیں۔"

"کیا چیف؟"

"آؤ میرے ساتھ۔"

رضوانہ بھی ساتھ ہی اُٹھ آئی تھی۔ ڈیپ فریزر کے قریب پہنچ کر میں نے اسے کھولا۔ تو آفتاب کمال ہلکی سی سانس لے کر سیدھا ہو گیا۔ رضوانہ بھی ایک آواز منہ سے نکال کر لاش پر جھک پڑی تھی۔ اور پھر آنکھیں بند کر کے پیچھے ہٹ گئی تھی۔ آفتاب کمال نے سوالیہ نگاہوں

Uploaded By

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے مجھے دیکھا تو میں نے کہا۔

"یہ رینی گراہم ہے اس گروہ کی ایک رکن جو گراہم گینگ کے نام سے جانا جاتا ہے۔" آفتاب کمال خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا۔

میں اس کے ساتھ اس کے منگیتر کی حیثیت سے رہ رہا تھا۔ لیکن اسے شبہ ہو گیا۔ آفتاب کمال نے پھر بھی کوئی جواب دیا تو میں نے کہا۔

"اور اب رضوانہ کو اس کی جگہ لینی ہے کیونکہ نیلام گھر جلد ہی لگنے والا ہے۔" رضوانہ نے ایک گہری سانس لے کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"میں یہ کردار بخوبی سرانجام دینے کے لیے تیار ہوں چیف۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے اور ہاں آفتاب کمال اب ہمیں یہ لاش ٹھکانے لگانی ہے۔ ڈیپ فریزر میں کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود میں احتیاطاً اسے یہاں نہیں چھوڑنا چاہتا۔"

"ٹھکانے لگ جائے گی چیف۔ اگر آپ اس کے لیے چند گھنٹے مجھے دے دیں تو زیادہ بہتر ہے اور اگر جلد کہیں تو جلد سہی۔"

"کیا طریقہ کار اختیار کرو گے؟" میں نے سوال کیا۔

"بڑی آسان سی بات ہے چیف، آپ کا ڈیپ فریزر خراب ہو گیا ہے۔ کل کمپنی کی گاڑی آئے گی۔ دو آدمیوں کے ساتھ اور ڈیپ فریزر کو ٹھیک کرنے کے لیے گاڑی پر لاد کر لے جائے گی۔ آنے والے مکینک کے لباس پہنے ہوئے ہوں گے۔ کمپنی کا مونوگرام ضروری تو نہیں ہے۔" میں نے تعریفی نگاہوں سے آفتاب کمال کو دیکھا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ اس کے بعد ہم نے میک اپ کا سامان کھول لیا۔ اور میں رضوانہ کے چہرے پر مصروف ہو گیا۔ مجھے اب اس کام میں اچھی خاصی مہارت حاصل ہو گئی تھی۔ اینی گراہم کے نقوش رضوانہ کے چہرے پر ابھارنے میں بہت زیادہ مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ لیکن یہ صرف ایک رسمی حد تک کام تھا کیونکہ رضوانہ کو ابھی ان تمام واقعات میں ٹھونسا نہیں جا سکتا تھا۔ بس ایک شکل سامنے رکھنی تھی تاکہ کسی کو اس کی گمشدگی کا شبہ نہ ہو سکے۔

"تو چیف میری امانت آپ کے حوالے۔ میں جا سکتا ہوں؟"

میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ رضوانہ مسکراتے لگی۔ آفتاب کمال چلا گیا اور میں رضوانہ سے بہت دیر تک باتیں کرتا رہا۔ میں نے اسے اینی گراہم کے بارے میں جتنی تفصیلات میرے لیے ممکن ہو سکتی تھیں، سمجھا دیں اور یہ بھی سمجھا دیا کہ وہ ذہنی طور پر بالکل پریشان نہ ہو۔ اسے صرف ایک کردار کی حیثیت سے کام کرنا ہے۔ باقی ذمہ داریاں میں خود سنبھالے رکھوں گا۔ رضوانہ نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

"شکریہ رضوانہ۔ اب تم اس بیڈ روم میں آرام کرو میں دوسرے کمرے میں ہوں۔ ذرہ برابر کوئی الجھن یا دقت پیش آئے فوراً مجھ سے رابطہ قائم کر سکتی ہو۔"

یہ کہہ کر میں دوسرے کمرے میں آ گیا۔ رینجا گراہم کی لاش موت ایک حادثہ بھی تھی اور ضرورت بھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے اس کی غیر موجودگی کا شدید احساس ہوتا رہا تھا۔ دوسری صبح جاگا تو کچھ کھٹر پٹر کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ چونک کر باہر نکل آیا۔ رضوانہ اینی گراہم کی حیثیت سے کچن میں کام کر رہی تھی۔ وہیں پہنچ گیا مجھے دیکھ کر سہم سی گئی۔ اور پھر مسکرانے لگی۔ کسی بھی چیز کا شوق ایک الگ حیثیت رکھتا ہے، عمل بالکل مختلف چیز ہے۔ خصوصاً ایسے معاملات میں کہنے لگی۔

"میں تو ڈر گئی تھی۔" میرے حلق سے قہقہہ آزاد ہو گیا۔ میں نے کہا۔

"رضوانہ۔ یہ سارے معاملات بالکل الگ نوعیت رکھتے ہیں اور اگر آفتاب کمال یا تم مجھ سے مشورہ لیتے تو میں تمہیں یہی مشورہ دیتا کہ عورت کو خصوصاً ہمارے مشرقی عورت کو اپنا تمام ایڈونچر اپنے گھر کی ترتیب میں رکھنا چاہیے اگر ایک گھر کو وہ خوبصورت حیثیت دے لیتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا ایڈونچر ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے کام جن لوگوں نے یا جن ممالک نے عورتوں کو بھی سونپے ہیں، وہ بھی انہی سے ہاتھوں نقصانات اٹھاتے ہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں عورتوں کو کمتر قرار دے رہا ہوں۔ بس یہ وحشت کے کھیل ہیں اور عورت کی فطرت میں وحشت نہیں ہوتی۔"

رضوانہ نے چائے کیتلی میں انڈیلتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ ناشتا کریں گے یا چائے پئیں گے پہلے؟"

"چائے بنالی ہے تو پہلے ایک کپ چائے دے دو۔"

"یہاں کسی چیز کی تلاش میں تمہیں کوئی دقت تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں سب ٹھیک ٹھاک ہے۔ بہت عمدگی سے گھر کا ہر سامان جمع کر لیا گیا ہے۔" میں نے کہا۔

"اور وہ عورت جس کا نام اینی گراہم تھا، جرائم پیشہ تھی، ایک خطرناک عورت لیکن اس کے اندر عورت ضرور موجود تھی جس کا مظاہرہ تم دیکھ رہی ہو۔"

"میں اس موضوع پر آپ سے کبھی تفصیل سے بات کروں گی، آپ کو یہ بتاؤں گی کہ میرا مقصد کیا ہے اور یقینی طور پر آپ میری بہتر راہنمائی کر سکیں گے۔"

"گڈ۔ تو پھر ٹھیک ہے۔ میں ذرا اپنا حلیہ درست کر لوں۔ اس کے بعد ناشتا کریں گے۔"

کچھ دیر کے بعد میں اور رضوانہ آمنے سامنے بیٹھے ناشتا کر رہے تھے۔ وہ کہنے لگی۔

"اب یہ بات آپ سے چھپی ہوئی تو نہیں ہے کہ میں اور آفتاب کمال ایک دوسرے کی زندگی میں شامل ہونے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ آفتاب کمال کو اپنے بچپنے سے عشق ہے۔ اور چیف ایسی ایسی باتیں بتاتی ہیں اس نے مجھے آپ کے بارے میں کہ بس نہ جانے میں آپ کو کیا سمجھنے لگی ہوں۔ ایک اتفاقی حیثیت دیتا ہے وہ آپ کو اور بڑی عقیدت رکھتا ہے۔ میرے ذہن میں صرف یہ خیال تھا کہ ایک بہتر زندگی کے لیے شوہر اور بیوی کا ذہنی طور پر ہم آہنگ ہونا ضروری ہوتا ہے۔"

"بُری بات نہیں ہے یہ۔ مگر یہ موت زندگی کا کھیل ہے اور اس کھیل میں بعض اوقات ناقابلِ یقین نقصانات پہنچ جاتے ہیں۔ خیر ہم کبھی فرصت سے بیٹھیں گے تو اس موضوع کو زیادہ تفصیل سے ڈسکس کریں گے۔ میں کچھ دیر کے بعد باہر نکل جاؤں گا۔ اب اگر تم مجھ سے ابتدائی مشورہ لینی ہو تو میری مخلصانہ رائے یہ ہے کہ ہمارا پڑھاؤ۔"

"جی چیف۔"

"ہاں۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"وہ عورت اچانک ہی حادثے کا شکار ہو گئی جس کی جگہ تمہیں لینی پڑ رہی ہے۔ میں صرف اس کی شخصیت زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ ورنہ آنے والے وقت میں اس کی ذمہ داریاں بہت خطرناک ہیں۔ یہ صورتحال ہے۔ باقی جیسا تم پسند کرو۔"

"نہیں چیف۔ میں تو آپ کی ہر ہدایت پر عمل کروں گی۔"

"بس تو انتہائی ہوشیاری سے شدید نزلے کا شکار ہو جاؤ۔ میرا خیال ہے کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں۔ جنہیں اگر ناک اور آنکھوں پر استعمال کر لیا جائے تو آدمی قدرتی نزلے کا شکار معلوم ہونے لگتا ہے۔ ہو سکتا ہے کسی کا ٹیلیفون آئے، تم اس سے یہی اظہار کرو گی کہ سخت فلو ہو گیا ہے تمہیں۔ میرے خیال میں یہ بھی ہمارے اس کام کا بڑا حصہ ہے۔" رضوانہ کو بہت سی ہدایات دیں میں نے اور اس کے بعد تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ آوارہ گردی کرنی تھی، حلیہ تبدیل کا جائزہ لینا تھا۔ اس سے زیادہ اور کچھ تصور میرے ذہن میں نہیں تھا۔ چنانچہ نجانے کہاں کہاں آوارہ گردی کرتا رہا اور تقریباً ڈھائی بجے واپس فلیٹ پر پہنچا۔ آفتاب کمال سے بار بار رابطہ مناسب نہیں لگتا تھا کیونکہ ہائی کو کو علم ہو سکتا تھا۔ اور یہ بات میرے اپنے نئے نظریے کے مطابق مناسب نہیں تھی۔ پھر فلیٹ واپس آیا تو رضوانہ کو مطمئن پایا۔ میرا انتظار کر رہی تھی، کہنے لگی۔

"چیف کھانا تیار کر لیا ہے میں نے۔"

"اس وقت نہیں کھاؤں گا رضوانہ، ویسے بھی باہر تھوڑا بہت کھا لیا تھا، تم نے کچھ کھا لیا؟"

"نہیں، آپ کا انتظار کر رہی تھی۔"

"کھانا کھا لو۔ اور کوئی خاص بات تو نہیں ہوئی؟"

"ہوئی ہے چیف، کئی خاص باتیں ہوئی ہیں۔"

"گڈ۔ رپورٹ؟"

"پہلی بات تو یہ چیف کہ تین مکینک کمپنی کی گاڑی لے کر آئے تھے اور ڈیپ فریزر لے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ دو افراد آئے تھے جن میں سے ایک کا نام جان سمتھ کمرہ تک کرایا جو اسی منزل پر تھا اور پھر خود ہی اس کی ادائیگی وغیرہ کر کے اس کمرے کی چابی حاصل کر لی۔ یہ ضروری تھا۔ میں تھوڑے ہی فاصلے پر رہ کر صورتحال پر نگاہ رکھنا چاہتا تھا اور ہائی کو سے رابطہ بھی لیکن میرا ذہن اب برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ اور اب اس عمل کا وقت آ گیا تھا جب میں مکمل طور پر سچویشن پر قابو پا لوں، سب سے پہلے میں نے رضوانہ کو محفوظ کرنا مناسب سمجھا۔ اس دوسرے کمرے سے میں نے آفتاب کمال کو ٹیلی فون کیا۔ آفتاب کمال اپنی مستعدی میں بے مثال تھا فوراً ہی فون ریسیو کیا۔

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"حکم چیف۔"

"سب سے پہلا کام یہ کرو کہ رضوانہ کو وہاں سے ہٹا لو اس کا میک اپ بدل کر، مطلب یہ کہ اسے اس کی اصلی شکل میں لا کر اپنے پاس رکھو۔ اب وہاں اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اوکے چیف۔"

"اس کام سے فارغ ہو کر تمہیں میرے پاس پہنچنا تھا۔ دوسرے نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔ جان سٹ نے ہی مجھ سے گفتگو کی۔ پہلے میری بیماری پر اس نے مجھ سے ہمدردی کا اظہار کیا۔ اور پھر ایک بھیانک اطلاع دی۔"

"کیا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"چیف۔ اس نے مجھے آپ کی طرف سے ہوشیار کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کو کچھ ایسے شواہد ملے ہیں جن سے آپ کی شخصیت مشکوک ہو گئی ہے۔ اس نے مجھ سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میرے دل میں چونکہ اپنے منگیتر کے لیے بہت سے جذبے ہیں لیکن اگر یہ شخص یعنی آپ اصل میں میرے منگیتر نہ ہوں۔ تو میں نے اس بات پر شدید حیرت کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ پھر یہ شخص اگر لوئس کاربٹ نہیں ہے تو کون ہو سکتا ہے۔ مسٹر جان سٹ نے نہایت رازداری کے ساتھ کہا کہ یہ کام مجھے دو دن کے اندر کر لینا ہے۔ یعنی یہ معلوم کرنا ہے کہ آپ لوئس کاربٹ ہیں یا نہیں؟"

میرے اندر اضطراب پیدا ہو گیا۔ میں نے کہا۔

"اس شبہے کی وجہ نہیں بتائی اس نے؟"

"نہیں۔ بالکل نہیں چیف۔"

"گڈ۔ رضوانہ یوں لگتا ہے جیسے تمہیں اپنی گرامم کی جگہ دے کر میں نے اپنے لیے بڑا تحفظ حاصل کر لیا ہے۔ مستعد رہو۔ آفتاب تم سے بھی رابطہ قائم رکھے گا۔ اگر اتفاق سے مجھے کسی مسئلے میں مصروف ہو جانا پڑے تو تم محسوس نہ کرنا۔ یہ معاملہ بڑا خوفناک ہے۔ لیکن میں خصوصی طور پر آفتاب کمال کو تمہارے بارے میں ہدایت کر دوں گا۔"

"آفتاب کمال۔ ذرا مشکل حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ رضوانہ پر خصوصی نگاہ رکھنی ہے۔ وہ فلیٹ پر ہی محدود رہے گی لیکن اس کے باوجود۔"

"آپ اطمینان رکھیں چیف، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن وہ مشکل حالات۔"

"ابھی اس بارے میں کچھ نہیں۔" میں نے کہا اور ٹیلی فون بند کر کے رُخ تبدیل کیا۔ سیاہ رنگ کی ایک کار ٹیلی فون بوتھ سے کچھ فاصلے پر رُکی تھی اور ایک دبلا پتلا اعصابی بیماری کا شکار شخص نیچے اُتر کر اس کی جانب چل پڑا۔ مجھے دیکھ کر وہ ٹھٹکا اور پھر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ بالکل نیم دیوانگی کی کیفیت کا شکار معلوم ہوتا تھا۔ خوبصورت سفید سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ سر پر قدیم طرز کا ہیٹ گلے میں گہرے سُرخ رنگ کی ٹائی آنکھوں پر چشمہ بالکل دبلا پتلا، میں نے اسے راستہ دے دیا اور وہ بوتھ کی جانب بڑھ گیا۔ میں اس پر توجہ نہ دے کر چند ہی قدم آگے بڑھا تھا کہ دفعتاً کالے رنگ کی کار کا پچھلا دروازہ کھلا لیکن دروازہ کھولنے والا نظر نہیں آیا تھا اور پھر اچانک ہی میری پشت پر اتنی زوردار ضرب پڑی کہ میں اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ اور بُری طرح لڑکھڑا کر کار پر جا گرا لیکن وہ دروازہ شاید میری ہی وجہ سے کھولا گیا تھا کیونکہ میں غڑاپ سے اس میں جا پڑا۔ میں نے ایک جھلک سفید سوٹ والے کی دیکھی تھی اور یہ اندازہ لگانے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی کہ فلائنگ کِک اسی نے لگائی تھی جو میری پشت پر پڑی تھی اور میں بآسانی کار میں آ پڑا تھا۔ اندر دروازہ کھولنے والے نے پھرتی سے وہ دروازہ بند کر لیا۔ بھاگ کر اسٹیئرنگ پر پہنچا اور کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ میری ناک پر کلوروفارم کا رومال رکھ دیا گیا۔ اور یقینی طور پر یہ نہایت سادہ اور آسان اغوا تھا۔ انہوں نے بڑی خوبصورتی سے یہ کام سرانجام دے لیا تھا۔ کلوروفارم کے اثرات جس وقت تک رہے، وہ ایک الگ مسئلہ تھا لیکن بعد میں جو ہوا وہ الگ نوعیت کا حامل تھا۔ ہوش آیا تو چار پانچ افراد میرے اردگرد موجود تھے اور میرا جائزہ لے رہے تھے۔ میرے ہوش میں آنے کے بعد ان میں سے ایک نے میرا گریبان پکڑا اور اُٹھا کر بٹھا دیا۔ سفاک آدمی معلوم ہوتا تھا۔ چھوٹی چھوٹی آنکھوں والا مجھے گھورتے ہوئے کہنے لگا۔

"لوئس کاربٹ کہاں ہے؟"

"میں ہوں لوئس کاربٹ۔" میں نے جواب دیا۔

"بکواس مت کرو۔"

"بکواس تم کر رہے ہو۔ اور میں کہتا ہوں کہ اس طرح مجھے اغوا کر کے لانے کی وجہ بتاؤ۔ ورنہ تمہیں سنگین حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

وہ ہنسنے لگے۔ پھر ان میں سے ایک نے آئینہ میرے سامنے کر دیا اور یہ دیکھ کر میں نے گہری ٹھنڈی سانس لی کہ میں اس وقت اپنی اصل شکل میں تھا۔ گویا اس دوران انہوں نے میرے چہرے سے میک اپ اتار دیا تھا میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے انہیں دیکھا۔ دفعتاً ہی دروازے پر ایک زوردار لات پڑی۔ اور دروازہ پوری قوت سے کھل گیا۔ وہ دونوں پٹے اندر داخل ہونے والے چار افراد تھے۔ جنہوں نے اپنے چہروں پر سیاہ نقاب لگائے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے فوراً ہی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر پستول نکالنے کی کوشش کی۔ لیکن میں بھی بے عمل نہیں تھا۔ بستر سے چھلانگ لگا کر میں ان میں سے ایک کو رگیدتا ہوا دیوار تک لے گیا۔ اور اس کا سر دیوار پر دے مارا۔ باقی آنے والوں کو اندر موجود لوگوں پر قابو پانے میں دقت نہیں ہوئی تھی ان میں سے ایک نے سرگوشی کے انداز میں مجھ سے اپنے ساتھ نکل چلنے کے لیے کہا اور پھر تی سے ننگے پاؤں ہی اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ایک بڑی اسٹیشن ویگن کھڑی ہوئی تھی جس میں مجھے سوار کرا دیا گیا۔ باقی لوگ بھی واپس آ گئے تھے اور ان کے لیے دوسری کار تھی اسٹیشن ویگن میں عقبی حصے میں ہائی کو موجود تھی اور اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔ میں نے آنکھیں میچ کر گہری گہری سانسیں لیں اور وہ کہنے لگی۔

"کلوروفارم کا اثر محسوس ہوتا ہے۔"

"ہاں۔"

اسٹیشن ویگن نے ہمیں ایک عمارت میں پہنچا دیا اور ہائی کو کے باقی ساتھی بھی یہیں آ گئے تھے کہنے لگی۔

"پتا نہیں کس طرح تم ان لوگوں کی نگاہوں میں آ گئے ہو۔ اور یہ ایک خطرناک بات ہے کیونکہ ہمارا کام شروع ہونے میں اب صرف چھتیس گھنٹے رہ گئے ہیں۔"

"یعنی نیلام گھر؟"

"ہاں۔"

"یہ تو بہت مشکل مسئلہ پیش آ گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ لوئس کاربٹ۔"

"ہاں۔ میں خود اس سلسلے میں سوچ رہی ہوں۔"

"تمہیں میرے اغوا کا علم کیسے ہوا؟"

"ہم سب ایک دوسرے سے کسی نہ کسی طرح منسلک ہیں۔" ہائی کو نے جواب دیا۔ اور میں پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ میں واقعی پریشان تھا اور اب یہ سوچ رہا تھا کہ جس طرح بھی جلد ممکن ہو سکے، رضوانہ کو وہاں سے ہٹا دیا جائے حالانکہ آفتاب کمال ہمیشہ ہی حیرت انگیز ثابت ہوا تھا اور اس نے ایسے کارنامے سرانجام دیئے تھے جن کے سلسلے میں بعض اوقات میں خود بھی کوئی مناسب کارروائی نہیں کر پایا تھا۔ میں نے ہائی کو سے کہا۔

"تو پھر میڈم ہائی کو اب ہے؟"

"مصروف ہوں۔ میں مصروف ہوں۔ یہ کوئی ایسا عمل نہیں ہے جس سے مشکل پیش آئے بس تمہیں اب پس پردہ رہنا ہوگا اور اب تم آگے بڑھ کر کام نہیں کر سکو گے۔"

"اس سے کوئی نقصان تو نہیں ہوگا آپ کو میڈم ہائی کو۔"

"نہیں کوئی ایسا نقصان نہیں۔ بہتر ہے کہ اب تم کسی ہوٹل میں گمنامی کی حیثیت سے وقت گزارو اور اس سلسلے کی سرگرمیاں مجھ تک رہنے دو۔"

"ابتدا ہی سے میں نے کیا کیا ہے میڈم ہائی کو ایک طرح سے معطل ہی رہا ہوں میں۔"

"نہیں، بہت سے ایسے کام کیے ہیں تم نے جن کی اپنی ایک حیثیت ہے۔ اور ہمیں یہ نہیں دیکھنا کہ کون کیا کر رہا ہے۔ اصل مقصد نیلام گھر میں ہماری کامیابی ہے۔"

"جی۔"

"تو پھر تم کون سے ہوٹل میں منتقل ہو رہے ہو۔ میرا تم سے رابطہ ضرور رہنا چاہیے۔" میں نے ایک ہوٹل کے بارے میں ہائی کو کو بتا دیا۔ اور ہائی کو نے فوراً ہی فون پر ہوٹل میں کمرہ بک کرا لیا۔ کچھ دیر کے بعد مجھے اس ہوٹل میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ ہائی کو میرے ساتھ ہی نکلی تھی۔ اس نے راستے میں میرے لیے کچھ خریداری بھی کی تھی۔ تاکہ میں خالی ہاتھ ہوٹل میں داخل نہ ہوں۔ ہوٹل پہنچنے کے بعد کچھ وقت اس نے میرے ساتھ گزارا۔ اور پھر اجازت لے کر چلی گئی لیکن میں بالکل ہی احمق نہیں تھا۔ جو کچھ میں دیکھ رہا تھا اور جو کچھ میں سوچ رہا تھا، وہ بالکل مختلف تھا

"اوکے چیف۔"

"رضوانہ سے تمہارا کوئی اور رابطہ ہوا؟"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے اس سے ٹیلی فون پر بات ہوئی ہے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اوکے۔ اپنے تمام آدمیوں کو یکجا کر لو۔ ان سے بھی کام لینا ہے۔"

"ٹھیک ہے چیف۔" آفتاب کمال نے جواب دیا۔ اور اس کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں آگیا۔ میرا اندازہ تھا کہ آفتاب کمال کتنی دیر میں میرے ہوٹل تک پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ اتنے وقت میں نے اپنے کمرے میں ہی گزارا تاکہ اگر ہائی کو وغیرہ بھی مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے تو یہ نہ سوچے کہ میں کہاں گیا ہوں اور یہی ہوا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے ہائی کو کا ٹیلی فون ملا تھا، کہنے لگی۔

"ہیلو جمال شاہ۔"

"ہیلو میڈم۔"

"کیا ہو رہا ہے؟"

"کچھ نہیں۔"

"تیار رہو۔ ہو سکتا ہے میں کچھ زیادہ مصروف ہوں مگر تم وہاں بالکل محفوظ ہو۔ فکر مت کرنا۔ میں مناسب وقت پر تم سے رابطہ قائم کروں گی۔ اور تمہیں میرے ساتھ نیلام گھر چلنا ہوگا۔"

"سمجھا نہیں میڈم۔"

"ملاقات کرنے پر سمجھا دوں گی۔"

رابطہ ختم ہو گیا اور میں زیر لب مسکرانے لگا۔ پھر اندازے کی بنیاد پر میں اس کمرے میں پہنچ گیا جو میں نے بک کرایا تھا اور ابھی مجھے اس کمرے میں پہنچے ہوئے دو منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ آنے والا آفتاب کمال تھا۔ اسمارٹ، شاندار اور میرے خیال کے مطابق کسی جادوئی چراغ کا جن۔ دروازہ بند کر کے وہ میرے سامنے آکر بیٹھ گیا۔

"معاملات بہت سنگین رخ اختیار کر چکے ہیں آفتاب کمال۔"

"اندازہ ہو رہا ہے چیف، جیسا کہ آپ نے کہا کہ آنے والے چند گھنٹے اس سلسلے میں آخری حیثیت رکھتے ہیں۔"

"سو فیصدی۔ مجھے اغوا کر لیا گیا تھا۔" میں نے کہا اور آفتاب کمال اچھل پڑا۔ میں نے اس سلسلے میں تمام تفاصیل بتا دی تھیں اور پھر اس سے کہا۔

"حقیقت یہ ہے آفتاب کمال کہ میں اب ہائی کو کی طرف سے مشکوک ہو گیا ہوں۔" آفتاب کمال سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا، پھر بولا۔

"کیسے چیف؟"

اور میں اسے اپنے ذہن میں موجود تمام باتیں۔ تفصیل سے بتانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"اور اب چونکہ نیلام گھر ہونے میں بہت کم وقت باقی رہ گیا ہے اس لیے آفتاب کمال، جو ہدایات میں تمہیں دے رہا ہوں ان پر تمہیں بڑی محنت سے عمل کرنا ہوگا۔ بے شک یہ آسان نہیں ہے لیکن اسے بہر طور سرانجام دینا ہے۔"

"ٹھیک ہے چیف، ایسا ہی ہوگا۔ آپ بالکل مطمئن رہیں۔"

"تم اپنی کامیابیوں کی مجھے اطلاع دیتے رہو گے۔" میں نے کہا۔

"بہت بہتر۔ لیکن میری فوری روانگی ضروری ہے۔ باقی کام بھی احتیاط کے ساتھ ہی کرنا ہوں گے۔"

"کیوں نہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔"

آفتاب کمال چلا گیا اور میں اپنے دوسرے کمرے میں واپس آکر یعنی اس کمرے میں جو ہائی کو کے علم میں تھا، خیالات میں ڈوب گیا۔ آفتاب کمال کو میں نے ضروری ہدایات دے دی تھیں اور اب اسے دوسرے رابطے مجھ سے ٹرانسمیٹر پر رکھنے تھے اور ٹرانسمیٹر کا ایک سیٹ وہ مجھے دے گیا تھا۔ میں خود بھی برقی رفتاری سے سورتحال کے ہر حصے پر غور کر رہا تھا۔ کامیابی نزدیک سے نزدیک تر آتی جا رہی تھی۔ اور مجھے بہر طور ہمیشہ کی طرح سرخرو ہو کر اپنے وطن واپس لوٹنا تھا۔ اس بار تو میری ذہنی کیفیت بھی ذرا مختلف تھی کیونکہ اب مجھ سے ایک جواب طلب کرنے والا پیدا ہو گیا تھا، یعنی میری شریک حیات میری آدھی زندگی کی مالک فریدہ۔ بلاشبہ یہ تجربہ میری زندگی کے لیے بڑا انوکھا اور دلکش تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ انسان ابتدا بے شک ایک سرکش گھوڑے کی مانند ہوتا ہے لیکن اس کی انتہا دوسرے انسانوں سے مختلف نہیں ہوتی ہے۔ وقت گزرتا گیا۔ رات کو تقریباً ساڑھے نو بجے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ آفتاب کمال تھا۔

"چیف۔"

"ہاں۔"

"ایک ستون گر گیا ہے۔"

اسی رات تقریباً ڈیڑھ بجے اس نے مجھے پھر اطلاع کہ دوسرا ستون گر گیا ہے۔ اور پھر دوسرے دن گیارہ بجے میرا اس سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم ہوا تو وہ کہنے لگا۔

"چیف، چار ستون گر چکے ہیں، میں نے آپ کی نیند میں خلل اندازی مناسب نہیں سمجھی۔ پانچواں ستون باقی رہ گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اب سے تھوڑی دیر کے بعد میں آپ کو اس کے بارے میں بھی اطلاع دے دوں گا۔"

"ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ آفتاب کمال۔ اکثر تمہاری تعریفیں کرتا رہا ہوں اور اب وہی الفاظ دہرانا اچھا نہیں لگتا۔"

"آپ کا تربیت یافتہ ہوں چیف، معمولی بات نہیں ہے۔" آفتاب کمال خوشدلی سے بولا اور میں ہنسنے لگا۔

"مجھے یاد نہیں آتا کہ میں نے کب تمہیں تربیت دی تھی؟"

"بعض لوگ روحانی استاد بھی ہوتے ہیں چیف۔ خیر تم مجھے عزت دینے کے لیے جو کچھ بھی کہہ لو لیکن حقیقت یہ ہے کہ بعض اوقات میں یہ سوچتا ہوں کہ تمہیں میری جگہ ہونا چاہیے تھا۔" آفتاب کمال بھی ہنسنے لگا اور فوراً بولا۔

"چیف اجازت چاہوں گا۔ ہم ایک دوسرے سے محبت کا اظہار تو کسی بھی وقت کر سکتے ہیں۔" درحقیقت بارہ بجے اس نے مجھے آخری ستون کے گرنے کی اطلاع بھی دے دی تھی اور میں بڑا مطمئن تھا۔ یہ کام معمولی نہیں تھا جو آفتاب کمال نے کر ڈالا تھا۔ رات بھر وہ مصروف رہا تھا اور میں سمجھتا تھا کہ اسے کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ لیکن یہی ایک اعتماد تو تھا مجھے اس پر جس کی بناء پر میں نے اسے طلب کیا تھا اور ذمہ داری اس کے سپرد کر دی تھی۔ اسی رات تقریباً دس بجے جب میں اپنے ہوٹل کے کمرے میں کھانے سے فارغ ہوا تھا، ہائی کو میرے پاس پہنچ گئی، کہنے لگی۔

"اب مجھے تمہارے چہرے پر میک اپ کرنا ہے۔ سنو، غور سے سنو، جو کچھ میں تمہیں بتا رہی ہوں، اس پر بڑی محنت کے ساتھ عمل کرنا ہے ڈیئر کرنل شاہ۔ یوں سمجھ لو کہ ہم اپنی زندگی کے بہترین کام سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ کیا تم تیار ہو؟"

"کیوں نہیں میڈم ہائی کو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بڑی بوریت ہوئی ہوگی تمہیں اس دوران؟"

"ہاں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ذہن مختلف خیالات کا شکار تھا۔"

"چلو ٹھیک ہے، وقت گزرتے ہوئے دیر نہیں لگے گی۔"

پھر وہ مجھے اپنے پروگرام کی تفصیل بتانے لگی اور میں نے حیرت زدہ رہ جانے کی اداکاری کی۔ بعد میں اس نے اپنے ساتھ لایا ہوا میک اپ کا سامان کھول کر رکھ دیا اور میرے چہرے پر مصروف ہو گئی۔ میری نگاہیں اس کا جائزہ لے رہی تھیں اور وہ میرے چہرے پر مہارت کا ثبوت دے رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد اس نے میرے لیے ایک نیا چہرہ تعمیر کر دیا اور آئینہ میرے سامنے کر کے مسکرانے لگی۔ میں نے حیرت سے اپنے چہرے کو دیکھا۔ ایک خطرناک صورت تھی اور میرے رخسار بھاری بھاری لگ رہے تھے۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مجھے کوئی خاص شکل دی گئی ہے؟"

"ہاں۔ اور تمہیں اسی وقت اس کردار کی جگہ بھی لینی ہے۔ تیار ہو ناں؟"

"بالکل۔"

"اس کا نام لانڈ ہے۔ اور لانڈ گونگا آدمی ہے۔ بول نہیں سکتا۔ کیا شاندار کردار دیا ہے میں نے تمہیں۔ تم اشاروں سے اپنے مطلب سمجھاتے ہو۔ جس عمارت کا پتا میں تمہیں دے رہی ہوں، کل تمہیں ٹھیک ساڑھے چھ بجے شام وہاں پہنچنا ہے اور باقی وقت جہاں میں تمہیں پہنچاؤں گی، وہاں گزارنا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہائی کو مسکرانے لگی پھر بولی۔

"تم نے تو ابھی سے گونگا ہونے کی اداکاری شروع کر دی۔"

اس کے اپنے ہاتھ میک اپ کرتے ہوئے مختلف رنگوں سے رنگ گئے تھے چنانچہ وہ باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ اور میں نے اسے قدرت کا ایک عطیہ سمجھا۔ دوسرے لمحے میں نے اس کے پرس پر جھپٹا مارا، اسے کھولا اور اپنے مطلب کی چیزیں نکال کر اپنے قبضے میں کر لیں۔ پرس واپس اسی جگہ رکھ دیا اور وہیں بیٹھ گیا، جہاں وہ مجھے چھوڑ کر گئی تھی۔ انداز ایسا کر لیا کہ کوئی سوچ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بھی نہ سکے کہ میں اپنی جگہ سے ہلا ہوں۔ اس نے اپنا سامان سمیٹا، کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور اٹھتی ہوئی بولی۔

"چلو اب ہمیں اٹھنا چاہیے۔"

میں فوراً ہی تیار ہو کر ہوٹل کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ بس ٹرانسمیٹر میں نے اپنے لباس میں محفوظ کر لیا تھا۔ ہائی کو اس بار ایک نئی گاڑی میں نظر آئی جسے دوسرا آدمی ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ مجھے ایک چھوٹے سے فلیٹ پر لائی جو ایک معمولی سی جگہ بنا ہوا تھا۔ فلیٹ میں دو کمرے تھے۔ ایک چھوٹا سا باورچی خانہ تھا۔ اس نے کہا۔

"اور یہ ہے تمہارا فلیٹ مسٹر لائنڈ۔"

"اوکے میڈم۔" میں نے جواب دیا۔

ہائی کو مجھے خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔ اور میں آئندہ آنے والے وقت کے بارے میں سوچنے لگا۔ بڑا سنسنی خیز ماحول تھا، بڑا سنسنی خیز لمحہ تھا۔ میں انتظار کرتا رہا رات کے کسی حصے میں گہری نیند آ گئی تھی اور صبح تک بالکل پرسکون تھا۔ نجانے اس حیثیت سے مجھے کیسے کیسے واقعات کا سامنا کرنا پڑے۔ میں نے دن میں گیارہ بجے ایک بار پھر آفتاب کمال سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے گفتگو ہوتی رہی۔ آفتاب کمال نے بالکل اطمینان کا اظہار کیا تھا پھر اس نے کہا۔

"چیف، آپ کو اس سلسلے میں دوسری اطلاعات دینا ہوں گی؟"

"اگر بہت ضروری سمجھو تو۔ ورنہ اپنا کام سرانجام دیتے رہو۔"

اسی شام تقریباً ساڑھے چار بجے اس نے مجھے پھر مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

"چیف، خصوصی طور پر ایک عمارت کی نشاندہی کی گئی ہے۔ نام ہے بلو پیلس۔"

"بالکل درست۔ وہی جگہ ہے۔"

"گڈ۔" آفتاب کمال نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ مجھے اسی جگہ کے بارے میں بتایا گیا تھا چنانچہ مقررہ وقت پر میں تیار ہو کر چل پڑا۔ اور بلو پیلس پہنچ گیا۔ بلو پیلس میں مجھے ایک بہت بڑے ہال کی ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ وہاں پر مجھے کئی افراد نظر آئے تھے جو مجھے ہدایت دیتے رہے تھے۔ چند کارکن تھے جنہیں میں اشاروں سے اپنا مقصد سمجھاتا ہوا ہال کی ترتیب کرنے لگا۔ مجھے اس میٹنگ کا انچارج بنایا گیا تھا اور جو لوگ بھی یہاں انتظامیہ سے تعلق رکھتے تھے، مجھ پر مکمل اعتماد رکھتے تھے پھر مہمان آنا شروع ہو گئے۔ وہ پانچ افراد بھی موجود تھے جنہیں۔ یہاں مکمل ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں۔ آنے والے دس افراد تھے اور انہی میں میڈم ہائی کو بھی موجود تھیں جس نے اپنے چہرے پر ہلکا سا میک اپ کیا تھا۔ معمولی سی تبدیلی کے ساتھ اس نے بہت خوبصورتی سے اپنے آپ کو بدل لیا تھا۔ بدن کو موٹا کرنے میں اس نے کمال دکھایا تھا اور اس وقت وہ ایک فربہ اندام عورت معلوم ہو رہی تھی۔ غالباً یہ میک اپ بھی کسی اہم شخصیت کا تھا آنے والے الگ الگ نشستوں پر بیٹھے۔ ان کا تعلق دنیا کے کئی ملکوں سے تھا اور وہ سب ایک دوسرے سے بیزار نظر آتے تھے۔ پھر دو افراد اندر داخل ہوئے۔ ان کا تعلق گرانڈ بک سے تھا۔ انہوں نے اس انتظامی مسئلے میں حصہ لینے والے افراد کو دیکھا جو اپنی اپنی جگہوں پر تعینات تھے۔ اور اس کے بعد ایک ڈیسک پر آ گئے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"تمام معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ وہ اہم دستاویز جس کی اہمیت سے آپ سب لوگ واقف ہو چکے ہیں، یہ موجود ہے۔ آپ اس کا جائزہ لے لیں اور یہ اندازہ لگا لیں کہ یہ آپ لوگوں کے لیے کس قدر قیمتی اہمیت رکھتی ہے۔ میں اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ بس اسے ایک نگاہ آپ کو دکھانا پسند کروں گا۔" دوسرے آدمی نے ایک بریف کیس کھولا اور فائل نکال کر اسے ان سب کے سامنے ایک ایک کر کے لے جانے لگا۔ سب ہی دستاویز میں گھس جانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن نیلام کرنے والا احمق نہیں تھا، وہ اسے جلدی سے دوسروں کے سامنے سے ہٹا کر تیسرے کے سامنے پیش کر دیتا تھا۔ سب نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور پھر ایک شخص نے کہا۔

"آپ اس کی قیمت کیا مقرر کرتے ہیں سر؟"

جواب میں اس نے ایک بہت بڑی رقم بتائی جس کا ذکر تقریباً بے مقصد ہے اور اس کے بعد بولی شروع ہو گئی۔ بڑھ چڑھ کر بولی لگائی جا رہی تھی ان تمام افراد نے اپنے اپنے طور پر بولیاں دیں اور سب سے

بڑی بولی لگانے والے پر بات رک گئی۔ نیلام کرنے والے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس قیمتی شے کی قیمت جو مقرر کی گئی ہے بے شک یہ اسی حیثیت کی حامل ہے لیکن کون ہے وہ جو اسے اس سے زیادہ قیمت میں حاصل کرنا چاہے۔" تب اچانک ہی ہائی کو اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی اور اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا۔

"میں۔"

سب کی گردنیں اس جانب گھوم گئیں۔ اچانک ہی ہال میں کھڑے ہوئے پانچ افراد نے مخصوص قسم کے پستول نکال لیے اور ان سب پر تان لیے۔ یہ پانچ افراد وہ تھے جنہیں اغوا کیا گیا تھا اور ہائی کو نے انہیں اپنے آدمیوں سے تبدیل کیا تھا۔ سب لوگ حیران رہ گئے۔ ہائی کو کے چہرے پر کامیابی کی مسکراہٹ تھی۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور اس نے نیلام کرنے والے افراد کے سامنے کھڑے ہو کر کہا۔

"اس نادار شے کی قیمت سب سے زیادہ میں لگاتی ہوں اور وہ قیمت ہے تم سب کی زندگی، ہاں تم سب کی زندگی، سمجھے۔ جواب دو اس سے بڑی اور کوئی قیمت ہو سکتی ہے؟" نیلام کرنے والوں میں سے ایک شخص نے کہا۔

"مس بروکھی آپ۔"

"تم مجھے بروکھی کہہ سکتے ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ بروکھی اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"تو آپ کون ہیں؟"

"ان سب کی ساتھی۔" اس نے ان پانچ افراد کی طرف اشارہ کر کے آخر میں میری طرف دیکھا۔ وہ سب بھونچکے رہ گئے تھے۔

"تم لوگ۔ تم لوگ۔" نیلام کرنے والے نے کہا۔

"یہ سب میرے ساتھی ہیں۔" ہائی کو گردن خم کر کے بولی، وہ سب وحشت زدہ نگاہوں سے ان کو دیکھ رہے تھے۔ ایک نے کھڑے ہونے کی کوشش کی تو بے آواز پستول کی گولی نے اس کے سامنے رکھے ہوئے ڈیسک کے پرخچے اڑا دیئے۔ اور وہ سہم کر بیٹھ گیا۔

"یہ ہے تمہارا نیلام گھر اور اس کے لیے تم نے ہمیں طلب کیا تھا؟" اس نے نیلام کرنے والوں سے کہا لیکن وہ خود خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہے تھے۔ ہائی کو نے ہاتھ آگے بڑھایا اور فائل طلب کرتے ہوئے کہا۔

"اپنی زندگی کی قیمت پر اس نیلامی بولی کو ختم کر دو۔ اور یہ فائل میرے حوالے کر دو۔"

اس شخص نے جلدی سے فائل ہائی کو دے دی۔ تب ہائی کو نے ان پانچوں افراد کو اشارہ کیا جو پستولیں لیے کھڑے تھے، مجھے بھی اس نے مخاطب کر کے کہا تھا۔

"معزز مہمانوں کو رسیوں سے باندھ کر ان کے منہ میں کپڑا ٹھونس دو اور انہیں کم از کم چھ گھنٹے کے لیے بے ہوش کر دو تاکہ یہ اطمینان سے آرام کریں اور ہمارا پیچھا نہ کریں۔" فوراً ہی میڈم ہائی کو ہدایت پر عمل کیا گیا۔ ان سب میں سے کسی نے خاص جدوجہد کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ نیلام کرنے والوں کو بھی باندھ دیا گیا اور پھر ایک خاص قسم کی گیس کے چھوٹے سے سلنڈر سے ان کے چہروں پر ہائی کو نے اپنے ہاتھ سے پھواریں ماریں اور وہ سب گہری نیند سو گئے۔ تب ہائی کو میری طرف متوجہ ہوئی۔

"اور مائی ڈیئر مسٹر لائنڈ۔ اب تمہاری باری ہے یا پھر موجودہ حالات کے تحت میں تمہیں جہانگیر جمال شاہ کہوں تو غلط نہیں ہوگا۔ یہ سب میرے آدمی ہیں جہانگیر جمال شاہ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ان سب کو اس جگہ تک پہنچانے میں تم نے میری بڑی مدد کی ہے میں تمہاری شکر گزار ہوں۔ بڑی محنت سے تم نے میرے لیے یہ سارا کام کیا۔ بات دراصل یہ ہے مائی ڈیئر تمہاری موجودگی اس سارے مسئلے کے لیے بہت ضروری تھی۔ کیونکہ اگر صورتحال کسی شکل میں بگڑ جاتی تو میں تمہیں منظر عام پر لا کر اپنے سر سے ہر الزام ہٹا سکتی تھی کیونکہ تمہارا تعلق اسی ملک سے ہے جس ملک کا یہ اصل معاملہ ہے۔ میں جانتی ہوں کہ یہ دستاویز تمہارے ملک کے لیے بہت قیمتی ہے لیکن جو قیمت میرے اور اس کے درمیان طے ہوئی ہے وہ اس قدر مضحکہ خیز ہے کہ اس قیمتی شے کو میں تمہارے وطن کے حوالے کرنے کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ میں نے اس کی قیمت پہلے سے مقرر کر لی ہے اور میری بات چیت بھی ہو چکی ہے اس سپر پاور سے جس کے بارے میں تم خود اندازہ لگا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سکتے ہو کہ وہ اس کی کیا قیمت دے سکتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اسی کے تعاون سے میں نے یہ سب کچھ کیا ہے مجھے افسوس ہے، تم بہت اچھے انسان ہو لیکن شاید اپنے عہدے کے قابل نہیں ہو کیونکہ جگہ جگہ تم نے میرے ہاتھوں ٹھوکر کھائے ہیں مثلاً لوئس کاربٹ کی حیثیت سے ان لوگوں کو تمہاری نشاندہی میں نے کی تھی جس کے بعد تمہیں اغوا کیا گیا اور تمہیں وہاں سے خود ہی رہا بھی کرایا میں نے تاکہ تم صورتحال کی سنگینی محسوس کر کے صرف میری ہدایت پر عمل کرتے رہو۔ بہرحال یہ تمہاری دستاویز میں لیے جا رہی ہوں اور معذرت خواہ ہوں تم سے کہ مجھے یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ میرا تعلق ہرگز اس گروہ سے نہیں ہے، جس کا نام میں نے تمہارے وطن میں لیا تھا بلکہ میں اپنے چند افراد کے ساتھ تنہا کام کرتی ہوں اور یہی میرا طریقہ کار ہے۔"

اس نے اپنا میک اپ اتارا تو اس بار میں نے ایک بالکل نئی شکل دیکھی۔ وہ یقینی طور پر کسی مغربی ملک سے تعلق رکھتی تھی۔ سرخ و سفید رنگ کی مالک نیلی آنکھوں والی زیادہ سے زیادہ پچیس سال کی حسینہ۔ میں اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"تمہارا اصل نام تو نہیں جانتا میں اس لیے ڈیئر ہائی کہہ کر ہی مخاطب کروں گا۔ تمہیں علم ہے کہ جب تم نے اپنے ساتھ کسی ایسے شخص کو لانے کی فرمائش کی جو تمہارے شانہ بشانہ یہاں عمل کر سکے تو میرا انتخاب کیا گیا تھا۔ میں تمہیں جانتا کہ وہ لوگ مجھ پر اتنا اعتماد کیوں کرتے ہیں لیکن اپنی بساط بھر میں ان کے اعتماد کو قائم رکھنے کی کوشش بھی کرتا ہوں چنانچہ یہ جال جو تم نے پھیلایا ہے بہت دلچسپ بہت دلکش تھا لیکن تمہیں اس وقت بہت حیرت ہوگی میڈم ہائی کو جب تمہارے یہ تمام افراد جواب تک تمہارے ہر اشارے پر عمل کرتے رہے ہیں تمہیں بھی ان لوگوں کے ساتھ باندھ کر ڈال دیں گے۔ کیوں، میں غلط کہہ رہا ہوں؟" میں نے ان لوگوں کی طرف دیکھ کر کہا اور وہ سب گردن خم کر کے مسکرانے لگے میڈم ہائی کو کے چہرے پر ایک دم وحشت سی ابھر گئی۔ اس نے پھرتی سے اپنا پرس کھول کر پستول نکالنے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کا پستول اس کے سامنے کر دیا۔

"تمہارا یہ اہم تحفہ میں نے تم سے اجازت کے بغیر پچھلی رات ہی قبول کر لیا تھا۔ تمہارے پرس سے نکال کر غالباً تمہیں اس وقت اسی کی ضرورت ہے۔" اس کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے سب کو دیکھا اور میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا فرض ہے کہ تمہیں تفصیل بتا دوں، جن چھ افراد کو مجھ سمیت تم نے گرانڈ بک کے آدمیوں سے تبدیل کیا تھا بعد میں تم پر شبہ ہونے کے بعد میں نے انہیں اپنے آدمیوں سے تبدیل کر لیا، یعنی وہی کیا میں نے جو تم کر چکی تھیں اور اب یہ تمہارے وہ ساتھی نہیں ہیں، وہ مختلف جگہوں پر یا تو مر چکے ہیں یا پھر اس انداز میں ہیں کہ وہ تم تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ میرے آدمی ہیں میڈم ہائی کو۔ بس اتنا مزید کہوں گا کہ میرے وطن نے مجھ پر اعتماد کیا تھا اور اس اعتماد کو بحال کرتے ہوئے میں اپنا کام کر کے واپس جا رہا ہوں۔ یہاں تمہیں انتہائی ناگہانی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔"

اس کے جسم کا جیسے سارا خون نچوڑ لیا گیا تھا۔ آفتاب کمال کے وہ پانچوں ساتھی جنہیں اس نے پانچ ستون کہا تھا میری ہدایت پر مستعد ہو گئے۔ اور ہائی کو کو بھی وہیں باندھ کر ڈال دیا گیا۔ اسے بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ آفتاب کمال اور رضوانہ دوسرا کام کر رہے تھے۔ چنانچہ ہم سب لوگ ایک مخصوص جگہ پر اکٹھے ہوئے۔ دستاویزات میں نے اپنے قبضے میں کر لی تھیں اور ہماری فلائیٹ اسی رات تھی۔

میں جہاز کی سیٹ سے ٹیک لگا کر نجانے کیسے کیسے تصورات میں کھو گیا۔ ہائی کو جس کا اصل نام جو کوئی بھی تھا۔ شدید مشکلات میں گرفتار ہو جائے گی کیونکہ ان ہی لوگوں کے ساتھ جب اسے ہوش آئے گا، جن کے سامنے اس کی اصل حقیقت کھل چکی ہے تو کیا ہوگا اور اس کے بعد شاید زندگی بھر وہ اپنے ساتھ پیش آنے والے اس حادثے کو نہ بھول سکے۔

◇

میں نے ایک سرکش زندگی گزاری تھی اور اس سرکش زندگی میں جن واقعات سے میرا واسطہ پڑا تھا انہوں نے کبھی یہ نہ سوچنے دیا تھا کہ زندگی کے دوسرے عوامل کیا ہوتے ہیں اور انسان کس قدر ذہنی طور پر ان سے متاثر ہو جاتا ہے۔ لیکن اب جب میرے طیارے نے اپنی سرزمین پر قدم رکھا تو نہ جانے کیوں بہت سے انوکھے احساسات نے مجھے آگھیرا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں اپنی کسی قریبی شے سے دور رہا ہوں اور اب اس کی قربت کے لمس سے سرشار ہوں۔ یہ قریبی شے فریدہ بھی ہو سکتی تھی میرا وطن میری سرزمین بھی ہو سکتی تھی۔ اور اب یہ احساسات میرے دل میں بڑی تیزی سے آنے لگے تھے۔ آفتاب کمال وغیرہ سب میرے ساتھ ہی واپس آئے تھے۔ اور ایئرپورٹ سے باہر نکلنے کے بعد میں نے ان سے اجازت طلب کر لی تھی۔ آفتاب کمال نے چلتے ہوئے کہا۔

"چیف کل کے لیے کیا پروگرام ہے؟"

"ابھی کچھ نہیں آفتاب کمال۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں کل تمہیں کوئی وقت دے سکوں گا یا نہیں۔"

آفتاب کمال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

"چیف ویسے آپ کی اس تبدیلی کو میں بڑا خوشگوار محسوس کر رہا ہوں۔"

میں نے اسے مسکراتے ہوئے ٹال دیا۔ اس سے زیادہ اس سے کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ ذہن میں دوسرے بہت سے خیالات آئے ہوئے تھے اور انہی خیالات کے ہجوم میں اپنے گھر پہنچ گیا۔ زندگی میں جو کچھ تبدیلیاں عطا ہوئی تھیں انہوں نے مجھ پر پوری طرح اثر کیا تھا۔ رات کا پہر تھا اور میری اس رہائش گاہ میں زندگی ہی زندگی بکھری ہوئی تھی اور اب اس زندگی نے میرا استقبال حیرانی اور مسکراہٹ کے ساتھ کیا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ اب تک جتنی لڑکیاں میری زندگی میں آئی ہیں اصولی طور پر لڑکیاں ہی نہیں تھیں یا پھر یہ میرا اپنا احساس تھا حقیقت یہ ہے کہ ان کی بہت زیادہ لگاوٹ بھی مجھے وہ لطف نہیں دے سکی تھی جو فریدہ کی اس حیران اور مسرت بھری مسکراہٹ نے دیا۔ فریدہ بے اختیار ہو گئی اور اس نے مجھ سے لپٹ کر اپنی بھرپور محبت کا اظہار کیا۔ میں بھی غالباً اس وقت اپنے جذبات کو نہیں روک سکا تھا۔

"آپ کے آنے کی تو کوئی اطلاع ہی نہیں ہوئی۔"

"بغیر اطلاع کے پا کر لطف نہیں آیا؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"بہت لطف آیا لیکن میں۔ اگر مجھے پتا چل جاتا تو میں آپ کو ایئرپورٹ ریسیو کرنے آتی۔"

"یہی تو وجہ تھی کہ میں نے کوئی خبر نہیں دی تھی ورنہ تمہارے ہونٹوں پر یہ مسکراہٹ نہ دیکھ پاتا۔"

فریدہ کی آنکھوں میں مسرت کی جھلکیاں نظر آنے لگیں دوسرے تمام لوگ سو رہے تھے۔ میں نے منع کیا کہ انہیں نہ جگایا جائے۔ اس کے بعد سب کچھ بھول گیا۔ فریدہ میرے سامنے تھی۔ بس اس سے باتیں کر رہا تھا لیکن وہ میرے ہی بارے میں گفتگو کیے جا رہی تھی۔

"آپ کو وہاں کیسا لگا؟"

"بہت برا۔" میں نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"پہلے جب کبھی میں ملک سے باہر ہوتا تھا فریدہ تو کبھی کوئی قصور مجھے تنگ نہیں کرتا تھا۔ جو کچھ کرتا تھا اس میں مست ہو جاتا تھا۔ اور باقی تمام چیزیں بھول جاتا تھا لیکن اس بار بڑی گڑبڑ ہو گئی۔"

"کیا؟" فریدہ نے چونک کر کہا۔

"جب بھی کوئی یاد آتا وہ تم ہی ہوتیں۔"

"اوہو۔ اوہو۔ ہو۔ وہ دراصل۔ دراصل۔" فریدہ نے کہا۔

"دراصل کیا؟"

"یونہی۔ میرا مطلب ہے کہ کیا کہوں۔"

فریدہ کوئی بات نہیں بنا سکی تھی۔ میں نے دوسرے لوگوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنا شروع کیں۔ فریدہ نے بتایا کہ سب نہایت خوش ہیں اور بہت عمدگی سے اپنا کام کرتے ہیں۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اب میرا یہ گھر واقعی گھر بن گیا تھا۔ ڈی آئی جی تیمور جمال صاحب نے بھی گھر خلیق کیا تھا۔ لیکن اس گھر پر خوف کی حکمرانی تھی۔ ڈی آئی جی صاحب یہ سمجھتے تھے کہ اپنے بال بچوں پر اپنا رعب جمانے کے بعد انہوں نے اپنے گھر میں بھی پولیس تھانہ قائم کر لیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ گھر اور دفتر الگ الگ چیز ہوتے ہیں۔

آفتاب کمال سے میں نے کہہ دیا تھا کہ کل کے دن کے لیے میں اسے کوئی آخری بات نہیں کہہ سکتا لیکن یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ آفتاب کمال کم از کم شہباز احمد صاحب کو یہ اطلاع دے دے گا کہ ہم لوگ واپس آ گئے ہیں اور شہباز احمد صاحب جس قدر بے چین ہو جائیں گے اس کا مجھے اندازہ بھی تھا۔

دن کو تقریباً دس بجے آنکھ کھلی اور فریدہ نے تمام لوگوں کو میری واپسی کے بارے میں بتا دیا تھا۔ اور آج سب لوگوں نے اپنے اپنے پروگرام ملتوی کر دیے تھے۔ یہاں سب ہی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اپنی اپنی مصروفیات میں رہتے تھے۔ حالانکہ انھیں میری جانب سے اجازت تھی کہ سکون و آرام کی زندگی بسر کریں لیکن بہرحال صاحب دل لوگ کبھی دوسرے پر قناعت نہیں کرتے چنانچہ مختار حسین اور حافظ جمیل احمد صاحب اپنے اپنے طور پر اپنے لیے کوئی مشغلہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ دس بجے تک کسی نے ناشتا نہیں کیا تھا اور مجھے اس بات کا علم تھا کہ یہاں ناشتا صبح ساڑھے آٹھ بجے تک مکمل ہو چکا ہوتا ہے۔ سب ہی میرے ساتھ ناشتے کی میز پر موجود تھے۔ اور ایک ایک نے مجھ سے بہت محبت سے ملاقات کی تھی۔

فریدہ مدھم مدھم انداز میں مسکرا رہی تھی۔ بہرحال یہ دن میں نے اپنے اہل خاندان کے ساتھ یعنی جو لوگ میرے گھر میں آباد تھے بڑا خوشگوار گزارا۔ آفتاب کمال بھی یہ جانتا تھا کہ میری زندگی میں اب کچھ نمایاں تبدیلیاں ہو گئی ہیں چنانچہ اسے جو کچھ کرنا تھا سوچ سمجھ کر کرنا تھا۔ رات کو البتہ دس بجے کے بعد اس نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور میں نے اس کا فون ریسیو کیا۔

"ہیلو چیف، خادم بول رہا ہے۔"

"کہو خادم کیا صورتِ حال ہے؟"

"چیف، شہباز احمد صاحب کو میں نے اپنے آنے کی اطلاع دے دی ہے۔"

"ملاقات تو نہیں ہوئی۔"

"وہ بھی کچھ مصروف تھے۔ آج شام ایک میٹنگ تھی اس میں انھیں جانا تھا لیکن آپ کے سلسلے میں پوچھ رہے تھے۔"

"کیا؟"

"یہی کہ خیریت سے ہیں اور جس کام کے لیے بھیجا گیا تھا وہ سرانجام پا گیا ہے یا نہیں۔"

"ٹھیک، یقینی طور پر تم نے مناسب جواب دے دیا ہوگا؟"

"جی چیف۔"

"اور کوئی ہدایت کی انھوں نے؟"

"نہیں۔ بس یہ کہا ہے کہ کل صبح آپ کو ٹیلی فون کریں گے۔"

دوسری صبح میں نے شہباز احمد صاحب کا فون ریسیو کیا اور شہباز احمد صاحب نے بڑے پُرجوش انداز میں مجھ سے گفتگو کی۔

"کہو صورتِ حال کیا رہی؟ اور میڈم ہائی کو کیا تمھارے ساتھ واپس آئی ہیں؟"

"سر، رپورٹ پیش کرنی ہے حکم دیجیے کب حاضری دی جائے؟"

"ہاں ہاں، میرا مطلب یہ ہے کہ چونکہ معاملہ براہِ راست تو یہ ہے کہ جو کچھ بھی رپورٹ دینی ہو ان کے سامنے ہی دی جائے۔"

"تو پھر آپ مجھے حکم دیجیے کہ میں بریگیڈیئر جمال سے رابطہ قائم کروں۔"

"بریگیڈیئر جمال شام کو چار بجے تم سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے بھی فوراً ہی یہ سوال کیا تھا کہ کیا میڈم ہائی کو تمھارے ساتھ آئی ہیں؟"

"نہیں سر، وہ میرے ساتھ نہیں آئیں۔"

"اوہو، وہ کہاں رہ گئیں اور تم۔ میرا مطلب ہے وہ تمام چیزیں؟"

"ملاقات ہونے پر ہی عرض کروں گا۔ کیا فون پر یہ مناسب ہے؟"

"نہیں، بالکل نہیں۔"

شام کو ٹھیک چار بجے میں نے ایک مخصوص عمارت میں آفتاب کمال کے ساتھ بریگیڈیئر جمال اور شہباز احمد صاحب سے ملاقات کی۔ پانچ اور فوجی حکام وہاں موجود تھے اور اس کے علاوہ کچھ سول حکام بھی۔ ایک مخصوص عمارت میں اس مخصوص ملاقات کا بندوبست کیا گیا تھا۔ بریگیڈیئر جمال نے دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یقینی طور پر شہباز احمد صاحب کی رپورٹ کے مطابق تم نے اپنا کام سرانجام دے لیا ہوگا۔ اور کامیاب واپس لوٹے ہو گے؟"

"جنابِ عالی! میں یہ تمام چیزیں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔"

میں نے ساتھ لایا ہوا بریف کیس بریگیڈیئر جمال کے سامنے کھول دیا اور بریگیڈیئر جمال دوسرے لوگوں کے ساتھ ان کاغذات کا جائزہ لینے لگے۔ سب کے چہرے سُرخ ہو رہے تھے۔ بہت نادر دستاویزات تھیں یہ اور ملکی مفاد کے لیے بڑی اہمیت کی حامل۔ چنانچہ ان کا جائزہ لینے کے بعد بریگیڈیئر جمال نے میری جانب دیکھا اور کہنے لگے۔

"یہ صرف تمھاری ذمے داریاں ہی پوری نہیں ہوئی ہیں بلکہ ملکی مفادات کے لیے تمھارا یہ کارنامہ سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا۔ اور اب اس سلسلے میں، میں تفصیلی رپورٹ چاہتا ہوں۔"

✤

اِس دِلچسپ داستان کے بقیہ واقعات تیسرے حصے میں ملاحظہ فرمائیے۔

Uploaded by Nadeem